Printed & Published by

F. D. AHMED MIRZA

AT

The "Al-Balagh" Printing & Publishing House,

45, Ripon Lane, Calcutta.

ما خاب من اناب آں چارہ گر بیچارگاں و راہ نماے آوارگاں بجالب خود طلبد ، و من دیوانہ را سلسلۂ شوق درگردن افگندہ سوے خود کشد ، کہ دست امید بلند ست ، و پایۂ یقین ارجمند ۔

کانت لنفسي اھواء مفرقة فاستجمعت اذ رأتک العین اھوائي
فصار یحسدني من کنت احسدہ و صرت مولی الوری اذ صرت مولائي
ترکت للناس دنیاھم و دینھم شغلاً بحبک یا دیني و دنیائي ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

بھي آ گئي - انکے سوا کوئي کتاب پیش نظر نہیں رھي ھے - جو کچھہ لکھا ھے ' صرف اپنے حافظہ کے اعتماد پر لکھا ھے - حالانکہ سچ یہ ھے کہ شائستۂ اعتماد نہ تھا - جا بجا ضمني مباحث فقہ وحدیث اور تاریخ وسائین کے آ گئے ھیں جنکي تنقیح بغیر رجوع کتب مشکل تھي - علی الخصوص احادیث کي تخریجات و اسناد کہ اسمیں سب سے زیادہ احتیاط مطلوب و لازم ھے - لیکن افسوس کہ کتابیں موجود نہیں ' اور نہ اسکي مہلت کہ اب ایک ایک حوالہ کي تصحیح اور ایک ایک حدیث کي تخریج کیلیے کتابوں کے منگوانے کا سر و سامان کروں - بس جو کچھہ حافظہ میں محفوظ تھا ' حوالۂ قلم کردیا - بعض احادیث کے الفاظ کي نسبت حافظہ نے کمزوري دکھلائي تو وھاں اسکا اشارہ کردیا گیا ھے - اور شاید ایک دو جگہ تخریج کي جگہ خالي بھي چھوڑ دیني پڑي - با ایں ھمہ اللہ تعالی کے لطف و کرم سے اسقدر توقع ضرور ھے کہ جہاں جہاں سند و تخریج درج کردي ھے' شاید تحقیق سے غلط نہ نکلیگی - آیات قرآنیہ کے اندراج میں ابتک یہ عادت رھي ھے کہ ھنگام تحریر جو آیات یاد آ جاتي ھیں' درج کردیتا ھوں ' اور پھر پروف کي تصحیح میں مراجعۃ کے بعد سور و آیات کے نمبر بھی درج کردیے جاتے ھیں - لیکن فلوگل (١) والا نسخہ جسمیں نمبر ھیں' ساتھہ نہیں' اور نہ طبیعت مزید صرف وقت پر مائل - اسلیے محض حافظہ کی بنا پر سورتوں کا حوالہ دیدیا ہے - امید ھے کہ اکثر حالتوں میں صحیح ھوگا - سردست محض ایک عزیز کی خواھش کی تعمیل پیش نظر ھے - انطباع و اشاعت مقصود نہیں - زمانے نے اگر مہلت دي تو نظر ثانی کے وقت مزید تصحیح و تہذیب ھو جائیگی - معہذا '

اذا احسست فی لفظی قصوراً ‌ ‌ ‌ و حفظی و البراعۃ و البیان
فلا تعجل الی لومی ' فرقصي ‌ ‌ ‌ علی مقدار ایقاع الزمان

دست از ھمہ کار شستہ ام ' و چشم و گوش از عالم و عالمیاں بستہ ' و بر در دل نشستہ ' تا چہ پیش آید و کدام در بکشایند - عجب نیست کہ بحکم

---

(١) ایک جرمن اورینٹیلسٹ (Orientalist) کا نام -

اور علی الخصوص اُس عزیز کے طلب صادق اور استعداد کامل سے توالی چلد در چلد امیدیں وابستہ تھیں - افسوس مشیۃ حوادث نے اسکو نہی نہ چھوڑا - مجھے اس سے کب انکار تھا کہ میرے پڑی میں ایک کے بدلے دس زنجیریں ڈالدیں جائیں' لیکن دوسروں کو اسمیں کیوں شریک کیا جاتا ہے ؟ بظاہر عزیز موصوف کا اسکے سوا کوئی جرم نہیں کہ مجھہ خانماں خراب سے رسم و راہ رکھتے ہیں - سبحان اللہ ! اہلی آسما پروری اور دوست نوازی بھی قابل تماشا ہے ! جب تک کوئی اپنا دشمن نہ بن جائے ہمارا دوست بھی نہیں ہوسکتا !

اے ہم نفسان ! آتشم ! از من بگریزید
ہرکس کہ شد ہمرہ ما دشمن خویش ست !

پرسوں ایک عزیز کو خط لکھتے ہوے یہ رباعی ذہن میں آئی تھی

تھا جوش و خروش اتفاقی ساقی ! | اب زندہ دلی کہاں ہے باقی ساقی !
میخانہ نے رنگ روپ بدلا ایسا | مے شُد میکش رہا' نہ ساقی ساقی !

فصبر جمیل عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا انہ ھو العلیم الحکیم !

* * *

یہ اوراق پریشاں کہ دوست عزیز مسٹر فضل الدین احمد کے بیحد اصرار سے قلمبند ہوے' اپنی پریشانی طبع و برہمی خاطر کی یادگار ہیں - اگرچہ کئی بار قصد کیا مگر جمعیۃ خاطر کا وقت اِنکے لیے بہم نہوسکا - ابتدا سے ابتک یہ حالت رہی ہے کہ جب کبھی اپنے ضروری اشغال سے کچھہ وقت بچا' چند اجزاء لکھڈالے اور عزیز موصوف کو دیدیے - نہ پورا سلسلہ سامنے رہا' نہ ربط و ترتیب اور تقسیم و تبویب کی مہلت ملی کہ شرط اصحاب تصنیف و تدوین ہے - تمام کتابیں کلکتہ میں پڑی ہیں - بعراسے ملمی مسودات اور ایک نسخۂ مصحف کے اور کوئی کتاب ہمراہ نہیں - جب یہ تذکرہ لکھنا شروع کیا تو بعض حالات کیلیے صرف تذکرۂ الواصلین' لطائف الخیال اور طبقات اکبری' منگوالی' اور بعد کو منتخب التواریخ

ابکے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھہ رہے
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں !

جس مقام پر مقیم ہوں، شہر یہاں سے کچھہ فاصلہ پر ہے - رمضان المبارک میں جمعہ کے دن جامع مسجد گیا - چند صفوں سے زیادہ مجمع نہ تھا - لوگوں نے خطبۂ و امامت کیلیے سخت اصرار کیا - مجبوراً خطبہ دینا پڑا - ان بیچاروں نے ابتک خطبہ کے یہی معنی سمجھے تھے، کہ عربی کی کوئی چھپی ہوئی کتاب پڑھدی جاے - یہاں مسلمانوں کی تعداد اگرچہ اچھی خاصی ہے، مگر ایک گمنام گوشے میں پڑجانے کی وجہ سے حد درجہ تباہی و بد حالی میں مبتلا ہیں - نماز جمعہ کے بعد سے ایک قوی داعیہ قلب میں محسوس ہو رہا ہے، کہ اگر حالات طول قیام کا باعث ہوے تو یہاں بھی اپنا کام شروع کردینا چاہیے - دنیا نے فراغ و آزادی کے زمانہ کے کاموں کا کچھہ نہ کچھہ نمونہ دیکھہ لیا ہے - بہتر ہے کہ جلا وطنی و نظر بندی کے بند و قید میں کام کرنے کا بھی ایک نمونہ دکھلا دیا جاے، کہ اصلی آزمائش گاہ عمل یہی ہے :

کچھہ ہو رہیگا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر !

یہانتک لکھہ چکا تھا کہ ڈاک ملی، اور اخبارات سے معلوم ہوا کہ عزیزی مولوی محی الدین احمد بی - اے - کو قصور میں تلاشی کے بعد گرفتار کیا گیا ہے - شاید نظر بندی کا معاملہ پیش آے - ان تمام ایام جلا وطنی میں یہ پہلا دن ہے کہ اِس واقعہ کے سبب سے دل کو مضطر اور دماغ کو پراگندہ پاتا ہوں :

درد مے کین نامہ می کردم رقم   کان یجر الدمع ممزوجاً بدم

عزیز موصوف بلکہ اُن کا پورا خاندان اپنے خصائص ایمانی و جوش اسلامی و ایثار للہ رضی اللہ کے اعتبار سے عہد سلف کے واقعات زندہ کرنے والا ہے -

دروازے کھلے ' اور اکثر ایسا ہوا کہ احکام بدلنے پڑے اور کتنے ہي پچھلے فیصلے معطل ہوگئے - جن کاموں کو آجتک خدا پرستي سمجھکر اپني کامیابیوں پر نازاں ہے ' اب دیکھا تو وہ بھي بت پرستي سے خالي نہ ہے - طاق و دیوار اصنام پرستش سے خالي ہوگئے ' مگر جیب و آستیں کي کبھي خبر نہ لی !

تا نعسات ما هنر پنداشتیم
عاشقي هم ننگ و عارے بودہ است !

رسالے کو کل تک جہاں پہنچانا چاہا تھا ' الحمد اللہ اب خود اُس سے بھي منزلیں آگے بڑھچکے ہیں اور گو ہمرہاں راہ ابتک اُسي منزل میں کمریں کھولے بیفکر پڑے ہیں مگر اپنا کاروان طلب اب کسي دوسري ہي منزل کے آثار سامنے دیکھہ رہا ہے

ملے کہ مي رود امروز در گلوئے دو کون
کمینہ جرعۂ بہ شیشہ ہاے دوش من ست !

اس اثناء میں حکم جلا وطني کی منسوخی کیلیے احباب و مخلصین نے کوئي دقیقہ سعي و تدبیر کا اُٹھا نہ رکھا شاید اس قسم کي کوششوں کي یہ پہلي مثال ہے کہ ساتھہ ہزار سے زیادہ دستخطوں کے ساتھہ میموریل بھیجا گیا بعض ارکان حکومت بنگال کے خطوط پچھلے مہینے آتے رہے اور معلوم ہوا کہ غلط فہمیوں کا اعتراف ہے حال میں ایک شخص سے ملاقات کرتے ہوے حرد لارڈ کارمایکل نے بھي ایسا ہی خیال ظاہر کیا تھا حتیٰ کہ شملہ تک منسوخي حکم کے اجراء کي امید دلائي تھی ابتدا میں ان واقعات کا دل پر کچھہ نہ کچھہ اثر تو ضرور ہوا ' لیکن پھر دیکھا تو دل کي آسودگي اور طبیعت کي وارستگي پر یہ تاثر بھي سخت شاق تھا

دانم کہ شفقت اللہ طبیبان ہمگي ' لیک
مرہم کہ نہ مضطرب نہد ' نشتر ریش ست !

بظاہر حالت مشیت الہي کچھہ اور ہي نظر آتي ہے ' اور شاید تکمیل کار کی ایک منزل ابھی باقی ہے

اور انجمنوں سے دل بے پروا ہوگیا - علی الخصوص عشرۂ اخیر کی شب ہاے تمنا اور روز ہاے انتظار کی بخششوں اور کامرانیوں سے دل نے جو جو سعادتیں پائیں' اور چشم و گوش نے لطف دید و ذوق سماع کی جو جو دولتیں لوٹیں' نہ دنیا کی کوئی زبان اُنکی ترجمانی کرسکتی ہے' نہ سامعہ استعداد سماع رکھتا ہے - البتہ حسرت رہی تو یہ رہی کہ کاش پوری زندگی کی وسعت کسی طرح ان دس راتوں میں آ جاتی' اور ساری عمر اسی عالم میں بسر کر جاتے :

شب وصال بہت کم ہے' آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑہ شب جدائی کا !

اس راہ کا ہر گوشہ ایک جدا گانہ کیفیت رکھتا ہے - بزم و صحبت کی ادب آموزیوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ ایک ایک گھونٹ کی لذت لیکر جام خالی کیجیے' تو مے پرستوں کی سیہ مستیاں چاہتی ہیں کہ کسی گوشے میں چھپکر پوری صراحی منہہ سے لگا لیجیے - بزم و انجمن کی پرسش نہانی و دزدیدہ نگاہی کا بھی ایک لطف ہے' اور خلوت و تنہائی کے راز و نیاز کا بھی ایک عالم ہے - اگرچہ اس دوسری حالت سے بھی طبیعت کو بیگانگی و نا آشنائی نہ تھی' تاہم معلوم ہوتا ہے کہ ابھی یہ معاملہ بہت کچھہ محتاج تکمیل تھا' اور توفیق الہی نے اب جلاوطنی کی منزل کو اسکا ذریعہ بنا دیا - الحمد للہ کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک نہ کوئی صدا ذوق سماع میں مخل ہے اور نہ کوئی منظر مشغولیت میں حارج - غالب وقت تصنیف و تالیف میں صرف ہوتا ہے کہ تمام تر کتاب عزیز و سنۃ مطہرہ کی شرح و تفسیر پر مشتمل ہیں - اس سے جسقدر مہلت نکلتی ہے' وہ بھی ضائع نہیں جاتی - میدان دور دور تک ہیں اور پہاڑ چاروں طرف :

و أخرج من بين البيوت' لعلني
احدث عنك النفس في السر خاليا !

عجب کار و بار ہے کہ سعی و طلب کام نہیں دیتی اور لطف و بخشش ہی کی ہر طرف حکمرانی نظر آتی ہے ! ان چند مہینوں کے اندر خود بخود کتنے ہی نئے

اسوقت کہ یہ عم نامۂ حسرت لکھہ رہا ہوں' رانچي میں شہر سے باہر مورابادي نامي ایک گانوں کے قریب تنہا مقیم ہوں

وبلدۃ' لیس بہا انیس الا الیعافیر والا العیس

یہ تمام علاقہ ہندوستان کي وحشي اقوام کا مسکن ہے جو کول' اراؤں' منڈا وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں شاید اسي مناسبت سے اہلِ وحشت نے بھي یہي مسکن منتخب کیا

اس خانماں خراب نے ڈھونڈھا ہے گھر کہاں ؟

اس گانوں میں بھي تمام تر وحشي لوگ آباد ہیں صرف چار پانچ بنگلے چند بنگالیوں نے بنا لیے ہیں - کبھي کبھي گرمیوں میں آکر رہتے ہیں - انھي میں سر رابندر ناتھہ ٹیگور مشہور بنگالي شاعر کا خاندان بھي ہے اور ایک چھوٹي سي پہاڑي پر آباد ہے کارساز قدرت کي بھي کچھہ عجیب کرشمہ سازیاں ہیں ! ایک مدت سے جس فراغ خاطر اور آرامي فکر و عمل کو طبیعت ڈھونڈھتي تھي مگر اشغال و علائق کی کثرت سے نہیں ملتي تھي' حتی کہ اسکي وجہ سے صحت جسماني نے بھي جواب دیدیا تھا ' اب ملي بھي تو کس تہیس میں ؟ دنیا نے جلا وطني اور نظر بندي کي خبر سني' اور دل نے خلوت گزیني و گوشہ گیري کي دولت و سعادت پالي ! باطنہ رحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب

بیگانہ جہاں ہمیں عزلت نے کردیا
کچھہ کچھہ کسي کسي سے ملاقات رہگئي !

اسي اثناء میں رمضان المبارک کي برکات و نعائم کا ورود ہوا اگرچہ نماز جماعۃ کي کیفیت انجمن طراز اور جماعۃ تراویح و سماع تلاوۃ کي لذت دل نواز سے اپني عمر میں پہلي مرتبہ محرومي رہي ' اور اسلیے ابتدا کے دو ہفتے یک گونہ انقباض و دل گرفتگي میں بسر ہوے - لیکن اسکے بعد ہی معاملہ خلوت و انزوا کي کیفیتوں اور انجمن در خلوت کي خود رفتگیوں کا عالم کچھہ اس طرح طاري ہوا کہ دنیا جہاں کی ساري صحبتوں

لیکن الحمد للہ کہ جو درد پہلے داغ اور پھر زخم بنکر رہا تھا ' اب ناسور بنکر نہاں خانۂ دل میں محفوظ ہے ' اور امید ہے کہ ہمیشہ محفوظ رہیگا .

الیس وعدتني یا قلب انی اذا ما تبت عن لیلیٰ تتوب
فہا انا تائب عن حب لیلیٰ فمالك کلما ذکرت تذوب ؟

فصل

۲۳ - مارچ سنہ ۱۹۱۶ - کو گورنمنٹ بنگال نے ڈیفینس ایکٹ کی دفعہ ۳ - کی بنا پر حکم دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر حدود بنگال سے باہر چلا جاؤں - اِن الحکم الا للہ !

رونا کہاں ہوا مجھے دل کھول کر نصیب ؟
دو آنسوؤں میں نوح کا طوفان آگیا !

۳۰ - مارچ کو کلکتہ سے کہ سالہا سال کے متصل قیام کی بنا پر بیجا نہیں اگر وطن کہوں ' نکلا - اور رانچی پہنچا :

نگہم دفتِ غمی رد نہ نہاں خانۂ دل
مژدہ باد اہل ریا را کہ زمیدان رفتم !

اگرچہ اکثر احباب و اقارب امادۂ ہمرہی تھے ' لیکن دل ہمسفر خواہ سے گوارا نہ کیا کہ اس منزل انقطاع کی عزت کو شرکت رفقاء کے داغ ناتمامی سے ملوث کروں - معلوم نہیں دنیا کو چھوڑنا مشکل ہے یا آسان ؟ لیکن الحمد للہ کہ ہم کو دامن جھاڑ کر اٹھہ کھڑے ہونے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی - ہر چند دل کو ٹٹولا مگر کوئی علاقہ بھی دامنگیر نہ ہوا - اور یہ جو کچھ حالات و موانع قلب سے ایک امید کیلئے ساتھ چھوڑا - کم سے کم انقطاع و تجرید کی ایک بھولی سی مشق ہوگئی - شاید آگے چلکر کچھ کام دے '

بدو گیتی نداد عمر ہوس : عشق دگر
ہمہ لذتے صدایا رحو بر حسنش ؟

اور یہ جو کچھ کہا گیا ' تو یہ نہ سمجھا جائے کہ اپنے عیبوں کو بھی ہنر بناکر دکھلانا مقصود ہے ۔ جس عالم میں ہنر کو بھی ہنر سمجھنا معصیت ہو ' وہاں عیب کو حسن بنانے کا وہم بھی گزرے تو کفر سمجھا جائے مقصود صرف یہ تھا کہ

وکم للہ من لطف خفی   یدق خفاہ عن فہم الزکی !

ہاں ' یہ ضرور ہے کہ اگر کسی کو اول روز سے اپنے زہد و پارسائی کی خشک دامنی پر ناز ہو ' تو ہم کو بھی اپنی اس رندی و ہوسناکی کی تردامنی کا کوئی شکوہ نہیں جس کو عین اکیس بائیس برس کی عمر میں (کہ جنون شباب کی سرمستیوں کا اصلی موسم ہوتا ہے) دونوں ہاتھوں سے اسطرح نچوڑا کہ ایک قطرہ بھی باقی نہ چھوڑا - کوئی صاف راہ پر دوڑتا گیا ہے تو یہ اسکی خوش نصیبی سہی - لیکن ہم بھی اسکو بد نصیبی نہیں سمجھ سکتے کہ کتنی ہی دلدلوں سے پاؤں نکالے کتنی ہی جھاڑیوں سے دامن سنبھالا کتنی ہی زنجیریں توڑنی پڑیں ولولوں ' امنگوں ' امیدوں ' تمناؤں کے کتنے ہی دفتر خود اپنے ہاتھوں جلانے پڑے جب کہیں جاکر اس کوچہ میں دم لے سکے ' جہاں آج اپنے کو پا رہے ہیں

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو ' آئے ' کرے شکار مجھے !

اور سچ پوچھیے تو فیصلہ وہی ہے جو لسان الغیب نے کردیا

بیا ' کہ رونق این کارخانہ کم نشود
ز زہد ہمچو توئی ' یا بہ فسق ہمچو منی !

باوجودیکہ اس معاملہ پر کامل نو برس گزر چکے ' اور رفتہ رفتہ یہ حالت پیش آئی کہ

فلم تلق منی الشوق ' غیر تفکری
فلو شئت ان ابکی ' بکیت تفکرا

العرض توفیق الهی کي سینکڑوں راهیں هیں - هدایت و تربیت غیبی کے هزاروں بهیس هیں - سب سے زیادہ آسان و پر امن راہ یہ ہے کہ رهنمایان طریق میں سے کسي صاحب ارشاد کي همت و صحبت حاصل هوجاے - لیکن میں صاف صاف کہتا هوں کہ اس بارے میں میري درماندگي و بیکسی کسي متعارف وسیلۂ هدایت و ارشاد کي رهین منت نہیں هے - حالات ابتدا سے جیسے اور جتنے رهے ' سب کے سب اُس حالت سے یکسر متضاد تھے جن تک بتدریج رسائي میسر آئي - قطع نظر اس معاملۂ خاص کے ' عقائد ' اعمال ' عادات ' خصائل ' فکر و نظر ' طرز و روش ' کوئي بات بهي تو ایسي نہیں هے جسکو اپنے قدرتي حالات کے مطابق پاتا هوں - پس اپني شکستگي و خستگي نہ تو کسي هاتهہ کي ممنون هے ' نہ کسي زبان کي - نہ خاندان کی ' نہ تعلیم و تربیت ظاهري کی - جو کچهہ پایا هے صرف بارگاہ عشق سے پایا هے - جتنی رهنمائیاں ملیں صرف اسی مرشد فیض و هادی طریق سے ملیں - درد بنکر آیا تها مگر درمان بنکر گیا - مرض بهي وهي تها - شفا بهي اسی سے ملي :

تداویت من لیلی بلیلی عن الهوی
کما یتداوي شارب الخمر بالخمر !

علم کا دروازہ اُسي نے کهولا - عمل کی حقیقت اُسی نے بتلائي - معرفت کے صحیفے اُسکي زبان پر تهے - حقیقت کے خزانے اُسکے دست کرم میں تهے - شریعت کے حقائق کا وهي معلم تها - طریقت کے نشیب و فراز میں وهی رهبر تها - قرآن کے بهید اُسي نے بتلائے - سنۃ کے اسرار اُسي نے کهولے - نظر اُس نے دي - دل اُس نے بخشا - کونسی مشکل تهی جو اُس سے حل نہ هوئی ؟ کونسا الجهاؤ تها جو اُسکی ایک سلجهی هوئي نظر سے سلجهہ نہ گیا ؟ کونسی بیماري تهي جسکي دوا اسکے دار الشفاء سے نہ مل سکی ؟

شاد باش اے عشق خوش سوداے ما ! — اے طبیب جملہ علتهاے ما !
اے دواے نخوت و ناموس ما ! — اے تو افلاطون و جالینوس ما !

جلد گھڑیوں میں کیسے بن جاتا جو مدتوں کی زخم پروریوں کے بعد کہیں نصیب ہوتا ہے - اور وہ بھی ہر زخم اور ہر زخمی کو کہاں ؟

اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیش عشق
رکھی ہے آج لذت زخم جگر کہاں ؟

پس الحمد للہ کہ آخر میں جو کچھ بنایا‘ اُسکے لیے ابتدا کا ہر کھونا کام آیا کوئی ہشیاری ایسی نہ ملی جسکے لیے اپنی کوئی نہ کوئی غفلت کام نہ آگئی ہو - چاک جب تک گریباں تک ہے‘ ناقص ہے - لیکن اگر وہی دامن تک پہنچ جائے تو اُسکے کمال میں کیا شبہ ہوسکتا ہے ؟

تا دامن آکے چاک گریباں نے دم لیا
ہے دامن اور جیب میں رشتہ قریب کا !

جس حال میں رہے‘ نقص و ناتمامی سے دل کو ہمیشہ گریز رہا اور شیوۂ تقلید و روش عام سے پرہیز جہاں کہیں رہے اور جس رنگ میں رہے‘ کبھی کسی دوسرے کے نقش قدم کی تلاش نہ ہوئی اپنی راہ خود ہی نکالی‘ اور دوسروں کیلیے اپنا نقش قدم رہنما چھوڑا رندی و ہوسناکی کا عالم رہا‘ تو اُسکو بھی ناتمام نہ چھوڑا - عشق کی خود فراموشیاں رہیں‘ تو وہاں بھی کسی وادی اور کسی گوشے سے لغزش قدم ناآشنا نہ رہے لمحوں کے اندر برسوں کے کام انجام پائے

کام یہ عشق میں بہت‘ پر میر ہم تو فارغ ہوئے شتابی سے !

اب جس حال و رنگ میں ہیں‘ تو یہاں بھی کمال ہی کی آرزو ہے‘ اور تمام کارگاہ بے قراری‘ اور سارا معاملہ اُسی کارساز غیب کے ہاتھ ہے جس نے گم کردہ راہ میں ڈالا‘ لیکن اٹکانا کہیں نہیں اور گو ہر وادی میں تھوڑے تھوڑے عرصہ کیلیے سرگردانی ضرور ہوئی‘ لیکن نہ سرگردانی بھی ہدایت یابی سے خالی نہ رہی

تا دست رسم بود زدم چاک گریباں
شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم !

لختے برد از دل گذرد ہر کہ ز پیشم
من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم !

منزل عشق نمودار ہوئی تو اُس کا کیا پوچھنا ؟ البتہ فرق اتنا تھا کہ پہلے ایک دل کے بہت سے ٹکڑے کردیتے تھے - اب دل ایک تھا تو گاہک بھی ایک ہی - بلکہ :

لیس الفواد محل شوقک وحدہ
کل الجوارح فی ھواک فواد !

پھر اسکے بعد جو آخری منزل پیش آئی' وہاں تو بجز متاع درد و دل باری اور جنس جاں سپاری و جاں فروشی کے اور کوئی شے مقبول ہی نہ تھی :

جئنا ببضاعۃ مزجاۃ فاوف لنا الکیل !

جز محبت ہرچہ بردم' سود در محشر نہ داشت !
دین و دانش عرض کردم' کس بہ چیزے برنہ داشت !

اِس منزل سے پہلے جو کچھہ ہوچکا تھا' اُسکا ایک ایک معاملہ یہاں کام آیا - جیب و دامن کے ہر پرزہ نے اس طرح کام دیا' گویا خاص اسی لباس کی درستگی کیلیے قطع ہوا تھا - ہر عیب نے ہنر کی خوبروئی پائی - ہر نقص نے کمال سے بڑھکر ہمرہی کی - ہر جرکا جو نشتر ہوس نے لگایا تھا' ہر زخم جو کماندار عشق کے تیروں کا بے خطا نشان تھا' اور جسکو کیسی کیسی تمناؤں اور حاجتوں سے ہمیشہ سینے میں بچاے رکھا تھا کہ کہیں ناسور بننے کی جگہہ مندمل نہ ہوجاے :

پھر تسکیں دل کے لیلی ہے غنیمت جانکر
وہ جو وقت ناز کچھہ جنبش تری ابرو میں ہے

اس راہ میں اسطرح کام آیا کہ خدا نکردہ اگر اس متاع زیان سے اپنا کیسۂ سود خالی ہوتا' تو نہیں معلوم بازار قدر لیت میں کیسی محرومی و شرمندگی اٹھانی پڑتی ؟ مرہم کہت جاتا تو ہوار جگہہ سے ملجاتا - زخم کہانسے لاتے ؟ خون جدائی کس سے مانگتے ؟ اور دل بھی جاتی تو وہ کہوا ناسور

یارب کجاست محرم رازے کہ یک زماں
دل شرح آں دہد کہ چہ دید و چہا شنید؟

غفلت ہر حال میں غفلت ہے ایک لمحۂ غفلت کے معاوضے میں عمر بھر کا ماتم بھی کافی نہیں تاہم جو کچھ ہوچکا ہے، اب دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کارخانہ کی ہر چیز کی طرح وہ سب کچھ بھی ضروری تھا، اور شاید ان میں سے ہر بات اس سفر کی ایک ناگزیر منزل تھی اگر ہوس پرستی و رندی کی منزل پیش نہ آتی تو نہیں معلوم حقیقت پرستی کے کتنے ہی گوشے ہیں جن سے ہمیشہ بے خبر رہتے؟ نتیجہ یہ نکلا کہ "اس عالم کی کسی بات کو بھی برا نہ کہو برائی محض ایک اضافی شے ہے اصل بجز خوبی اور اچھائی کے کچھ نہیں اعتبار ہر حال میں ثمرات و نتائج کا ہے نہ کہ ظواہر و اوائل کا کتنے ہی راہ میں ٹھوکر کھا کر گر پڑتے ہیں، اور کتنے ہی قدم ہیں کہ ٹھوکر نہ لگے تو انہیں تیزی و چالاکی بھی نہ آئے، اور راہ کے نشیب و فراز سے ہمیشہ غافل رہیں کتنے ہی کفر ہیں جو وسیلۂ ایمان ہوئے؟ کتنے ہی ایمان ہیں جنکا خاتمہ کفر پر ہوا؟
"لو لم تذنبوا لذهب الله بکم وجاء الله بقوم آخرین یذنبون و یستغفرون" (او کما قال رواہ مسلم) مولانا روم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے

از ثقیر اضر گوہر آورد — از ربائیہا سود بر سر آورد
چوں قبول حق بود آں مرد راست — دست او در کارہا دست خداست
ہر چہ گیرد علتے علت شود — کفر گیرد کاملے ملت شود
عیب شد نسبت بہ مخلوق جہول — نے بہ نسبت با خداوند قبول
کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت ست — چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست

یہی فائدہ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ دماغ کی خشکی اور دل کی بے دردی کا یہ ہی تو علاج ہوگا، اور سب سے بڑا درد مندی و دل فگاری کی تعلیم ابتدا ہی میں ملگئی جب ہوس پرستی کی منزل میں تھے، تو وہاں بھی ہمیشہ دل کو پہلو کی جگہ ہتھیلی ہی پر رکھنا پڑا

نہ کانوں نے سننے میں - چشم و گوش نے جو کچھہ بہم پہنچایا دل کی وسعت نے سب کو سمیٹ لیا - اس سے زیادہ اور کیا کہا جاے ؟

سخن عشق بدل درنہ و لب را مکشا
سر این شیشہ فروبند کہ بادہ نہ خورد

اللہ اللہ دولت سعادت و قبولیت کی فراوانی ' اور سبحان اللہ بخشش و لطف غیبی کی بے پایانی ! سمندر اُسکی وسعت فیض کا ایک قطرہ ' مگر یہ بھی گستاخی ہے - سورج اُسکے انوار کرم کی ایک شعاع ' مگر یہ بھی نادانی ہے !

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند ۔ و اندران ظلمت شب آب حیاتم دادند
بیخود از شعشعۂ پرتو ذاتم کردند ۔ بادہ از جام تجلی بصفاتم دادند
چہ مبارک سحرے بود وچہ فرخندہ شبے ۔ آن شب قدر کہ این تازہ براتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغان ۔ خاک اوگشتم وچندین درجاتم دادند
ہاتف آن روز بمن مژدۂ این دولت داد ۔ کہ بدان جور و جفا صبر و ثباتم دادند

دنیا کسی کے لیے کبھی نہیں بدل سکتی - لیکن اگر تم خود بدل جاؤ تو اُسکو بھی یک قلم بدلا ہوا پاؤگے - تمھاری دنیا تمھارے میکدۂ شباب میں ایسی تو نہ تھی جیسی اب بڑھاپے کی پامالیوں میں نظر آ رہی ہے ؟ شام وصال میں تمھاری یہی ہر روز والی دنیا جو رعنالیاں رکھتی تھی ' صبح وداع کی اداسیوں میں کب باقی رہیں ؟

گویا نہ وہ زمیں ہے ' نہ وہ آسماں ہے اب !

جو اشارات کیے گئے ' اگر تمھارے مذاق سخن سنجی پر گراں گزرے ہوں ' تو نہ بسدت انکار کے یہ بہتر ہوگا کہ اُنکو اسی حالت پر قیاس کرلو - ورنہ جو کچھہ آنکھوں پر گذری اور جو کچھہ دل کو پیش آیا ' خود اپنی ہی زبان و دماغ اس سے محرم نہیں - دوسروں کو کیا سنائیے ؟ اگر تجلی کی جگہ تبسم اور ستاروں کی جگہ افشاں کہکر عہدہ برا ہونا نہیں چاہیں جب بھی سننے والے کس آسمان و زمین سے آئینگے ؟

اپنے ہر جلوہ سے آنکھوں کو، اپنے ہر نغمہ سے کانوں کو سرمستی و سر
شاری کی پیہم دعوتیں دے رہی تھیں، اب اسکا کونہ کونہ، چپہ چپہ، ہشیاری
و بینش کا مرقع تھا بصیرت و معرفت کا درس تھا ذرے ذرے کو گرم گفتار
پایا پتہ پتہ کو مکتوب و مسطور دیکھا - پھولوں نے زباں کھولی - پتھروں نے
اٹھ اٹھ کر اشارے کیے - خاک پامال نے اڑ اڑ کر پھر انشانیاں کیں آسمانوں
کو بارہا اترنا پڑا تاکہ سوالوں کا جواب دیں زمیں کو کتنی ہی مرتبہ اچھلنا پڑا
تاکہ فضاء آسمانی کے تارے توڑ لائیں فرشتوں نے بازو تھامے کہ کہیں لغزش
نہ ہو جائے سورج چراغ لیکر آیا کہ کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے سب نے نقاب
اتار دیے سارے پردے جھلملی ہوگئے سب کی ابروؤں میں اشارے تھے -
سب کی آنکھوں میں حکایتیں بھری تھیں - سب کے ہاتھ بخشش و نوازش
کیلیے دراز تھے بادل کو پکڑا تو سار ہستی کا طلسم نکلا بجلی کو پاس
بلایا تو لب ہائے راز کا ایک تبسم آشکارا نکلی ہوا کے جھونکے مٹھیوں میں
آگئے مگر پھر بھی خالی رہیں - سمندر نے اپنی ساری موجیں خرچ کردیں
مگر پھر بھی ہمارے ہاتھ کا پیالہ نہ بھرا رات معدوم تھی ظلمت کی
بڑی ڈھونڈھ ہوئی مگر نہ ملی خواب و غفلت کا لاکھ پتہ پوچھا مگر
کسی نے نہ بتلایا جب کبھی آنکھیں بند کیں، تماشے دیکھے جب کبھی
کان بند ہوئے، صداؤں اور نواؤں سے بھر گئے سورج نے کہا ۲ لاکھ میل
دور ہوں قطب شمالی سے روشنی اتری اور بولی ایک سکنڈ میں
ایک لاکھ نوے ہزار میل طے کرتی ہوں - مگر آنکھوں نے کہا یہ تو نگاہ کی
پہلی منزل ہے، اور دل ہنسا کہ اپنا پہلو معلوم جب شرق کے پردوں پر آرہا ہے
تو بیچاری روشنی کی لنگ پائی کب اسکا ساتھ دیسکتی ہے ؟ عرصۂ ہمہ جاوداں
جاگ اٹھی اور دل رفتہ پھر نئی نئی طاقتوں اور نئے نئے سامانوں کے
ساتھ واپس آگیا عالم آفاق و انفس میں جو کچھ ہے، اس میں سے کوئی
بھی نہ رہا جسکی ابرو پر گرہ یا آنکھوں میں غمزہ ہو سب کی زبانیں گویا،
سب کے اشارے آشکارا، سب کی سطریں ابھری ہوئی تھیں نہ کوئی
لب بند رہا نہ کوئی جلوہ مستور - نہ آنکھوں نے دیکھنے میں کمی کی

باقي رهگئي تهي كه ايک ديگ اُتار كر دوسري چڑها دي جاے - يه كام عشق كي اميدوں سے نه هوسكا توكيا مضائقه ؟ عشق كي مايوسيوں نے تو پورا كرديا :

آن نافهٔ مراد كه ميخواستم ز غيب
در چين زلف آن بت مشكين كلاله بود !

فصل

سبحان الله چارہ فرماے غيبي كي كارسازياں ' اور رهنمائے آوارگان غفلت كي دستگيرياں ! جادهٔ توفيق كب سے اپني طرف كهينچ رها تها مگر غفلت كي درماندگي دامنگير تهي - جمال حقيقت كب سے بے نقاب تها مگر پردهٔ كجِ نظري حائل تها - كرشمهٔ عنايت كب سے پكار رها تها ليكن نفس كے هنگاموں ميں دل غافل تها - نا كامي عشق نے آخري ضرب لگائي تو يكا يك آنكهيں كهل گئيں - ديكها تو ايک دوسرے هي عالم كي هوش رُبائياں سامنے تهيں - نه وه آسمان تها نه زمين تهي - نه وه آفاق نه وه انفس - جس هاتهه كي رهنمائي نے يهاں تک پهنچايا تها ' خود اُسكو بهي ڈهونڈها تو پته نه تها - گويا وه ايک چراغ تها كه جب تک رات كي تاريكي ميں چلتے رهے ' دليل راه رها - جب صبح هوگئي تو ضرورت نه تهي - بجها ديا گيا

نعره زد عشق ' دين ما بگريخت !
كفر نيز از كمين ما بگريخت !

آنكهوں كا تو يه حال تها - كان لگاے تو اندر اور باهر ' هر طرف سے صرف يهي ايک صدا اُٹهه رهي تهي :

ترا ز كنگرهٔ عرش مي زنند صفير
ندانمت كه دريں دامگه چه اُفتادست ؟

رهي دنيا جس كے ميكدهٔ خود فراموشي نے غفلت كے جام لنڈهاے تهے -

اے وضع احتیاط! نہ فصل بہار ہے
گلبانگ سرو زمزمہ سنج فغاں ہوا!

اور معلوم ہے کہ شعلوں کی طرح بھڑکنا آسان ہے مگر تنور کی طرح اندر ہی اندر سلگنا اور حفظ و ضبط کے سارے آداب و شرائط سے عہدہ برا ہونا مشکل ہے

عریاں تنی خوش ست' ولے زیب دیگرست
داماں چاک چاک و گریباں دریدہ را!

اگر یہ سچ ہے تو پھر نہ مجنوں کی دشت پیمائیوں پر رشک آتا ہے' نہ فرہاد کی شورش وکوہکنی پر اگر کسی نے عمر بھر دشت و صحرا میں نالہ و زاری کی ہو تو کی ہو یہاں ایک ایک گھڑی ایک ایک لمحہ ایسا گزر چکا ہے کہ سینکڑوں آہیں اندر ہی اندر بھٹکی ہیں - ہزاروں سرزنشیں سینہ کے اندر ہی اندر جلی ہیں آنسوؤں کو آنکھوں کی وسعت نہ ملی تو دل کے گوشے ہی میں طوفان اٹھاتے رہے

انداز جنوں کونسا ہم میں نہیں مجنوں
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے!

اگرچہ اس معاملہ کا خاتمہ بظاہر ناکامی و مایوسی پر ہوا لیکن فی الحقیقت فتح و مراد کی ساری شادمانی اسی ناکامی میں پوشیدہ تھی اسی ناکامی نے بالآخر کامیابی کی راہ کھولی اسی مایوسی سے امید کا دروازہ کھلا جو تاریکی اپنی شدہ تیرگیوں کی رات نظر آتی تھی' وہی صبح مقصود کے طلعت جہانتاب کا نقاب ثابت ہوئی گو قدم بتکدہ کی راہ پر تھے' مگر غبار مجاز دور ہوا تو کعبۂ حقیقت سامنے تھا

یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی و یحیی الارض بعد موتہا و کذالک تخرجون! (روم)

کفر آوردیم و در عشق تو ایماں بردیم!

سارا کام پہلے سے ڈھونڈھنا تھا حالانکہ دنیا سے گرم تھا ہوس داری نے
ہنگاموں کا نام دیا تھا عشق نے سے لے پھوڑکر یہ صرف اتنی بات

عسق حوں نر سرکس حملۂ بیداد آرد

ازلس مـــوت نگرنختــــس ازپا نرود !

لکن عجب نہں کہ کسي کے نام بلند تک پہنچنے کیلئے نہي زنجیر کمند کا نام دے جاے - کتلے هي راہ کے خوش مسمت هیں حں سے سیڑھیوں کا ایک ایک زینہ نہیں گلوایا گیا کمند عشق نے ایک هي جست میں مصر مطلوب تک پہنچادیا

نر و مطع منازلہا ' مں ز یک لعرش دالے !

اور نہ نو منزل عشق کے معاملات هیں تجربہ کاراں راہ کا فیصلہ نو یہ ہے کہ اگر زلدي و هوس نرستي کی منزل میں بھي کچھہ دیر کے لیے دم لے لیا جاے نو فائدہ سے خالي نہیں کتنی هی شاهراهیں هیں حو اسي خار زار سے نکلي هیں

کعبہ را ویراں مکں اے عسق ' کانجا یک نعس

گہ گہے نس ماندگاں عشق منزل مي کنند !

البتہ یاد رہے کہ سعر کي کامیابي نہ نو منزلوں نر موقوف ہے نہ مختلف راہوں نر راہ کولي ہو ' قدم میں حرکت اور همت میں اقدام ہے نو کبھي نہ کبھي منزل مقصود تک پہنچ هي جاؤگے خواہ راہ میں هر درخت کے سائے تلے دم لو خواہ هر سراے میں کمر کھولو لیکن ساری نامرادي و بے حاصلي اس کے لیے ہے ' جسکے لیے راہ و منازل کے سامنے اسطرح دامنگیر هوگئے کہ وهیں همیشہ کیلیے بستر جمادیا

هوگا کسي دیوار کے سایے کے تلے میر

کیا کام محبت سے اُس آرام طلب کو

هوس و عسق نر کیا موقوف ہے ؟ کوئي نر مفتي منزل هو اگر قدم آگے اٹھنے سے رک گئے ' نو پہر وهي منزل بت ہے اور رهرو اسکا نرستار - تسدیم آزالي و داي نرسی هي کي منزل کہیں نہو مں شعلک عن الله مہو صنمک - قدم چلتے رہنے اور نڑھتے جانے کا نام ہے کہ

تنگ دیکھہ لیا دل سد کیا خرس کم ہوے اور حل نکلے

رهـــروان را خستگي راه نیست

عشق هم راهست وهم خود منزل‌ست !

گو اسکي گرفتاري بهي گرفتاري اور اِسکا اٹکاؤ بهی اٹکاؤ هے ' لیکن بهر حال یهی نفع کتنا بڑا نفع هے' که اسکي بدولت کام بهت آسان و مختصر هوجاتا هے۔ اور آنے والي منزل کے سارے کاموں کي مشق پہلے هي سے هوجاتي هے - پہلے سو زنجیروں کو توڑنا تها تو اسکي بدولت اب صرف ایک هي زنجیر سے چهوٹنے کا معامله باقی رهگیا - پہلے هزاروں چوکهٹوں کي جبهه سائیوں سے پیشانی داغدار تهي - کس کس داغ کو مٹائے ؟ کن کن پرستش گاهوں کو ڈهائے ؟ اب خود بخود سب مٹ گئے - صرف ایک هي چوکهٹ کا نشان سجده رهگیا - اور اصلي کام بهي یهی تها که پیشاني ایک هے تو سجده گاه بهي ایک هي هو- جب یہاں تک معامله پہنچ گیا اور ایک کیلیے سب کو چهوڑنے کا سبق ملگیا ' تو اس ایک کو بهي مسجود حقیقي کي خاطر چهوڑنا کیا مشکل هے ؟ ممکن هے که ایک هي جهٹکے میں یه رشتۂ آخری بهي ٹوٹ جائے ' اور پهر اس آزرکدۂ هزار پرستش سے خلیل وار صدائے " انی وجهت وجهي للذی فطر السماوات و الارض حنیفاً و ما انا من المشرکین " بلند هو:

بیفشان زلف و صوفي را بپازی و بروص آور

که از هر رقعۂ دلقش هزاران بت بیفشانی !

یهی وجه هے که اس سفر کی سب سے اقرب راه منزل مجازهي سے هوکر نکلي هے .

باده گر خام بود ' پخته کند شیشۂ ما !

اور بعض صورتوں میں تو بغیر اسکے چاره هي نہیں - گو وه خود بهی مرض هے لیکن هزاروں بیماریوں کا علاج بهي اسکے سوا کوئی نہیں

گرچه آشفتگی کارمن از زلف تو بود

حل این عقده هم از روے نگار آخر شد !

مانا که گرفتاری عشق کی یه ایک زنجیر بهی پابندیوں کی هزاروں زنجیروں سے بوجهل هوتی هے ' اور اسکی ترکش کا پہلا تیر پانؤں هي پر لگتا هے - وحشی کرمانی نے خوب کہا هے :

أسكا دل حاروں طرف سے مدعا مسم كي كسسوں ا نسانه هر رنجير كے
بندهن نر مرنا اور هر علاقه كي ألعت مىں اسىر رهنا چاهتا هے زىن للناس
حب السهوات من النساء و البنين و القناطير المقنطرة من الذهب و الفضة
و الخيل المسومة و الانعام و الحرث ذلك متاع الحياة الدنيا (آل عمران)
تو اب اصلي كام يه هوا كه ده ساري بندشىں كدىں اور پرستش ما سوى الله
كي ساري زنجىرىں توڑىں - اسكے لىے صرف دو هي صورتىں هىں - يا توكوئي
ايسا طاقتور هاتهه امداد عقده كسائي هو كه گن گن ايك ايك گره كهولدے
ايك كے بعد ايك ' ساري زنجىرىں كهلتي جائىں يا پهر ايك تلوار چمكے جسكا
ايك هي بهر پور هاتهه جسم زدن مىں ساري بندشوں اور زنجىروں كو ٹكڑے
ٹكڑے كرکے ركهدے نه ناخن گره كشا كي منت پذيري نه زنجيروں كي
حلقه شماري كي انتظاري - ايك سوكهي لكڑي كے جلانے كيلىے هزاروں
تدبيريں كيجىے جب كهيں آگ سے دهواں اٹهے - لىكن معلوم هے كه هزاروں
آشيانوں اور خرمنوں كيلىے بجلي كي ايك هي نظر شعله بار كافي هوتي هے

گفتم چه كونه مىكشي و زنده مي كني ؟
از يك نگاه كشت ' جواب دگر نه داد !

قطع علائق اور دفع موانع كي جتني راهىں سعي و همت اور طلب
و جستجو سے پيدا كي جاتي هىں ' سب پهلي صورت ميں داخل هيں اور
دوسري صورت جذب و عشق كي هے يه دوسرا مرتبه عشق كے سوا اور
كسي كے هاتهه مىں نہيں كه هزاروں دستوں كا كام ايك هي وار مىں
پورا كردے

هم صد سر برد رهگذر عشق ' ولے
هركه اىں ره نبرد ' بے ته دردل نبرد !

اسی لىے مرداں طريق نے كها عشق كي بري سے بري گرفتاري بهي
بے دردي و بے سوزي كي آزادي سے هزار درجه بهتر هے ' اور اس راه كي
نا كامي بهي كام ازنظم و مرور مندي نهىں

اور یہاں عشق سے مراد عشق محدود و ناقص یعنی مجاز ہے - نہ کہ علی الاطلاق ' کیونکہ اس اعتبار سے تو اول و آخر جو کچھہ ہے عشق هي ہے - تمام کائنات هستي میں بجز اسکے ہے اور کون ؟ آسمانوں کا ستون ہے تو یہي ہے - زمین کا مدار و محور قائم ہے تو اسي کے دم سے - دنیا میں جسقدر ظاهر ہے یہي ہے - جسقدر باطن ہے اسکے سوا کچھہ نہیں - یہ دوسري بات ہے کہ تمہاري نگاہ وحدت نا آشنا نے ایک هي حقیقت کو طرح طرح کے ناموں سے موسوم کردیا هو - کتنے هي پردے هیں جو اسي کم نظري و کثرت بیني نے جمال حقیقت یگانۂ و یک رنگ پر ڈال رکھے هیں - ورنہ :

یک چراغ ست درین خانہ کہ از پرتو آن
هر کجا می نگری ' انجمنے ساختہ اند !

بلاشبہ یہ بھي لغزش تھي - لیکن اُس لغزش کو کیا کہوگے جو محبوب کے قدموں پر گرادے ؟ مقصود تو ساری باتوں سے اُس تک پہنچنا ہے - اگر لغزش و مستي هی رهنما بنجائے تو پھر کیوں نہ هزار استقامتیں اُسپر قربان هوں - لاکھوں هشیاریاں اسپر سے نچھاور

گر طمع خواهد زمن سلطان دین
خاک بر فرق قناعت بعد ازین !

اصل یہ ہے کہ اس راہ کي کامیابي کا سارا دار و مدار قطع و وصل اور شکستگي و پیوستگي پر ہے ' اور قرب ایک منزل ہے جس تک پہنچنے کي راہ بعد هي میں سے هوکر نکلي ہے - یعني ایک سے ملنے کیلیے سب کو چھوڑنا اور ایک سے جڑنے کیلیے سب سے کٹنا - اس دروازہ کا کھلنا اسپر موقوف ہے کہ وہ تمام دروازے بند کردیے جائیں جو پہلے کھول لیے گئے تھے :

در قبول نظر عشق هزاران شرط ست
اول از عادت رفتہ ندامت باشد !

انسان کي محبوبات و مالوفات کے اتکاؤ ایک نہیں بے شمار هیں - اسکی گردن الفتوں کي طوق کا بوجھہ ہے - اُسکے پاؤں علائق کي زنجیروں سے گرانبار -

اور اس راہ کي امرنگدوں کا کچھہ عجیب حال ہے

که علم ے خدر أفتاد و عقل ے حس سد !

هر چند راہ ایک هي ہے ' لیکن کرشمے بے شمار هیں اور گو هوش سب کھوئے هیں مگر ایک هي جلوہ سے نہیں

اے ترا تا هر دلے رازے دگر ! هر گدا را بر درت بارے دگر !

کوئي پکارتا ہے اور دروازہ نہیں کھلتا کوئي بھاگتا ہے اور اسیر کمند کھینچے جاتے هیں - قانون طلب و سعي سے انکار نہیں لیکن اگر وہ بے طلب دینا چاہے تو اُس کا هاتھہ پکڑنے والا کون ہے ؟ " ان لربکم في ایام دهرکم نفحات' الا فتعرضوا لها "

کار زلف تست مشک افشاني' اما عاشقاں

مصلحت را تہمتے بر آهوے چیں بستہ اند !

غرضکہ اپني غفلت پرستیوں کا تو یہ حال تھا لیکن ادھر کار فرماے غیب کا فیصلہ کچھہ دوسرا هي هو چکا تھا

نہ بزور گردید من از غرور مي خندد

حریف سخت کمانے کہ در کمیں دارم !

ناگہاں جاذبۂ توفیق الہي برداعشق مجاز میں نمودار هوا ' اور هوس پرستي کي آوارگیوں نے خود بخود شاهراہ عشق و معرفت تک پہنچا دیا آگ لگتي ہے تو رفتہ رفتہ شعلے بھڑکتے هیں سیلاب آتا ہے تو بتدریج پھیلتا ہے - یہ تو ایک بجلي تھي جو آناً فاناً نمودار هوئي چمکي اور دیکھا تو خاک کا ڈھیر تھا

مي گدشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمیں

عالم آشوب نگاہے سر راهم بگرفت

اصل میں مارتیں تین هي هیں هوس ' عشق ' حقیقت

حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست

خام بدم ' پختہ شدم ' سوختم !

نہ پہنچي ضعف سے لب تک دعا ھي' ورنہ سدا
در قفس دل تو اس آرزو میں بار رھا !

بہتر یہ ہے کہ صاف صاف ھي کہدیا جاے ۔

ھان ! بانگ بلند ست این' پوشیدہ نمي گویم !

گمراھی عمل کي آخري حد فسق ہے اور گمراھي اعتقاد کی الحاد - سو فسق و الحاد کي کوئي قسم ایسی نہ تھی جس سے اپنا نامۂ اعمال خالي رھا ھو' اور فسق خود بھی ایک کامل قسم کا عملی الحاد ہے ۔

چو پرسش گنہم روز حشر خواھد شد
تمسکات گناھان خلق پارہ کنند !

قبل اسکے کہ ھم پر شہادت دي جاے' بہتر ہے کہ خود آپ ھي اپنے لیے شاھد بن جائیں ۔ اقرء کتابک - کفی بنفسک الیوم لدینا رقیبا حسیبا - اور ھم شہادت دیں یا نہ دیں' خود ھمارا وجود ھي سر تاپا شہادت ہے - بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ و لو القی معاذیرہ - ھاتھہ پاؤں کی شہادت پر تعجب کیوں ھو؟ جب اس دنیا ھی میں دیکھہ رہے ھیں کہ اُسکا ھر لمحہ یوم الاشہاد کا حکم رکھتا ہے' اور خود ھمارا قرین بغل ھی دم بدم شہادت دے رھا ہے - لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ - البتہ ساري ھلاکت اسمیں ہے کہ ھنگامۂ غفلت و خود فراموشي میں نفس لوامہ کي صداے شہادت بہت کم کانوں تک پہنچتی ہے - اور پہنچتي ہے تو خود ھمارے ھي ھاتھہ سرشاري و بدمستي کے نقاروں پر اس زور سے پڑ رہے ھیں کہ اُنکے شور و غل میں یہ سرگوشي ملامت کب کام دیسکتی ہے ؟ الا یہ کہ صیحۃ واحدہ' واذا ھم خامدون ! کی گھڑي سر پر آجاے ۔

گوشت ار بار درگران شدہ است
نشنوي نالۂ و فغان مرا !

لیکن دنیا کي ساري سچائیوں اور یقینوں سے بڑھکر یہ حقیقت ہے کہ :

کارساز ما بفکر کار ما * فکر ما در کار ما آزار ما !

کیجئے انکی زنجیر ہو تو اُسکی کڑیاں گنئیے دل ایک تھا مگر تیر ہزاروں ہاتھوں میں تھے - نظر ایک تھی مگر جلوؤں سے تمام عالم معمور تھا ہر کشش نے اپنا تیر چلایا - ہر رہزن نے اپنی کمند پھینکی ہر فسوں ساز نے اپنا افسوں محبت پھونکا ہر جلوۂ ہوس ربا نے صرف اپنے ہی دام الفت میں اسیر اور اپنی ہی ملزاک اسیری کا نخچیر رکھنا چاہا

رائے بر صید کہ یک ناسد و صیادے چند !

یہ بات نہ تھی کہ استقلال نے بالکل ساتھ چھوڑ دیا ہو اور دیدۂ اعتبار یک لخت کور ہو گئی ہو ۔ بارہا حسمک کی ستاروں نے بھی کبھی کبھی پردۂ سب کی اوٹ سے جھانکا ' لیکن رات کی تاریکی اور طوفاں کی تیرگی ایسی نہ تھی جو ان چنگاریوں سے روشن ہوجاتی - وہ برابر بڑھتی ہی گئی

فرصت ز دست رفتہ و حسرت مشردہ پائے

کار از درا گدستہ و افسوس نہ کردہ کس !

کبھی سرو کی بلند قامتی پر رشک آیا تو سر بلندی و سرفرازی کیلئے دل خوں ہوا کبھی سبزۂ پامال کی خاکساری و افتادگی پر نظر پڑگئی تو اپنے پندار و خود پرستی پر شرم آئی کبھی باد صبا کی روش پسند آئی تو اقامت گزینی سے وحشت ہوئی آوارگی و رہ نوردی کی دل میں ہوا سمائی - کبھی آب رواں کی بے قیدی و بے دعوئی اس طرح جی کو بھائی کہ پابندیوں اور گرفتاریوں پر آنکھوں نے آنسوؤں اور دل نے زخموں کے ساتھ ماتم کیا پھولوں کو جب کبھی مسکراتے دیکھا تو اپنی آنکھوں سے بھی رونے میں کمی نہ کی ' اور درختوں کو جب کبھی جلنس ہوئی شاخوں نے جھوم جھوم کر وجد کیا تو اپنی سلگتی و بے حسی بھی ضرور یاد آگئی غرضکہ نہ تو اسباب میں کمی تھی اور نہ استعداد بالکل معدوم تھی بجلیاں کوندتی رہیں بادل گرجتے رہے لیکن افسوس کہ نیند بھی بڑی ہی سخت تھی اور پست غفلت کسی بڑے ہی سخت تازیانے کا انتظار کر رہی تھی

آنکھیں کھلیں تو عہد شباب کی صبح ہوچکی تھی، اور خواہشوں اور ولولوں کی شبنم سے خارستان ہستی کا ایک ایک کانٹا پھولوں کی طرح شاداب تھا - اپنی طرف دیکھا تو پہلو میں دل کی جگہ سیماب کو پایا - دنیا پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ اس صبح فریب کیلیے نہ تو سورج نیش کی دوپہر ہے - نہ ناامیدی و ناکامی کی شام - نہ سارا شہرستان امید اور نگارخانۂ نظر فریب صرف ایک ہمارے ہی دیدۂ و دل کی کامجوئیوں کیلیے بنا ہے، اور گویا گوشہ گوشہ اور ذرہ ذرہ ہماری ہوسناکیوں کیلیے چشم براہ ہے - جس طرف کان لگایا، یہی صدا سنائی دی - معلوم نہیں اپنی ہی گنبد غفلت اور ہنگامۂ ہوس کی گونج تھی - یا تو گرفتاران طلسم شباب کی ہوش ربائیوں کیلیے خود ساز ہستی کا نواے فریب ہی یہی ہے

شہریست پر زخوبان، وز ہرطرف نگارے
یاران صلاے عام ست گرمی کنید کارے !

غفلت و مدہوشی نے افسوں پھونکا، سرمستی و سرگرانی نے جام بھرے، جنون شباب نے ہاتھہ پکڑا، اور ولولوں اور ہوسوں نے جو راہ دکھلائی، دل کی خود فروشیوں نے اسی کو منزل مقصود سمجھا - ہوش و خرد کو گو پہلے حیرانی ہوئی لیکن پھر اُس نے بھی آگے بڑھکر اشارہ کیا - راہ ہے تو یہی راہ ہے اور وقت ہے تو اسی کا .

ساقیا مرہم ار من عالم جوانی ہا ست !

جس طرف نظر اُٹھائی، ایک صنم آباد اُلفت و پرستش نظر آیا جسمیں مندروں اور مورتیوں کے سوا کچھہ نہ تھا - ہر مندر جبین نیاز کا طالب - ہر مورتی دلفروشی و جانسپاری کیلیے وبال ہوش - ہر جلوہ برق تمکین و اختیار - ہر نگاہ بلاے صبر و قرار.

الفراق اے صبر و تمکین ! الوداع اے عقل و دین !

جس راہ میں قدم اُٹھایا، زنجیروں اور کمندوں نے استقبال کیا - جس گوشے میں پناہ لی، وہی زندان ہوش و آگہی نکلا ایک قید ہو تو ذکر

همسایه سنید نالهٔ ام ، گفت
" خاقانی را دگر شب آمد ! "

ایک صبح امید تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئی

همچو عیدے کہ در ایام بہار آمد و رفت !

ایک شام مایوسی تھی جسکی تاریکی کو امید کا کوئی چراغ روشن نہ کرسکا

بجھا ہے دل جب سے مجھ حزیں کا ، چراغ جلتا نہیں کہیں کا !

یا امید و حسرت کے دو دن ایک ہوس نعمر میں بسر ہوا ایک ماتم تقریب میں ایک دن تکے چلتے رہے دوسرے دن دیکھا توراکھ کا ڈھیر تھا جس پر جوب حی بھر کے آنسو بہاے

دریں چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش ست
زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش ست !

اور طالب کلیم نے چار مصرعوں میں پوری سرگذشت عمری لکھدی

بدنامی حیات دو روزے نہ بود بیش
آنہم کلیم با تو بگویم چساں گذشت ؟
یک روز صرف بستن دل شد بایں و آں
روزے دگر بکندن دل زیں و آں گذشت !

اور در اصل اس سعدگاہ ہستی کی تیزی سے تیزی مہلتوں کا بھی یہی حال ہے لم یلبثوا الا عشیة او ضحاها اور قالوا لبثنا یوم او بعض یوم ! کلیم کو معلوم نہ تھا کہ اُس سے پہلے بھی مضمون زیادہ ایجاز بلاغت کے ساتھ کہا جاچکا ہے

و متی یساعدنا الوصال ، و دهرنا
یوماں ، یوم نوی و یوم صدود !

عہد طفلی ایک خواب عیش تھا
حیف صد حیف کہ ما زود خبردار شدیم !

یقولون هل بعد الثلاثین ملعباً ؟
فقلت و هل قبل الثلاثین ملعبا ؟

قریب ہے کہ چشم زدن میں یہ منزل بھی پیچھے رہجائے ' اور آگے کا حال کچھ معلوم نہیں

کس نمی گوید ام از منزل آخر خبرے
صد بیابان بگذشت و دگرے در پیش ست !

جتنی زندگی گزر چکی ہے ' گردن موڑ کر دیکھتا ہوں تو ایک نمود غبار سے زیادہ نہیں ' اور جو کچھ سامنے ہے ' وہ بھی جلوۂ سراب سے زیادہ نظر نہیں آتا - قلم درماندۂ تذکرۂ و نگارش سے عاجز ' اور فکر گم گشتہ حیران اظہار و تعبیر - اپنی سرگذشت و روئداد عمر لکھوں تو کیا لکھوں ؟ ایک نمود غبار و جلوۂ سراب کی تاریخ حیات قلمبند ہو تو کیونکر ہو ؟ دریا میں حباب تیرتے ہیں - ہوا میں غبار اُڑتا ہے - طوفان نے درخت گرادیے - سیلاب نے عمارتیں بہادیں - عنکبوت نے اپنی پوری زندگی تعمیر میں بسر کردی - مرغ آشیاں پرست نے کوڑے کوڑے سے چنکر تنکے جمع کیے - خرمن و برق کا معاملہ - آتش و خس کا افسانہ - ان سب کی سرگذشتیں لکھی جاسکتی ہیں تو لکھہ لیجیے - میری پوری سوانح عمری بھی انہی میں مل جائیگی - نصف افسانۂ اُمید اور نصف ماتم یاس !

عاشق نہ شدی ' محنت اُلفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامۂ ہجران چہ کشاید ؟

پہلے مجسم امید تہا - اب سرتا سر حسرت ہوں

مختصر حال چشم و دل یہ ہے
اِسکو آرام ' اُسکو خواب نہیں !

اس پر بھی اگر داستانسرائی کا شوق ہو تو اِن پورے تیس برسوں کی سرگذشت سن لیجیے - حکایت برق و خرمن کوئی افسانۂ دراز نہیں جسکے لیے پوری رات آنکھوں میں کاٹنی پڑے - صرف ایک نالۂ گرم اور آہ سرد میں پوری حکایت ختم ہے

نہ پھر نہ اس حرماں نصیبی کیلئے کبھی امید ہے نہ اس ماتم حسرت کیلیے کبھی خاتمہ تخت اسکندری اور تخت جمشیدی بھی ہاتھہ آئے تو لیکر کیا کیجیے ؟

گر بدانم کہ وصال تو بدین دست دہد
دل و دین را ہمہ در بازم و توفیر کنم !

آبائی وطن دہلی مرحوم ہے

سلام علی نجد ' و من حل بالنجد !

مگر وطن مادری سرزمین مطہر طیبہ ' و دار الہجرۃ سید الکونین و شہرستان نبوت و وحی ہے قبلۂ عبادت گذاران عشق ' و کعبۂ نماز مندان شوق - علی صاحبہا الصلوٰۃ و التحیہ

دارم دلے گردان ' کہ من قبلہ نما میخوانمش
رو سوے ابرویش کند ' ہرچند می گردانمش

اور وطن حقیقی کی نسبت کیا کہیے کہ بحکم " کن فی الدنیا کانک غریب " ہم سب غربت سراے ارضی کے آوارہ و مسافر تمام مسافران ہستی ایک ہی قافلۂ عدم کے رہسپار سب کو ایک ہی مستقر و موطن درپیش البتہ کسی کیلئے ساءت مستقرا و مقاما میں داخل ' اور کسی حرمان نصیب کیلئے حسنت مستقرا و مقاما

و ابرح ما یکون الشوق یوما
اذا دنت الخیام من الخیام !

مولد و منشاء طفولیت " وادی غیر ذی زرع " عند بیت اللہ المحرم ہے یعنی مکۂ معظمہ زاد اللہ شرفاً و کرامۃ محلۂ قدوہ متصل باب السلام

بلاد بہا نیطت علی تمائمی و اول ارض مس جلدی ترابہا !

اسوقت کہ سنہ ۱۳۳۵ ھجری قریب الختتام ہے ' قافلۂ برق رفتار عمر منزل ثلاثین تک پہنچ چکا

والد مرحوم نے تاریخی نام "فیروز بخت" رکھا تھا، اور مصرعۂ ذیل سے ہجری سال کا استخراج کیا تھا:

"جوان بخت و جوان طالع، جوان باد!"

سبحان اللہ بخت کی فیروزی اور طالع کی ارجمندی! نیمۂ عمر لغزشوں اور ٹھوکروں کی پامالی و درماندگی میں بسر ہوچکی - نیمۂ عمر جو شاید باقی ہے، دم لیتے اور سستانے میں ختم ہو رہی ہے - نہ منزل مقصود کا پتہ ہے - نہ شاہراہ منزل پر قدم - جب پاؤں میں تیزی اور ہمت میں جوانی تھی تو رہ نوردی و منزل طلبی کا دروازہ نہ کھلا - اب پامالیوں اور افتادگیوں سے نہ قدم میں پامردی رہی نہ ہمت میں کارفرمائی، تو طلب نے آنکھیں کھولیں اور غفلت نے کروٹ لی - راہ دور اور نشان منزل گم - کیسۂ راہ خالی اور سر و سامان کار ناپید - وقت جاچکا، اور ہر آن و ہر لمحہ کاروان مقصود سے دوری اور منزل مراد سے مہجوری بڑھتی گئی - اب قدم کی تیزی اور ہمت کی چستی واپس بھی ملجائے، پھر بھی وہ دولت وقت کب واپس ملسکتی ہے جو لٹ چکی؟ اور وہ قافلۂ امید کب پس ماندگان غفلت کی خاطر لوٹ سکتا ہے جو جا چکا؟

رفتم کہ خار از پا کشم، محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد!

ساری فیروز بختی و جواں طالعی کا معاملہ آج نہیں کل فیصل ہونے والا ہے- یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ - اصلی فیروز مندی وہاں کی فیروز مندی ہے، اور جواں بخت وہی ہے جو آس آنے والے دن کی آزمایش میں پورا اُترے - لکل امرئ منهم یومئذ شان یغنیه! - اگر وہاں روح و ریحان و جنت النعیم اور فوز عظیم کی فیروزی و کامرانی ہاتھ آئی، تو پھر بخت بخت ارجمند ہے اور طالع طالعِ بلند - لیکن اگر وجوه یومئذ علیها غبرة، ترهقها قترة اور لا بشری یومئذ للمجرمین کی رسوائی و مایوسی ملی،

فصل

گفتی کہ چرا حالِ دلِ زار نہ گوئی؟
من خود کنم آغاز، بہ پایان کہ رساند؟

اِن اوراقِ پریشاں کی تالیف کا باعث ایک دوست عزیز کا اصرار تھا۔ اب وہ مصر ہیں کہ خود اپنے حالات بھی قلمبند کروں۔ اس تمام داستاں سرائی کے اہتمام سے اُنکا اصلی مقصد یہی تھا۔ ہرچند معذرت کی مگر مسموع نہ ہوئی۔ ناچار تعمیل فرمائش کیلیے مستعد ہونا پڑا۔ کئی سو صفحے بزرگانِ سلف کے تذکرۂ آثار و مناقب سے نورانی ہوچکے ہیں۔ اب دو چار صفحے اپنی سیہ روزیوں اور سیہ بختیوں کے سواد تحریر سے بھی سیاہ کرتا ہوں کہ "تعرف الاشیاء باضدادہا"

در مجلسِ رندانِ جہاں کشتۂ مرداں
چوں دور بخسرو آمد می در سبو نماندہ!

بہ غرائب الدیار عہد و نا آشنائے عصر، یگانۂ خویش، و نمک پروردۂ ریش، معمورۂ تمنا، و خزانۂ حسرت، کہ موسوم بہ احمد و مدعو بابی الکلام ہے، سنہ ۱۸۸۸ع مطابق ذوالحجہ ۱۳۰۵ ہجری میں ہستیِ عدم سے اس عدم ہستی نما میں وارد ہوا، اور بہت جہات سے ملہم "الناس نیام، اذا ماتوا انتبہوا"

شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقیست شب فتنہ، غنودیم

نوٹ

اصل مسودہ میں اسکے بعد دوسرا باب حضرۃ شیخ محمد بن شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں تھا اور اسیر انہوں نے اپنے والد مرحوم کے مادری سلسلے کا حال ختم کردیا تھا - اسکے بعد تیسرے باب میں انکے جد امجد حضرۃ شاہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ہیں ' اور پھر مولانا منور الدین رحمۃ اللہ علیہ کے - چونکہ بعض وجوہ سے اب کتاب کو دو حصوں میں شائع کرنا مناسب نظر آیا ' اسلیے پہلے حصہ کو یہیں ختم کردیا جاتا ہے - دوسرا حصہ باب دوم سے شروع ہوگا - اسی کے ساتھہ خود مولانا کے حالات کا حصہ بھی ملادیا جائیگا جو خاکسار نے مرتب کیا ہے - البتہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاتمۂ کتاب کی ایک فصل جسمیں مولانا نے اپنے انداز خاص میں خود اپنے حالات کی طرف چند اشارات کیے ہیں اور جن سے اس تذکرہ کے زمانۂ تحریر کے حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے ' اسی حصہ کے آخر میں درج کردی جاے ' تاکہ اس جلد کا اختتام بھی بالا جمال مولانا ہی کے حالات پر ہو - اگرچہ ان شاعرانہ اشارات سے اُن عقیدت مندوں کی پیاس نہیں بجھیگی جو آپکے مفصل حالات کے لیے تشنہ ہیں -

فضل الدین احمد

کي بات هے؟ اور کیوں ہم اسکو خلاف عقل سمجھیں؟ وہ ساري باتیں جنکا امکان انساني دماغ میں آسکتا هے عقل کے مطابق هیں اُن میں سے کوئي بھي خلاف عقل نہیں البتہ اسکا کیا علاج کہ خود ہماري هی عقل راہ خلاف میں گم هے ہم نے تو اَجتک یہ موٹی سي بات بھي نہ سمجھي کہ کسي بات کے ما وراء عقل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلاف عقل بھي ہو

سر روحانیاں داري ولے خود را ندیدستي
بخواب خود درا تا قبلۂ روحانیاں بیني

" العاقبة للمتقین "

ظلم کا نتیجہ جلد یا بدیر تباہی ہے - لیکن چونکہ اسپر پورا یقین نہیں، اسلیے کبھی تمھیں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ کسی ظالم کی نسبت جزم و تحدی کے ساتھہ دعوی کرسکو کہ ظلم کا زہر عنقریب رنگ لائیگا - حالانکہ اگر ایسا کرو، تو اس قانون حق کا بنانے والا کبھی تمھیں جھوٹا ہونے نہ دے اور یہ بات بھی ویسی ہی سچی اور بدیہی نکلے جیسے زہر سے موت اور آگ سے جلن - برخلاف اسکے جب ایک دانائے حقیقت و صاحب ایمان و ایقان کبھی کدھار نکل آتا ہے، اللہ اسکے دل کو نور یقین کامل و علم حقیقت سے معمور کردیتا ہے - تو اسکو جسقدر یقین دن کی روشنی اور رات کی تاریکی پر ہوتا ہے، اس سے کہیں زیادہ قانون حق و باطل و آئین صلاح و فساد پر ہوتا ہے - وہ حالات دیکھکر بلا تامل بتلا دیتا ہے کہ آج جو کچھہ ہو رہا ہے، کل کو اسکا نتیجہ یہ نکلیگا - اگر اجتہاد میں اس سے غلطی نہ ہوئی، تو دنیا دیکھہ لیتی ہے کہ ٹھیک ٹھیک ویسا ہی ظہور میں آتا ہے - اسپر تم سب تعجب کرتے ہو - حالانکہ اگر ایمان کی طاقت سے کام لو اور قوانین الہی کو علم و نظر صادق کے ساتھہ حالات و حوادث پر منطبق کرو، تو تم سب بھی ویسی ہی پیشین گوئیاں کرسکتے ہو جیسی ایک شخص خاص کرتا ہے، اور الہام حق کا دروازہ ایمان کامل کا ہاتھہ تم سب پر کھولدے سکتا ہے - عرفی یہی حقیقت کہتا ہے:

هرکس نہ شناسندۂ راز ست، وگرنہ
این ہا همہ راز ست کہ معلوم عوام ست!

قرآن نے جابجا بتلا دیا ہے کہ مصلحین حق و آمرین بالمعروف کا قتل کسی جماعت کی تباہی کا سب سے آخری کام ہوتا ہے - و یقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس (نساء) اور ظلم کے ساتھہ کبھی فلاح جمع نہیں ہوسکتی انہ لا یفلح الظالمون (یوسف)

ہیچ قومی را خدا لعنت نکرد تا دل صاحب دلے نامد بدرد

مصلحین حق قتل ہو رہے تھے - ظلم کا بازار گرم تھا - یہ دیکھکر اگر حضرة شیخ داؤد نے آنے والے نتائج کی پہلے سے خبر دیدی تو کونسی اچھنبے

طوائف الملوکوں میں بسر ہوا بالاخر سیم علائي کے واقعہ کے چارسال بعد - سنہ ۹۶۱ میں ہمایوں سیلاب کي طرح حیدر کي بلندیوں سے آیا ' اور دیکھتے ہي دیکھتے پٹھانوں کي حکومت خس و خاشاک بنکر بہہ گئي - انکي حکومت بہت سي خوبیاں بھي رکھتي تھي عدلي و سکندر آخر تک اسرپیاں لڑاتے رہے ' مگر کوئي بات بھي کام نہ آئی شہیداں حق کا خوں رنگ لائے بغیر نہ رہا

چنداں امان نہ داد کہ شب را سحر کند !

اِن معاملات کو صاحب تذکرہ نے بہت تفصیل سے لکھا ہے چونکہ علم تاریخي واقعات ہیں ' اسلیے قلم اندازکرتا ہوں - باقي رہا حضرۂ موصوف کي پیشین گوئي کا معاملہ اور اُسکا ظہور ' تو یہ بات اصحاب نظر کے لیے ذرا بھي تعجب انگیز نہیں اگر ایک تجربہ کار طبیب سات دن پہلے کہدیسکتا ہے کہ مریض جانبر نہوگا ' اور اگر ایک جاہل مگر سالخوردہ دہقان ہوائیں دیکھکر اور موسم کے تدریجي آثار جانچکر بتلا دیسکتا ہے کہ بارش ہوگي یا نہیں ؟ تو پھر کیوں تعجب ہو اگر ایک طبیب اُمت اور موسم شناس عالم معنی و حقیقت حالات و علائم دیکھکر پکار اُٹھے کہ حکومت مٹنے والي ہے ' اور اُمت کی نزع کا وقت آگیا ؟ یا موسم جلد بدلنے والا ہے ' اور قریب ہے کہ طوفان افق پرچھا جائے ؟ اور یہ مثال بھي اسلیے دي تاکہ تمہارے فہم کي نا رسائیوں پر گراں نہ گزرے ورنہ اصل حقیقت کا نقشہ اس سے بھی بلند تر کھینچا جاسکتا ہے اور جمال حقائق تمثیلوں کي حجاب آرائیوں کا متحمل نہیں عرفي نے خوب کہا ہے

تو حقاسي ' زیور مہ شناس نور خور میکش
ترا سود ایں بود ' گرنور خور بیني زیاں بینی !

اس سے بھي آسان اور موٹي سي بات کہتا ہوں اللہ کے قوانین و سنن معنویہ اُسی طرح اٹل ہیں جسطرح مادیہ اسکو تم مانتے ہو لیکن چونکہ اُنپر ویسا یقین نہیں رکھتے جیسا جسماني قوانین مادہ پر ہے ' اسلیے جزم و قطع کے ساتھہ کبھی کوئي بات نہیں کہہ سکتے ہر شخص کہتا ہے کہ

مدرسین نے ملکر مرتب کیا ہے - اسمیں بہ تقلید ندوہ درجۂ تکمیل بھی رکھا ہے اور تکمیل اصول میں شرح اصول بزدوی منتخب کی ہے - لیکن اسکا نام یوں لکھا ہے "کشف للبزدوي" حالانکہ امام بزدوی کی "کشف" نامی کوئی کتاب سماء دنیا کے نیچے موجود نہیں - البتہ علاء الدین بخاری نے اصول بزدوی کی ایک شرح "کشف الاسرار" ضرور لکھی ہے اور قسطنطنیہ میں چھپ گئی ہے - غالباً حضرات محررین نصاب نے اسی کا ذکر کہیں سن پایا ہے- خود تو کتاب دیکھی نہ تھی - سمجھہ لیا کہ بزدوی کی کتاب ہی کا نام "کشف" ہوگا - جب یہ حال ایک مدرسہ کے تمام مدرسین کی مجموعی معلومات کا ہے، دو فرداً فرداً جو حال ہوگا اسکا کیا پوچھنا ؟

قیاس کن زگلستان من بہار مرا ،

اس نصاب میں ایک خانہ دینیات شیعہ کا بھی ہے - کلام و عقائد میں سنیوں کیلیے شرح عقائد وغیرہ اور شیعوں کیلیے "تنزیہہ الانبیاء" رکھی ہے - گویا "تنزیہہ الانبیاء" مثل شرح عقائد وغیرہ کے شیعہ علم عقائد کی کوئی کتاب ہے - حالانکہ کتاب مذکور علامہ شریف علم الہدیٰ کی ہے۔ اور اسکا موضوع علم عقائد و توحید نہیں ہے، بلکہ عقائد کا صرف ایک مسئلہ - یعنی عصمت انبیاء -

صاحب تذکرہ لکھتے ہیں - سلیم شاہ کی درویش آزاریاں دیکھکر حضرۃ شیخ داؤد نے فرمایا تھا - اب پٹھانوں کے زوال و ہلاکت کا وقت آگیا - اس پیشین گوئی کا چرچا گھر گھر پھیل گیا تھا - لوگوں کو اسقدر وثوق تھا کہ صبح شام اسکے ظہور کا انتظار کرتے تھے - چنانچہ بالاخر ایسا ہی ہوا - سلیم شاہ کے بقیہ دو سال حیات نری ہی بد حالیوں میں کٹے - موت ایک ایسے مرض سے ہوئی کہ کوئی حکیم تشخیص نہ کرسکا - پھر اسکا لڑکا فیروز قتل ہوا اور ہمیشہ کیلیے نسل منقطع ہوگئی - اسیطرح عدلی اور سکندر کا پورا زمانہ

ہوئي میرے پاس موجود ہے شیخ وجیہ گجراتي کي شرح بھي عرصہ تک دیار دکن و گجرات میں متداول رہي - مولانا منور الدین کے حالات میں نوھوگے کہ اُنکے زمانے تک درسیات میں داخل تھي مولانا شمس الدین یحیی حضرۃ خواجہ نظام الدین اولیاء کے مشہور خلفاء میں سے ھیں شرح مشارق میں لکھتے ھیں کہ میں مولانا ظہیر الدین بھکري سے اصول بزدوي پڑھتا تھا ایک دن خواجہ صاحب کي خدمت میں گیا تو پوچھا کیا پڑھتے ہو؟ عرض کیا اصول بزدوي فرمایا - اس کتاب کے فلاں مقام کا مطلب کیا ہے؟ میں کچھ جواب نہ دیسکا کہ وہ مقام خود میرے درس میں بھي صاف نہیں ہوا تھا پھر خود انہوں نے نہایت عالمانہ تقریر کي اور اُس مشکل کو حل کردیا

بہرحال موجودہ عہد کے مقابلے میں وہ زمانہ پھر بھي غنیمت تھا کہ صرف شرح منار اور تلویح پر تو قناعت نہیں کرلي تھي؟ اصول فقہ حنفي کو سب سے پہلے پانچ شخصوں نے مرتب و منظم کیا اور کتابیں لکھیں - امام کرخي (متوفي سنہ ۳۴۰) امام ابوبکر جصاص (سنہ ۳۷۰) امام دبوسي صاحب تاسیس (سنہ ۴۳۰) امام سرخسي (سنہ ۴۸۳) امام بزدوي (سنہ ۴۸۲) انکے بعد جسقدر کتابیں لکھي گئیں ' سب کي امہات یہي ھیں پس متاخرین کي معتدات درسیہ کے مقابلہ میں امام بزدوي کي کتاب بدرجہا بہتر اور ارباب شروح کي تمام بدعات تعریر و بیان سے پاک ہے یہ کتاب جب عام طور پر داخل درس تھي تو یقیناً ھمارے زمانے کے دماغ سوختگاں نور الانوار و تلویح سے اس زمانے کا نائۂ علمي بلند تر ہوگا اب تو اکثر مقامات میں بزدوي تلویح کا پڑھنا پڑھانا بھي متروک ہے حروف معاني کي بحث تک جسکے سبق ہوگئے ' سمجھنے لگتا ہے کہ وقت کا اصولي اور فقہ کا امام ہوگیا!

اصول بزدوي کا پڑھنا پڑھانا ایک طرف اب تو یہ حال ہے کہ بہتوں کو اسکا اور اُسکے مصنف کا نام بھي شاید معلوم نہیں اسي ھفتہ ایک نیا نسخہ نصاب تعلیم میرے پاس آیا ہے جسکو ایک مشہور مدرسہ کے نام

" جامع معالی علم شریعت و طریقت - از اول عمر ، [illegible]
و مطالع بر آمده ' و در تحصیل [illegible]
در تهذیب اخلاق و تبدیل صفات مشغول شد - [illegible]
[illegible]
حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] " (۱)

حضرت شاہ عبد الحق محدث جس دور علم و تعلم کے بانی ہوئے ' اسکی ایک خصوصیت یہ ہے کہ علم حدیث کے متعلق فارسی زبان میں کہ ملک کی عام زبان تھی ' تصنیف و تراجم کی بنیاد ڈالی - خود شاہ صاحب نے مشارق وغیرہ کا ترجمہ کیا - پھر انکے صاحب زادہ شیخ الاسلام نور الحق نے صحیح بخاری کا - لیکن تذکرة الواصلین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ بھی مولانا جمال الدین ہی کا شروع کردہ ہے - انہوں نے صحیح بخاری کی فارسی میں ایک شرح لکھی تھی جو کتاب الدعا تک مکمل ہوئی تھی' اور اس زمانے میں نہایت مشہور و متداول تھی - انکی دوسری تصنیف اصول بزدوی کی شرح ہے - صاحب تذکرہ نے شاہ عبد الحق صاحب کا قول نقل کیا ہے " از تصنیفات اوست شرح اصول بزدوی کہ امروز در تمام دیار ہند مشہور است و در طلباء من مقبول "

شاہ صاحب کے اس جملہ سے ' اور نیز دیگر موارد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں اصول بزدوی عام طور پر داخل درس تھی - اسی لیے متعدد علماء ہند نے ان عہدوں میں اسکی شرحیں اور حاشیے لکھے - قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے نصف امر تک شرح لکھی تھی جسکو شیخ عیسی جونپوری نے پورا کیا - حضرت مولانا منور الدین کے قلم سے لکھی

---

(۱) شاہ صاحب کی یہ عبارت میں نے والد مرحوم کے رسالہ سے نقل کی ہے - والد مرحوم نے انکے مکتوبات کا حوالہ دیا ہے - لیکن مکتوبات کا جو مجموعہ " ارسال المکاتب و الرسائل" کے نام سے متداول ہے' اسمیں یہ عبارت نہیں ملی - شاہ صاحب نے اپنی تصنیفات کے تذکرہ میں متعدد مجموعہ ہائے مکاتیب کا ذکر کیا ہے -

یہ شہادت دیکھکر طبیعت کو نہایت درجہ خوشی ہوئی کہ کہہ نہیں سکتا کہ یہ خیال کسدرجہ سرور قلب و کیف دماغ کا باعث ہوا کہ الحمد للہ علم حدیث و سنۃ کی خدمت و چاکری کی سعادت سے ہمیشہ یہ خاندان ممتاز رہا ہے' اور "بزرگ مقدس" ترویج سنۃ اور "با اہل دنیا کارے نہ داشتن" کی دولت ابتدا ہی سے ہم خاک نشینان فقر و نامرادی کے حصے میں آئی ہے - عجب نہیں کہ یہ بادۂ کہن وقت کی خمار آلودگیوں کے علی الرغم پھر جام و مینا کی گردش تک پہنچے' اور یہ سرمستی پارینہ دوبارہ سے تحریک پا کر ہنگامۂ گذشتہ اور شورش رفتہ کی دست افشانیوں اور پاکوبیوں کا عالم پھر از سر نو تازہ کردے

نہ بدمستی سر گرمتم سازد مرا ساقی
ہنوز از بادۂ پارینہ ام پیمانہ پر دارد!

سبحان اللہ' عالم فقر و نامرادی کی عظمتیں' اور بوریائے استغناء و قناعت کی شہنشاہیاں! اگر مولانا موصوف کے حالات میں ہم پڑھتے کہ وقت کے خانخاناں اور امیر الامراء ہیں' بلکہ تاج و تخت کے مالک اور ملکوں کے حکمراں ہیں' جب بھی نہ کیفیت و سرور کب حاصل ہوتا جو اس ایک جملہ میں موجود ہے کہ "با اہل دنیا کارے ندارد!" انکی دنیوی عظمتوں کی نامہ نگاری میں اگر آئین اکبری اور اکبر نامہ بھی ملجاتا تو وہ بھی اس ایک شہادت کے آگے ہیچ تھا - دنیا داری و حکومت پرستی کی ایک ایسی عالم آشوبی میں جیسی کہ انکے عہد میں تھی' اگر "با اہل دنیا کارے نہ داشتن" کا معاملہ رکھتے ہیں' تو صرف اس واقعہ کی یاد ہی ہماری سرگرانیوں کیلیے کفایت کرتی ہے - زمانہ کی ساری نامرادیوں اور بے مہریوں کے ساتھہ بھی ایک بدمست زندگی بسر کر دینے کیلیے اس جام کہنۂ استغنا کا ایک جرعۂ عالم فراموش کافی ہے

هنیئاً لارباب النعیم نعیمها ۔ وللعاشق المسکین ما یتجرع!

دوسری شہادت حضرۃ شاہ عبد الحق محدث کی ہے کہ انکے معاصر ہیں' اور انکی زندگی ہی میں لکھہ رہے ہیں

بھي نہ چل سکي، اور رفتہ رفتہ درسیات نے وہ شکل اختیار کرلي جو اب درس نظامیہ کے نام سے تمام ملک میں رائج ہے اور جسکا غالب حصہ معقولات پر اور وہ بھي بطریق قدماء نہیں، بلکہ متون و شروح و حواشي متاخرین پر مشتمل ہے -

لیکن اس عام حالت میں کبھي کبھي مستثنیات کے فلتات تبدیلی بھي پیدا کردیتے تھے - شیخ رفیع الدین سلامي لودھیوں کے زمانے میں ھندوستان آے اور علامۂ دواني کی مصنفات کے ساتھہ علم حدیث کا ذوق بھي اسے ساتھہ لاے - اُنھي کے شاگرد مولانا جمال الدین بھي تھے - ان بزرگوں نے علم حدیث کا ذوق علماء ھند میں پیدا کیا - مولانا جمال الدین کے آخري عہد میں شیخ عبد الحق حجاز سے واپس آے - الله نے انکي عمر مبارک میں بڑي برکت دي، اور اُنکي تدریس و تصنیف نے ایک پورا سلسلۂ تعلیم ملک میں قائم کردیا - ایسی ھی مستثنی حالت ھندوستان کے ساحلي مقامات کي بھي رھي ہے - مثلاً گجرات وغیرہ جہاں شیخ علي متقی اور شیخ عبد الوھاب اور شیخ طاھر وغیرہ اصحاب حدیث پیدا ھوے - شیخ عبدالحق انھيِ بزرگوں سے فیض یاب ھوے تھے -

مولانا جمال الدین کے ذوق حدیث کي نسبت ابتدا میں جو کچھہ معلوم ھوا، اُسکی بنیاد صرف تذکرۃ الواصلین اور والد مرحوم کا رسالہ تھا - لیکن اب منتخب التواریخ میں اُنکے حالات دیکھے تو پوري طرح اس بات کی تصدیق ھوگئی - ملا بدایوني نے ایک خاص باب میں صرف اُن اکابر عہد کا ذکر کیا ہے جن سے وہ ملسکے ھیں اور تلمذ و اجازت حاصل کی ہے - اسي باب میں مولانا کا ذکر اسطرح کرتے ھیں :

"علم حدیث را خوب ورزیدہ - در صحبت اھل فقر و فنا رسیدہ - مدت مدیدست کہ لذت آں وادي دریافتہ - و توفیق استقامت و استدامت براں رفیق او گشتہ - با اھل دنیا کارے ندارد - و بافادہ و افاضۂ طلاب علم مشغول ست" (جلد ۳ - صفحہ ۱۱۳)

استاد وقت تسلیم کیے گئے علی الخصوص علم حدیث کے درس و اشاعت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے دھلی میں اسوقت صرف رھي ایک بزرگ تھے جنکے یہاں محدثین کے طرز پر (۱) کتب صحاح کي تعلیم ھوتي تھي طلباء دوسري جگہوں سے فراغت حاصل کرکے اُنکي خدمت میں پہنچتے اور علم حدیث میں استفادہ کرتے اس امرکي اس سے بھي تائید ھوتی ھے کہ مولانا ممدوح شیخ رفیع الدین سلامی ساگرد حافظ سخاوي کے ساگرد تھے ' اور شیخ موصوف پہلے سخص ھیں جنکي وجہ سے ھندوستان میں علم حدیث کے درس و نظر کا چرچا پھیلا

ھندوستان میں اسلامي علوم مغلوں کي حکومت کے ساتھہ آئے مغلوں کا وجود ھي اسلامی تنزل کي تمہید تھا اسلیے گویا یہاں علوم اسلامیہ کے درس و تدریس کي بنیاد ھي تنزل سے پڑی اکبر کے عہد سے پہلے تک تعلیم زیادہ تر فقہ و اصول میں محدود تھي اُن وقتوں کے فقہي مناظرات وغیرہ سے معلوم ھوتا ھے کہ اُسکا پیمانہ بھی چنداں بلند و وسیع نہ تھا اسي اثناء میں علامۂ تفتازانی کی درسیات کي عام مقبولیت و اشاعت کي ھوا چلی اور ھندوستان میں بھی گھر گھر پھیل گئي - نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے پہلے مفتاح سکا کی بلاغۃ میں اور اصول بزدوي وغیرہ اصول میں پڑھی پڑھائي جاتي تھیں اب وہ بھی چھوٹ گئیں سارا دار و مدار علامۂ موصوف کے مختصرات و شروح پر آکر رھگیا علامۂ تفتازانی کي درسیات کي مقبولیت علوم درسیۂ اسلامیہ کے تنزل کی سب سے بڑي بنیاد ھے پھر اکبر کے عہد میں ایران و ولایت سے معقولات کا نیا سیلاب اُٹھا میرزا فتح اللہ شیرازي وغیرہ نئے نئے حاشیے اور شرحیں لاے میرزا جان وغیرہ کی کتابوں کي اشاعت ھوئي یہ لوگ امارت و وزارت کي حکمرانیاں بھي رکھتے تھے وقت کا دربار مذھبي چرچوں سے بے میل تھا اسلیے معقولات کي گرم بازاري کے سامنے فقہ و اصول کی

(۱) اصل عبارت میں " بہ رنگ محدثین " ھے یعني اُس عہد کے عامۂ علماء اور فقہاء کے طریقہ پر نہیں

مسلمانوں پر حلال ہوگیا - یہود و نصاری اور مشرکین کو مسلمانوں کی بستیوں میں امن مل سکتا ہے لیکن اُس دہشت کیلیے کہیں پناہ نہیں - گھر سے بے گھر ہونا پڑا ' مدرسے و مطلعوں خلائق رہ بنے ' خدا کی عبادت گاہوں کے دروازے اُنپر بند کیے گئے ' گھر کے قانون کا سے خطا عتیدار انکے لیے حرکت میں آیا ' حکومت وقت کو انکے خلاف بھڑکایا گیا ' کفار نے نہیں ' خود مسلمانوں نے اُنکے خلاف سازشیں کیں - بغاوت کا الزام لگا کر کسی کی جان پھانسی کے تختے پر لی گئی ' اور کسی کو مدة العمر کیلیے کالے پانی بھجواکر مسلمانوں نے جشن کیے - حتی کہ جن مظلوموں نے جوار بیت اللہ و بیت الرسول کو من دخله کان امنا سمجھکر گھر بار سے ہجرت کی ' انکو وہاں بھی پناہ نہ ملی - کبوتروں کے غول مسجد حرام میں بے غم اڑتے ہیں اور جانوران صحرائی کو اس دار الامن نے شکاریوں کی صید افگنیوں سے محفوظ کردیا ہے - مگر افسوس کہ عشاق کتاب و سنت کیلیے وہاں بھی امن نہ تھا - وہی خود ساختہ مذہبی الزام اُنپر لگایا گیا - عین جوار حرم میں کسی مہاجر الی اللہ کے تازیانے لگائے گئے ' کسی کو قید کیا گیا ' کسی کا تمام مال و متاع مسلمانوں کیلیے مباح کردیا گیا - جن لوگوں نے کفر و ظلم کی آبادیوں سے نکلکر اللہ کے گھر میں پناہ لی تھی' انکو وہاں سے بھی نکالا گیا :

درون خانۂ چشم تو مردمان هستند

که درمیان حرم می زنند قافله را !

اور یہ سب کچھہ اسلیے ہوا کہ قرآن کے چاکر اور رسول و سنة رسول کے شیفتہ ہیں :

تمنت سلیمی ان نموت بحبها

و اهون شيء عندنا ما تمنت !

فصل

تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ مولانا جمال الدین علم و طریقت اور ظاہر و باطن کے جامع تھے تمام علوم و فنون کے درس و تدریس میں

اُس زمانے کے الزام مہدویۃ کا اندازہ ہم اپنے زمانے کے بعض نام نہاد اور خود ساختہ مذہبی الزاموں سے کرسکتے ہو گذشتہ نصف صدی میں علماء سوء و دجاجلۂ آخر الزماں نے ان الزاموں کے ذریعہ کیسے کیسے مظالم و شدائد مصلحین امت و متبعین کتاب وسنۃ و داعیان دین الخالص پر نہیں کیے ہیں اور اس دنیا کی کونسی مصیبت ہے جو اُنپر نہیں ڈالی گئی ہے ؟ انکا یہ فتنہ کچھہ کچھہ دب چلا ہے' لیکن گذشتہ ساٹھہ ستر برس کے اندر نہ صرف ہندوستان بلکہ اکثر بلاد اسلامیہ میں جو حالت رہچکی ہے' افسوس کہ تاریخ کا قلم ابتک اُس سے آشنا نہ ہوا ورنہ شاید پچھلے عہد فتن و مظالم کی کتنی ہی سرگذشتیں اُسکے سامنے ہیچ نظر آتیں اس فتنہ نے حق کی پامالی اور صلحاء امت کے قتل و غارت کے سارے ہتیار اکٹھے کر دیے ہے جہاں کسی کو کتاب وسنۃ کا داعی اور بدعات و منکرات سے کنارہ کش دیکھا۔ جھٹ کہدیا کہ ملہم پھر بمجرد اس الزام کے گویا اُس بدنصیب کا خون

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷۳]

گرنے لگے مگر دلوں کی عقیدت و ارادت پر نہ ملی ؟ یہ کیا اندھیر ہے کہ ایک فقیر بے نوا پھٹی کملی اوڑھکر کسی کھنڈر میں بیٹھہ جاتا ہے - ہدایہ کی چار سطریں سامنے رکھدیں تو ہوش و حواس گم ہوجائیں قدوری اور کنز بھی پوری نہیں پڑھی اسپر عالم گدریں اور جہاں سالکوں کا یہ عالم کہ لاکھوں دلوں کا مالک ! آبادیوں کی آبادیاں ہیں کہ سمٹی چلی آرہی ہیں ! افسوس' ان بندگان نفس کو کون سمجھائے کہ کار خانۂ الہی کے تعزز و تذلل کا صرف وہی قانون نہیں ہے جو تم نے مولویت و مشیخت کی مسندوں پر بیٹھکر سمجھہ رکھا ہے - مدرسوں کی تمام سرکھپائیاں کے علاوہ بھی کچھہ کرنے کے کام ہیں' اور ساتھ سارا دار و مدار اُنھیں پر ہے اصلی طاقت عمل کی ہے نہ کہ مجرد علم کی - ابن ماجہ کی روایت یاد آگئی " ماویہم معاتیم الہدی یخرجہم من کل غبراء مظلمۃ "

زبندگی بنشتی نہ بتخت سلطانی اگر تو خدمت محمود ہمی ایاز کنی
زبازگی نہ برد رہ بمنزل مقصود مگر طریق رہش ار سرنیاز کنی
اگر بناز براند' مرو کہ اخر کار بصد نیاز بخواند ترا و ناز کنی

ھے کہ اُس زمانے میں کسي عالم حق کے مہدوي ھونے کیلیے اس سے بڑھکر اور کونسي دلیل ھوسکتی تھي ؟ - شیخ عبد الحق محدث دھلوي کے ایک اشارہ سے بھي اسکی تصدیق ھوتي ھے - " شیخ قطب عالم مي گفت کہ چون بملازمت او رسیدم ' بجہت غلبۂ طریقۂ وعظ و نصیحت بخاطر خطور کرد کہ مگر شیخ طریقۂ مہدویہ دارد - بمجرد این خطور بے سابقۂ تقریبی سر برآوردہ و فرمود - مہدویہ درقۂ صالہ اند" (اخبار الاخبار - صفحہ ۱۹۹)

اصل یہ ھے کہ علماء دنیا کو فقراء حق کي اذیت و مخالفت کیلیے ھر عہد میں کسي نہ کسيَ آلۂ تضلیل و حیلۂ فتل کي تلاش رھتي ھے اور وہ ڈھونڈھہ ڈھانڈھکر نکال ھی لیتے ھیں - پھر جہاں کسيِ کو راہ حق و اصلاح میں سرگرم اور اپني نفس پرستیوں کي راہ میں مخل دیکھا - جھٹ رھي الزام اُسکے سر تھوپ دیا اور عوام و حکومت ' دونوں کا فتنہ اُسکے پیچھے لگادیا - ھر زمانے کے حالات اور عوام کے میلانِ و اعتقاد کے مطابق یہ آلہ بھي ڈھلتا رھا ھے ' اور گو ھتیار بدلتے رھے لیکن کاٹ سب کي یکساں رھی - (۱)

---

(۱) صرف ھندوستان ھي کی تاریخ دیکھہ لی جاے - اوائل شیوع اسلام سے آخر تک - کوئی اھل حق ان فتنوں سے نہ بچا - حضرت خواجہ معین الدین اجمیري ' شیخ الاسلام ملتاني ' خواجہ بختیار کاکي ' خواجہ نظام الدین اولیاء (رضي اللہ عنہم) ان میں سے کوئی بھي ایسا نہیں ھے جنکو وقت کے فقیھوں اور قاضیوں نے چین سے بیٹھنے دیا ھو - کسي پر کوئی الزام لگایا کسی پر کوئي الزام - خواجہ قطب الدین کاکی کے عہد کے شیخ الاسلام نے جب دیکھا کہ کچھہ نہیں چلتی اور خلق اللہ پروانہ ھو رھي ھے تو ایک فاحشہ عورت کو پانچ سو دینار کی لالچ دلاکر آمادہ کیا کہ بر سر دربار خواجہ صاحب پر زنا کا الزام لگاے - لیکن جب موقعہ آیا تو اُنکی ھیبت حق نے مہلت نہ دي اور خود اُس عورت ھي نے اصلي واقعہ ظاھر کردیا - بڑي جلن ان لوگوں کو اس بات کی ھوتي ھے کہ ھم شریعت کے مالک ھیں - جب تک مسئلہ نہ بتلائیں نہ کسی کا غسل ٹھیک ھو اور نہ وضو - پھر کیا ھے کہ دنیا ھمیں چھوڑ کر دوسروں کي طرف جاتی ھے ؟ ھم نے بھیک کي روٹیاں کھا کر دنیا جہان کی کتابیں چاٹ لیں لیکن پھر رھي ملا کے ملا - شیخ الاسلام اور قاضي القضاۃ بھي ھوگئے تو کیا ھوا ؟ لوگ سہم کر

مذمت کررہے ہیں جانتے ہو اسکا سبب کیا تھا؟ سبب یہ تھا کہ ملا مبارک
نے انکے نام ایک خط لکھا تھا اسمیں ترک حضور جماعت مسجد پر ملامت
کی تھی - یہ بات آنپر سخت گراں گذری اور اسکو مہدویۃ پر محمول کیا -
میر محمد نے کہا یہ استدلال تو اس مقدمہ پر مبنی ہے کہ شیخ
امر بالمعروف کرتا ہے' اور جو شخص امر بالمعروف کرے مہدوی ہے
پس شیخ مہدوی ہے اور معلوم ہے کہ اسکا کبری ہی ممنوع ہے
تا بہ نتیجہ چہ رسد؟ (۳ - صفحہ ۲۸)

اُس عہد کے بہت سے واقعات ایسے ہیں' جن سے اس بات کی تصدیق
ہوتی ہے' اور یہ گمراہی و غفلت کی انتہا ہے کہ شیوۂ حق و صدق پر چلنا
گمراہی کی علامت سمجھی جاے' اور غفلت و ہوا پرستی نیکی و
صداقت کی دلیل ہو عجب نہیں کہ حضرۃ شیخ محمد داؤد اور شیخ
جمال الدین پر بھی مہدویۃ کا الزام اسی بنا پر لگایا گیا ہو

حسد تہمت ارادی سرم نگداخت
کس مرادیست کہ بر تہمت آں ہم حسدست

تمام تاریخیں متفق ہیں کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تیغ
بے نیام تھے انکی زندگی لا تخافون لومۃ لائم کی کامل تصویر تھی ظاہر

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷۲]

سلہ کے رقائع میں لکھتے ہیں اب معاملہ یہانتک پہنچ چکا کہ جس نو
روزی میں علماء' صلحاء' قاضی' مفتی سب بادۂ قدح نوشی میں
اگلے - پھر دور کے جام اٹھاتے اور یہ کہکر تلچھٹ تک صاف کرجاتے کہ
"یہ کوثری دنیا میں حوریم

محتسب خمر زعالم بے ہوشی آورد
اہل صلاح را بقدح نوشی آورد

ان حالات کے ساتھ کیا ممکن تھا کہ اکبر کو اہل مذاہب سے حسن ظن
باقی رہتا؟ اور وہ سب کچھ نہ ہوتا جو ہوتا رہا؟ سیرۃ حضرۃ مجدد میں
ان معاملات کی تفصیل ملیگی اور دربار اکبری جلد ۲ - صفحہ ۳۸ وغیرہا

شک ست ؟ اسدر سید محمد میر عدل نے (۱) کہ مجلس میں حاضر تھے پوچھا - ملا مبارک کو مہدوي کیوں کہتے هیں؟ میں نے جواب دیا " بتقریب امر بالمعروف و نہي عن المنکر " یہ سنکر میاں صاحب نے کہا - ایک دن میر عبد الحي (۲) صدر جہاں خانخاناں کے سامنے ملا مبارک کي سخت

---

(۱) سید محمد امروهي میر عدل اُس عہد کے اُن مخصوص علماء دولت میں سے هیں جنکے ورع و تقوی اور شیوۂ حق پرستي پر ملا بدایوني تک شہادت دیتے هیں اور لکھتے هیں کہ اُنکا زمانۂ میر عدلي عہد اکبري کا بہترین زمانۂ احتساب شرع و عدالت تھا - اُنکے بعد " میر عدل " کا عہدہ محض براے نام رهگیا - جبتک دربار میں اُنکا اثر رہا ' نئے نئے مجتهدوں اور آزاد خیالوں کي هوا نہ بندھسکی - سنہ ۹۸۳ میں جب نکاح متعہ کو جائز کرنا چاها تو میر کو بھکر بھیجدیا کہ اُنکي موجودگی اسمیں مخل تھي - شیخ ابراهیم سرهندي کہ نئي نئی تحقیقات میں ابو الفضل وغیرہ کے هم زبان تھے ' ایک مرتبہ انکے هاتھوں پٹتے پٹتے بچے - بدایوني سب سے بڑا کام انکا یہ بتلاتے هیں کہ قاضی القضاۃ عہد تک کو " خیانت و خباثت " اور رشوت ستانیوں کي مہلت نہ دي - گویا یہ معاملہ قضاۃ کیلئے ایک معروف و مسلم معاملہ تھا ! " میر عدل " کے عہدہ سے مقصود صیغۂ احتساب شرع کي افسري تھي (صفحہ ۷۵ - جلد ۳ و ۲۱۰ - جلد ۲)

(۲) یہ وهي بزرگ هیں جو کل ممالک محروسۂ اکبري کی شیخ الاسلامي اور صدارت پر سرفراز هوے تھے - ابتدا میں دربار اکبري کي بدعات اور بے دینیوں کے سخت مخالف رہے - جب علماء دربار نے فتوی دیا کہ پادشاہ کو سجدہ کرنا جائز ہے تو پوری طرح مخالفت کی ' لیکن جب دیکھا کہ حمام میں سبھی ننگے هیں تو خود بھی کپڑے اتار دیے - بدایونی لکھتے هیں - اب مفتی کل بھي سجدۂ طاعت بجا لاکر مقربان خاص میں داخل هوگئے هیں - پھر سنہ ۹۹۰ کے حالات میں لکھتے هیں - مفتی ممالک محروسہ کو دیکھا - سر تا پا ریشمیں کپڑوں میں ملبوس - پرسیدم مگر روایتے دریں باب بنظر آمدہ ؟ شاید کوئي روایت اسکے جواز میں بھی نکل آئی ہے ؟ (کیونکہ وهاں تو نئے نئے فتوؤں کیلیے روز روایتیں ڈھونڈھ ڈھونڈھکر نکالی جاتی نہیں) فرمایا - هاں - جہاں لباس حریر عام هوگیا هو وهاں مضائقہ نہیں - گویا یہ بھي ما یعم بہ البلوی میں داخل ہے ! اسي

کا یہ حال تھا کہ صرف اپنی نفس پروریوں اور حکمرانیوں کی فکر رکھتے تھے ہدایت و تذکیر امت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ولولہ باقی نہ رہا تھا حضرۃ شیخ محمد جونپوری اور آنکے پیروؤں نے اپنی دعوۃ کی بنیاد اسی رکن اعظم شریعت کے احیاء پر رکھی' اور وقت کا مقتضی دیکھکر ساری طاقتیں اسی میں خرچ کردیں آنکے طریقہ کی پہلی شرط یہ تھی کہ جس حال میں ہو اور جہاں ہو' برائی کو روکو اور شریعت کے احکام کی تبلیغ کرو چونکہ عام علماء کا حال اس سے بالکل برعکس تھا' اسلیے رفتہ رفتہ یہ جز مہدویہ کی ایک بہت بڑی پہچان ہوگئی جس کام کو سب نے چھوڑ رکھا ہو ایک ہی جماعت کرنے لگے تو قدرتی طور پر وہ اسکی علامت اور خاصہ بن جائیگا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مصلحین حق کی اذیت و مخالفت کیلیے یہ معاملہ ایک بے خطا ہتیار کا کام دینے لگا - جس عالم حق کو علماء سوء نے اپنی ہوا پرستیوں کا مخالف اور دعوۃ حق میں مستعد پایا اور خلق اللہ کا رجوع دیکھا' جھٹ اسپر الزام لگا دیا کہ مہدوی ہے اور دلیل یہ پیش کردی کہ اگر مہدوی نہ ہوتا تو اس سختی اور استقامت سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیوں کرتا ؟ اور حق پرستی کی راہ میں معر وفاقہ کیوں گوارا کرلیتا ؟ ملا مبارک (پدر ابوالفضل و فیضی) پر جسقدر آفتیں آئی گئیں' بنیاد آنکی بھی یہی الزام مہدویہ تھا' اور دلیل یہی بتلائی گئی تھی کہ دنیا پرستی اور حق فراموشی کے شیوہ میں علماء دولۃ کا ہم آہنگ نہیں امر بالمعروف میں بے خوف و بیباک ہے آس عہد کے اساتذہ علم میں سے ایک مشہور بزرگ میاں حاتم سنبھلی تھے اورا علم و عمل میں استاد الاساتذہ تسلیم کیے جاتے تھے ملا عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملا مبارک کا آنکی مجلس میں ذکر آیا میں نے آنکے علم و تقوی کی تعریف کی تو کہا ہم نے بھی' ایسا ہی سنا ہے مگر کہتے ہیں مہدویوں کا طریقہ رکہتا ہے عرض کیا کہ ہاں سید محمد کی بزرگی و ولایت کے معترف ہیں مگر آنکی مہدویہ کا اعتقاد نہیں رکھتے کہا درکمالات مرحمہ

بڑے انسان کیلیے انکے دل اور پیشانی نے سجدے کیے ۔ وہ شرک بھی جی بھرکر کرچکے جو " اخفي من دبیب النمل " تھا ، اور کھلا کھلا شرک بھی برسرِ عام ہوچکا - حتیٰ کہ کفار و اعداء حق کی بھی پوجا ہر طرف ہوئی ، بادشاہوں اور حکومتوں کے طواغیت بھی ہر جگہ پوجے گئے ، اور مٹی اور پتھر کی پوجا کی منزل بھی کب کی گذر چکی - فو اللہ انہم اتبعوا سنن من کان قبلہم ، و سلکوا سبیلہم ، حذو القذۃ بالقذۃ و النعل بالنعل ، و غلب الشرک علی اکثر النفوس ، فصار المعروف منکراً و المنکر معروفا ، و السنۃ بدعۃ و البدعۃ سنہ ، و طمست الاعلام ، و اشتدت غربۃ الاسلام ، و قل العلماء ، و غلب السفہاء ، و تفاقم الامر ، و اشتد الباس ، و ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس - و لکن لا تزال طائفۃ من العصابۃ المحمدیۃ بالحق قائمین ، و لا ہل الضلالۃ و البدع مجاہدین ، ینفون عن دین اللہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاہلین - لا یضرہم من خالفہم حتی یاتی امر اللہ و ہم غالبون - اولٰئک حزب اللہ الا ، ان حزب اللہ ہم المفلحون !

کسیکہ محرم بادصبا ست می داند
کہ باوجود خزان بوے یاسمن باقیست !

استدراک

حضرۃ مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق چند باتیں رہگئیں :

اُس عہد کے حالات پڑھنے کے بعد الزام مہدویۃ کی حقیقت واضح ہوگئی ہوگی - اس الزام میں اُنکے پیر حضرۃ شیخ داؤد بھی شریک تھے اور اسکا اصلی سبب وہی تھا جو بیان کیا جاچکا - لیکن اسکے علاوہ ایک اور سبب بھی ظاہر ہے - اُس زمانے میں عام طور پر علماء دولۃ و مشائخ دنیا

اور یہ جو مسلم کی روایت حضرۃ عائشہ میں فرمایا " حتی یعبد اللات والعزی " یہاں تک کہ لات اور عزی پھر پوجے جائیں - اور جسکے ظہور کیلئے لوگ کسی آنے والے وقت کا انتظار کر رہے ہیں ' تو یہ انکو سمجھہ لینا چاہیے کہ " لات " اور " عزی " عرب جاہلیۃ میں کون تھے ؟ اور کیونکر انکی پرستش ہوتی تھی ؟ جو حال اُس " لات و عزی " کا تھا وہی آخر امۃ کے " لات و عزی " اور انکے پرستاروں کا بھی ہوگا - امام ابن جریر نے مجاہد سے افرأيتم اللات والعزى کی تفسیر میں روایت کی ہے " کان یلت لهم السويق فمات فعكفوا على قبره " اور بخاری میں ابو الجوزاء حضرۃ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں " كان اللات يلت السويق سويق للحاج " اور ایک دوسری روایت میں ہے " فيطعم من تمر من الناس ' فلما مات عبدوه وقالوا هو اللات " اور ابن خزیمہ نے کہا " وكذ العزى " اور حافظ ابن قیم ہدی میں لکھتے ہیں " وكانت شجرة عليها بناء و استار بنخلة بين مكة و الطائف كانت قريش يعظمونها كما قال ابوسفيان يوم احد لنا العزى ولا عزى لكم " پس عرب جاہلیۃ کے " لات و عزی " کی حقیقت یہ تھی ' اور اسی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ آخری زمانے میں پھر ایسا ہی ہوگا - سو اگر آنکھیں باقی ہیں اور بصیرۃ معدوم نہیں ہوگئی تو دیکھلو' اسطرح کے " لات و عزی "کی پرستش کب کی شروع ہو چکی ہے بلکہ حدیث میں تو دو ہی نام آئے انکو گوشے گوشے میں لات و عزی ہیں اور جتنے جتنے پر پرستش کاہیں - مسلمانوں کی کوئی بستی اور آبادی نہیں جو ان تمام بتستی گرنیوں کے ظہور و نمود کا مجسم نمونہ نہو - اور پرستش ما سوی اللہ کی کوئی قسم ایسی نہیں جو بیت بھرکر انہوں نے نہ کرلی ہو اور نہ کر رہے ہوں نفس کو وہ پوج چکے' رسم و رائے کی وہ پرستش کرچکے' جاندی سونے کو انہوں نے پوجا' انسانوں کی چوکھٹوں کی دہول انہوں نے چاٹی' ہر پیسوا کو ارباب من دون اللہ انہوں نے بنایا ' اور ہر

اور انبیاء کرام کی پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کے یہی معنی ہیں جو وہ
بیان کرتے ہیں، تو آغاز خلقت عالم سے لیکر آجتک نہ تو کوئی امت
گمراہی میں پڑی، نہ کسی قوم نے کبھی توحید و ہدایت کو چھوڑا،
نہ کسی رسول نے انسانوں پر اُنکی گمراہی و شرک کے بارے میں سچا
الزام لگایا، اور نہ آجتک کسی نبی کی پیشین گوئی پوری ہوئی -
یہودیوں نے کب کہا تھا کہ ہم مشرک ہوگئے، اور خدا ایک نہیں ہے بلکہ
پتھروں اور مورتوں کے اندر بہت سے ہیں؟ اور یہ کہ تورات نامی کتاب کو
ہم نہیں مانتے؟ عیسائیوں نے کب اسکا اقرار کیا تھا کہ ہم موحد نہیں، اور
کب فرشتوں نے اُنکی پیشانیوں پر آگ اور خون کے حرفوں میں لکھدیا تھا کہ یہ
بت پرست دوزخی ہیں؟ اور کب انہوں نے شرک اس معنی میں کیا کہ کسی
پتھر یا مورت کو کہدیا ہو کہ یہی خدا ہے؟ اور پھر خود مشرکین عرب نے
بھی بجز لیقولن اللہ اور ھا اولاء شفعاؤنا اور ما نعبدھم الا لیقربونا
الی اللہ زلفی کے یہ کب کہا تھا کہ ان پتھروں کے اندر فاطر السماوات
و الارض بستا ہے؟ خود پتھر اور اسکی مورت کو تو کبھی کسی قوم نے الٰہ
و معبود نہیں مانا - پوجا کی مورتیں بھی کسی نہ کسی انسان اور طاقت ہی کی
ہوا کرتی تھیں - فما لھا اولاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا؟ سبحان اللہ!
اس صادق و مصدوق کا ارشاد کس طرح حرف بحرف پورا ہو رہا ہے!
یہ نرص جہل و انتظار غفلت بھی نو عمن اسی پیشین گوئی کا ظہور ہے کہ
"لتتبعن سنن من کان قبلکم" اور "یاتی علی امتی ما اتی علی
بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل" میری امت بھی وہ سب کچھ کریگی
جو یہودیوں نے کیا - یہی تو پوری پوری یہودیت ہے کہ پیشین گوئیوں
پر پیشین گوئیاں ظاہر اور پوری ہوتی جاتی تھیں مگر یہودیوں کا انتظار
ختم ہی نہیں ہوتا تھا - کہتے تھے کہ ابھی وہ وقت کہاں آیا؟ حتی کہ
آج تک مسیح کے ظہور اور اسرائیل کی آخری بادشاہت کا انتظار
کر رہے ہیں! فطال علیھم الامد فقست قلوبھم و کثیر منھم فاسقون!

هوگا اور شام کے وقت اسکی پیشانی پر قلم اور سیاهی سے لکھا هوگا که یه کافر ہے ؟ یا ایمان وکفر کی بهی الگ الگ صورتیں هوتی هیں که صبح کو مومن کی صورت هوگی، شام کو کافر کی شکل ؟ یا اسکے یه معنی هیں که صبح کو ایک شخص مومنوں کی بستی میں هوگا ' شام کو اسکا گهر یہودیوں کے محلے میں خود بخود اٹھه جائیگا ؟ یا وہ خود سڑکوں اور گلیوں میں پکارتا هوا دوڑیگا که میں یہودی هوگیا ' میں یہودی هوگیا ؟ اور کیا مشرکین سے اتصال و التحاق کا وہ یه مطلب سمجھے هوے هیں که مسلمانوں کی جماعتیں مردم شماری کے کاغذات میں اپنا نام مشرکوں کے خانے میں لکھوا دینگی ؟ یا خود اپنے منھه سے کہینگی که هم مشرک هوگئے ؟ اور کیا " یعبد الاوثان " کی پیشین گوئی کا اسی وقت ظہور هوسکتا ہے جبکه مسلمان کالی اور مہادیو کا بت اپنے هاتھوں سے تراشکر اسکی پوجا شروع کردیں ؟ اور کیا اسکے سوا اور کوئی بات بت پرستی کی نہیں هوسکتی ؟ اور پھر کیا " یعبد اللات والعزی " کے ظہور کیلیے وہ یه چاهتے هیں که وہ جو ایام جاهلیة میں پتھر کی مورتیں تہیں جنکو اسلام نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا ' تو اب پھر ان ٹکڑوں کو ڈهونڈهکر مسلمان جمع کریں اور کعبه کے طاقوں میں دهرکر انکے آگے سجدے کرنے لگیں ؟ اور جب تک اسی " لات و عزی " کی پوجا نہوگی' اسوقت تک یه بات بهی پوری نه هوگی ؟ تو اگر ان لوگوں نے ان خبروں کا یہی مطلب سمجھا ہے اور اسی انتظار میں هیں' تو ان کو معلوم هونا چاهیے که انکا انتظار کبهی پورا نہوگا - اور اگر کسی امت کی گمراهی اور هلاکت کا یہی مطلب ہے' اور موحدین کا شرک و بت پرستی میں پڑ جانا بغیر اسکے نہیں هو سکتا ' تو آجتک دنیا میں نه تو کوئی امت هدایت پانے کے بعد گمراہ هوئی ' نه یہود و نصاری نے اس زمین پر کبهی شرک کیا' اور نه ان تمام الزاموں میں سے ایک الزام بهی سچا ہے جو قرآن حکیم نے مشرکین جاهلیة اور یہود و نصاری پر لگاے هیں - بلکه یوں کہنا چاهیے که اگر گمراهی اور عبادة اوثان و التحاق بالمشرکین و ترک حق و توحید بغیر ان باتوں کے نہیں هوسکتی جنکا ان بندگان غفلت و اوهام کو انتظار ہے '

شور مچایا کرتے ہیں؟ ہماری ہزار جانیں اور ہزاروں روحیں اس زبان حق پر قربان جس سے فرمایا تھا " بل انتم یومئذ کثیر" تم اُس وقت تعداد میں کم نہ ہوگے - لیکن "لیقذفن فی قلوبکم الوهن" تمہارے دلوں میں " وہن " پیدا ہو جائیگا اسلیے کوڑے کرکٹ کی طرح بہہ جاؤگے - پھر " وہن" کے معنی بتلائے " حب الدنیا و کراهیة الموت" دنیا کی محبت اور عزت کی موت کو برا جاننا اور اس سے بھاگنا - اس ایک لفظ میں قوموں کی موت و حیات کا سارا بھید بتلادیا! اور یقیناً یہی وہ وقت تھا کہ " بطن الارض خیر لکم من ظاهرها" تمہارے لیے زمین کے اوپر سے اسکا اندر بہتر ہوگا - یعنے زمین کے اوپر تمہارے لیے عزت اور سعادت باقی نہ رہیگی - اسلیے مرجانا جینے سے بہتر ہوگا - تو یہ بھی تو ہوچکا' اور اسطرح یقینی ہوچکا کہ اس سے زیادہ یقین نہ تو سورج کی روشنی میں ہے اور نہ چاند کے وجود میں - ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ زمین کے کیڑوں کیلیے زندگی میں عیش ہے اور جنگل کے درندوں کیلیے جنگل میں راحت' مگر ایک مسلمان کیلیے اب زمین کی پیٹھ پر کوئی خوشی باقی نہ رہی - الا یہ کہ اپنی ذلتوں اور رسوائیوں کا بوجھ اٹھائے اُسکے نیچے چلا جائے!

نہ گلم' نہ برگ سبزم' نہ درخت سایہ دارم'
همه حیرتم که دهقان بچه کار کشت ما را؟

پھر کسقدر عقل سے کورے اور بصیرت سے محروم ہیں وہ بندگان غفلت جو ان روایتوں کو پڑھکر سمجھتے ہیں کہ یہ کسی ایسے آنے والے زمانے کی نسبت ہیں جو قیامت سے چند برس پہلے دنیا پر آئیگا' اور ابھی اسکی آمد کا ہم کو صدیوں انتظار کرنا چاہیے - ابتک نہ تو " یصبح مومنا و یمسی کافرا " ہوا ہے' اور نہ " حتی تعبد الاوثان " اور نہ " حتی تعبد اللات و العزی " اور نہ وہ وقت کہ " بطن الارض خیر لکم من ظهرها " تو کیا وہ کسی ایسے وقت کے منتظر ہیں' جب صبح کو ایک شخص مومن

اور ھلاکي ایسي نہیں ہے جو مسلمانوں پر نہ چھاچکي ھو' اور کوئي گمراھي نہیں جو اپنے کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس امت میں بھي نہ پھیل چکي ھو اھل کتاب نے گمراھي کے چلنے قدم اٹھاے ہیں' گن گن کر مسلمانوں نے بھي وہ سب اٹھاے حتی کہ "لودخلوا جحرضب لدخلتموہ" کا وقت بھي گذر چکا اور آج ھم اپني آنکھوں سے سب کچھہ دیکھہ رہے ھیں - وہ وقت بھي کب کا آچکا کہ " یلحق قبائل من امتي بالمشرکین " اور " حتی تعبد من امتي الاوثان " اور " حتی تعبد اللات و العزی " ھماري جانیں اور ھماري روحیں اس صادق مصدوق پر قربان کہ واقعي اور سچ مچ مسلمان مشرکوں سے ملحق ھوگئے اور دین توحید کا دعوا کرنے والوں نے بت پرستي کي ساري ادائیں اور چالیں اختیار کرلیں' اور جس لات اور عزی کي پوجا سے دنیا کو نجات دالی گئي تھي' اسي کي پوجا پھر سے شروع ھوگئي ! " عـــدتـم من حیث بدأتم ! " ھم اپني آنکھوں سے اُن فتنوں کو کہ " کقطع اللیل المظلم " ہیں دیکھہ رہے ھیں فی الحقیقت ایسا ھي ھو رھا ہے کہ رات کو ایک انسان ایمان لیکر سوتا ہے اور صبح نہیں ھوتی مگر ایمان کھو چکتا ہے - " یبیع دینہ بعرض من الدنیا " حضرت حذیفہ نے ان فتنوں کا حال کہا تھا کہ " کالحصیر عوداً عوداً " مسلمانوں کے دلوں کیلیے فتنوں کي ایسي بھرمار ھوگئي' جیسے چٹائي بنتے وقت ریشے پر ریشے آتے ھیں' سو اُن فتنوں کي بارش بھي ھر طرف ھوچکي اور ھو رھي ہے وہ وقت بھي گذر چکا جب مومنوں کو کہنا تھا " ھذہ مہلکتي " اب تو وہ فتنہ درپیش ہے جسکے سامنے تمام پچھلے فتنے ماند ھوگئے - " فیقول المومن ھذہ ! ھذہ ! " کا عالم ھو رھا ہے - وہ بھي قریب کا ھوچکا کہ " یتداعی علیکم کما یتداعي الاکلۃ الی قصعتھا " دنیا کي ساري قومیں اکٹھي ھوکر تم پر حملہ کرینگي' اور تمکو ھلاک کرنے کیلیے باھم ایک دوسرے کو اسطرح بلائینگي جیسے بھوکے کھانے کي قاب پر ایک دوسرے کو دعوت دیں تو کیا یہ پکار اٹک بلند نہیں ھوئي ؟ اورکیا ایک قوم نے دوسري قوم کو بلانے کیلیے ٹھیک ٹھیک اُسي طرح نہیں چلایا جسطرح بھوکے گدھ لاش دیکھکر

مطمئن ہوجانے کہ اسی دیوار مہدی عالی کو خود آپ کا وجود تھا - سو کیا مبارک و خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے پہلی خبروں کی تصدیق کی اور اسکا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ " وکنت فی من افتتح کنوز کسری - " اور کیسی بد نصیبی اور ہلاکی ہے ہمارے لیے کہ ان پچھلی خبروں کی تصدیق کرنے والوں میں اور انکا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھنے والوں میں سے ہیں - بلکہ خود ہمارا وجود ہی ازسرتا پا ان خبروں کا ظہور اور ان میں سے ہر بات کی ٹھیک ٹھیک مجسم تصدیق ہے ' حضرت عدی بن حاتم نے اول امت میں وعدہ کی تصدیق کی تھی - ہم آخر امت میں وعید کی تصدیق کرتے ہیں - انکے حصے میں بشارتوں کا دیکھنا آیا تھا - ہمارے حصے میں انذارتوں کا - انہوں نے بھی تصدیق کی اور ہم نے بھی - انہوں نے پاکر - ہم نے سب کچھ کھوکر - فصدق الله العلیم الحکیم ' و صدق رسوله الکریم ' و نحن علی ذلک من الشاهدین !

در مجلسے کہ یاراں شرب مدام کردند
چوں دور ما رسا شد ' آتش بجام کردند !

فصل

اب ساری باتوں میں سے ایک ایک بات پوری ہوچکی - " بدء الاسلام غریباً و سیعود کما بدء " کا دور غربت کب کا شروع ہوچکا اور وہ سب کچھ ہوچکا جسکا حال اس حدیث کی شرح میں پڑھ چکے ہو - اب انتظار کرنے والوں کیلیے بجز انتظار غفلت کے اور کچھ باقی نہ رہا - یہودیوں کی مغضوبیت ' نصاری کی ضلالت ' مشرکین کی بت پرستی ' ائمۂ مضلین کی کثرت ' دجاجلۂ فتن و دعاۃ بدعۃ کا احاطہ ' اقتداء بغیر سنۃ ' اهتداء بغیر هدی الانبیاء ' تفرق و تمذهب مثل یهود ' اور غلو و اطراء مثل نصاری ' فتنۂ شبهات یونان ' اور فتنۂ شهوات عجم ' فتنۂ تماثیل عبدۂ الاصنام ' اور فتنۂ قبور عاکفین کنائس ' ان میں سے کوئی نحوست -

اور اسي ليے حضرة امير اور اکثر صحابه اُنهي لوگوں کو اسکا مصداق اول سمجھتے تھے مسلم کي حديث زيد بن وهب اور مصنف ابن ابي شيبه و ابو داؤد کي روايت ابو سعيد و انس ميں گو " آخر الزمان " کا لفظ نہيں ھے مگر حرف استقبال قرب و بعد دونوں پر حاوي ' اور انبياء کرام کيلئے سيکڑوں برس بعد ہونے والي باتيں بھي بوجه کمال يقين و مشاهده معلوم ايسي ہوتي ھيں ' جيسے همارے ليے صبح شام کي بات " ان الله زوي لي الارض فرايت مشارقها و مغاربها " کے معاملات جہاں پيش آتے ہوں' اور " اني رجوتها قريباً ان الثم يجدونها بعيدا " جہاں کي صداے علم ہو' وہاں کيليے " سيکون " اور " کان " اور مستقبل و ماضي دونوں ايک هي حکم رکھتے ھيں قرب و بعد کا کيا سوال ھے ؟ حتى که بعض پيشين گوئياں تو زبان نبوت پر بصيغۂ ماضي هي واقع ہوئيں مسلم کي روايت ابو هريره ميں عراق و شام کي نسبت فرمايا " منعت العراق قفيزها و منعت الشام مدها " عالم يقين و حقائق ميں بصيغۂ ماضي و استقبال نہيں ہوتا کيا نہيں ديکھتے که قرآن حکيم عالم آخرة و معاد کے معاملات ہر جگه بصيغۂ ماضي بيان کرتا ھے ' لوگوں کو ساتھه برس بعد بابل تباہ ہونے والا تھا مگر يرمياہ نبي نے يه نہيں کہا که ہو جائيگا ' بلکه کہا که ہو چکا اور " شہروں کي دلہن کي اوڑھني اُسکے سر سے چھين لي گئي "

بہر حال جس صادق و مصدوق نے فرمايا تھا که کسری کے خزانے کھل گئے اور يمن سے حضرموت تک اسلام پھيل گيا ' اور " و الله ليتمن هذا الامر و لکنکم تستعجلون ' تو اسي نے يه سب کچھه بھي فرما ديا تھا ' بلکه بقول حضرة حذيفه کے " ما ترک من قائد فتنة الى انقضاء الدنيا الا سماه لنا باسمه و اسم ابيه " کسي فتنے اور فتنه انگيز کو نه چھوڑا سب کي ٹھيک ٹھيک خبريں ديديں، يہي سننے والے ہر آن اور ہر گھڑي ان وقتوں کي دهشت اور خوف سے مضطر اور اداس رهتے تھے با همدگر ايک دوسرے سے پوچھا کرتے که وہ وقت تو نہيں آگيا ؟ حضرة عمر حذيفه سے بار بار کہتے اُس فتنه کي نسبت تو کہو " التي تموج کموج البحر " ؟ اور پھر يه سنکر

شروع ہوگا تو پچھلے فتنے کو بھلا دیگا اور مومن پکار اٹھیگا کہ فتنہ تو یہ ہے ! فتنہ تو یہ ہے ! (یعنی پے درپے فتنے آئینگے - ہر پچھلا فتنہ پہلے سے سخت و اشد ہوگا - یہانتک کہ اُن میں سے ہر فتنہ کو دیکھکر ارباب حق و ایمان بول اُٹھینگے کہ سب سے بڑا فتنہ یہی ہے - حالانکہ پھر اسکے بعد وہ فتنہ آئیگا جسکا شر و فساد دیکھکر پچھلے فتنے بھول جائینگے !) رواہ مسلم -

اور یقیناً ایسے ہی وقتوں کی نسبت وہ خبر بھی تھی جس کو حضرۃ امیر علیہ السلام اپنے یاروں کے سامنے باربار فرمایا کرتے تھے ' اور یہ کہکر اپنی روایت کی صداقت پر یقین دلاتے تھے - " و اللہ لان اخر من السماء احب الی من ان اقول علیہ ما لم یقل " قسم خدا کی ! مجھے یہ پسند ہے کہ آسمان سے گرادیا جاؤں لیکن یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ رسول اللہ کے نام سے ایسی روایت کروں جو انہوں نے نہیں فرمائی ! " انی سمعتہ یقول : سیخرج قوم فی آخر الزمان حدثاء الاسنان ' سفہاء الاحلام ' یقولون من خیر قول البریہ ' یقرؤن القران ' لا یجاوز ایمانہم حناجرہم ' یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیہ " یعنی آنحضرۃ نے فرمایا - آخری زمانے میں ایک قوم ظاہر ہوگی - نو خیز اور ناقص العقل لوگوں کی ' بظاہر اُنکی باتیں بڑے ہی اچھے لوگوں کی سی ہونگی ' قران پڑھینگے مگر ایمان انکے حلق سے نیچے نہ اُتریگا - دین سے اسطرح نکل جائینگے جس طرح تیر شکار پر سے نکل جاتا ہے - یعنی گو اپنے تئیں مسلمان سمجھینگے لیکن اُنمیں اسلام نہوگا - اخرجہ الشیخان و النسائی - کوئی وجہ نہیں کہ اس روایت کو صرف خوارج سے مخصوص کردیا جائے اور لفظ " آخر الزمان " کی تاویل کی جائے - صاف بات یہ ہے کہ اسمیں آخری زمانے ہی کے مبتدعین و اہل ہواء کی نسبت خبر دی گئی ہے - " سفہاء الاحلام " خاص طور پر اسلیے فرمایا کہ اُن لوگوں کو اپنی عقل و رائے اور قیاس و درایۃ پر بڑا گھمنڈ ہوگا - کہینگے کہ ہم عقلاء و حکماء کی سی باتیں کرتے ہیں - " اعجاب کل ذی راے برایہ " ایسے ہی لوگوں میں پہلی بڑی جماعت خوارج کی بھی تھی جنہوں نے راے کو دین میں دخل دیا اور امام کی اطاعت سے باہر ہوگئے -

فرمایا ہاں مگر اس کے بعد خیر کا بھی ایک دور ہے ' لیکن " فیہ دخن " یعنی مثل خیر اول کے نہوگا کچھہ کدورتیں بھی ملی ہونگی - پوچھا وہ کدورت اور مثل کیا ہے ؟ فرمایا " قوم یستنون بغیر سنتی ' و یہتدون بغیر ہدیی ' یعرف منہم و تنکر " میری سنۃ چھوڑکر اوروں کے طور طریق پر چلینگے میری ہدایت سے ہٹ کر دوسروں کی چال اختیار کرلینگے کچھہ باتیں انکی اچھی پاؤگے کچھہ بری - پھر پوچھا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا ؟ فرمایا ہاں " دعاۃ علی ابواب جہنم " دوزخ کی طرف بلانے والے ! آخر میں بتلایا کہ راہ سلامتی کی اسوقت یہ ہوگی کہ جماعت اور امام کا ساتھہ دو اور جب وہ وقت آجاے کہ جماعت بھی باقی نہ رہے اور مختلف فرقوں اور مذہبوں میں مسلمان بٹ جائیں ' تو " فاعتزل تلک الفرق کلہا ولو ان تعض باصل شجرۃ ' حتی تدرکک الموت وانت علی ذلک ' ان تمام فرقوں سے الگ ہوکر رہو (یعنی صرف دین خالص و اول کے ہوکر رہو کہ اسلام ہے ' اور تمام اطارئی فرقوں اور مذہبوں میں سے کسی کو بھی اختیار نہ کرو ' کیونکہ فرقہ بندی اور تمذہب و تعین خود سب سے بڑا شر اور سب سے اشد بدعۃ ہے) اگرچہ ایسا کرنے میں تمھاری غربت اور بیکسی کا یہ حال ہوجاے کہ درخت کی جڑ چباکر وقت کاٹنا پڑے ' پھر بھی الگ ہی رہو یہانتک کہ موت آجاے " اخرجہ الشیخان

اور یہی وہ آنے والے پے در پے فتنے ہیں جنکا حال عبد اللہ بن عمرو العاص خانۂ کعبہ کے سایے میں بیٹھکر بیان کیا کرتے تھے ' اور جن میں سے ہر پچھلا فتنہ پہلے فتنہ کو بھلا دینے والا تھا " وان ہذہ امتکم جعل عافیتہا فی اولہا و سیصیب اخرہا بلاء و امور تنکرونہا ' فتجئی فتنۃ فیرقق بعضہا بعضا ' فیقول المومن ہذہ مہلکتی ! ثم تنکشف و تجیئ فتنۃ ' فیقول المومن ہذہ ! ہذہ ! " اس امت کی ابتدا میں عافیت ہے اور آخری عہدوں میں مصیبتیں اور برائیاں ایسا ہوگا کہ ایک فتنہ آئیگا اور مومن کہیگا کہ اسمیں میرے لیے ہلاکت ہے ' لیکن جب وہ دور ہوجائیگا اور دوسرا فتنہ

قالوا و ان ذلک لکائن ؟ قال نعم و اشد - کیف انتم اذا امرتم بالمنکر و نهیتم عن المعروف ؟ قالوا و ان ذلک لکائن ؟ قال نعم و اشد - کیف انتم اذا رئیدم المعروف منکراً و المنکر معروفا ؟ قالوا و ان ذلک لکائن ؟ قال نعم " اخرجه .... " کیا حال ہوگا تمہارا جب تمہاری لڑکیاں مبتلائے فسق ہوں اور تمہاری عورتیں سرکش ؟ (یعنی جبکہ تمہارے گھر کے اندر کی زندگی بھی خراب ہو جائے اور عورتیں تک مبتلائے فسق و فجور ہوں) لوگوں نے عرض کیا - کیا یہ بات بھی ہونے والی ہے ؟ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت - کیا حال ہوگا تمہارا جب تم بھلائی کا حکم نہ دوگے اور برائی سے نہ روکوگے ؟ لوگوں نے کہا - کیا ایسا بھی ہونے والا ہے ؟ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی سخت - کیا حال ہوگا اسوقت جبکہ تم برائی کا حکم دوگے اور حق کو روکوگے ؟ عرض کیا - کیا یہ بھی ہوگا ؟ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی زیادہ - کیا حال ہوگا اسوقت جبکہ تم نیک بات کو برا سمجھوگے اور برائی کو اچھا ؟ عرض کیا - کیا یہ بھی ہوگا ؟ فرمایا ہاں " یعنی قوموں کی ہلاکت کے بتدریج تین درجے ہیں - ہر پچھلا درجہ پہلے سے اشد - پہلا یہ کہ خود تو نیکی کا شوق باقی ہو، لیکن دوسروں کو نیک بنانے کا ولولہ جاتا رہے - یہ ہلاکت کا بیج ہے - اسکے بعد دوسرا دور آتا ہے - اب ایسا ہوتا ہے کہ نہ تو خود نیک راہ چلتے ہیں نہ دوسروں کو چلنے دیتے ہیں، اور حق کو علانیہ روکتے ہیں - یہ تخم فساد کے پھول پتے ہیں - اسکے بعد تیسرا دور آتا ہے - اب نیک و بد اور حق و باطل کا نظام بالکل الٹ جاتا ہے باطل کو حق سمجھا جاتا ہے اور حق کو باطل - یہ تخم فساد کا آخری پھل ہے، اور اسکا زہر تمام قوم کو ہلاک کردیتا ہے -

اور پھر یہی وہ لوٹ لوٹ کر آنے والی نحوستیں اور رہ رہکر ابھرنے والی ہلاکتیں تھیں جنکی نسبت حضرت حذیفہ نے (کہ سب سے زیادہ فتنوں فسادوں کے جاننے والے تھے) پوچھا تھا " کنا فی جاھلیۃ و شر فجاءنا اللہ بھذا الخیر، فھل بعد ھذا من شر؟ " ہم جاھلیۃ کے شر میں مبتلا تھے - اللہ نے اسلام کی روشنی پھیلائی - پھر کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا ؟

آلگي يہانتک کہ پہر لات اور عزیٰ کي پوجا هو - حضرة عائشه نے کہا جب یہ آیہ آتري کہ لتظہرہ علی الدین کلہ (دين توحيد اسليے آيا تاکہ سارے دينوں پر غالب آے) تو ميں نے خيال کيا تها کہ اب دين توحيد هي آخر تک رهيگا - پهر يہ بات کيونکر هوگي ؟ فرمايا هاں يہ رهيگا جب تک الله چاهيگا "

اور آپ نے يہ خبر بهي ديدي تهي " اذا کانت امراؤکم خيارکم ' و اغنياؤکم سمحاءکم ' و امورکم شوریٰ بينکم ' فظهر الارض خير لکم من بطنها ' و اذا کانت امراؤکم شرارکم ' و اغنياؤکم بخلاءکم و امورکم الی نساءکم ' فبطن الارض خير لکم من ظهرها " رواہ الترمذي " جب تک تم ميں سے بہتر اور نيک لوگ تمہارے امير هونگے ' اور تمہارے مالدار سخي' اور تمہارے معاملات حکومت باهم مشورہ سے انجام پائينگے (يعني عجميوں کي سي شخصي حکومت و فرمانروائي نہوگي خلافہ راشدہ کے منہاج نبوۃ پر حکومت شوریٰ هوگي) تو زمين کا ظاهر تمہارے ليے بہتر هوگا اسکے باطن سے - يعني دنيا ميں رهنا تمہارے ليے عزت و کاميابي کا موجب هوگا ليکن جب ايسا هو کہ تمہارے امير بدترين لوگ هوں ' تمہارے مالدار بخيل هو جائيں ' اور تمہاري حکومت عورتوں کے اختيار ميں چلي جاے' تو پهر زمين کا اندر تمہارے ليے زيادہ اچها هوگا بمقابلہ اسکی سطح کے " يعني زندگي ميں عزت باقي نہ رهيگي - مرجانا هي بہتر هوگا " و امورکم الی نساءکم " سے يہ مقصود نہيں هے کہ عورتيں بادشاہ هوں ' يہ نہ مقصد هے کہ عورتوں کے مشورے سے کام انجام پائيں' بلکہ يہ اشارہ هے شاهان نفس پرست اور امراء و عمال کي حرمسراؤں کي زندگي کي طرف - گويا سررشتۂ حکومت مجلس شوریٰ اور اصحاب حل و عقد کي جگہ حرمسرا کے عشرت خانوں کے هاتهہ ميں چلا جائيگا عورتيں جس حال چاهينگي چلائينگي -

اور پهر آپ کي لسان حق و صدق پر يہ پيشين گوئي بهي جاري هوئي تهي " کيف بکم اذا فسق فتيانکم و طغی نساءکم ؟ قالوا وان ذلک لکائن ؟ قال نعم و اشد کيف انتم اذا لم تامروا بالمعروف و لم تنهوا عن المنکر ؟

گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ - مسلم میں یہی حدیث بروایت ابوہریرہ ہے - " یمسي مومناً و یصبح کافراً - یبیع دینه بعرض من الدنیا " رات کو ایک آدمی مومن سوئیگا - صبح اٹھیگا تو کافر میں مبتلا ہو جائیگا - اپنے دین کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالیگا - " یبیع دینه " نے " یمسي مومناً و یصبح کافراً " کے معنی بتا دئے -

اور اُسی صادق و مصدوق کا فرمان تھا " یوشک ان تتداعی علیکم کما تتداعي الاکلة الی قصعتها - قال قائل من قلة نحن یومئذ ؟ قال لا ' بل انتم یومئذ کثیر و لکنکم غثاء کغثاء السیل ' و لینزعن الله من صدور عدوکم المهابة منکم ' و لیقذفن في قلوبکم الوهن - قیل و ما الوهن ؟ قال حب الدنیا و کراهة الموت " اخرجه ابو داؤد - " ایسا ہوگا کہ دنیا کي قومیں تم سے لڑنے کیلیے اکٹھی ہو جائینگی ' اور ایک دوسرے کو اس طرح بلائینگی جیسے بھوکے ایک دوسرے کو کھانے پر بلاتے ہیں - ایک شخص نے عرض کیا - یہ اسلیے ہوگا کہ ہم اُسوقت تھوڑے ہونگے اور دشمن بہت ؟ فرمایا نہیں ' مسلمان تو اسوقت بہت ہونگے مگر ایسے ہو جائینگے جیسے دریا کے بہاؤ پر کا کوڑا کرکٹ - جس طرف بہہ رہا ہے بہہ جائیگا - تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاري ہیبت نکل جائیگي - تذهب ریحکم - اور تمہارے دلوں میں " وهن " پیدا ہو جائیگا - کسي نے پوچھا " وهن " کیا ہے ؟ فرمایا دنیا کا عشق اور راہ حق میں موت کو ناخوش جاننا اور اس سے بھاگنا "

اور اُسي نے یہ بھي فرمایا تھا " ان من کان قبلکم من اهل الکتاب افترقوا علی ثنتین و سبعین ملة ' و ان هذه الامة ستفترق علی ثلاث و سبعین فرقة " اخرجه ابو داؤد و الترمذي - " یہود و نصاریٰ ٹوٹ پھوٹ کر بہتر فرقے ہوگئے تھے - ضرور ہے کہ یہ امت بھي اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوکر تہتر فرقوں میں بٹ جائے "

اور اُسي کا قول تھا " لا یذهب اللیل و النهار حتی تعبد اللات و العزیٰ - قلت ان کنت لاظن حین انزل لیظهره علی الدین کله ان ذلک تام ؟ قال انه سیکون من ذلک ما شاء الله " اخرجه مسلم او البخاری - " قیامت نہیں

اور حضرۃ ابو ہریرہ کی روایت میں ہے " قالوا کما فعلت فارس و الروم و اهل الکتاب ؟ قال فهل الناس الا هم " و قال ابو ہریرہ " اقرؤا ان شئتم کالذین من قبلکم کانوا اشد منکم قوۃ " الخ یعنی صحابہ نے عرض کیا - کیا پچھلی قوموں کی چال چلنگے ؟ فارس و روم اور اهل کتاب کی ؟ فرمایا ہاں وہی لوگ ہیں اور کون ؟ حضرۃ ابوہریرہ نے اپنی عادت کے مطابق قرآن سے تطبیق دی ' اور کہا جی چاہے تو اس آیت کو اس موقعہ پر یاد کرلو " ان قوموں جو تم سے پلے گزرچکی ہیں اور بالآخر اپنی گمراہیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوئیں ' حالانکہ تم سے کہیں زیادہ طاقتور اور متمدن تھیں " (۱) حاصل یہ کہ اس امت میں اهل کتاب کی مغضوبیت اور عجمی و رومی اقوام کے مہلک و گمراہ علوم و تمدن ' دونوں کی نقالی اور پوری پوری ریس ہوگی اور مسلمانوں کے اندر ضلالت کی ان دونوں قسموں سے پوری مشابہت و مماثلت پیدا ہو جائیگی (تفصیل اسکی رسالہ شرح مثلث عظمتین میں دیکھنی چاہیے)

اور آپ کا ارشاد تھا " فتنا کقطع اللیل المظلم ' یصبح الرجل فیها مومنا و یمسی کافرا " رواہ الترمذی و ابوداؤد " آخری زمانے میں فتنے ہیں ایسے جیسے اندھیری رات کی اندھیاری صبح کو ایک آدمی مومن ہوگا شام کو کافر " یعنی ایمان میں ثبات و استقامت باقی نہ رہیگی

---

(۱) عن ابن عباس (رض) فی هذه الآیة قال " ما اشبه اللیلة بالبارحة ؟ ها اولاء بنو اسرائیل شبهنا بهم ' و عن ابن مسعود (رض) انه قال " انتم اشبه الامم ببنی اسرائیل سمتا و هدیاً تتبعون عملهم حذو القذة بالقذة غیر انی لا ادری اتعبدون العجل ام لا ؟ " و قال سفیان بن عیینه " من فسد من علمائنا ففیه شبه من الیهود ' و من فسد من عبادنا ففیه شبه من النصاری " اور یہ جو حضرۃ ابن مسعود نے فرمایا " یہودیوں کی ساری گمراہیاں اختیار کرلوگے البتہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ انکی طرح گوسالہ کی پوجا بھی تم میں ہوگی یا نہیں " تو افسوس کہ یہ بھی ہوچکا اور " حذو القذة بالنعل " کی پیشین گوئی ساری باتوں میں پوری ہوئی -

اور خود هي اپنے آپکو دشمنوں کي طرح تباہ کرینگے - یعني ایک گروہ ان میں سے دوسرے گروہ کو قتل کریگا (و ذلک لکثرۃ اختلافہم و تفرقہم و تمذھبہم) اور آپنے فرمایا - مجھکو بڑا خوف گمراہ کرنے والے پیشواؤں سے ھے ' اور جب ایک مرتبہ میري امت میں باھمي خونریزي شروع ھوگئي تو پھر قیامت تک نہ رکیگي - پھر فرمایا - ایسا ھوگا کہ میري امت میں سے کئي گروہ مشرکوں سے جاملینگے ' اور ایسا ھوگا کہ کئي گروہ بتوں کو پوجینگے - اور ضرور ھے کہ تیس جھوٹے مدعي نبوۃ کے پیدا ھوں حالانکہ میرے بعد کوئي نبي نہیں - آخر میں فرمایا - با این ھمہ ایک جماعت اس امت میں ھمیشہ حق پر باقی رھیگي - مخالفین حق اسکو نقصان نہ پہنچا سکینگے - یہاں تک کہ امر الہي ظاھر ھو -

اور اسي صادق مصدوق کا ارشاد تھا " لتتبعن سنن من کان قبلکم حذو القذہ بالقذۃ (او حذو النعل بالنعل) حتی لو دخلوا حجر ضب لدخلتموہ - قالوا الیہود و النصاری ؟ قال فمن ؟ " اخرجاہ عن ابي سعید - " تم سے پہلے جو قومیں گذرچکی ھیں ' ضرور ھے کہ تم اُنکے سارے طریقوں اور چالوں کي ھو بہو پیروي کرو - یعني اُنکي ساري گمراھیاں اختیار کر لوگے - صحابہ نے کہا - کیا یہود و نصاری کي ؟ فرمایا ھاں اور کون ؟ "

[بقیہ نوٹ صفحہ ٢٥٥]

اسوقت تمام عالم اسلامی پر گذرا معلوم ھے -/تاھم یہ تو نہ ھوسکا کہ " یستبیح بیضتھم " - اٹھارویں صدي عیسوي سے یورپ کے استیلا و تسلط کا فتنہ شروع ھوا ' اور جوکچھہ ھورھا ھے ' ھم دیکھہ رھے ھیں - تاھم ابتک "یستبیح بیضتہم" کي قدرت دشمنان اسلام کو نہیں ملی ھے ' اور اگر اللہ کا وعدہ سچا ھے تو کبھي نہیں ملیگی - تا آنکہ غربت ثانیہ کے بعد نشئۃ و علۃ ثانیہ کا وقت موعود آجاے ' اور وہ وعدۂ الہی پورا ھوکر رھے کہ لیظہرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون - اور وہ آخری عہد سعادت کہ " لا یدری اولہا خیر ام اخرھا " یعنی اس امت کی ابتدا اور انتہا ' دونوں کي برکتوں اور کامرانیوں کا یہ حال ھے کہ نہیں کہا جاسکتا - اُسکا اول زیادہ شاندار ھے یا آخر؟

کس نمي گویدم - از منزل آخر خبرے - صد بیابان بگذشت و دگرے در پیش ست

اور آسي کا ارشاد تھا " ان ربي قال لي اذا قضيت قضاء فانه لا يرد ـ اني اعطيتك لامتک ان لا اهلکها بسنة عامة ' و ان لا اسلط عليهم عدواً من سوى انفسهم فيستبيح بيضتهم و لو اجتمع عليهم باقطارها ' حتى يكون بعضهم يهلک بعضا ' و يسبى بعضهم بعضا و انما اخاف على امتي الائمة المضلين ' و اذا وضع السيف في امتي لم يرفع عنها الى يوم القيامة ' و لا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من امتي بالمشركين ' و حتى تعبد قبائل من امتي الاوثان ' و انه سيكون في امتي کذابون ثلاثون ' کلهم يزعم انه نبي و انا خاتم النبين و لا تزال طائفة من امتي على الحق (او قال ظاهرين على الحق) لا يضرهم من خالفهم حتى ياتي امر الله " - " بعضهم بعضا " تک مسلم نے ثوبان سے روایت کیا ہے و رواہ ابو داؤد و البرقاني بتمامه عن ابي اسماء عن ثوبان رضي الله عنهما يعني میں نے الله سے اپنی امت کیلئے دعا کي تھي کہ خود آنکے سوا اندر اور کوئي دشمن مسلط نہو ' اورکوئي ایسي عام ہلاکت نہ چھائے کہ قوم کي قوم ہلاک ہو جائے ' تو الله نے فرمایا ایسا ہي ہوگا تیری امت پر کبھي ایسي عام و ہمہ گیر ہلاکت نہ آئیگي ' اور نہ کبھي باہر کوئي دشمن اسطرح مسلط ہوگا کہ انکي بیخ و بنیاد اکھاڑ ڈالے (۱) الا یہ کہ وہ خود ہي اپنے دشمن ہونگے

---

(۱) اس حدیث میں اور نیز بعض دیگر روایات میں بھي " فیستبیح بیضتهم " کا لفظ آیا ہے یعني مسلمانوں پر انکي بد حالیوں کي وجہ سے دشمنوں کا تسلط اور غلبہ تو ہوجائیگا مگر ایسي حالت کبھي نہوگي جس پر " یستبیح بیضتهم " کا اطلاق ہوسکے جوہري نے کہا " بیضة کل شي حوزته و بیضة القوم ساحتهم " اور نووي نے لکھا ہے " مثل بیضتهم معظمهم و جماعتهم و ان قلوا " پس " یستبیح بیضتهم ' کے معني یہ ہوے کہ اگرچہ اس امت پر دشمنوں کا غلبہ و تسلط ہوجائیگا مگر ایسا تسلط کبھي نہوگا کہ مسلمانوں کي قومي ہستي بالکل معدوم اور دنیا میں ان کي قومیت کے نشو و نما کیلئے کوئي ٹھکانا اور بعض باقي نہ رہے - چنانچہ اسلک جو کچھہ ہوچکا ہے وہ اس وعدۂ الهی کي تصدیق کیلئے بس کرتا ہے تاتاریوں کا حملہ یاجوج و ماجوج کا فتنہ تھا کہ " من کل حدب ینسلون " اور جو کچھہ

اور پھر مدینہ میں - بیچارگی کے بستر پر بیقراری کی کروٹیں بدلتے - حضرۃ ابوبکر کی زبان بخار کی شدت میں کھلنی نوکارتے - بخاری میں بروایت حضرۃ عائشہ پڑھا ہوگا - وکان ابوبکر اذا اخذته الحمی یقـــول :

کل امرئ مصبـــح في اهلـــه والموت ادنی من شراک نعله (۱)

آنحضرۃ یہ حالت دیکھتے اور دعا فرماتے " اللهم حبب الینا المدینة کحبنا مکة " خدایا ! پردیس میں ایسا جی لگادے کہ وطن بھول جائیں - !

طائف سے جب سرور عالم اس حالت میں لوٹے ' کہ قبیلۂ ثقیف کی سنگ باری سے پیشانی اقدس کا خون پاے مبارک کو رنگین کررہا تھا ' تو بے اختیار یہ جملے زبان پر طاری ہوگئے " اللهم الیک اشکو ضعف قوتي و قلة حیلتي " خدایا ! اور کس کے آگے کہوں ؟ تیرے ہی سامنے بیچارگی کی فریاد ہے اور بے سروسانی کا شکوہ !

تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست !

تو معلوم ہوا کہ ایسا ہی حال اس دوسری غربت میں بھی ہونے والا تھا جسکی اس حدیث میں خبر دی گئی - (۲)

---

(۱) ہر آدمی کیلیے صبح اسکے گھر والوں میں ہوتی ہے - اور موت تو اسکے جوتیوں کے تسمے سے بھی قریب تر ہے -

(۲) یہ حدیث بھی منجملہ جوامع الکلم نبویہ کے ہے - جس طرح اسمیں اوائل کا سارا حال کہدیا ' اسی طرح اواخر کی بھی کوئی بات نہ چھوڑی - ان سطور کے لکھنے وقت خیالات میں بے اختیار جنبش ہوئی اور ایک مفصل شرح اسکی مرتب ہوگئی - حافظ ابن رجب نے بھی چند صفحوں میں ایک شرح لکھی تھی ' لیکن اسمیں صرف ایک ہی پہلو پر نظر ڈالی ہے - یہ شرح سو صفحوں سے زائد میں ختم ہوئی - شرح حال غربۃ ثانیہ ' و تفصیل اسباب غربۃ ' و بحث و تحقیق احادیث فتن کے باب میں انشاء اللہ جامع و نافع ہوگی - اگر اشاعت سے پہلے نظر ثانی کا موقع ملا تو بعض مطالب بڑھادیے جائینگے جو بہ سبب عدم موجودگی کتب بالفعل سرانجام نہ پاسکے -

ہے پردیسیوں اور بے یاروں کیلئے ! یہی لوگ ہیں جو اُن خرابیوں کو دور کردینگے جو لوگوں نے میرے بعد میری سنت میں پیدا کردی ہونگی - اور احمد و طبرانی نے مرفوعاً روایت کی " طوبیٰ للغرباء - قلنا و ما الغرباء ؟ قال قوم صالحون قلیل فی ناس سوء کثیر - من یعصیهم اکثر ممن یطیعهم " یعنی فرمایا مبارکی ہے " غرباء " کیلئے ہم نے پوچھا " غرباء " کون ہیں ؟ کہا صالحین کی ایک جماعت برے لوگوں میں تھوڑے سے اچھے

اس حدیث میں " غربة " اور " غریب " کا لفظ آتا ہے جسکے معنی ہیں پردیسی اور بے خانہ و وطن کے مقصود یہ ہے کہ اسلام کی ابتدا ہجرة کی مصیبتوں اور مظلومیوں سے ہوئی تھی عروج و اقبال کے بعد پھر ویسا ہی زمانہ آنے والا ہے - اسوقت حق مغلوب ہوجائیگا لوگ قرآن و سنت کی راہ چھوڑ دینگے ظلم و فساد اور بدعات و منکرات کا ہر طرف دور دورہ ہوگا حق پر چلنے والے اور قرآن و سنت کی سچی اور خالص پیروی کرنے والے بوجہ قلت و بیچارگی کے ایسے ہو جائینگے ' جیسے پردیسی ' بے یار و مددگار مسافر سارا شہر خوشحالوں سے بھرا پڑا ہے - ہر شخص اپنے عیش کدۂ وطن میں آرام و راحت کے مزے لوٹ رہا ہے مگر اُس کیلئے نہ تو گھر ہے جہاں سر چھپائے نہ کوئی عزیز آشنا ہے جسے درد دل سنائے پرایا دیس اور پرائے لوگ نہ یہ اُنکی بولی جانے نہ وہ اِسکی زبان سمجھیں ، ایک ایک کا منہہ تکتا ہے اور جی ہی جی میں رو دھو کے چپ ہو رہتا ہے

کس زبان مرا نمی فہمد عزیزاں چہ التماس کنم ؟

ہر لحاظ سے غربت و بیکسی ہوگی ایک طرف تو یہ ہوگا کہ کفار کی بھیڑ ساری دنیا پر چھا جائیگی اُنکے مقابلے میں مسلمان پردیسیوں کی طرح اِکے دکے نظر آئینگے دوسری طرف خود مسلمانوں کے اندر سچے حق پرستوں اور دین الخالص کے پیروؤں کی تعداد بہت تھوڑی رہجائیگی گویا ایک پورے شہر میں باہر کے چند مسافر " قوم صالحون قلیل فی ناس سوء کثیر " غربة اولیٰ میں یہی حال غرباء اسلام کا تھا - پہلے حبش میں

یجد احدا" یعني اسپر تمھیں تعجب کیوں ہے؟ اگر تم زندہ رہے تو اپني آنکھوں سے دیکھلوگے - مسلمانوں کي دولت مندیوں کا یہ حال ہوگا کہ ایک شخص مٹھي بھر سونا لیکر نکلیگا کہ کسي مسکین کو دیدے مگر کوئی لینے والا نہ ملیگا - سب آسودہ حال ہوگئے - عدي کہتے ہیں - میں زندہ رہا اور پہلي بات آنکھوں سے دیکھلی " وکنت فی من افتح کنوز کسری " میں اُن لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے فتح ایران کے بعد کسری کا خزانہ کھولا - رہي دوسري بات - یعني قومي دولت کي اسقدر فراواني کہ مسلمانوں کي آبادیوں میں صدقہ لینے والا مسکین نہ ملے ' تو اگر تم زندہ رہے تو اُسے بھي دیکھلوگے - (رواہ البخاري) یہ تمام واقعات ہجرۃ سے پہلے کے ہیں - حرف بحرف سب پورے ہوے اورسننے والوں نے اپني آنکھوں سے دیکھہ لیا - وصلی اللہ علی الصادق المصدوق الذي لا یخبر عن شی الا ویأتي مثل فلق الصبح !

آج اس تذکرہ کي بقیہ فصول لکھنے کیلیے بیٹھا تو یکایک خیال ہوا - جس صادق و مصدوق نے اسلام کي پہلي غربت میں آنے والے اقبال و عروج کي یہ خبریں دي تھیں' اُسي کي زبان حق نے عین غلبۂ و ظہور کے وقت یہ بھي تو فرمادیا تھا " بدء (۱) الاسلام غریباً وسیعود کما بدء - فطوبیٰ للغرباء " - یعنی اسلام کي ابتدا بیکسي اور پردیسي کي مصیبتوں میں ہوئي - اور قریب ہے کہ پھر ویسي ہي حالت اسپر طاري ہو جاے - سو کیا ہي خوشي اور مبارکي ہے پردیسیوں کیلیے ! یہ مسلم کے الفاظ ہیں بروایت ابو ہریرہ - لیکن ترمذي میں بروایت عمرو بن عوف زیادہ تفصیل ہے " ان الدین بدء غریباً و سیعود غریباً کما بدء - فطوبیٰ للغرباء - و ہم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدي من سنتي " دین کي ابتدا غربت سے ہوئي اور قریب ہے کہ پھر اسی کی طرف پلٹ آئے - پس کیا ہی مبارکی

---

(۱) قال ملا علی القاري فی الازہار " بدا بلا ہمزۃ - ای ظہر " قال النواوی " ضبطناہ بالہمزۃ " وفی شرح الطیبی " قال صحح النسخہ بدء بالہمزہ من الابتداء "

انگ مٹي کے ٹوکرے اور گرتي ہوئي ديوار پر ايک اينٹ رکھديتے کے معاوضے میں اشرفیوں اور ہیروں کي قیمت مل رہي ہے - کیونکہ کام کرنے والے جتنے کم ہونگے ' اُتني ہي کام کي مزدوري بھي بڑھجائيگي حوالۂ سعادت لینے کیلئے کھل چکا اور شرف و مراتب کا دروازہ ہر رہرو کیلیے باز کرں ہے جو اُسکے حوالوں کو لوٹتا اور اُس دولت و کامراني سے مالا مال ہوتا ہے جسکے لیے ' نہیں معلوم اچھے وقتوں میں کیسے کیسے ارباب طلب بیقراریوں کے آنسو بہا چکے ہیں اور آرزوں سے بھري ہوئي دعائیں مانگ چکے ہیں ؟

فما لک و التـــردد حول نجد
و قد غصت تہامـــة بالـــرجال

فصل

حضرۃ امام احمد بن حنبل کے تذکرہ میں ضمناً اُن احادیث کا ذکر آچکا ہے جن میں ظہور و عروج اسلام کي خبر دي گئي تھي شاید کسي جگہہ نقل کرچکا ہوں " واللہ لیتمن ہذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لایخاف الا اللہ ولکنکم تستعجلون " خدا کي قسم ' دعوۃ اسلام کا جو کام شروع ہوا ہے ' وہ پورا ہوکر رہیگا یہانتک کہ صنعاء یمن سے حضرموت تک ایک سوار چلا جائیگا اور امن و اسلام کے سوا راہ میں کچھہ نہ پائیگا اسي طرح حدیث حضرت عدي بن حاتم "لتفتحن کنوز کسریٰ" مشہور ہے کہ عنقریب کسریٰ کے خزانے تمہارے لیے کھل جائیں

اُس صادق و مصدوق کي زبان حق سے حسرت یہ پیشین گوئي نکلي ' مسلمانوں کي بیکسي کا یہ حال تھا کہ خود اُنکے وطن کے دروازے بھي اُن پر بند تھے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا نام سنکر کسقدر حیران و متعجب ہوے ہونگے ؟ عدي بن حاتم ضبط نہ کرسکے حیران ہوکر پوچھا "کون کسریٰ ؟ کسریٰ بن ہرمز شہنشاہ ایران ؟ " فرمایا ہاں وہي اور کون ؟ "لئن طالت بک حیاۃ ' لترین الرجل یخرج ملء کفہ من ذہب یطلب من یقبلہ فلا

فصل

مقام " عزیمۃ دعوۃ " اور " احیاء و تجدید امت " کی نسبت یہ جو کچھہ بلا قصد زبان قلم پر آگیا ' تو اگرچہ اسکی تفصیل کا یہ موقعہ نہ تھا ' لیکن زیادہ تر یہ خیال باعث ہوا کہ شاید ان حالات و وقائع کا مطالعہ اصحاب صلاح و استعداد کے لیے کچھہ سودمند علم و عمل ہو ' اور بحکم " ان لم تبکوا فتباکوا " اور

فتشبھوا ان لم تکونوا مثلھم
ان التشبہ بالکرام کرام

کسی کے قلب بصیرۃ و دیدۂ اعتبار کو ان مجددین ملت اور مصلحین حق کے اتباع و تشبہ کی توفیق ملے - شاید کوئی مردکار اور صاحب عزم وقت کی پکار پر لبیک کہے اور زمانہ کی طلب و جستجو کا سراغ بنے - آج اگر کام ہے تو یہی کام ہے ' اور ڈھونڈھہ ہے تو صرف اسی کی - و ما ذلک علی اللہ بعزیز -

دادیم ترا زگنج مقصود نشان
گرما نرسیدیم تو شاید برسی

یہ حکایتیں اُن عہدوں کی تھیں جو موجودہ زمانہ کے مقابلہ میں گویا عہد اِقبال تھے - موجودہ وقت اور اُسکی تاریکیوں کو دیکھو ' اور پھر ہرطرف روشنی اور روشنی دکھلانے والوں کی نایابی پر ماتم کرو - خدمت گزاروں کی پکار اور ہر طرف مزدوروں کی ڈھونڈھہ ہے مگر مزدور کہیں نہیں ملتے - آج

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۹]

کی ہے اور آخر میں لکھا ہے " یہ وہ معارف ہیں جنکی طرف مرداً مرداً اشارات تو سب نے کیے ہیں مگر شاید بطریق قواعد و اصول و انضباط مبحث آور کہیں نہ پاؤگے " چونکہ کتاب کی ضخامت بہت بڑھتی جاتی ہے ' اسلیے مجبوراً ان فصلوں کو الگ کردیا - انشاء اللہ ایک مستقل رسالہ کی شکل میں عنقریب شائع کردیا جائیگا - (پبلیشر)

وانک عنـدي نا رمان ' و اللي — علی الرغم مني ان أری لک سددا
وما انا راض اللي و اطلي الثری — ولي همة لا برتضی الافق مقعدا
ولو علمت زهر النجـوم مکانتي — لخرت جميعاً نحـو وجهي سجدا
أری الخلق دوني اد أراني فوقهم — ذکاء و علمـاً و اعتـلاء و سؤددا
و اني إالي ان نراني ماعـداً — و اني أری کل البـرية مقعدا
ولو مد لعری حادث الـدهر کفه — لحدثت نفسي ان أمد له يدا

ستاروں سے تمام فضاء سماوی بھری پڑی ہے لیکن نمدار ستارے ہمیشہ طلوع نہیں ہوتے یہی حال اصحاب عزائم کا بھی ہے - وہ کائنات ہستی کا ایک بالکل الگ گوشہ ہے اور وہاں کے احکام و قوانین کو دنیا کے اعمال عادیہ پر قیاس کرنا غلطی ہے انکی قوتیں الٰہی ' انکے وسائل غیر مختتم ' انکی ترقیاں لا زوال ' اور انکے تمام طریقے غیر منقسم ہوتے ہیں الله کی حکمت و ربوبیت انکو تمام خلق الله میں سے چن لیتی اور بحکم " والله يختص برحمته من يشاء " اپنی رحمتوں اور ربوبیتوں کے عجائب و خوارق انکے لیے مخصوص کردیتی ہے پھر انکے معاملات میں نہ تو کسی دوسرے کا ساجھا ہوتا ہے ' نہ کسی مدعی کی وہاں تک رسائی - اولئک قوم لما دعوا اجيبوا ' ولما احيبوا احبوا ' ولما احبوا اخلصوا ' ولما اخلصوا استخلصوا ' صدقت منهم الضمائر ' نصعت منهم السرائر ' و صاروا صفوة الله في ارضه ' ففاضت عليهم انواره ' و امتلأت قلوبهم من اسراره

الا ان وادي الجـزع اضحی ترابه — من المسـک کافورا و اعواده رندا
وما ذاک الا ' ان هندا عشية — تمشت ' وجرت في جوانبه بردا !

فلا تجهد نفسک في کشف مراتبهم ' و درک حقائقهم ' حتی تتصل منهم بسبب ' و تمسک من هديهم بطرف ' فلسان حالهم ينشدک

وکم سائل عن سر ليلی رددته — بعمياء من ليلی بغير يقين
يقولون خبرنا فانت امينهـم — وما انا ان خبرتهم بامين (۱)

---

(۱) اسکے بعد طویل طویل چار فصلیں ہیں جن میں مقام مجددیۃ و عزیمۃ دعوۃ کے تمام خصائص و آثار اور علائم و نتائج پر ایک اصولی بحث

نه هر که طرف کله کج نهاد و تند نشست
کلاه داري و آئين سروري داند

بزدل لوگوں کا عذر یہ ہوتا ہے کہ وقت ساتھ نہیں دیتا اور سرو سامان و اسباب کار فراہم نہیں - لیکن ہمت کا عازم و دائم اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وقت ساتھ نہیں دیتا تو میں اسکو ساتھ لونگا - اگر سروسامان نہیں تو اپنے ہاتھوں سے طیار کرلونگا - اگر زمین موافق نہیں تو آسمان کو اترنا چاہیے - اگر آدمی نہیں ملتے تو فرشتوں کو ساتھہ دینا چاہیے - اگر انسانوں کی زبانیں گونگی ہوگئی ہیں تو پتھروں کو چیخنا چاہیے - اگر ساتھہ چلنے والے نہیں تو کیا مضائقہ ؟ درختوں کو دوڑنا چاہیے - اگر دشمن بے شمار ہیں تو آسمان کی مچھلیوں کی بھی کوئی گنتی نہیں - اگر رکاوٹیں اور مشکلیں بہت ہیں تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہوگیا کہ راہ صاف نہیں کرتے ؟ وہ زمانہ کا مخلوق نہیں ہوتا کہ زمانہ اس سے اپنی چاکری کرائے - وہ وقت کا خالق اور عہد کا بنانے والا ہوتا ہے ، اور زمانہ کے حکموں پر نہیں چلتا ، بلکہ زمانہ آتا ہے تا اسکی جنبش لب کا انتظار کرے - وہ دنیا پر اسلیے نظر نہیں ڈالتا کہ کیا کیا ہے جس سے دامن بھرلوں ؟ وہ یہ دیکھنے کیلیے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے جسکو پورا کردوں - اسکا مایۂ خمیر بخشش و نوال ہے - طلب و سوال نہیں - اسکی نظریں طاق کی بلندی نہیں ناپتیں - ہمیشہ اپنے ہاتھہ کی رسائی اور قد کی بلندی دیکھتی رہتی ہیں - اسکا فغان عجز و نا امیدی یہ نہیں ہوتا ،

کمند کوته ، و بازوے سست ، بام بلند ،
نه من حوالهٔ ، و نومیدیم گنه گیرند !

بلکہ ہمیشہ اس نشید کامرانی و رجزیۂ ملوکی سے غلغلہ انداز عالم و عالمیان ہوتا ہے - کما قال القاضي السعيد بن سناء الملک - رحمة الله عليه .

ہے ؟ خود اسی خاندان عالی میں کیسے کیسے اکابر و اساتذۂ علم و عمل موجود تھے ؟ حضرۃ شاہ عبد العزیز کے درس و تدریس کی بادشاہت سمرقند و بخارا اور مصر و شام تک پھیلی ہوئی تھی شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین علم و عمل کے آفتاب تھے خاندان سے باہر اگر آنکے تربیت یافتوں کو دیکھا جائے تو کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں آنکا متصل علم کام کہ کر رہا ہو- با ایں ہمہ یہ کیا معاملہ ہے کہ وہ جو وقت کا ایک سب سے بڑا کام تھا ' اسکے لیے کسی کے قدم کو جنبش نہ ہوئی - سب دوسرے دوسرے کاموں میں رہگئے یا حجروں کا کام یا مدرسوں کا لیکن میدان والا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا ؟ وہ گویا ایک خاص تہذیب تھا جو صرف ایک ہی جسم کیلیے تھا اور ایک ہی پر چست آیا پس اسکے لیے خلعت عظمت اور تشریف قبول کا لدھے تہ ڈالے منتظر کھڑی تھی زمانہ اپنے سارے سامانوں کے ساتھہ کب سے آسکی راہ تک رہا تھا امید واروں پر امیدوار یکے بعد دیگرے گذرتے رہے مگر آسکا مستحق کوئی نہ نکلا

بار عـم او عرض بہر کس کـہ نمودم
علجز شد و ایں قرعہ بنامم بسر افتاد !

تو یہ وہی حقیقت ہے جو کتنی دیر سے تمہارے ذہن نشین کر رہا ہوں - یعنی اس وادی کا مرد کار ہر صاحب علم و عمل نہیں ہو سکتا

مرد ایں رہ را نشانے دیگرست !

استادی و شاگردی ' نو عمری و کہولۃ ' خانقاہوں کی دھوم دھام ' اور درسوں کا ہنگامہ ' یہ ساری باتیں یہاں کے لیے بیکار ہیں ان سارے عہدوں میں دیکھو باعتبار علم و عمل ایک سے ایک بڑھ چڑھکر موجود تھا ' اور بعذر طاقت دعوۃ و تذکیر و ارشاد حلق میں ساعی باہم دعوۃ دوسری چیز ہے اور عزیمۃ دعوۃ کا مقام دوسرا ہے اسکی ہمت کسی میں نہ تھی - گروہوں کا محاصرہ کرلینا آسان ہے مگر قلعوں اور ملکوں کی تسخیر کی دھن دوسری ہے ایک شخص کتنا ہی بڑا امیر الامراء ہو ' لیکن تہرا تو ہے بادشاہوں کا عزم اور محل شاہی میں پلے ہوؤں کا دماغ کہاں لا سکتا ہے ؟

جو کچھ ہوا ' تجدید و تدوین علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا - اس سے آگے نہ بڑھ سکا - قوۃً عمل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مرد میدان کا منتظر تھا - اور معلوم ہے کہ توفیق الہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامۂ و مجدد شہید رضی اللہ عنہ کیلیے مخصوص کردیا تھا - خود حضرۃ شاہ صاحب کا بھی اسمیں حصہ نہ تھا :

میخواست رستخیز ز عالم برآورد
آں باغباں کہ تربیت ایں نہال کرد !

اگر خود شاہ صاحب بھی اسوقت ہوتے تو انھی کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے - حضرۃ پیر انصاری کا قول یاد رہے " من مرید خرقانی ام لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود ' با وجود پیریش مریدی می کردم " شاہ صاحب نے مزاج وقت کے عدم تحمل و استعداد سے مجبور ہوکر بحکم :

نہ رمز نکتہ ادا می کنم کہ خلوتیاں
سر سبو بکشادند و در فرو بستند !

دعوۃ و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دھلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کردیے تھے ' اب اس سلطان وقت و اسکندر عزم کی بدولت شاہجہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر انکا ھنگامہ مچ گیا ' اور ھندوستان کے کناروں سے بھی گزرکر نہیں معلوم کہاں کہانتک چرچے اور افسانے پھیل گئے - جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی ' وہ اب برسر بازار کہی جا رہی اور ہو رہی تھیں - اور خون شہادت کے چھینٹے حرف و حکایات کو نقوش و سواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کررہے تھے :

آخر تو لائینگے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

پھر کیا اسوقت ھندوستان علم و عمل سے خالی ہوگیا تھا ؟ یا حق پر چلنے والے اور حق کا درد رکھنے والے معدوم ہوگئے تھے ؟ کون ہے جو ایسا کہہ سکتا

معتلک و الثاداد لک ' فالسماء لیس علی من عاداک سماء والیست الرض علیه بارض فاهل السرق والعرب کلهم رعیتک و انت سلطانهم علموا او لم یعلموا - فان علموا ' فازوا ' و ان جهلوا ' حاروا " ایک اور تفہیم میں لکھتے ہیں " و من نعم الله علی و لا فخر ' ان جعلنی ناطق هذه الدورة و حکیمها ' و قالد هذه الطبقة و زعیمها ملقاق علی لسانی ' و نفث فی نفسی - فان نطقت باذکار القوم و اشغالهم ' نطقت بجوامعها - و ان تکلمت علی نسب القوم فیما بینهم و بین ربهم ' رویت لی مناکدها و نصت علی جوامع خطامها و ان حطت باسرار اللطائف و عوامض الحقائق ' تعرمت قاموسها ' و تلمست ناموسها ' و قبضت علی جلابیبها و اخذت بتلابیبها - و ان تحدثت عن علم الشرائع و النبوات ' فانا لست عریقها ' و حافظ حریقها ' و وارث خزائنها ' و ناحث معاقدها اتکلم بعجائب لا تحصی ' و غرائب لا اکتنافها ترجی شعر وکم لله من لطف خفی یدق خفاءه عن فهم الذکی " ایک اور موقعہ پر کہتے ہیں " لما تمت بی دورة الحکمة ' البسنی الله تعالی خلعت المجددیة ' فعلمت علم الجمع بین المختلفات الخ " اس باب میں انکے اشارات بے شمار ہیں علی الخصوص تفہیمات میں کہ متعدد رسائل و مقالات اسی مقام کی شرح و تحقیق میں لکھے ہیں' اور اُن سب کے آخر میں ذوق باطن کے التہاب و اضطراب سے بیخود ہوکر اپنے معاملات کی طرف بھی اشارہ کر جاتے ہیں گویا ابو العلاء معری کا یہ شعر جا بجا لکے لکے پیرایوں میں انکی زبان مترنم اور کلک تحدیث تک آ آکر رہجاتا ہے

و انی ' و ان کنت الاخیر زمانه
لآت بما لم تستطعه الاوائل !

اور پھر چند قدم اور آگے بڑھو مقام عزیمة دعوة کی کیسی کامل اور آشکارا مثال سامنے آتی ہے ساری مثالوں سے آنکھیں بند کرلو صرف یہی ایک مثال زیر بحث حقیقت کے فہم و کشف کیلئے کافی ہے - حضرة شاہ ولی الله کا مقام ہر رنگ میں کسدرجہ جامع و کامل ہے ؟ با ایں ہمہ پہلی

پھر بارھویں صدي کا ایک عظیم ترین ظہور علوم و معارف دیکھو۔ زمین بنجر ھو چلي تھی ' پھر بھي کھیتوں کي سبزي اور حمدوں کي لالي سے کوئي گوشه بالکل خالي نه تھا - تیرھویں صدي کے تمام کاروبار علم و طریقت کے اکابر و اساتذہ اسي صدي میں سر براوردہ ھوے - بعض بڑے بڑے سلاسل درس و تدریس کي بنیادیں اسي میں استوار ھوئیں - جیسے خاندان مشہور فرنگي محل - اور ھندوستان سے باھر بلاد عربیه ؤ عثمانیه میں اکثر مشاھیر علم و ارشاد ' جیسے شیخ ابراھیم کوراني ' محمد بن احمد سفاریني النجدي ' سید عبد القادر کوکباني ' شیخ عمر فاسي تیونسي ' شیخ سالم بصري ' امیر محمد بن اسماعیل یماني ' شیخ عبد الخالق زبیدي ' علامۂ فلاني صاحب ایقاظ ' شیخ محمد حیات سندھي المدني وغیرھم که شاھراہ عام سے اپني راہ الگ رکھتے تھے اور حقیقت مستورہ کے شناسا و حق آگاہ تھے - با ایں ھمه معلوم ھے که وہ جو دورۂ آخر کے " فاتح " اور سلطان عصر ھونے کا مقام تھا اور قطبیت وقت کا ' وہ صرف حجۃ الاسلام شاہ ولي الله (رضي الله عنه) ھی کیلیے تھا - اور لوگ بھي بیکار نه رھے - کام کرتے رھے - مگر جو کام یہاں انجام پایا وہ صرف یہیں کیلیے تھا :

فیضي احسنت ازیں عشق که دوراں امروز
گرم دارد ز تو ھنگامۂ رسوائي را !

تفہیمات میں اس معامله کے معارف لکھتے ھوے کہیں تو اپني طرف بیگانه وار اشارہ کر جاتے ھیں - کہیں کہیں جوش قلبي کي بے اختیاریوں میں صاف صاف بھی لکھ گئے ھیں - اپنے ترجمه میں لکھتے ھیں " نعمت عظمی برین ضعیف آنست که او را خلعت فاتحیۃ دادند ' و فتح دورۂ بارپسین بر دست وے کردند " تفہیمات میں لکھتے ھیں " به سرم در دادند که این حقیقت بمردم برساں - امروز وقت تست ' و زمان زمان تو - واے برکسے که زیر لواے تو نه باشد " ایک اور تفہیم میں یه کیفیت زیادہ سر مستی کے ساتھه کھلی ھے " فہمنی ربی انا جعلناک امام ھذہ الطریقه ' و سددنا طرق الوصول الی حقیقة القرب کلھا الیوم غیر طریقة واحدۃ ' و ھو

بستا۔ کوئی شہر و قریہ نہ تھا کہ خانقاہوں اور مدرسوں سے خالی ہو۔ علماء میں شیخ وجیہہ گجراتی، شیخ علی متقی، شیخ جلال تھانیسری، ملا محمود جونپوری، مولانا یعقوب کشمیری، ملا قطب الدین سہالوی، شیخ عبد الحق محدث، ملا عبد الحکیم سیالکوٹی، مولانا الہداد جونپوری وغیرہم، اپنے وقتوں کے مالک اور علم و تعلم کے پادشاہ تھے۔ با ایں ہمہ درس کے گوشوں اور کاموں میں وقت بسر کرگئے۔ اس راہ میں تو ایک قدم بھی نہ اٹھ سکا۔ شیخ عبد الحق محدث (رح) کو تو حضرۃ مجدد کے بارے میں سخت لغزش بھی ہوئی۔ اگرچہ آخر عمر کے اعتراف و رجوع نے تلافی کردی۔ اصحاب طریقت میں حضرۃ خواجہ باقی باللہ جیسے عارف کامل خود دہلی میں بعہد اکبری مقیم رہے۔ لیکن وہ خود کہتے تھے کہ میں چراغ نہیں ہوں۔ چقماق ہوں۔ آگ نکالدونگا۔ چراغ شیخ احمد سرہندی ہے۔ جو حالت اسوقت نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام کابل و ترکستان و خراسان کی ہو رہی تھی، ان سب کے سامنے تھی۔ سب استرآہ و فغاں بھی کرتے ہیں، مگر اس سے آگے معاملہ نہیں بڑھتا۔ ہندوستان میں سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ تمام عوام و خواص پر تصوف کا رنگ غالب تھا بحدیکہ اسکے سوا علماً و عملاً کوئی بات مقبول نہیں۔ لیکن تصوف صالح کا جوہر پاک جہل و بدعۃ کی آمیزش سے یکسر مکدر ہوچکا تھا۔ بلکہ ایک طرح کی اباحۃ و مطلق العنانی تھی جسکو طریق باطن و اسرار سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ ملک کا ملک شریعت و علوم شریعت سے بیگانۂ محض اور اصل حقیقت تک قلم معدوم۔ صرف خانقاہوں اور سجادہ نشینی کے سلسلوں کے جال میں پوری اقلیم جکڑ بند تھی۔ دوسری طرف عہد اکبری کی بدعات تخت و تاج حکومت کے زور سے ہر طرف پھیل چکی تھیں، اور علماء سوء و مشائخ دنیا پرست خود انکے احداث و اشاعۃ کے نقیب تھے۔ کون تھا کہ اسوقت امن و عافیت کے مدرسوں اور سلطانی و فرمانروائی کی خانقاہوں سے نکلتا اور دعوۃ و اصلاح کی امتحان گاہوں میں قدم رکھتا ؟ اور پھر نصرۃ الہی کے لشکروں اور نفوذ باطنی کے سامانوں سے ایسا مسلح ہوتا کہ نہ شہنشاہ ہند کا تاج و تخت

موجود ہے بدایونی و طبقات اور روضۃ العلماء و اخبار الصفار (تذکرۂ دیکھو) تو معلوم ہوتا ہے - ہندوستان میں بجز عالموں اور شعروں کے اور کوئی نہیں

(بعد لوح صفحہ ۲۴)

سکتی ہیں - عام طور پر شہرت و غلغلہ صرف ایک ہی معاملہ کا ہوجاتا ہے - شاہ صاحب تفہیمات میں لکھتے ہیں " وکذالک امر المجددین و الاوصیاء فان صورۃ التجدید و تاویل الشریعۃ یکون مختلفاً باختلاف الزمان والمکان "

یہ حالت اکثروں کو پیش آئی ہے بہر حال خیال ہوا کہ حضرۃ ممدوح کی سیرۃ کا لکھنا بھی ضروری ہے اس بارے میں تمام مواد ذہن میں موجود تھا حاجت مطالعۂ و مراجعۃ کی نہ تھی اسلیے پچھلے ہفتے اسطرف توجہ ہوئی اور آج ۱۳ اگست سنہ ۱۹۱۹ کو پورے ایک ہفتہ میں اتمام کو پہنچی والحمد للہ علی ذالک شمار کیا تو متوسط تقطیع کے ۱۷۳ صفحے ہوئے چونکہ اس تذکرہ کی تسوید کے محرک و باعث مرزا فضل الدین احمد صاحب سے وعدہ تھا کہ تذکرہ کی ضمن میں جو کچھہ لکھا جائیگا ' انہی کے سپرد ہوگا ' اسلیے یہ بھی انہی کے حوالے کرتا ہوں - خواہ چھپ جائے خواہ پڑا رہے ع حالیا رفتم و تخمے کاشتم ۔ سیرۃ حضرۃ مجدد لکھتے ہوئے کچھہ عجیب انشراح خاطر اور انبساط طبع بہم پہنچا جسکی کیفیت حد بیان سے باہر ہے ' اور نہ یقیناً اس ارادۃ و نسبت کا نتیجہ ہے جو حضرۃ ممدوح سے اس عاجز اور اس عاجز کے خاندان کے تمام اکابر کو نسلاً بعد نسل حاصل رہی رہے

وما ذاک الا ان ہذا عشیۃ نمست وجرت بی جوالدہ بردا ا

حتی کہ اسکو اپنے خمیر طینت میں ممزوج پاتا ہوں ' اور آسوقت بے تر سر نمود و ظہور دیکھتا ہوں کہ " قبل ان اعرف الھوی "

فصادف قلبا خالیاً فتمکنا ا

یہی نسبت و ارادت کی ایک دولت ہے جو شاید ہم بے مایگاں کار اور تہی دستاں راہ کیلیے توشۂ آخرت اور وسیلۂ سعادت ثابت ہو اگر اسکے دامن تک ہاتھہ نہ پہنچ سکا تو اسکے دوستوں کا دامن تو تکو سکتے ہیں ؟ اللہ اس راہ میں ثبات و استقامت روزی فرمائے اور اسکے دوستوں کی محبت و ارادت سے ہمارے قلوب ہمیشہ معمور و آباد رہیں اللھم ارزقنا حبک ' و حب من یحبک ' والعمل الذی یبلغنا حبک ' واجعل حبک احب الینا من انفسنا واھلنا ومن الماء البارد ا

متفرق مثالیں تو دور کی تھیں - خود ہندوستان ہی کی تاریخ دیکھہ لو- ہمیشہ ایساہی معاملہ نظر آئیگا - شہنشاہ اکبر کے عہد کے اختتام اور عہد جہانگیری کے اوائل میں کیا ہندوستان علماء و مشائخ حق سے بالکل خالی ہوگیا تھا ؟ کیسے کیسے اکابر موجود تھے ؟ لیکن مفاسد وقت کی اصلاح و تجدید کا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا - صرف حضرۃ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود گرامی ہی تن تنہا اس کار و بار کا کفیل ہوا (۱) معلوم ہے کہ اس عہد میں بڑے بڑے علماء و اصحاب خانقاہ

---

(۱) ان سطور کے لکھتے ہوے خیال آیا کہ حضرۃ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا وجود گرامی بھی منجملہ ان اکابر امت کے ہے جنکی تعظیم و توقیر تو حسن اعتقاد کی بنا پر بہت کی جاتی ہے' لیکن انکی زندگی کے اصلی کارناموں پر پردے پڑگئے ہیں - بڑے بڑے معتقدین تک کو خبر نہیں - عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ انکی تجدید محض رد بدعات جہال صوفیہ' و تحقیق بعض معارف تصوف' و اعلان و اشتہار توحید شہودی میں منحصر ہے - حالانکہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے - خود انکی زندگی میں بھی بہت کم لوگوں کی وہاں تک رسائی ہوئی تھی - اسی لیے بار بار اپنے مکتوبات میں یہ شعر لکھتے ہیں اور ابناء عصر کی کوتاہ فہمیوں پر فغاں سنج ہیں :

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
هم قصۂ عجیب و حدیث غریب هست

اصل یہ ہے کہ مجددین امت کا ظہور بھی معاملات نبوۃ کے ماتحت ہے - جسطرح انبیاء کرام کی تعلیم و دعوۃ ہمیشہ اسی رنگ میں جلوہ افروز ہوتی ہے جسکا انکے عہد میں غلبہ ہو - اسی طرح مجددین امت کا ظہور بھی ہمیشہ اپنے رنگ روپ میں وقت کے مقتضاء و داعیہ کے مطابق ہوتا ہے - کبھی امراء و سلاطین میں سے ظہور ہوتا ہے' کبھی علماء و اصحاب درس و تدریس میں سے' کبھی اصحاب سلوک و طریقت میں سے' اور یہ تنوع اسلیے ہوتا ہے کہ ان وقتوں کے حالات انہی بھیسوں کے مقتضی ہوے ہیں - اور چونکہ غلبہ وقت کے رنگ کا ہوتا ہے' اسلیے اور تمام رنگتیں اسکی چمک دمک کے سامنے دھیمی پڑ جاتی ہیں - صرف باریک بین نگاہیں ہی دیکھہ

طاق کي جگهه کوڑے کرکٹ کي ٹوکري هي میں کیوں نہ ڈالدو لیکن اُسکي خوشبو ضرور پهیلیگي مور نے کہا میرا جسم میرے ساتهه هے - باغ وبہار کا محتاج نہیں - جہاں کہیں پروں کو کهولدونگا ایک بقعۂ چمن کهل جائیگا - یہي حال مومن کامل اور صاحب علم وعمل حق کا هے - وہ کسي زمان ومکان کا محتاج نہیں - جہاں کہیں بهي جائیگا روشني پهیلائیگا ' اور جس جگهه سے گزریگا ' هوا کي عطر بیزیاں بتلا دینگي کہ کوئي گزرنے والا یہاں سے گزرا هے

ابهي اس راہ سے گـــزرا هے کوئي

کہے دیتي هے شوخي نقش پا کي

امام اس نسخہ کے تذکرہ میں بوجہ ضمني مباحث کے بہت طول هوگیا - تا ایں همہ مختصر لکها گیا ' اُس سے کہیں دہ چند قابل ذکر امور چهوڑ دیے گئے حافظ ذهبي کو بهي ایسي هي صورت پیش آئي تهي - جن لفظوں پر انہوں نے اُنکا ذکر ختم کیا تها ' میں بهي کرونگا " ومن خالطه وعرفه ' قد ینسبني الی التقصیر معه - ومن نابذه وخالفه ' قد ینسبني الی التغالی فیه " قاله في المعجم یعنيَ جو لوگ امام ابن تیمیہ کے مقامات ومراتب کے جاننے والے هیں ' وہ مجهپر الزام دینگے کہ جسقدر مدح وتوصیف کرنی تهي نہ کی ' اور جو بے خبر اور مخالف هیں ' وہ میرے بیان کو غلو ومبالغہ قرار دینگے - انتهی ملخصا

واذا لم تر الهلال ' فسلـــم لاُنـــاس راوه بالابصـــار

فصل

مقصود اصلي اس تذکرہ سے یہ تها کہ " دعوة " کا مقام دوسرا هے اور " عزیمۃ دعوة " کا دوسرا ضرور نہیں کہ هر زمانہ کی یہاں تک رسائي هو عهد ظہور دعوة میں هزاروں اصحاب علم وکمال موجود هوتے هیں مگر دروازہ کا کهولنے والا صرف مجدد العصر هي هوتا هے ' اور اُسکے ظہور کیلیے ضروري نہیں کہ عامۂ اصحاب علم وحق نکلي معدوم هوگئے هوں یہ حقیقت

اُنکي زندگي کے حالات امام ذهبي کي زباني سنو تو معلوم هو که دل کي جگهه سيماب اور همت و عزم کي جگهه ايک پهاڑ تها - دل کی بيقراريوں نے کبهي چين سے بيٹهنے نه ديا - مگر همت کي کوه وقاري نے جهاں جمايا' بغير فتح و نصرة کے منهه نه موڑا - ساتهه هي علوم و عقائد کي تجديد و اصلاح کا عظيم الشان کام بهي اس اهتمام سے انجام ديا که بڑي بڑي جماعتوں سے بهي انصرام نه پاتا - سب سے بڑهکر يه که دين حق و توحيد کي وحدة ' اصل ملت کے هر حال و هر شکل ميں ايک هونے' خير القرون کے علم و عمل کي از سرنو تجديد ' دين الخالص اور سنة خالصه و محضه کے اعتصام ' اور تمام تفرقوں اور فرقه بنديوں اور بدعتي راهوں کے خلاف قولاً و عملاً دعوة اولی کي صدا اس قوت و نفوذ کے ساتهه بلند کي که وقت کا کوئي شور و غوغا اسپر غالب نه آسکا اور گو هميشه دبانے کي بڑي بڑي قاهر و جابر کوششيں کی گئيں ' مگر اسکي گونج رہ رهکر اُٹهتي ' اور دب دب کر اُبهرتي رهي - حتی که آج بهي اگر مختلف گوشوں سے صدائيں اُٹهه رهي هيں ' تو وه بهي اُسي گرج کي بازگشت هے - متنبي نے کيا خوب کها هے .

وما الدهر الا من رواة قصائدي

اذا قلت شعراً ' اصبح الدهر منشدا

دشمنان حق کے پاس سب سے بڑا آلۂ تعذيب قيد خانوں کي کوٹهرياں هيں' مگر يه چيز بهي انکي عزيمۂ دعوة کے مقابله ميں بيکار تهي - مصر ميں جب قيد کيے گئے تو تصنيف و تاليف ميں مشغول رهے - جب قلم دوات بهي چهين لی گئي تو قيد خانے کے اندر قيديوں پر نظر ڈالي - اُن کا بڑا حصه ڈاکوؤں رهزنوں اور قاتلوں کا تها ليکن چند دنوں کے اندر انکو شيطان سے فرشته بناديا - علم و عمل کي جو برکتيں خانقاهوں اور مدرسوں کو نصيب نه تهيں' وه جيل خانے کے اندر هر طرف نظر آنے لگيں - صاحب کواکب لکهتے هيں " حتی صارا المحبس بالاشتغال بالعلم والدين خيراً من کثير من الزوايا والربط والخوانق والمدارس " يه معنی هيں ايمان کامل اور مقام عزيمة علم و عمل کے - چراغ جهاں کهيں رکها جائيگا ' اُجالا هوجائيگا ' اور پهولوں کا گلدسته

زیادہ سخت و مہلک زمانہ تھا' اور ایک انقلابی درجہ تھا کہ اصلاح کی تمام پچھلی قوتیں ختم ہوچکی تھیں' اور فساد کے تمام تخم ایلدہ کیلیے پھل پھول رہے تھے - وقت نہ تو بڑے بڑے مدرسوں کا طالب تھا نہ بڑی بڑی خانقاہوں کا' بلکہ صرف ایک ایسی زبان و قدم کیلیے تشنۂ و بیقرار تھا جسمیں " عزم " ہو اور عازمانہ دعوۃ و امامت سیکڑوں ہزاروں اعاظم وقت میں سے کسی کو بھی یہ منصب نہ ملا صرف امام ابن تیمیہ ھی تھے جو زمانے کو پلٹ دینے اور ملکوں اور جماعتوں کو بدل دینے کیلیے اٹھے' اور ایک ھی وقت و زندگی میں وقت کی ھر طلب و سوال کا جواب دیا - تاتاریوں کے مقابلے میں حفظ ملت و بلاد کی ایک نئی زندگی تمام بلاد مصر و شام میں پیدا کردی علم ھی میں نہیں' بلکہ میدان جہاد و قتال میں بھی انکا گھوڑا سب سے آگے رہتا تھا ذھبی نے کہا " اما شجاعتہ فبہا تضرب الامثال و بتشبہ اکابر الابطال - حتی کانہ لیث حرب " ایک مدت کے قتل و غارت نے تمام ملک کو جرأت و ھمت سے کورا کردیا تھا بے غیرتی و بزدلی سے سب کے دل مردہ ہوگئے تھے مگر اب وھی آبادیاں تھیں جو خود ملرلوں آگے بڑھکر تاتاریوں کا مقابلہ کرتیں اور سورج کی روشنی سے زیادہ اس حقیقت پر ایمان رکھتیں کہ مسلمان اگر مسلمان ہو تو اسکو کوئی طاقت مغلوب نہیں کرسکتی (۱)

---

(۱) یہی وجہ ھے کہ بالاخر وہ بھی اس بلاء سے دوچار ھوے جو اکثروں کو امرِ حکم میں پیش آیا ھے یعنی سیاسی دعوۃ اور سلطنت و امامت کبری کی بدگمانی علماء سوء کو انکی مخالفت میں بڑی کامیابی اسی لیے ہوئی کہ بولنسکل خطرہ دکھلاکر اور تمام ملک میں انکے حاکمانہ و شاہانہ اقتدار کو دلائل میں پیش کرکے حکام وقت کو بھی مخالف بنادیا حافظ ابن حجر درر میں لکھتے ھیں " و نسبہ قوم الی انہ یسعی للامامۃ الکبری فانہ کان یلھج بذکر ابن تومرت و نظرایہ ' فکان ذلک موکدا لطول سجنہ " اور ابن کثیر لکھتے ھیں " و من جملۃ اسباب حبسہ حرصہم انہ ربما تدعی و تطلب الامارۃ ملقی اعداؤہ علیہ طریقا من ذلک وحسنوا لا مراۃ حبسہ لسد تلک المسالک '

نات امتیاز مسدود ' اُن سب کا شیوع اور جماؤ اسی زمانے میں ہوا - تعلیم و تعلم کے تمام مجتہدانہ قوتیں ختم ہوچکی تھیں - اب صرف پچھلے ذخیرہ کی مزید آرائش و تزئین میں ہمتیں مصروف تھیں - اسی چیز نے متون و شروح اور تلخیص و تعلیق و عدہ کے طریقہ کو رواج دیا جو بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ اسکے سوا اور تمام راہیں نظر و فکر کی بند ہوگئیں - مذہبی عہدوں کا ذریعہ صرف فروع فقہ کا علم تھا ' اسلیے علوم دینیہ میں سے صرف اسی پر قناعت کرلی گئی - رفتہ رفتہ علوم اصلیۂ قرآن و حدیث متروک و مہجور ہوگئے - یہ بات پہلے سے ہوچکی تھی - (جیسا کہ امام غزالی وغیرہ نے لکھا ہے) لیکن اب بحد غایت پہنچ گئی - عملیات میں اہل کتاب اور عجمی اقوام کے اختلاط و امتزاج کا معاملہ آخری حد تک پہنچ چکا تھا - اسلیے بدعات و رسوم کا فتنہ بھی اپنی پوری قوت اور احاطہ تک پہنچ گیا اور بڑے بڑے علماء کی نظریں اُسکے نفوذ و احاطہ کے اندر گم ہوگئیں - ایک بڑی مصیبت جو مسلمانوں پر نازل ہوئی ' تصوف کے علم و عمل کا تنزل اور جہل و فسق کی کثافتوں سے اس جوہر پاک کا امتزاج ' اور اہل صلاح و طہارۃ کی جگہ خانقاہوں اور صومعوں کے عماروں کی حکومت کا قائم ہوجانا ہے - یہ چیز اُس عہد میں پوری طرح نشوؤنما پاچکی تھی - علی الخصوص دیار مصر و شام میں کہ بقیۃ السیف مسلمانوں کا ماء من و ملجاء تھے ' صرف رسمی خانقاہوں اور خرقہ پوشوں کی شہنشاہی تھی - خود ملوک و سلاطین بھی اُنہی کے معتقد تھے اور حکومت کے زور سے انکی بدعتیں پھیلاتے تھے - جس گروہ کے قبضہ میں وقت کا پادشاہ اور عوام کا غول ہو ' اُسکا مقابلہ کون کرسکتا ہے ؟ ملک بیبرس جاشنیگر جسکے عہد میں نہ صرف ابن تیمیہ بلکہ تمام آئمۂ عہد مثلاً امام ابن دقیق العید و حافظ مزی و علم الدین برزالی و غیرہم مبتلاے محن ہوے ' شیخ نصر المنبجی صاحب خانقاہ دمشق کا حلقہ بگوش معتقد تھا - اُسی نے بیبرس کو ابن تیمیہ کے خلاف بھڑکایا تھا - غرضکہ ملت و شریعت کی سیزدہ صد سالہ زندگی میں جو سخت سے سخت انقلابی زمانے گزر چکے ہیں ' اُن سب سے

تہ تیغ کردیئے جانے اور جلا وطنیوں کی مصیبت تک پہنچا کر چھوڑا
عوام کا فتنہ اسی زمانے میں اس درجہ تک پہنچا جہاں آج نظر آرہا ہے -
شریعت کے اعتقاد و عمل کی ساری بادشاہی انہی کے ہاتھ ہے - جو
بات چاہیں علماء سے کہلوا دیں ' اور جس بات کو اپنے ہوائے نفس کے
خلاف پائیں ' امیر اسقدر ہنگامہ مخالفت کہ پھر کسی کو زبان کھولنے
کی مجال باقی نہ رہے - (۱) علم و عمل کی وہ ساری بدعتیں
جو آج مسلمانوں کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہیں ' حتی کہ

---

(۱) اس عہد کے ان حالات کیلیے حافظ ذہبی کی تاریخیں اور درر کامنہ
ابن حجر اور ضوء اللامع سخاوی کا مطالعہ کافی ہے - کتنے ہی اکابر
علم و عمل ہیں جنکی زندگیوں کا خاتمہ یا تو قید خانے میں ہوا یا جلاد
کی تلوار کے نیچے - انکا جرم صرف یہ تھا کہ کسی ایک مسئلہ میں عوام
کے معتقدات و اعمال کے خلاف قدم اٹھایا تھا - اس عہد میں ایک خاص
قابل ذکر بات یہ بھی نظر آتی ہے کہ گو فقہاء مذاہب اربعہ میں باہم
نہایت سخت تعصب تھا ' لیکن جب کبھی کسی مصلح حق کے خلاف
شورش پیدا ہوتی ' تو تمام فقہاء شافعیہ و حنفیہ اسکا معاملہ قاضی
مالکی ہی کے سامنے پیش کراتے - اس موقعہ پر باہمی تعصب باقی
نہ رہتا - سبب اسکا یہ تھا کہ مالکیہ کے مذہب میں تعزیر کا دائرہ بہت
وسیع ہے - حبس و تشہیر کے علاوہ قتل بھی کیا جاسکتا ہے - پس قاضی
مالکی سے فتوی لیا جاتا تاکہ انتہائی سزا دلائی جاسکے - علامہ سعید بن
مسیح البعلی اور امام ابن دقیق العید کا جرم یہ تھا کہ ابن تیمیہ کی حمایت
کرتے ہیں اور امام بخاری کی کتاب خلق افعال العباد کو استناداً پیش کرتے
ہیں - شورش کا اصلی باعث قاضی حنفی تھا ' لیکن خود فیصلہ نہیں دیا -
معاملہ قاضی مالکی کے سامنے پیش کرایا - اس نے علامہ بعلی کو پہلے تازیانوں سے
پٹوایا - یہاں تک کہ جسم خون سے تر ہوگیا - پھر گدھے پر الٹا سوار کراکے
تمام شہر میں تشہیر کی - درر کامنہ میں پوری تفصیل موجود ہے -

باقی رہا اس عہد کے بدعات و رسوم و مزارات کا ارتکاب و جمود علم و عمل '
و دیگر تعصب و عناد ' فقہاء تو اسکا مفصل حال خود امام ابن تیمیہ کی
تصنیفات سے ملتا ہے - مثلاً اقتضاء الصراط المستقیم ' مجموع الفتاوی
المسائل ' مجموعہ رسائل وغیرہا

بھی کبھی اہمیت نہ دی تھی، انکی بنا پر اب خواص و فقہاء ایک دوسرے کی تضلیل کرنے لگے، اور جس گروہ کو حکومت میں زیادہ دخل ہوا، اُس نے

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳۳]

کو اُنکے لیے بھی سمجھہ لینا، لیکن انہوں نے کچھہ جواب نہیں دیا - اسپر میں نے کہا - ما ہو الا للوظائف التي قدرت للفقہاء علی المذاہب الاربعہ، وان خرج عن ذلک واجتہد، لم ینلہ شي، وحرم ولایۃ القضاء، وامتنع الناس من استفتائہ، ونسب البدعہ - یعنی میں تو اسکا سبب صرف یہی سمجھتا ہوں کہ یہ اُن سرکاری عہدوں کیلیے ہے جو فقہاء مذاہب اربعہ کیلیے مقرر ہیں - اگر کوئی دائرہ تقلید سے قدم باہر نکالیگا تو ان عہدوں سے محروم ہو جائیگا، وفقہاء کی ریاست جاتی رہیگی، عوام اُس سے فتوی لینا چھوڑ دینگے اور لوگوں میں بدعتی کہلائیگا " ابو زرعہ کہتے ہیں کہ " امام بلقینی یہ سنکر متبسم ہوے اور مجھسے اتفاق کیا " انتہی - ابو زرعہ و امام بلقینی کا یہ خیال قاضی سبکی کی نسبت صحیح تھا یا نہیں ؟ اس سے یہاں بحث نہیں - مقصود صرف یہ ہے کہ حالات ایسے ہوگئے تھے کہ ابو زرعہ کو یہ خیال پیدا ہوا - اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علوم دینیہ کے تنزل اور منع باب نظر و وفاة حي الدين کے اسباب میں عجمی و ترکی حکومتوں کے دور اور انکے ملکی انتظامات کو کسقدر دخل ہے ؟ اور کس طرح آٹھویں صدی ہی میں یہ معاملات آخری درجہ تک پہنچ چکے تھے، اور عوام کا فتنہ کس طرح نظر و فکر کے سارے دروازوں کو روکے کھڑا تھا ؟ جب یہ حال اُس عہد کا تھا تو بعد کا کیا پوچھنا ؟ اور پھر آج جو کچھہ ہو رہا ہے اسکا کیا ذکر ؟

تا دل پہ کوئی زخم نہ تھا جز نمود داغ
تا اب یہ بڑھگیا ہے کہ ناسور ہوگیا !

امام ابو حفص عمر بن ارسلان بلقینی نے سنہ ۸۰۵ میں انتقال کیا - قاضی تقی السبکی اور شیخ ابو حیان کے شاگرد، اور اپنے عہد کے شیخ الاسلام و مرجع و مستند اکابر و اعلام تھے - اکثر علماء نے انکو مجتہد العصر تسلیم کیا - سیوطی نے بعض اقوال حسن المحاضرہ میں نقل کیے ہیں کہ وہ اپنے عہد کے مجدد تھے - انکی شرح بخاری نے مخصوص قبولیت پائی - حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباري میں ابواب بخاری کے ربط و ترتیب کی نسبت انکا مقالہ نقل کیا ہے -

تاتاریوں کی ہیبت نے زندوں کو مردہ بنادیا تھا وہ صرف خون
بہاتے اور نعشوں کے تل اور سروں کے منارے کھڑے کرتے ایک چھوٹی
سی ٹکری آبادیوں کی آبادیاں ذبح کر ڈالتی اور بادشاہوں اور فوجوں کو
سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی - جب کوئی مرکز نہ رہا ' تو شریعت کا بھی
کوئی محافظ نہ رہا نہ اُمت کا کوئی رہبر وہ سارے علمی و عملی مفاسد
جو آج نظر آرہے ہیں' یا تو اسی عہد میں پیدا ہوئے' یا ہو چکے تھے تو اسی عالم
آشوبی میں کمال و بلوغ کو پہنچے علوم اصلیۂ قرآن و حدیث کے ترک
کی بنیادیں اسی عہد میں استوار ہوئیں تقلید شخصی اور مذہبی
گروہ بندی کے التزام اور تعصب نے اسی زمانے میں پورا پورا زور پکڑا
تاتاریوں کو سب سے پہلی دعوۃ حنفیوں اور شافعیوں کے باہمی پیکار ہی نے
دی تھی (۱) جو مسلم حکمراں مذہب و علم سے نا آشنا تھے' اسلیے مذہبی
حکومت تمام تر علماء و فقہاء مذاہب کے ہاتھ آگئی ہر مذہب کیلیے
الگ الگ قاضی ' الگ الگ مدارس ' اوقاف ' ائمۂ جمعہ ' اور مذہبی
عہدے قرار پائے یہی چیز صدہا مفاسد و مصائب کا باعث
ہوئی ایک طرف علماء دنیا و فقہاء دولۃ کا ایک گروہ عظیم پیدا
ہوگیا (۲) دوسری طرف باہمی تعصب و تفرقہ کی آگ روز بروز زیادہ
بھڑکنے لگی حتیٰ کہ جن چھوٹے چھوٹے اختلافات کو پہلے عوام نے

---

(۱) یہاں ایک طول طویل مت نوٹ تھا اور اُن اسباب کی تشریح کی
تھی جو تاتاریوں کے حملے کا اصلی باعث ہوئے - اختصار کے خیال سے
میں نے نکال دیا ممکن ہوا تو آخر میں بطور ضمیمہ کے درج کردونگا (پبلیشر)

(۲) حضرۃ شاہ ولی اللہ نے انصاف میں ابن زیاد نملی کے حوالہ سے
ابوزرعہ کا قول نقل کیا ہے " ایک دن میں نے اپنے استاد امام بلقینی
سے پوچھا ما تقصیر بالشیخ تقی الدین السبکی عن الاجتہاد
وقد استکمل آلتہ وکیف یقلد ؟ شیخ تقی الدین سبکی کو اجتہاد سے
کیا بات روکتی ہے حالانکہ ان میں تمام شرائط اجتہاد کے جمع ہیں ؟ اس
پوچھنے سے میرا مقصد نہ تھا کہ خود امام بلقینی کی نسبت بھی یہی
سوال پیدا ہوتا تھا خیال کیا کہ جو عذر وہ سبکی کی نسبت کہینگے اسی

[illegible]

فصل

[illegible] عقائد و [illegible] دعوۃ کے صرف [illegible] کی [illegible] سے تری آزمائش [illegible] عمل ہے ۔ [illegible] بہت زیادہ [illegible] اور انکی [illegible] دعوۃ و اسلام کے عمل و [illegible] عقائد کے [illegible] سامنے آئے ۔ [illegible] عمل و اعمال [illegible] عمل و دعوۃ میں [illegible] ؟

[illegible]

ساتویں صدی کے اختتام اور آٹھویں صدی کے آغاز کا زمانہ تاریخ اسلام کا ایک نہایت ہی نازک اور انقلابی زمانہ تھا ۔ مشرق میں عربی حکومت کا بالکل خاتمہ ہوچکا تھا ۔ تمدن کے ٹوٹے ہوئے چراغ بھی ٹھنڈے ہوچکے تھے ۔ تاتاریوں کا سیلاب اپنی اصلی بلندیوں تک پہونچ چکا تھا اور اب تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل رہا اور ٹھہرنے اور ٹھہرنے کی جگہ ڈھونڈھ رہا تھا ۔ یہ وحشی درندے صرف تاخت و تاراج کیلیے آئے تھے لیکن اب پچاس لاکھ مسلمانوں کے خون اور چھ صدیوں کے اسلامی تمدن کی ویرانی پر اپنی سلطنت کی عمارت تعمیر کر رہے تھے ۔ ہلاکو کا پڑپوتا قازان خاں اگرچہ مسلمان ہوگیا تھا لیکن ابھی یہ تبدیلی محض برائے نام تھی ۔ وحشت و خونخواری میں تمام تاتاری خصائل بدستور کام کر رہے تھے ۔ مسلمانوں کا کوئی مرکز باقی نہ رہا تھا ۔ برسوں تک جمعہ کے خطبے کسی سلطان اسلام کے ذکر سے خالی رہے ۔ اس عام بربادی نے مسلمانوں کی تمام اخلاقی قوتیں بھی فنا کردیں ۔

اظہار تعصب کیا اور انکو مصرف بہلانے میں ساعی ہوے لیکن معلوم ہے کہ با ایں ہمہ امام موصوف کے علم و عمل کی نسبت انکی راے کیا تھی ؟ حافظ ابن رجب طبقات میں انکا قول نقل کرتے ہیں "ما احفظ انه لم یر من خمس مائة سنة" پانچ سو برس سے ایسا با کمال دیکھا نہیں گیا ! امام ابن تیمیہ کی ایک کتاب الدلیل علی بطلان التحلیل ہے قاضی موصوف نے اس کو اپنے قلم سے نقل کیا اور لوح پر لکھا "من مصنفات سیدنا ' و شیخنا ' و قدوتنا ' الامام العالم العلامة الاوحد ' البارع الزاهد الورع القدوة الکامل العارف ' سید العلماء ' قدوة الائمة ' حجة الله علی العباد ' اوحد العلماء العاملین ' آخر المجتهدین ' شیخ الاسلام" الخ حافظ سیوطی کی اسماء و النظائر النحویه اب چھپ گئی ہے حرف "لو" کی بحث میں ابن تیمیہ کی ایک تحریر نقل کی ہے جو شیخ زملکانی کے خط سے منقول ہے شیخ موصوف ابن تیمیہ کی مدح میں کہتے ہیں

ماذا یقول الواصفون له ؟ و صفاته جلت عن الحصر !
هو حجة لله قاهرة هو بیننا اعجوبة الدهر !
هو آیة في الخلق ظاهرة انوارها اربت علی الفجر !

صاحب الرد الوافر نے انکا قول نقل ہے "اجتمعت فیه شروط الاجتهاد علی وجهها" اور "کان اذا سئل عن العلم' ظن السامع انه لا یعرف غیر ذلک - و کان الفقهاء من سائر الطوائف اذا جلسوا معه ' استفادوا في مذاهبهم" الخ یعنی اجتہاد کی ساری شرطیں پوري طرح ابن تیمیہ میں جمع ہوئیں - انکی ہمہ دانی کا یہ حال تھا کہ جس علم میں زبان کھلتی معلوم ہوتا اسی علم کے ماہر و امام ہیں تمام مذاہب کے فقہاء انکے گرد جمع ہوتے اور اپنے اپنے مذہبوں کے علوم و مسائل میں استفادہ کرتے - انتہی -

یہ ہے شہادت انکے مشہور مخالف و حریف کی ' اور اسی سے اندازہ کرلو کہ جب مخالفین کا یہ حال تھا تو دوستوں اور منزلة شناسوں کی وارفتگی کا کیا حال ہوگا ؟ کیا خوب فرمایا قاضی عینی نے رد الوافر کی تقریظ

اے سنگ تر تو دعوئے طاقت مسلم ست ؛
خود را نہ دیدۂ بہ کف شیشہ گر ہنوز !

شیخ ابن حجر مکی اور دیگر مخالفین ابن تیمیہ قاضی سبکی کے بعد قاضی جمال الدین زملکانی کی مخالفت سے استدلال کرتے ہیں، سو بلاشبہ انہوں نے بھی نہایت سخت مخالفت کی - دونوں مرتبہ وہی رئیس المناظرین تھے - حافظ ابن البلقینی لکھتے ہیں کہ جب ابن تیمیہ سے مناظرہ قرار پایا تو زملکانی کے سوا کوئی زبان نہ کھول سکا - حافظ ابن حجر کہتے ہیں "حتی کان اشد المتعصبین علیہ والعاملین فی ایصال الشر الیہ وھو الشیخ الزملکانی" یعنی شیخ زملکانی نے سب سے زیادہ اُنکے خلاف

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳]

عنہ) احمد ، اوزاعی ، داؤد ، اور نیز تمام ائمۂ اہل اسلام حق و راستی پر تھے - سب کا شمار علی ہدی من ربہم و اولئک ہم المفلحون میں ہے - یعنی ان میں سے کسی پر زبان طعن نہیں کھولنی چاہیے - نہ کسی کو حق کا مخالف سمجھنا چاہیے - اصلاً سب کا طریقہ ایک ہی تھا ، اور اصول میں تو ابداً کوئی بھی مختلف نہیں - ہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ امام داؤد کی طرف بعض مسائل منسوب کیے گئے ہیں جو اصلیت کے خلاف ہیں - یا بعض کی تعبیر غلط کی گئی ہے ، اور یہ سب کے سادہ ہوا ہے - اخلاف کے سوء فہم و زیغ نظر کی آلودگی سے ائمۂ سلف میں سے کسی کا دامن نہ بچ سکا - اُن سب کا دامن پاک تھا - آلودگی سب ہماری ہی آڑائی ہوئی گرد و خاک ہے - خوب فرمایا شاہ صاحب نے تفہیمات میں نہ تذکرۂ امام ابن تیمیہ - جسطرح صحابہ کے مشاجرات میں ہم نے کف لسان اپنا شیوہ بنایا ، چاہیے کہ علماء سلف کے اختلافات میں بھی یہی طریق ملحوظ رکھیں - اُنکے احسانات عظیمہ سے تمام امت کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں - عمارت شریعت کی تو پہلی اینٹ پچھلی اینٹوں کو اُنہے بنیاد ہے - اگر اسکو نقصان پہنچایا گیا تو پوری عمارت ہل جائیگی - اور یاد رہے کہ سلف کی محبت اور تعظیم ہی اہل سنت ہونے کی سب سے بڑی اور پہلی پہچان ہے - اللہم لا تجعل لاحد منہم فی عنقنا تبعۃ و حقاً یطلبنا بہ فی اہوال یوم القیامۃ !

باہر رہسکتے ہیں ؟ دنیا میں کامل طاقت اور بے باک حکم ہرلحہ سچائی کا ہے تا اُسکے دوسرے عرف میں کہہ سکتے ہیں کہ حسن کا - اُسکے سوا کون ہے ؟

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳]

بعض ہیں ' اور اُنکا گروہ بھی اہل ہواء و بدعت میں سے تھا - حالانکہ حضرۃ امام داؤد منجملہ ائمۂ متورعین اہل السنۃ و الجماعۃ کے ہیں ' اور تمام محققین اہل سنۃ نے انکے بلوغ مرتبۂ اجتہاد مطلق کا اعتراف کیا ہے - قاضی ابن خلکان لکھتے ہیں " کان زاہداً متقللا کثیر الورع صاحب مذہب مستقل تبعہ جمع کثیر" انکے حلقۂ درس میں چارسو ثقات حاضر رہتے تھے " یحضر درسہ کل یوم اربع مائۃ صاحب طیلسان" یہی علامۂ تاج سبکی جنکی مخالفت امام ابن تیمیہ کی تضلیل کیلیے حجت سمجھی جاتی ہے ' لکھتے ہیں " کان داؤد جبلا من جبال العلم و الدین له من سداد النظر و سعۃ العلم و نور البصیرۃ و الاحاطۃ باثار الصحابۃ و القدرۃ علی الاستنباط ما یعظم وقعہ" کذا نقلہ عنہ الجلال المحلي في شرح جمع الجوامع یعنی امام داؤد علم و دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ تھے - نظر کی مضبوطی ' علم کے پھیلاؤ ' بصیرۃ کی روشنی ' احادیث و آثار کے احاطہ ' اور استنباط کی قدرت کے لحاظ سے وہ ایک عظیم الشان وجود تھا غور کرنا چاہیے کہ علماء ہند نے ایک ایسے بزرگ علم و عمل کی نسبت کیسی کیسی باتیں لکھی ہیں ؟ حالانکہ اصحاب حق و اقتصاد کا طریقہ یہ ہے کہ تمام ائمۂ سلف کو حق و راستی پر یقین کرتے ہیں ' اور تمام مجتہدین اہل سنۃ کو اپنے معتقدات میں برسرحق و بصیرۃ سمجھتے ہیں ' اور سب کی محبت و تعظیم اورعموم حسن ظن کو اہل سنۃ کیلیے ایک علامت بتلاتے ہیں سب کا علم و عمل کتاب و سنۃ پر تھا کوئی نہیں جس نے بلا کسی دلیل و بصیرۃ کے اجتہاد کیا ہو البتہ عصمت صرف انبیاء کیلیے ہے و ما عدا ہم نخطئ و یصیب یہی علامۂ تاج سبکی جمع الجوامع کے خاتمہ میں لکھتے ہیں " و نعتقد ان الشافعي و مالکا و ابا حنیفۃ و السفیانین و احمد و الاوزاعي و اسحاق و داؤد و سائر ائمۃ المسلمین علی ہدی من ربہم ' الخ یعنی ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرۃ امام شافعي ' مالک ' ابو حنیفہ ' دونوں سفیان ' (یعنی سفیان ثوری اور سفیان ابن

سچائی حسب اپنی گواهی پتهروں کو چلاکر لیلے سکتی اور درختوں کو دوڑاکر دلا دیسکتی هے تو انسان کی روح و زبان کب اسکے فرمان قصا سے

[بقیه نوٹ صفحه ۲۲۲]

هیں اور پهر اسکو "آلوسی زاده" کی طرف نسبت دیتے هیں حالانکه روح المعانی "آلوسی زاده" کی نهیں، خود "آلوسی" کی هے - حمعه فی القری کی بحث میں ایک فتوی لکهنو سے شائع هوا تها - اسمیں لکها هے که قاضی شوکانی کا حواله فقه و حدیث میں بیکار هے ' البته شوکانی ایک اچهے ادیب تهے - حالانکه نیل الاوطار اسوقت تک چهپ کر شائع هوچکی تهی اور کتاب الموضوعات تو عرصه سے هندوستان میں مشهور هے - یه کتابیں فن ادب میں هیں یا فقه و حدیث میں ؟ کسقدر افسوس ناک بے خبری هے ! ان سب سے بهی بڑهکر یه که صاحب صیانة الایمان " خیرات الحسان " کو حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف سمجهکر حا بجا اسپر زور دیتے هیں ' حالانکه وه ابن حجر مکی کی تصنیف هے ! یه معلوم هے که ابن تیمیه کی مصنفات اس عهد سے پہلے شائع نہیں هوئی تهیں' لیکن حضرة شاه ولی الله تفهیمات الالهیه میں تمام غلط فهمیاں دور کرچکے تهے کیونکه ابن تیمیه اور ابن قیم ' دونوں کی کتابیں حضرة شیخ ابراهیم کورانی کی وسعت نظر و بلندی مشرب کی وجه سے آنکے مطالعه میں رهچکی تهیں - اور خود شیخ موصوف کی کتاب افاضة العلام بهی اس بارے میں قاطع و قاصی تهی - اس سے بهی بڑهکر یه که ملا علی قاری کی مصنفات آنکی زندگی هی میں هندوستان پهنچ چکی تهیں - شرح شمائل کا تو یه تمام لوگ حواله بهی دیتے هیں - کاش آسی کو دیکهه لیتے که ابن تیمیه و ابن قیم کی نسبت آنکی شهادت کیا هے ' اور کس طرح ابن حجر مکی (رح) کے تمام اقوال کو رد کررهے هیں ؟ ممدوح کے الفاظ قریب یه هیں "و من طالع شرح مدارل السائرین تبدن له انهما (ابن تیمیه و تلمیذه) کانا من اکابر اهل السنة و الجماعة ' و من اولیاء هذه الامة ' و هما بریان مما رما هما اعداؤهما من التشبیه و التمثیل " اور صاحب سوط الرحمن نے امام داؤد ظاهری کی نسبت جو لعن و طعن کیا هے' تو یه دوسری مصیبت هے اور عامۂ علماء هند کی بے خبریوں کی ایک واضح مثال - ان حضرات کا عام خیال یه رها هے که امام داؤد ظاهری کوئی مبتدع اور خارج از اهل السنة

اٹے اُلٹے پاؤں سے تم کو گرادیگا اور حقیقت کا ہاتف تمہارے حلق کے اندر
بیٹھکر تمہاری زبان کو ایک مدہوش و بے اختیار آدمی کی طرح کھولدیگا -

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳]

ہے ! اللہ تعالی ہم سب کی کوتاہیاں معاف فرمائے اور جو گذر چکے ہیں
اُنکی مغفرت ۔ ایک اور صاحب اُسی زمانے میں لکھتے ہیں - ابن تیمیہ نے دین
جدید کی بنیاد رکھی تھی لیکن اُس عہد کے علماء مثلاً ابن حجر مکی
اور قسطلانی وغیرہم نے اچھی طرح رد کیا ! گویا یہ دونوں بزرگ ابن تیمیہ
کے زمانے میں تھے ! ایک اور بزرگ جو علماء حق و سنۃ کی مخالفت میں
سر برآوردہ رہچکے ہیں' اپنی تاریخ دانی کا ثبوت یوں دیتے ہیں ابن تیمیہ
نے جب نیا دین نکالا تو بادشاہ اسلام نے حکم دیا کہ قلعۂ دمشق کے منارہ
سے ہاتھہ پاؤں باندھکر نیچے بعد دیگرے گرائے رہو یہاں تک کہ مرجائے
چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ! خیر! ان صاحبوں کا حال تو دوسرا تھا تعجب
ہے کہ بعض اصحاب درس و تصنیف کو بھی عجیب عجیب لغزشیں ہوئیں
مولانا عبد الحکیم مرحوم فرنگی محلی حاشیۂ شرح عقائد جلالی میں اجزاء
عالم کے قدم شخصی و جنسی اور موجودۂ بعض افراد علی سبیل التعاقب
کی شرح کرتے ہوے عقیدۂ جہۃ و تجسم کو ابن تیمیہ کی طرف منسوب
کرتے ہیں' اور آخر میں حوالہ دیتے ہیں کہ ابن حجر نے درر کامنہ اور
ذہبی نے تاریخ میں اُنکے "ہفوات" کا خوب رد کیا ہے پہلی بات تو
چنداں تعجب انگیز نہیں عقائد و علوم ابن تیمیہ کی نسبت ابتدا سے
غلط فہمی چلی آتی ہے اسلیے جو کچھہ لکھا ' جوہر المنظم اور مرآۃ الجنان
وغیرہ کے اعتماد پر لیکن ابن حجر و ذہبی کا حوالہ کسقدر تعجب
انگیز ہے ؟ ان دونوں کے بیانات اوپر گزر چکے اُن میں ابن تیمیہ کے
ہفوات کا ذکر ہے یا اعلی ترین مرتبۂ حق و امامت کا ؟ مقصود اس ذکر سے
نکتہ چینی نہیں ہے غلطیاں سب سے ہوتی ہیں دکھلانا یہ ہے کہ
ہندوستان میں ابتداء سے مطالعۂ و نظر کا میدان بہت محدود رہا ہے -
اسی لیے عجیب عجیب لغزشیں ہوتی رہیں - صاحب انتصار الحق
عسقلانی کی بلوغ المرام کو شاہ ولی اللہ کی تصنیف بتلاتے ہیں ایک
رسالہ دافع الفساد نظر سے گزرا - اسمیں مجمع البحار کا مصنف سیوطی کو
بتلایا ہے صاحب اسرار الغیب عبد الحق حقی کی روح البیان کو روح المعانی سمجھے

ایک اڑتے ہوے تلکے کی طرح گرجانے سے اپنے تئیں نہیں روک سکتے - اگر
تم اپنے سرکو جھکنے سے اور زبان کو برائی سے روکوگے' تو سچائی کا فرشتہ

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳]

کہا - علی الخصوص مسئلۂ طلاق میں - جا بجا اسکو سخت غلطی قرار
دیتے ہیں - مگر ساتھہ ہی انکے فضل وکمال اور امامہ و اجتہاد کی توصیف میں
رطب اللسان بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ المجتہد یخطي و یصیب - اصل یہ ہے
کہ امام ابن تیمیہ کی نسبت پچھلی صدیوں میں عرب کہ اور ہندوستان میں
خصوصاً سخت ناواقفیت اور غلط فہمیاں رہچکی ہیں - بڑا سبب
اسکا شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی مصنفات کی اشاعت ہے
جو عہد اکبری ہی میں ہندوستان پہنچ چکی تھیں اور اکثر علماء عہد مکہ
معظمہ جا کر انہی سے سند و اجازت حدیث حاصل کرتے تھے - انہوں نے خود
تو ابن تیمیہ کی مصنفات دیکھی نہ تھیں - اُس عہد کے بعض متعصب
علما و مشائخ کی باتیں پڑھکر اور زیادہ تر شاہی اعلانات دیکھکر غلط فہمی
میں پڑگئے اور دوسروں کو بھی مبتلا کیا - مولانا عبد الحي مرحوم کے
زمانے میں تو پھر بھی ابن تیمیہ کے اصلی حالات کھل چکے تھے - خود
انہوں نے دمی منہاج اور حمویہ دیکھی تھی جیسا کہ تعلیقات میں لکھا ہے -
اسلیے حسن ظن رکھتے تھے ' لیکن عام علماء ہند کی تحریروں کا اس بارے
میں جو حال رہچکا ہے وہ ناقابل بیان ہے - مولوی فضل رسول بدایونی
مرحوم سوط الرحمن میں لکھتے ہیں - داؤد ظاہری شیطان کا متبع تھا -
اسکے بعد ابن حزم ظاہری پیدا ہوا جو " خبیث " تھا - پھر ابن حزم کا
شاگرد ابن قیم ہوا ' اور ابن قیم کا شاگرد " شقي " ابن تیمیہ - ابن تیمیہ نے
ایک نیا دین نکالا - بعض " اشرار بد اطوار جہلہ ' فسقہ درحلقۂ انقیادش آمدہ
در بلاد اسلامیہ طرفہ ہنگامہ برپا نمودند " اور ان تمام مورخانہ تحقیقات کیلیے
آخر میں طبقات سبکی کا حوالہ بھی دیتے ہیں ! ایسی ہی تاریخی
تحقیقات اکبر کے زمانے میں بھی بعض محققین نے کی تھی " چوں سکندر
ذوالقرنین باعانت رستم شاہ بابل درمیدان پانی پت با محمود غزنوي پیکار
نمودہ چنانکہ فردوسي در سکندر نامہ تفصیل حالش پرداختہ " کجا ابن حزم
اور کجا ابن قیم ؟ بینہما مفاوز تنقطع فیہا اعناق المطي ! پھر لطف یہ کہ
ابن تیمیہ ابن قیم کے شاگرد تھے' اور ابن تیمیہ کے ساتھی صرف اشرار و جہلاء

سچ ہے - "کمال" اور "حسن" ہی میں یہ اعجاز ہے کہ اگر تم پہاڑ کا جماؤ اور سمندروں کا طوفان بھی اپنے اندر پیدا کرلو، جب بھی اسکے سامنے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳)

اُستادی شاگردی سے کہیں زیادہ سخت ہوتا ہے لیکن حضرۃ خواجہ اپنے خطوط میں حضرۃ مجدد کو لکھا کرتے تھے "مدتیست کہ عرض نیازمندی بہ درگاہ ولایت نہ کردہ ام" - "سخن درویشاں بحضرۃ شما گستاخی بغایت بے شرمی ست" - "ہمیشہ طلبگار و نیازمند نظر توجہ سامی و بذل و لطف کامل می باشم"

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر !

اصل یہ ہے کہ مولانا عبد الحی مرحوم کو زیادہ تر استعجاب اس بات پر ہوا کہ قاضی سبکی جیسا شدید مخالف ایسے لفظوں میں اپنے حریف کے فضل و کمال کا کیونکر اعتراف کرسکتا ہے ؟ حالانکہ اگر ابن تیمیہ کے حالات و مقامات پر نظر ہوتی تو اس معاملہ میں ذرا بھی تعجب نہ ہوتا قاضی سبکی کا درجہ اُس عہد کے اکابر میں حافظ زملکانی، امام مزی، امام ابن دقیق العید سے تو زیادہ نہیں ہے ؟ حافظ زملکانی و مزی کے اقوال پڑھچکے ہو۔ مصر میں جب ابن دقیق العید ابن تیمیہ سے ملے تو پہلی ہی ملاقات میں کہا "ماکنت أظن ان اللہ تعالیٰ بقی یخلق مثلک" ! یعنی کب اُمید تھی کہ اللہ تعالیٰ اب بھی آپ جیسے آدمی پیدا کریگا ؟ بعد کو لوگوں سے کہا "رأیت رجلا، العلوم کلھا بین عینیہ - یاخذ ما یرید ویدع مایرید" میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا کہ سارے علم اسکی آنکھوں کے سامنے ہیں جسکو چاہتا ہے اُٹھا لیتا ہے - جسکو چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے - باقی رہی مسائل میں مخالفت، تو یہ اسکے لیے کب مستلزم تھی کہ مخالف کے فضل و کمال کا اعتراف بھی نہ کیا جائے ؟ یہ مصیبت تو اب ہم نے پیدا کرلی ہے بلا شبہ علماء سلف جوش اختلاف میں تشدد و غلو بھی کرجاتے تھے کہ معصوم نہ تھے، مگر انکا تشدد بھی صرف میدان اختلاف میں محدود رہتا اُس سے باہر تعصب و انکار نہیں ہوتا تھا قاضی سبکی پر کیا موقوف ہے ؟ حافظ ذہبی، ابن الزملکانی، ابن البلقینی، ابن حجر عسقلانی، ابن ناصر الدین، صاحب قول الجلی، حافظ ابن کثیر وغیرہم، سب نے کتنے ہی مسائل میں ابن تیمیہ کے اختیارات سے اختلاف

مکی رحمۃ اللہ علیہ اور انکے ہم مشربوں کو نازہے اور بار بار حوالہ دیتے ہیں کہ شیخ الاسلام سبکی نے انکا رد کیا ' تو یہ ہیں شیخ الاسلام سبکی ' اور یہ ہیں امام ابن تیمیہ !

منفق گردید راے بوعلی با رائے من !

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳)

وثوق کیوں ہوا کہ بالکل یقین اور انقطاع کے ساتھہ انکار کرگئے ؟ بالشبہ الرد الوافر ہندوستان میں نہیں آئی تھی ' لیکن حافظ عسقلانی کی درر کامنہ کا نسخہ مولوی حامد حسین مرحوم کے کتب خانۂ لکھنو میں موجود ہے - وہ مولانا عبد الحی کے مطالعہ میں رہچکا ہے جیسا کہ تعلقات میں خود تصریح کی ہے - پچھلے دنوں رسالہ المقتبس دمشق میں شیخ جمال الدین محدث شام نے درر کامنہ سے امام ابن تیمیہ کا پورا ترجمہ نقل کردیا تھا - اسمیں یہ خط نقل کیا ہے اور " ابو الحسن السبکی " موجود ہے - باقی رہا یہ شبہ کہ امام ذہبی تو قاضی تقی السبکی کے شاگرد ہیں - استاد شاگرد کو اس عجز و تذلل کے ساتھہ کیونکر مخاطب کرسکتا ہے ؟ تو یہ بھی صحیح نہیں - اول تو ذہبی کا سبکی کا شاگرد ہونا ویسی شاگردی نہ تھی جو استاد علوم و متعلم میں ہوتی ہے ' بلکہ محدثین کے طریق سماع و اجازہ کے مطابق ایک طرح کا معاصرانہ باہمدگر افادہ و استفادہ تھا - اگر ذہبی اس معنی میں سبکی کے شاگرد تھے تو سبکی بھی ذہبی کے شاگرد تھے - خود ذہبی نے معجم مختص میں تصریح کی ہے " سمعت منہ و سمع منی " اور ویسے بھی امام ذہبی کا درجۂ علم و نظر قاضی موصوف سے کہیں ارفع ہے - پھر یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ سلف کا اس بارے میں وہ حال نہ تھا جو ہم بے مایگان علم و عمل کا ہے - وہ جسقدر زیادہ بلند ہوتے تھے' اتناہی زیادہ جھکتے بھی تھے - بلکہ انکی بلندی تمام تر پستی و پست نمائی ہی سے پیدا ہوتی تھی " من تواضع للہ رفعہ اللہ "

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین !

دور جانے کی ضرورت نہیں - ہندوستان ہی کی تاریخ شاہد ہے - یہاں تو فی الحقیقت استادی شاگردی نہ تھی - معاصرۃ تھی - لیکن حضرت خواجہ باقی باللہ تو حضرۃ مجدد کے پیر تھے - رضی اللہ عنہما - اور معلوم ہے کہ عالم طریقت کی استادی شاگردی کا معاملہ مدرسوں کی

ناکمال پیدا نہیں ہوے - انتہی (١) نہ ہے قاضي القضاة تقي الدين سبکي
کي شہادت امام ابن تیمیہ کي نسبت ' جلکي مخالفت نر شیخ ابن حجر

---

(١) قاضي تقي الدين السبکي (رح) کے اس خط کي نسبت
پچھلے دنوں ایک سخت رد وکد ہوچکي ہے - نواب صدیق حسن خاں
مرحوم نے اتحاف وغیرہ میں اس خط کو شرح العقیدہ ابن ناصر الدین کے
حوالہ سے نقل کیا تھا جسکي نقل القول الجلي کے ساتھہ وہ مکہ معظمہ سے
لاے تھے - مولانا عبدالحي مرحوم فرنگي محلی نے دیگر تاریخي تعقبات کے ساتھہ
اس پر بھي اعتراض کیا اور ابرار الغي اور تعلیقات السنیہ میں لکھا کہ اس
خط کو قاضي تقي الدین سبکی کي طرف منسوب کرنا غلط ہے بلکہ عجائب
حفظ میں سے ہے نہ خط انکے لڑکے عبد الوہاب تاج الدین سبکي صاحب
طبقات کا ہے جو امام ذہبي کے مشہور شاگرد ہیں دونوں بزرگ چونکہ
" سبکي " کے لقب سے مشہور ہیں اسلیے لوگوں کو دھوکا ہوا صاحب
تبصرۃ الناقد نے اسکے جواب میں حافظ ابن معلم کا قول جلاء العینین کے
حوالہ سے نقل کیا لیکن چونکہ نواب صاحب مرحوم کے پیش نظر دور کا ملنا
نہ تھي اور بعض دیگر کتابیں بھي اسوقت تک چھپی نہ تھیں' اسلیے بات
بالکل صاف نہ ہوسکي لیکن اب الرد الوافر چھپ گئي ہے اسمیں قاضي
ابوالبقاء بہاء الدین سبکي کا (کہ قاضي تقي الدین سبکي کے عم زاد بھائي
تھے) امام ابن تیمیہ کي نسبت یہ قول نقل کیا ہے " ما یبغض ابن تیمیہ
الا جاہل او صاحب ہوی ' فالجاہل لا یدري و صاحب الہوی یصدہ ہواہ
عن الحق " یعنی جس شخص کے دل میں ابن تیمیہ سے بغض ہوگا وہ
یا تو جاہل ہوگا یا صاحب ہوی جاہل بوجہ جہل کے صاحب ہوا
ہوا پرستي سے ! اس کے بعد صاحب الرد الوافر لکھتے ہیں " فکیف لو سمع
ما صحت بہ الروایۃ عن الشیخ تقي الدین السبکي من مدحہ' لطار فرحاً
من السرور کتب الحافظ الذہبی من ما استہر الي تقي الدین السبکي
یعاتبہ علیٰ ما صدرمنہ فکتب الجواب یعتذر" اب اس سے زیادہ صاف تصریح
اور کیا ہوگي ؟ علاوہ اسکے طبقات الحنابلہ ابن رجب میرے مطالعہ میں
رہچکي ہے اس میں بھي صرف " سبکي ' نہیں ہے قاضي القضاۃ
ابو الحسن السبکی ہے " ابو الحسن " قاضي تقي الدین کي کنیت ہے -
تاج سبکي کي نہیں تعجب ہے کہ مولانا عبدالحي مرحوم کو اسطرح خیال نہ آتا

تمهارا هے - یعني جس اهل علم سے کسي مسئله میں اختلاف هوا' سب سے پہلے اُسکے ایمان و کفر کا فیصله کیا ' پهر اُسکي ساري خوبیوں سے آنکهیں بند کرلیں ' تو یه تمهاري غلطي ہے - جہل و تعصب اگرچه همیشه دلوں پر حاکم رهے مگر علم والوں کا اخلاق همیشه ایسا هي نہیں تها جیسا اپنا دیکهه رهے هو :

گفتي که چه شد قاعدۂ مهر و محبت ؟
رسم کہنے بود بعہد تو برافتاد !

جب قاضي موصوف امام ابن تیمیه کي مخالفت میں غلؤ و تشدد کرنے لگے تو حافظ ذهبي نے ایک خط لکهکر اُنکو ملامت کي - اس خط کے جواب میں معذرت کرتے هوے لکهتے هیں " و اما قول سیدي في الشیخ تقي الدین ' فالمملوک یتحقق کبیر قدره و زخارة بحره ' و توسعه في العلوم النقلیة و العقلیه ' و فرط ذکائه و اجتهاده ' و بلوغه في کل من ذلک المبلغ الذي یتجاوز الوصف ' و المملوک یقول ذلک دائماً ' و قدره في نفسي اکثر من ذلک ' و اجل مع ما جمعه الله له من الزهادة و الورع و الدیانة و نصرة الحق و القیام فیه لا لغرض سواه ' و جریه علی سنن السلف و اخذه من ذلک بالماخذ الاوفی ' و غرابة مثله في هذا الزمان بل من ازمان " حکاه ابن حجر في درر الکامنه - یعني جو کچهه جناب نے شیخ تقي الدین (ابن تیمیه) کي نسبت لکها هے تو یقین کیجیے که یه خادم اُنکي قدر و منزلت کي بزرگي ' علم کي بے پایاني ' علوم نقلیۂ و عقلیه میں وسعت نظر ' کمال ذکاوت و اجتهاد ' اور ان سارے اوصاف کمال میں وهاں تک پہنچ جانے کا معترف هے جو حد توصیف سے باهر هے - علی الخصوص ان اوصاف کے ساتهه اُنکا زهد و ورع اور دیانة و حق پرستي اور صرف الله کیلیے نصرۂ حق میں قیام و ثبات ' اور طریق سلف پر سلوک ' اور موارد سلفیه سے بحد کمال اخذ و نظر ' اور به حیثیت مجموعي اُنکا وہ مرتبۂ کمال که موجودہ عہد میں اپني نظیر آپ هي هیں - بلکه کتنے هي عهدوں سے ایسے

تھے اور حنفی مخالفتوں سے اسوقت کے علماء سوء و معہاد دنیا و حکام جور کی مثلہ پردازیوں کو تربی ہی تقویت پہنچی ' حود انکے سروں کو بھی میدان حلاف و مخالفت سے باہر دیکھو گے تو امام موصوف کے سلطان علم و عمل کے آگے ویسا ہی عقیدت مندانہ جھکا ہوا پاؤگے جس طرح سب کے جھکے ہوئے ہیں - یہی مقام ہے مجدد العصر کا ' اور یہی معنی ہیں کمال مرتبۂ حسن و خوبروئی کے - صرف دوستوں ہی کی نظریں نہ اٹھتی ہوں - ایک عجب حسن دشمن بھی دیکھے تو بے اختیار ہوکر پکار اٹھے کہ دلستان صورتیں اور صدر آرما حرکتیں ایسی ہوتی ہیں - وہ دنیا جہاں کے عیب لگادے لیکن اسکی بے داغ خوبصورتی پر نام نہ دھرسکے عربی میں کہتے ہیں حسن وہ ہے جسکا سوکنوں کو بھی اقرار ہو

و ملیحـة شہدت لہا ضراتہـا

و الفضل ما شہدت بہ الاعداء !

امام ابن تیمیہ کے معاصرین میں سب سے زیادہ نام آور مخالف قاضی تقی الدین سبکی رحمة اللہ علیہ ہیں جنہوں نے مسئلہ زیارة و طلاق پر دو رسالے لکھے اور منہاج السنہ کے متعلق انکا قصیدہ مشہور ہے

ان الروافض قوم لا خلاق لہم - الخ (۱)

لیکن علماء سلف کی مخالفتوں کو اگر تم اپنی نفس پرستانہ و متعصبانہ مخالفتوں پر قیاس کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ انکا بھی رہی حال تھا جو آج

---

(۱) قاضی سبکی اور ابن السبکی رح کے رسائل کا رد متعدد ائمہ و محققین عصر نے لکھا - ازانجملہ ابن عبد الہادی کی الصارم المنکی ہے جو چھپ چکی ہے - اس قصیدہ کے رد میں حافظ عقیلی سرمری نے العمدة السلامیہ لکھی جو مترجم کے پاس موجود ہے - اور حافظ ابن جمال الدین شافعی حنبلی نے اسی وزن و قافیہ میں ایک مطول قصیدہ کمال بلاغت و لطافت لفظ و معنی کے ساتھ لکھا

الحمد للہ حمداً استزید بہ الخ

جو منہاج السنہ جلد اول کے ساتھ چھپ گیا ہے

و اعتراض کي اس سے باهر نهو - پهر ایک دوسرے باب میں ان تمام شبہات و اعتراضات کو جمع کیا هے جنکا قران حکیم نے ذکر کیا هے' اور نیز انکے جوابات مندرجۂ قران - پهر دکهلایا هے که جسوقت سے انساني علوم اور علوم سماویه کی آویزش کا حال معلوم هے' اسوقت سے لیکر آجتک کوئی شبه اور اعتراض ایسا نہیں کیا گیا هے جسکا اصولاً جواب قران میں نه دیدیا گیا هو اور اسکے لیے راے و کلام کي ضرورت هو - مقدمه کے علاوہ رساله اتحاف الخلف اور الکلم الطیب و القول الثابت اور سیرۃ حضرۃ شاہ ولي الله وغیرها میں بهي یه مبحث مفصل ملیگا - اور چونکه تحریر تفسیر کا سلسله جاري هے' اسلیے اثناء تفسیر آیات میں روز بروز یه حقیقت ایک جمال تازہ اور رعنائي بوقلموں کے ساتهه نظر افروز هوتي' اور هر جلوۂ امروزہ نمود و نظارۂ دي و دارحه کو فراموش کرا دیتا هے - بعدیکه تمام پچهلي تسویدات و ترتیبات کي رونق اسکے سامنے ماند پڑجاتی هے :

مشاطه را بگو که بر اسباب حسن یار
چیزے فزوں کند که تماشا بما رسد !

لیکن کیا کیا جاے که اس معامله میں میرے شکیب طلب اور قناعت تالیف کیلیے بڑي هي سخت آزمائش هے - معلوم نہیں جمال حقیقت کی ان بوقلمونیوں اور رنگا رنگ جلوہ طرازیوں سے میري همت درماندہ اور نگه وا ماندۂ نظارہ کیونکر عہدہ برآ هوسکیگي ؟

فرصت دیدن گل آہ که بسیـــار کم ست
و آرزوے دل مرغان چمن بسیار است !

اور امام ابن تیمیه کي امامت و علوّ مقام کی نسبت ائمۂ معاصرین کي جو شہادتیں نقل کي گئیں' نو یه صرف انکے موافقین هي کا اعتراف نہیں هے' بلکه معاصرین میں جو بعض اهل علم انکے اشد شدید مخالف

واقعي پیش آمدہ مسائل و شبہات کے دفع و جواب کي کیا صورت ہوگي ؟ تو اسکا جواب وہي ہے جو خود شارع نے بتلا دیا تھا دارمي میں بروایت ابو مسلمہ ہے - آپسے ان باتوں کي نسبت پوچھا گیا جو نئي نئي پیش آئینگي - فرمایا - علماء وقت ان میں غور کرلینگے - یعني جب کبھي کسي انسان کو دین کے بارے میں شک و شبہ پیدا ہو تو ہر زمانے میں علماء حق و حاملین علوم کتاب و سنۃ و صاحبان نظر و اجتہاد فی الدین کي ایک جماعت ہوني چاہیے جنکے سامنے وہ اپنا شبہ پیش کرے اور جواب حاصل کرلے یا اگر صاحب استعداد ہے تو قرآن و سنۃ پر تدبر کرے - یہ کونسا طریقہ دفع شبہات کا ہے کہ پہلے سے اور خود ہي اپنے جي سے خواہ مخواہ گڑھکر اور بلند پروازیاں کرکے شبہات و ایرادات کے دفتر مدون کیے جائیں ' اور خدا کے حس صالح و راسخ بندوں کو کسي طرح کا شبہ نہیں ہے (قلبهم مطمئن بالایمان) انکو بھي مبتلاء شبہات کیا جاے ؟ اور اسطرح ضلالت انساني کے سوئے ہوے فتنوں کو سب سے پہلے جگانے والے بنیں ؟ اگر کہا جاے کہ علاج کیونکر ہوگا اگر تمام بیماریوں کے حالات منضبط نہ کیے جائینگے ؟ تو جواب یہ ہے کہ تمثیل میں غلطي ہے شبہات بیماري نہیں ہیں - بد پرہیزي و بے اعتدالي ہیں بیماري عدم ایمان و یقین ہے جو ان کي وجہ سے پیدا ہوتي ہے پس بیماریوں کو تو یقینا معلوم کرنا چاہیے بیماریوں کا کامل علم ہي طبیب کامل کي پہچان ہے - لیکن جن بد پرہیزیوں کا ابھي ضعفاء صحت کو وہم و گمان بھي نہیں گزرا ' خود ہي انکي راہیں پیدا کرکے لوگوں کو بد پرہیزیوں کے نئے نئے دروازے کیوں دکھاے جاتے ہیں ؟

یہاں جو کچھہ لکھا گیا ' متفرق اشارات ہیں اس مطلب کو متعدد مقامات میں مفصل لکھا جاچکا ہے سب سے زیادہ مقدمۂ تفسیر میں اسکے ایک باب کا موضوع یہ ہے کہ علوم سماویہ کے خلاف انسان کے تمام شکوک و شبہات کیلیے ایسے اصول و مقاصد معلوم کیے جائیں جنسے تمام جزئیات کا استقصاء ہوجاے اور کوئي قسم شبہ

کیا جاتا تو دریافت فرماتے - کیا یہ صورت پیش آئی ہے ؟ اگر سائل کہتا ہاں تو جواب دیتے - نہیں تو خاموش رہتے - حضرت شیخ اکبر نے فتوحات میں کیا خوب فرمایا ہے " فان فیه تلمیح الی ان من افتی فی الحوادث الفرضیة قبل وقوعها فلا دین له ولا علم " اور یہی وجہ ہے کہ (بصورت صحت واقعۂ مناظرہ درمیان حضرۃ امام ابو حنیفه وقتاده بصری رضی الله عنهما منقوله عقود الجمان وخطیب) جب حضرۃ امام نے زوج مفقود الخبر کے متعلق سوال کیا تو قتادہ نے پوچھا - کیا یہ صورت پیش آئی ہے ؟ اگر نہیں آئی ہے تو فرضی صورتوں میں سوال وجواب بدعة ہے - اسی طرح مباحثۂ حضرۃ قاضی ابو یوسف وقاضی یحیی بن سعید انصاری نسبت غلام مشترک میں قاضی یحیی نے فرضی صورتوں میں بحث وتعمق سے انکار کردیا - ان بزرگوں کا انکار آنکے کمال علم وحکمت، وفہم اسرار شریعه، وغوامض هدایت امم واجتماع کا نتیجه تھا - ظاهر پرستانه بے خبری وبے عقلی یا بالفاظ صریح بے وقوفی نه تھی جیسا که بہت سے لوگوں نے سمجھا، اور جیسا که مولانا شبلی نعمانی رحمة الله علیه نے سیرۃ النعمان میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے - یه وہ لوگ تھے جنھوں نے " ابرها قلوبا واعمقها علما " والی جماعۃ سے فیضان علم وعمل حاصل کیا تھا - اگر یہ لوگ بے وقوف تھے تو تاریخ اسلام میں کبھی علماء نہیں ہوے - بہت سے لوگوں نے اپنی ذهنی بلند پروازیاں اور نکته آفرینیاں دکھلانے کیلیے بے شمار ایسی فرضی صورتیں مسائل حلت وحرمة اور وجوب وعدم وجوب کی گڑھ لیں جو صدیوں میں بھی کبھی نوع بشر کو پیش نہیں آتیں، اور جن میں سے بعض طبعاً ایسی مکروہ صورتیں ہیں که طبیعت انکے تصور سے اباء کرتی ہے اور اخلاق کا سر شرم وحیا سے جھک جاتا ہے - اس بدعه کا نتیجه صرف یہی نکلا که ایک طرف تو ان غیر وقوعی صورتوں کے ذکر وبحث سے واقعی طور پر ان صورتوں کے وقوع کا دھیان لوگوں میں پیدا ہوگیا اور نه کرتے بھی کرنے لگے - دوسری طرف حیل واحتیال کا باب وسیع تر ہوا اور قانون شریعة محض آراء واھواء ذهنیة وخیالیه کا مجموعه بن کر رهگیا ! اگر کہو که پھر

سبیل الحق " وہ اس بات کو بھی مکروہ رکھتے ہیں کہ حق کیلئے طریق جدل و نزاع اختیار کیا جاے - اور جس شخص نے " القران غیر مخلوق " کہا اسکی نسبت بھی مثل قائل خلق قرآن کے فرمایا " لا تصلوا خلفه لانه نازع و المنازعة بدعة " اسکے پیچھے نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ دین میں نزاع کرتا ہے اور منازعۃ بدعت ہے - کذا فی شرح الفقه الاکبر نقلا عن ملتقط الزاهدی - و ایضا ذکرہ صاحب مفتاح السعادۃ اور اسی شرح فقہ اکبر کے دیباچہ میں حضرۃ قاضی ابو یوسف (رض) کا قول نقل کیا ہے " لا یجوز الصلوۃ خلف المتکلم و ان تکلم بحق لانه مبتدع " متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ وہ حق کے اثبات میں رد و کد کرتا ہو اور اسی لیے تمام ائمۂ سلف و اہل سنۃ نے اتفاق کیا علم کلام کے پڑھنے پڑھانے کی کراہۃ پر' اور علی الخصوص ائمۂ اربعہ کے اقوال تو اس بارے میں معلوم و مشہور ہیں اور یہی علت ہے کہ تمام صحابۃ و تابعین و ائمۂ سلف نے اسپر اتفاق کیا کہ وقوع حوادث سے پہلے فرضی و تخیلی صورتیں مسائل و شبہات کی گڑھکر سوال و جواب کرنا اور اسکو ذہانت و فقاہت کا ذریعہ سمجھنا بدعۃ ہے - کیونکہ اسکا نتیجہ یہ نکلیگا کہ فرضی صورتیں کل کو واقعی ہوکر رہینگی ' یا انکا ہزاروں دلوں کو جو ایمان راسخ اور قلب مطمئن رکھتے ہیں' تشویش و اضطراب میں ڈالدینگی - یہی معنی ہیں دارمی کی حدیث وهب بن عمرو کے ' کہ فرمایا بلا نازل ہونے سے پہلے جلدی نہ کرو امام دارمی کی کمال فقاہۃ فی الدین و دقۃ نظر کا ثبوت ان ابواب سے ملتا ہے جو مسند میں آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے بعد ہی ترتیب دیے ہیں اور اسباب صلـواۃ و احـکام سے پہلے اُنکو لاے ہیں - یعنی ان حقائق کا علم اہل علم و امداد کیلئے سب سے مقدم ہے ان ابواب میں سلف صالح کا طریقہ واضح کیا ہے کہ کس طرح قبل از وقوع شبہـات و سوالات کو مکروہ جانتے ہیں اور اسی لیے فتوی دینے سے پرہیز کرتے اور راے و جدل کی ساری راہوں سے بچتے رہتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا جب کبھی کسی مسئلہ کی نسبت سوال

نتیجہ یہ نکلا کہ شکوک و شبہات خود تو ابھي نہیں آئے تھے مگر ان لوگوں نے بلاوے بھیجکر بلا ھي لیا - اور نہ کہہ کہہکر کہ انگریزي تعلیم یافتہ نوجوان مذھب کو خیر باد کہدیتے ھیں ' سچ مچ پوري نئي نسل کو شکوک و شبہات میں غرق کردیا - کیا کوئي شخص آج ثابت کرسکتا ھے کہ جس زمانے میں سر سید احمد خاں مرحوم نے پہلے پہل یہ صدائیں بلند کی ھیں اور اول اول تہذیب الاخلاق نکالا ھے تو اُسوقت واقعي کتنے مسلمان تھے جو انگریزي پڑھکر دھریے ھوگئے تھے اور انکی گمراھي نے مرحوم کو مجبور کیا تھا کہ جدید اجتہاد شروع کردیں ؟ یا انہوں نے ھاتھہ جوڑ جوڑ کر منتیں کي تھیں کہ ھماري خاطر ناریل " الجاھلین و تحریف الغالین و انتحال المبطلین " کا فدیہ ادا کردیجیے ؟ مولانا حالي مرحوم نے حیات جاوید میں بڑي سعي و کوشش سے صرف ایک مثال مولوي سید ممتاز علي صاحب کی پیش کی ھے کہ انہوں نے سید صاحب کو اپنے شکوک و شبہات لکھے تھے اور پھر مطمئن ھوگئے - لیکن اول تو یہ واقعہ بہت بعد کا ھے - یعني جب کالج قائم ھوچکا ھے اور تہذیب الاخلاق بار اول بند ھوچکا ھے' اور پھر جو کچھہ بھي ھو' اس معاملہ کا تعلق نفس مذھب و الحاد سے نہیں تھا بلکہ (جیسا خود مولوي صاحب موصوف نے مجھسے کہا) اسلام اور مسیحیت سے تھا - یعني مولوي صاحب کو اوائل طالب العلمي میں مشنریوں کي تحریرات پڑھتے پڑھتے عیسائیہ کی طرف میلان اور اسلام کي طرف سے بے رغبتي ھوگئي تھی - فاین ھذا من ذاک ؟

غرضکہ یہي نتائج اس راہ کے ھیں جنکي بنا پر شارع نے بار بار کثرت سوال و استفسار کو روکا تھا ' اور اِسکو منجملہ ضلالت یہود کے قرار دیا تھا - اور یہی معنی ھیں " ھلک المتنطعون " اي المتعمقون کے - اور یہی بھید ھے اس قول حضرۃ عمر میں کہ " کونوا علی دین الاعراب " اور اسی لیے جدال فی الدین کو روکا گیا اور تمام سلف و ائمۂ اھل سنۃ نے اتفاق کیا نزاع و تعمق في الدین کی مضرۃ و منع پر - حتی کہ حضرۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضي اللہ عنہ کي نسبت منقول ھے " یکرہ الجدال علی

فصل

حقیقت یہ ہے کہ شک و شبہہ کا فتنہ خود اس تدبیر سے نہیں آتا جسقدر جلد شک و شبہہ کے دور کرنے والے آپ لا لیتے ہیں - ہمیشہ مدعیان تطبیق نقل و عقل و دفع شبہات و شکوک نے ایسا ہی کیا ہے - علوم قدیمہ کی اشاعت کے زمانے میں ایک نہایت ہی معدود جماعت نے یونانی فلسفہ وغیرہ کو پڑھا تھا اور متوسلین دربار خلفاء و مشغولین تراجم و نظر کے علاوہ عام امت اسکے اثرات سے محفوظ تھی - سب سے پہلے خود معتزلہ اسکے تیروں سے زخمی ہوے - پھر خود بخود یہ ظاہر کرکے کہ تمام امت زخمی ہوگئی ہے اور اسکا علاج علماء مرّں و سنۃ نہیں کرسکتے ' اپنے آپ کو خود ساختہ مصلح و معالج قرار دیا اور جس بیماری کا ابھی وجود ہی نہ تھا ' خود کوشش کرکے اور بلاوے بھیجکر بالآخر آسے بلا ہی لیا - نتیجہ یہ نکلا کہ انکے رد و کد اور بحث و نظر سے خواہ مخواہ ہزاروں انسانوں کے عقائد متزلزل کردیے - عامۂ متکلمین و حکماء کا بھی یہی حال رہا - ہمارے زمانے میں بھی بعینہ یہی صورت پیش آئی ہے جس پر آجتک کسی نے غور نہیں کیا - ابھی نہ تو مسلمانوں میں نئے علوم کی بنا پر کوئی جا بجا پھیلا تھا ' نہ شک و شبہت پیدا ہوے تھے - محض چند لوگ تھے جنھوں نے نہ تو یورپ کی کوئی زبان پڑھی تھی ' نہ علوم جدیدہ سے واقفیت حاصل کی تھی - صرف سنی سنائی باتیں اور تقلیدانہ جوش عقیدۃ و حسن ظن نہ یورپ (و جمیع ماانتسب الیہ) سے اپنے جی میں شکوک و شبہت پیدا کیے ' اور پھر خود ہی پکارنا شروع کردیا کہ علوم جدیدہ نے اسلام کا خاتمہ کردیا اسکے سیلاب نے مسلمانوں کے سینوں سے سارے عقائد بہا کر دور کردیے - اب بجز اسکے چارہ نہیں کہ اسلامی عقائد میں از سر نو ترمیم و تنسیخ کی جائے یعنی لیے کئی دورے تنگکر ایک نیا ڈھانچہ ڈھالا جائے

خواہم کہ دگر بتکدہ سازند حرم را !

رہا ہے معلوم ہے - لیکن بالاخر نتیجہ کیا نکلا ؟ احیاء ہي کو دیکھہ لو - انکے دلنشیں الفاظ میري زبان پر چڑھگئے ہیں - " و ھذا اذا سمعتہ من محدث او حشوي انما خطر ببالک ان النـــاس اعداء لما جھلوا ' فاسمع ھذا ممن خبر الکلام ثم قلاہ بعد حقیقۃ الخبرۃ و التغلغل فیہ الی منتہی درجۃ المتکلمین وجاوز ذالک الی التعمق فی علوم اخری ' و تحقق ان الطریق الی حقائق المعرفۃ من ھذا الوجہ مسدود ! " یعني اگر یہ بات کوئي محدث تم سے کہتا تو تم کہدیتے کہ اس ظاہر پرست اور حدثنا و اخبرنا میں گم رہنے والے کو علم کلام و فلسفہ کے دقائق کیا معلوم ؟ پس یہ بات تم سے وہ شخص کہتا ہے جس نے علم کلام اور نیز تمام علوم عقلیہ میں علم و نظر کا وہ درجہ حاصل کیا جو متکلمین کا منتہاء درجہ ہوسکتا ہے ' تا ہم آخر میں یہي معلوم ہوا کہ حقیقت تک پہنچنے کیلیے یہ راہ بالکل بند ہے - حضرۃ امام رازي کي تفسیر اور اساس التقدیس اور مطالب عالیہ پڑھچکے ہو - مگر معلوم ہے کہ آنکي آخري تصنیف میں جو اقسام ذات کي نسبت ہے آنکے اعماق قلب سے کیا صدا نکلي ؟ " لقد تاملت الطرق الکلامیہ و المناھج الفلسفیہ فما رأیتھا تشفي علیلاً ولا تروي غلیلاً ' و رایت اقرب الطرق طریق القرآن - اقرأ في الاثبات الرحمن علی العرش استوی و فی النفي لیس کمثلہ شي - و من جرب مثل تجربتي عرف مثل معرفتي " کذا نقلہ ملا علی القاري في شرح الفقہ الاکبر - یعني میں نے علم کلام و فلسفۃ کے تمام طریقوں کو خوب دیکھا بھالا ' لیکن آخر میں یہي ثابت ہوا کہ نہ تو یقین کے دکھہ کا یہاں علاج ہے اور نہ شک کے اضطراب کیلیے چین - بہتر و اقرب طریقہ وہي ہے جو قرآن کا ہے - اور جس شخص نے میري طرح اس معاملہ کا تجربہ کیا ہوگا ' وہ میري طرح سمجھہ لیگا - یا سبحان اللہ ! یہ آنہي امام رازي کا آخري اعتراف ہے جنکي کتاب اساس التقدیس ہم پڑھچکے ہیں ! بالاخر یہي کہنا پڑا کہ " اقرأ في الاثبات الرحمن علی العرش استوی و الیہ یصعد الکلم الطیب " :

من المحبۃ ما ادق بیانہ متحیر فیہ امام الرازي !

والشعاب سے شبہات کے اصول و مبانی بھی بدل جائیں علوم سماویہ کے خلاف آج
کوئی اعتراض ایسا نہیں کیا جاتا جو پہلے نہ کیا گیا ہو' اور قرآن و سنۃ
و حاملین علوم دینیہ نے انکی ضلالت فہم و نظر کا پردہ چاک نہ کردیا ہو۔
پس اگر آج نام نہاد علوم جدیدہ کی بنا پر شبہات و ایرادات کا ہجوم ہے
تو علم کلام جدید یا علم کلام جدید کا شور و غوغا نہیں مچانا چاہیے' بلکہ
قرآن و سنۃ اور صرف قرآن و سنۃ کے علوم مہجورہ و متروکہ کی بازگشت
اور تجدید و احیاء کیلیے ماتم کرنا چاہیے پھر جو لوگ آج علم کلام
جدید کی جستجو و سراغ میں جاں بلب ہو رہے ہیں' انکو سب سے
پہلے اس پر غور کرنا چاہیے کہ علوم قدیمہ اور تشکیک و شبہات
فلسفہ ھی کے مقابلے میں علم کلام و متکلمین نے کونسی فتح پائی
ہے کہ انکے نقش قدم پر چلکر آج جدید علم کلام دنیا کے تمام حصون
و جنود مادیہ کو فتح کرلیگا؟ علم کلام قدیم کے سب سے بڑے علم بردار معتزلہ
تھے اور انکے بعد متاخرین اشاعرہ' لیکن خود ان دونوں جماعتوں نے پھر اسکے
اور کیا کیا کہ دفع شبہات کی سعی میں خود اپنے وجود ھی کو دعوۃ تشکیک
و شبہات بنادیا' اور آخر میں دنیا سے گئے تو یہ کہتے ہوئے گئے "لقد خضت
البحر الخضم' و خلیت اهل الاسلام و علومهم و دخلت فی الذی نهونی
عنه' و الآن ان لم یتدارکنی ربی برحمته فالویل لابن الجوینی و ها انا ذا
اموت علی عقیدة امی!" یعنی ساری کاوشیں کرکے آخر میں یہ حال ہوا کہ
اپنی ماں کے عقیدہ پر دنیا کو چھوڑتا ہوں! کسی نے کہا "انا اموت علی
عقیدة عجائز نیسابور!" یعنی تمام زندگی کیوں اور کیا میں بسر ہوگئی لیکن
نتیجہ یہ نکلا کہ بالآخر نیسابور کی بڑھیا عورتوں کے عقیدہ پر دنیا سے جارہا
ہوں! کسی نے ساری عمر وادئ کلام میں بسر کرکے آخر کہا تو یہ کہا
"ما عرفت مما حصلت شیئا سوی ان الممکن مفتقر الی المرجح!" اور
کسی نے علم کلام میں پچاس کتابیں تصنیف کرکے مرتے وقت کہا "اموت
و ما عرفت شیئاً" سب سے زیادہ اور مفصلہ کن عبرۃ حضرت امام غزالی کے
حالات میں ہے مذہب کلام و تاویل میں انکی آسمان پیمائیوں کا جو حال

راسباب میں بڑھی بڑھائی جا رہی ہے - سوداء احتراقی اور اسکی سمیۃ متعدیہ ' اور اسی لیے تعدیہ اور التہاب اسکا خاصہ - علاج بھی وہی جو پہلے سے اسطرح کے مواد کا کیا جا رہا ہے - یعنی تنقیۂ داخل اور قواطع سمیات و تصفیۂ خون ' اور بس - جراثیم خورد بینی (Microscopic Examination of Germs) کا نظریہ (جو اب نئی التحقیق مشاہدۂ و استقراء تک پہنچ چکا ہے) اطباء مشرق کیلیے گو نیا سمجھا جاے لیکن عرفاء مشرق کیلیے نیا نہیں ہے ' اور پھر جو کچھ بھی ہو ' اس سے نفس مرض و علاج پر کوئی اثر نہیں پڑتا - طرق و وسائل بر پڑے تو پڑے - اسی طرح اگر چیچک کی طرح تمام امراض خبیثہ و سمیہ کیلیے بھی ٹیکہ کی ایجاد میں کامیابی ہو جاے (جسکا تجربہ شاید امریکہ میں قریب تکمیل ہے) جب بھی اصول و قواعد پر اثر نہیں پڑ سکتا -

اور یہاں یہ نکتہ بھی پیش نظر رہے کہ انسانی معلومات کے عدم سے حقیقت معدوم نہیں ہو جاسکتی - اگر کسی دوا کا خاصہ اونکر وارپی و ابن بیطار سے پہلے لوگوں کو معلوم نہ تھا تو اسکے یہ معنی نہیں کہ دنیا میں اس سے پہلے وہ دوا موجود بھی نہ تھی - کیونکہ ہمیشہ سے موجود ' اور جب سے موجود ' اسی وقت سے دافع تپ - یہ دوسری بات ہے کہ اسکا خاصہ تمہیں کل معلوم ہوا -

بہر حال یہی مثال دعینہ امراض معنویہ ارقبیل شکوک و شبہات و انکار و جحود اور انکے علاج کی بھی ہے - شک و شبہہ و انکار کا مرض ایک ہی ہے اور اسکا علاج بھی ایک ہی ہے - ہمیشہ سے یکساں مرض ' اور ہمیشہ سے یکساں علاج - یہ بات نہیں ہے کہ معلومات و مکشوفات کے بدلنے سے وہ بھی بدل جاے - علوم قدیمۂ و جدیدہ کی تقسیم بھی اس بارے میں یکسر غیر موثر ہے - بلا شبہہ انسان کی سمجھہ کی بے راہی اور نظر کی کجی اور عقل کی خامی معلومات و مکشوفات عقلیہ سے بھی فی زعمہ مدد لیتی ہے ' اور اسی کے مطابق شک و شبہہ کا رنگ و نقشہ درست کرتی ہے ' لیکن نفس شبہات کی بنیاد علوم و فلسفہ نہیں ہیں کہ انکی مزید توسیع

ان ھذا الا اساطیر الاولین (انعام) اور داعیان حق کی صدا بھی برابر
یہی رہی سمیتموھا انتم و آباؤکم (یوسف) اور انہم الفوا آباءھم ضالین -
فہم علی آثارھم یہرعون ولقد ضل قبلہم اکثر الاولین (صافات) یعنی
شبہات و انکار کی گمراہی کا ظہور خارج سے نہیں ہوتا ' بلکہ وہ ایک عارضۂ
طبیعت ہے منجملہ عوارض آخری رسنی کے' اور چونکہ طبیعت کی استعداد
اکتساب عوارض میں یکساں اور غیر متبدل ہے اسلیے نفس عارضہ بھی اپنی
کیفیت میں یکساں و غیر متبدل' اگرچہ کمیت میں بڑھتا گھٹتا جاری رہتا ہے

جسمانی بیماریوں کی مثال سامنے لاؤ تو مطلب زیادہ صاف ہو جائیگا کیونکہ
سنۃ اللہ کارخانۂ ہستی کی ہر شاخ کیلیے ایک ہی ہے جس وقت سے
نسل اور انسان کی اصلی و فطری تندرستی موجود ہے ' اسکے بعد ہی سے
عارضی بیماری کا بھی وجود شروع ہو گیا ہے - اور معلوم ہے کہ بیماریوں کے
اقسام و جزئیات میں برابر ترقی ہوتی گئی حتی کہ بعض بیماریوں کی
نسبت انسان نے فیصلہ کیا کہ پہلے نہ تھیں لیکن چونکہ یہ عارضۂ
طبیعت ہے ' اور سبب اسکا اکتساب و انفعال طبیعت ' و زوال اعتدال
اخلاط' وضعف قوۃ دافعۂ داخلیہ و غیر ذلک ' اسلیے ایسا تو کبھی نہیں ہوا
اور نہ ہوسکتا ہے کہ زمانے کے بدلنے سے بیماری بھی بدل گئی ہو' اور مثلاً حمیٰ
دموی یا صفراوی بقراط کے عہد میں جسطرح کا ہوا کرتا تھا ' بعد کے زمانے
میں اس طرح کا نہوتا ہو؟ بخار جب کبھی آئیگا ' ویسا ہی ہوگا جیسا
ہمیشہ بیماران بخار کو ہوا کرتا ہے خواہ بقراط کا زمانہ ہو' خواہ شیخ کا '
اور خواہ ہمارے عہد کے حاذق الملک کا اگر ایسا ہو تو پھر علم طب کی
ساری تحقیقات بیکار ہو جاے اور ہر نئے برس کیلیے نئے طب کی ضرورت
ہو تمام اطباء سلف نے اتفاق کیا کہ مرض سفلس پہلے یہاں نہ تھا - یورپ
سے آیا اسی لیے عربی میں اسکا نام " داء الافرنج " اور فارسی و ترکی
میں " فرنگی " مشہور ہوا اور خود یورپ بھی کہتا ہے کہ یہ ہمارے یہاں
نہ تھا - بعض جزائر سے آیا معہذا اسکے اسباب و طرق تولد اور علاج
میں کوئی بھی نئی بات پیش نہ آئی وہی بات ہوئی جو پہلے سے قانون

اس کلمہ میں بھی سچ کے ساتھہ جھوٹ ملگیا ہے اور اس بارے میں میرا خیال دوسرا ہے بس یہ جو کچھہ کہا گیا وہ کچھہ تو اس بنا پر تھا کہ ہر گروہ کے سامنے اُسکے نقائص کا پیش کرنا ضروری ہے ' اور پھر اُس غلو و اغراق اور انہماک و استغراق کي بنا پر کہ معقولات قدیمہ جو کبھي آلات کا حکم رکھتے تھے ' اب مقصود بالذات ہوگئے ہیں -

فصل

ساٹھہ ستر برس سے لوگوں نے شور مچا رکھا ہے کہ علوم جدیدہ ! علوم جدیدہ ! اور اسلیے علم کلام جدید ! علم کلام جدید ! یعني جس طرح الحاد جلي کي صورت بدلي ہے ' اُسي طرح الحاد خفي کا جوڑ بھي بدلا جاے ' اور جب ایک ملکہ واپس آ گیا ہے تو دوسرے ملکوں کو بھي کیوں نہ جگادیا جاے ؟ حالانکہ اس بارے میں قدیم و جدید کي تفریق کرنا ہي سرے سے غلط ہے اور ایسي غلطي جو صدہا غلطیوں کو اپنے دامن میں رکھتي ہے قطع نظر اسکے کہ سائنس مذہب سے برسر پیکار ہے یا فلسفہ ؟ اور قطع نظر اسکے کہ موجودہ عہد کے مذاہب فلسفہ پر جدید و حدیث کا اطلاق اصلاً کہانتک درست ہے ؟ اگر " علوم جدیدہ " کي ترکیب کو علي الاطلاق صحیح تسلیم کر بھي لیا جاے ' جب بھي اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شریعۃ الہي کے حفظ و دفاع کے پہلے ہتھیار بیکار ہوگئے سب سے پہلي غلطي اس بارے میں یہ ہوئي کہ علوم سماویہ کے برخلاف شکوک و شبہات کا اصل مبدء لوگوں نے معلوم نہیں کیا ' اور نہ کبھي اِسکي کوشش کي کہ علوم و دعوۃ انبیاء کے خلاف انساني شکوک و شبہات و اعتراضات کو جو مختلف زمانوں میں ظاہر ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں ' اصولاً یکجا کریں ' اور یہ طریق قواعد و جوامع منضبط کرکے دیکھیں کہ اس وادي میں کوئي نیا قدم بھي اٹھتا نظر آتا ہے یا رہی اسا علي آثارھم مقتدون

محتسب داند که حافـــظ می خورد
واصف ملـــک سلیماں نیـــزهم ! -

بلکه سچ دوچھیئے تو ایک لحاظ سے آپ بر من وجه وه فضلیت رکھتے هیں - آپ کے آئمۂ و پیشوا فلاسفۂ یونان هیں جنکا قدم دهندان ضاله سے آگے نه بڑھا - آپکے معدودان علم فلاسفۂ یورپ هیں جنهوں نے بہر حال دنیا کے آگے تجربۂ و استقراء اور کشفیات عملیه کا دروازه کهولا - ان میں کا ایک لڑکا جو اسکول کی پانچویں کلاس میں سائنس اور طبعیات کی ریڈر پڑھتا هے ' شاید آپکے مدارس کے اُن منتہیوں سے زیادہ صحیح راہ پر هے جو صدرا اور شمس بازغه سے بهی آگے بڑھچکے هیں - البته یه ضرور هے که آپ صاحبوں میں مترجمین و ناقلین عرب تھے جنهوں نے یونانیات کو عربی کا جامه پہنا کر مقدس بنا دیا - اور معتزلۂ و اخوان الصفا وغیرهم پیدا هوگئے جنهوں نے مصطلحات و عبائر یونانیات کو علوم دینیه میں امتزاج و خلط کیمیائی کے ساتھه ملادیا - لیکن اِن بیچاروں کو یه اتفاقات اب تک نصیب نهیں هوے - معامله سرسید مرحوم اور انکے خوشه چینان غیر معروف و مقلدین غیر مقر با مجتهدین فی المذهب سے آگے نهیں بڑھا هے - اگر اُن میں بهی کوئی اس مذهب کا آدمی نکل آتا تو آپ دیکھتے که اُنکے مباحث خاصه آپکے امور عامه سے تو ضرور بازی لیجاتے ؛

ترسم که صرفۂ نه برد روز بازخواست
نان حـــلال شـــیخ ز آب حرام ما !

کم سے کم آپ حضرات کو تو اس معامله میں خاموش هی رهنا چاهیے ·

محتسب چون می خورد معذور دارد مست را !

اور یه جو کچھه کہا تو معلوم رهے که میں اُن لوگوں میں نهیں هوں جنهوں نے معقولات قدیمه کے یکقلـــم بیکار هونے کا ایک شور مچا رکھـــا هے ' اور اصلاح نصاب تعلیم کا یه مطلب سمجھتے هیں که اس تمام دفتر کو بالکل " غرق مئے ناب " کردیا جاے ' کیونکه اس عهد کے هر کلمۂ اصلاح کی طرح

و ضعف عرفاء طریق و حقیقت شناساں بارے تدبر و تفکر کي توفیق ملي ہے
اور نعکم والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا (عنکبوت) حق تعالے نے انکے
قلوب کو انوار کتاب و سنة کے اکتساب و استنارة کیلیے مجلی و مزکي
کردیا ہے ' اور انکا آئینۂ استعداد زنگ و کثافت جہل و حجاب و ظلمت
محبت زخارف دنیوي و رذائل نفسانیه مانعۂ وصول الی الحق سے بکلی
پاک و صاف ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس مقام پر کیا موقوف ؟ علم
و حقیقت کے کسي گوشے میں بھي انکا فہم و تتبع قبول نہیں

خلق الله للحـــروب رجـــالاً
و رجـــالاً لقصعـــة و ثريد !

بلکہ حق یہ ہے کہ اس بارے میں ایسے خطاب یکسر ضیاع وقت و تکلم
اتلاف نفائس و جواهر ہے

مئے مغـانہ کہ از درد شور و شر صافسـت
بہ محتسب نہ دہي قطرۂ کہ اسراف ست

سنہ ۱۹۱۱ میں مولانا شبلي مرحوم وقف علي الاولاد کیلیے علماء کا
ایک وفد لیجارہے تھے ' اور اسی غرض سے کلکتہ میں مقیم تھے علماء وفد
میں سے ایک بزرگ کہ درس و نظر معقولات کے لحاظ سے آجکل مخصوص
امتیازي درجہ رکھتے ہیں ' ایک دن اسی لب و لہجہ میں جو ان بزرگوں
کیلیے مخصوص ہے ' آجکل کے انگریزي خواں تعلیم یافتہ اشخاص کی مذہب
سے بے خبري اور الحاد و بے دیني کي شکایت کرنے لگے میں نے کہا کہ
شکایت کم ازکم آپ لوگوں کي زباني تو اچھی نہیں معلوم ہوتی میرے
خیال میں تو آپ اور وہ ' دونوں ایک ہی نظر کے سرچشمہ اور ایک ہي
مشرب و مسلک کے دو مختلف مظاهر هیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ آنکي
قدامت و اراثة کي رعایت کرتے ہوے آنکو انکا چھوٹا بھائي کہا جائے -
آپ یونانیوں کے حلقہ بگوش ' وہ یورپ کے پرستار قرآن و سنة سے آپ بھی
دور و مہجور ' وہ بھي بے خبر و نفور

اور ہر معرکۂ و میدان میں یہی جماعت مصداق اصلی " لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ و ھم غالبون " کی ہے - کما قال ابن المدینی ھم اھل الحدیث - اور یحکم " و ان جندنا لھم الغالبون " (صافات) اسی کا پرچم فتح و اقبال و لواء عز و جلال جند الہی میں منصوب اور حزب اللہ المفلحون میں منشور و معدود ہے - یہاں بھی تم ہرگز ہرگز نہ پاؤگے کہ اصحاب علوم جدل و خلاف و رائے و قیاس ، و مشغولین بوارادات ، و مقلدین فلاسفۂ و متکلمین ، معرکۂ عقل و نقل و ملحمۂ مادیۂ و سماویہ میں کامیابی کا ایک قدم بھی آگے بڑھا سکیں - یا ایک دل کے شک اور ایک دماغ کے الحاد کو بھی دور کر سکیں - صرف اصحاب حدیث و سنہ ھی کے ھاتھہ آجتک ہر میدان رہا ہے ، اور سبحان اللہ سعادہ فیضان نبوہ و برکات انتساب کتاب و سنۃ کہ آج بھی فتح و نصرۃ اُنہیکی تو اُنہی کے عساکر حق و قشون ہدایت پر - اگرچہ حسب فرمان نبوی " قوم صالحون ، قلیل فی ناس سوء کثیر " رواہ احمد و الطبرانی مرفوعاً اُنکی تعداد سب سے کم ، اور بوجہ ظہور معنی غربہ ثانیہ اُنکی جماعت نہ صرف مغلوب بلکہ بظاھر مفقود و کالمعدوم نظر آتی ھو - فہم اقلون عدداً و اعظمون عند اللہ قدرا - پھر کہتا ہوں کہ یہ بات اگرچہ تمہارے کانوں کیلیے بالکل نئی اور بہت ھی تعجب انگیز ہوگی مگر یاد رکھو کہ تمام طوائف متکلمین فلسفۂ قدیمہ کے مقابلے میں بھی ناکام رہے ہیں ، اور آج تمام نہاد فلسفۂ جدیدہ کے مقابلے میں بھی اُسی طرح ناکام رہینگے - اُسوقت بھی صرف اصحاب حدیث و طریق سلف ھی کامیاب و منصور ہوے تھے ، اور آج بھی اس میدان میں باری اُنہی کے ہاتھہ ہے - فقہاء و متکلمین میں سے آجتک کوئی اس میدان کا مرد نہیں اُٹھا :

کامل اس فرقۂ زہاد سے اُٹھا نہ کوئی
کچھہ ہوے تو یہی رندان قدح خوار ہوے

البتہ اس حقیقت کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنکو چند گھنٹے بھی معقولات و کلام و [illegible] کی [illegible] قیل و قال کے جھگڑے [illegible]

مقابلہ کیا، اور انکے تمام طلسمات وہم و ظنون اور کارخانجات عقل و مقاس کی سحر نمائیوں اور سعیدہ سازیوں کو بحکم لا یفلح الساحر حیث اتی (طہ) صرف انکے ہی عصاے ثعبان آساے کتاب و سنۃ سے فاذا ہی تلقف ما یافکون (اعراف) کی طرح باطل اور درہم و برہم کردیا مع انہم لم یکونوا یعلمون شیئاً من المنطق والفلسفۃ، و لا یعرفون الکلام و طرق الجدل، و مقدمات المصنوعۃ و مصطلحات القوم

اذا جاء موسیٰ و القی العصا
فقد بطل السحر و الساحر !

علی الخصوص جن ارباب نظر نے صرف حضرات آئمۂ اربعہ ہی کے مناظرات مسئلہ اور آئمۂ اہل بیت کرام علی الخصوص حضرت امام باقر و امام جعفر الصادق علیہما و علی ابائہما واجدادہ ہما الصلوٰۃ و السلام کی احادیث مفصلۂ حکمیہ بمقابلۂ مشککین ملاحدہ و زنادقہ مطالعہ کی ہیں، جانکا گھر وحی و نبوت کا گھر، اور جدنا دروازہ باب مدینۂ علم، اور جنکے اطفال و احداث تک علم نبوت و فیضان عترۃ رسالت کی گودوں میں پرورش پانے والے ہیں، وہ بھلا آجکل کے علغلۂ الحاد کو کب خاطر میں لا سکتے ہیں، اور محض خیالات و ظنون کا تعرض و تلعب اور پرستاران اوہام زید و عمر کی زبان کج مج و بیان لتعلیم کب انکی جلالۃ علوم کی خسروی اور سلطان یقین کی قہر مانیۃ کو مرعوب و مسخر کرسکتا ہے ؟ انکے سامنے یہ تمام طلسمات عقلیہ خواب پریشاں اور سراب از دور نمایاں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے

برو این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

غرضکہ موجودہ عہد کی مادیۃ و معقولات کے مقابلے میں بھی صرف اصحاب حدیث و سنۃ و حاملین علوم خالصۂ و ماثورۂ سلف ہی کی جماعۃ وہ طائفہ منصورہ ہے جسکے لیے کسی طرح کا بیم و ہراس نہیں ہر حال میں اور ہر مقابل و ہر اسلحہ کے سامنے وہ مظفر و منصور ہے،

مگر علوم سماویہ و معلومات انسانیہ کی باہمی آویزش کا مقام اب بھی ٹھیک ٹھیک ویسا ہی (یعنی باعتبار کیفیت) اور اتنا ہی (یعنی باعتدار کمیت) ہے ؟ جیسا کہ ہمیشہ تھا - اسمیں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے - آج قرآن و علوم انبیاء کرام کے خلاف کوئی ایک چھوٹی سی چھوٹی بات بھی ایسی نہیں کہی جاتی اور نہیں کہی جاسکتی ' جو اصولاً پہلے نہیں کہی جاچکی ہو ' بلکہ عین قرآن حکیم کے نزول اور اسکے ۲۳ سالہ زمانے میں نہ کہی گئی ہو اور خود قرآن و سنہ نے اسکا جواب نہ دیدیا ہو - اور اگر اسکے بعد کے عہد شیوع علوم دخیلہ و عجمیہ و تراجم کتب مذاہب مدرسۂ یونانیۂ و ایرانیہ و ملاحدۂ و مادیۂ عہد عباسیہ اور انکے اتباع اور زیرہ دینوں کے اعتراضات و شبہات کے دفاتر و مقالات بھی ملا لیے جائیں ' تو بلا خوف رد کہا جاسکتا ہے کہ نہ محض اصولاً ' بلکہ فرعاً و انفراداً بھی آجتک کوئی نیا علمی شبہہ وحی و تنزیل اور قرآن و شریعۃ کے خلاف پیدا نہیں ہوسکا ' اور کوئی بات ایسی نہیں کہی گئی جو آجکل کے مشککین و متجددین لا ادریئین کے شجرۂ ضلالۃ و بطالۃ کے مورث اعلی قرون ماضیہ میں نہ کہہ چکے ہوں - و لقد صدق اللہ فیما قال : بل قالوا مثل ما قال الاولون - قالوا ءاذا متنا وکنا ترابا و عظاماً ' ءانا لمبعوثون ؟ لقد وعدنا نحن و اباؤنا ھذا من قبل ' إن ھذا الا اساطیر الاولین (مؤمنون) ایعدکم انکم اذا متم وکنتم ترابا و عظاماً انکم مخرجون ؟ ھیھات ! ھیھات ! لما توعدون ! إن ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا و ما نحن بمبعوثین (ایضاً) اور خود قرآن حکیم و حکمۃ نبوۃ نے اپنے ادلۂ نیرہ و حجج بالغہ سے انکے تمام زخرف القول اور متاع غرور کا بالکل قلع و قمع نہ کردیا ہو - بحدیکہ فاصبحوا فی دیارھم جاثمین کان لم یغنـــوا فیھا (ھود) اور و جعلنـــا ھم احادیث (مؤمنون) اسی بنا پر تمام علماء تابعین ' و ائمۂ اھـــل بدت طاہرین ' و عموم اعلام سلف ' و ائمہ اھل سنہ نے ہمیشہ ملاحدۂ و مشککین کے ہر طرح کے اعتراضات و ایرادات کا محض ادلۂ کتاب و سنۂ کی حکمت قاہرۂ سے فاتحانہ

مل حکا هو' اورجس کسي نے قطع طرق میں اپنے هر رفقا کو خود گم کردۂ راہ وعقل ناحقۂ بلمعں سکنکات و نوسوس شبہات پایا ہو' آے' اور آئمۂ حدیث وانرکے معارف و براهین خالصۂ کتاب و سنۃ کا مطالعہ کرے اور دیکھہ لے کہ اقوال و حالات مندرجۂ صدر کي سچائي اب بھي کیسي کھري اور عدم مندل ہے ؟ اور "سرچشمۂ یقین و حکمت حاملین علوم نبویہ ہیں' یا معلدین و عبدۃ الطواغیت یونان و فرنگ ؟ وما یستوي الاعمی والبصیر' ولا الظلمات ولا النور' ولا الظل ولا الحرور وما یستوي الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء - وما انت بمسمع من في القبور ! (فاطر او الروم)

ستعلم لیلی ای دین تدا ینت
وای غریم في التقاضي غریمها ؟

باقي رہا معاملہ یورپ کے فلسفۂ حدیثہ' اور مذاهب حاضرۂ ما دیلین لا ادریین' اور عموم نتائج علوم تجربیۂ حالیہ برخلاف علوم سماویہ علی الظاهر' اور وہ سب کچھہ جو آنکي بنا پر سمجھا اور کہا جارہا ہے' سو اول تو لوگوں کو معلوم نہیں کہ معلومات و ثمرات علوم مادیہ اور طرق و مذاهب فلسفیہ اور تقسیم و تعدد معقولات میں کو بے شمار جدیدیں نئي بہم ہوگئی ہیں'

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰۲]

مقام دقیق لا یعلم سرہ الا الراسخون فی العلم و عارفون باسرار الشریعۃ و حکمۃ آس حدیث میں فتنۂ شبہات کي خبر دي گئي ہے جو نوع انساني کیلئے نشہ ہلاکت و خسران کا سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے - شیطان کے پاس اس سے زیادہ کارگر اور بے خطا کوئي ہتھیار نہیں جیسا کہ حضرۃ عائشہ والي روایت میں ہے فرمایا اس امت کے لوگ بھي برابر شکوک و شبہات نکالتے رہینگے' اور لا حاصل جون و چرا اورکدوں اورکیا سے بازنہ آئینگے یہانتک کہ خود اللہ تعالی کي ذات و صفات میں بھي رد و کد شروع کردینگے' اور معاملہ جدال فی اللہ بغیر علم سے الحاد و انکار تک پہنچکر رہیگا فصلی اللہ علی الصادق المصدوق الذي لا ینطق عن شي الا رباني منــــزل فلــــق الصبح !

زیادہ ھیں ' اور باوجود علماء دولۃ اور سلاطین وحکام عہد کی شدید مخالفتوں کے آج کتب فروشوں کے حجروں پرست سے زیادہ مالک انہیں کی ہے ! شیخ ابن یوسف مرعی لکھتے ھیں کہ بلاد مصر و شام کے سیاح جب نجد کی طرف جاتے ھیں تو بہترین تحفہ جو اپنے اھل علم طلب کرتے ھیں ' امام موصوف کی مؤلفات ھیں ! انکی زندگی ھی میں یہ حال تھا کہ بڑے بڑے اکابر و اعاظم علم ائمۂ سلف کی کتابیں فروخت کرڈالتے تاکہ مؤلفات ابن تیمیہ خرید سکیں قاضی القضاۃ شام شیخ شہاب الدین ملکاوی الشافعی (جو فقیہ الشام کے لقب سے مشہور ھوے اور امام ابو العباس ابن حجی کے شیوخ روایت میں سے ھیں- کما ذکرہ فی المعجم) انہوں نے امام نواوی کی شرح مسلم فروخت کردی اوراسکی قیمت سے امام موصوف کی الرد علی النصاری (جواب چار جلدوں میں چھپ گئی ہے) خرید کی - ایک شخص نے اسپر اعتراض کیا کہ شرح مسلم دیکر ابن تیمیہ کی کتاب خریدتے ہو؟ تو کہا میرے پاس شرح مذکور کے دو نسخے تھے ایک فروخت کردیا - لیکن اگر ایک ھی نسخہ ھوتا جب بھی مصنفات ابن تیمیہ کیلیے بلا تامل فروخت کردیتا کیونکہ " ما فی شرح مسلم اعرفہ' و ما فی مؤلفاتہ الا محتاج الیہ" (کذا نقل عنہ فی الرد الوافر)

میں کہتا ھوں یہ بات آج بھی ویسی ھی سچی اور کھری ہے جیسی اسوقت تھی ' اور سچائی کی پرکھ بھی ہے کہ نہ تو کسوٹیوں کا بدلا جانا اسکے لیے مضر ہے اور نہ زمانے کا بدلا جانا اسکے کھرے پن میں شک ڈال

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۹]

ختم کی ھو' اور اگرچہ تمام دنیا والوں نے اسکی تحقیر و مخالفت کیلیے اکا کرلیا ھو اور تمام روے زمین کے بادشاھوں نے اسکی عظمت کو شکست دینے کیلیے اپنی کمریں باندھلی ھوں ولقد احسن القائل

در سفالین کاسۂ رندان بخواری منگرید
کین حریفان خدمت جام جہان بین کردہ اند
قدسیان بے بہرہ اند از جرعۂ کاس الکرام
این تطاول بین کہ باعشاق مسکین کردہ اند

برس بعد حافظ ابن حجر لکھتے ھیں کہ میں نے شمار کیا تو مشہور مولفات ابن تیمیہ علاوہ تفسیر القرآن کے چار ہزار صفحوں سے

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۹

جاری تھا - پس انہی لوگوں نے امام موصوف کی خبر وفات سنکر نماز جنازہ پڑھی ہوگی - اور یہ جو لکھا ہے کہ : " نودی باقصی الصین " تو اس سے مقصود اندرون چین کی وھی نو آبادی ہوگی جو موجودہ شہر پیکن کے قریب ابن بطوطہ کو ملی تھی - اور پھر غور کرو کہ یہی وہ خصائص مقام عزیمۃ دعوۃ اور وراثۃ مقام ورفعنا لک ذکرک کے ھیں جن میں اوروں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اگرچہ بظاھر کتنا ھی پایہ بلند رکھتے ھوں - خود امام موصوف تو قید خانے کی کوٹھری میں محبوس و مظلوم انتقال کرتے ھیں' لیکن انکے لیے نماز جنازہ چین میں پڑھی جاتی ہے ! اور انکی زندگی ھی میں ترجمان القران و السنۃ ہونے کی شہرت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ چین کی دیواروں سے جا ٹکراتی ہے اور پکارنے والا پکارتا ہے " الصلوٰۃ علی ترجمان القران ! " حافظ برزالی لکھتے ھیں کہ امام احمد بن حنبل کے بعد اور کسی کے جنازہ پر خلق اللہ کا اسقدر اجتماع نہیں ہوا اور نہ اتنی نمازیں پڑھی گئیں جسقدر امام ابن تیمیہ کے جنازہ پر - حالانکہ انکا جنازہ قید خانے سے نکلا - اور خلیفۂ متوکل امام احمد کا معتقد تھا' مگر سلطان عہد ابن تیمیہ کا مخالف - وکان یوما مشہودا - جب جنازہ اٹھا اور انبوہ کا یہ حال ہوا کہ صرف عورتوں کی تعداد پندرہ ہزار سے زیادہ اندازہ کی گئی تو ایک شخص نے منارۂ مسجد سے ندا دی : ھکذا یکون جنائز اھل السنۃ ! سبحان اللہ' یہ ہے مقام وراثۂ تامۂ نبوۃ کا ! دمشق میں صدا اٹھی : ھکذا یکون جنائز اھل السنۃ ! اور چین میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی زبان سے بے اختیار نکلوا دیا : الصلوٰۃ علی ترجمان القران ! یعنی انکی تمام حیات علم و عمل کا خلاصہ قران و سنۃ تھا' تو بحکم حدیث صحاح " انتم شھداء اللہ فی الارض " اللہ نے انسانوں کی زبانی جو کچھ کہلوایا' اسمیں بھی اور کوئی وصف نہ تھا - صرف اسی بات کی شہادت تھی کہ سنۃ کا اھل اور قران کا ترجمان و مفسر ہے ! یہی چیز ہے کہ انکے بڑے بڑے معاصرین کو سب کچھ ملا تھا مگر یہ نہیں ملی تھی' اور ھمیشہ صرف مجدد العصر ھی کے حصے میں آتی ہے - اگرچہ قید خانے میں اس نے زندگی بسر کی ھو یا سولی کے تختے پر

حالت سخت مخدوش ہوگئی اور اپنے ایمان و نفس کی طرف سے خوف پیدا ہوگیا کہ کہیں تشکیک و انکار کی گمراہی میں ڈوب نہ جاؤں لیکن جب اللہ نے اسپر احسان کیا اور امام ابن تیمیہ کے مولفات کے مطالعہ کی توفیق بخشی تو انکی ہر بات عقل سلیم کے مطابق پائی اور وہ تمام پردے شک و ریب کے ہٹ گئے جو متکلمین کی قیل و قال نے آنکھی بصیرۃ پر ڈالدیے ہیں اگر کسی شخص کو اس بات کی صحت میں شک ہو تو امام موصوف کی مولفات آج بھی موجود ہیں - حسد و تعصب سے خالی ہوکر انکا مطالعہ کرے - ہم کہتے ہیں کہ واللہ وہ حق و یقین اور طمانیۃ قلب کو پالیگا ' اور دلائل واضحہ و براہین قاطعہ کا عروۃ الوثقی آسکے ہاتھوں میں ہوگا انتہی خود امام موصوف کی زندگی ہی میں انکی مصنفات کے اس جامعہ کی شہرت یہاں تک عالمگیر ہوچکی تھی کہ مصر و شام و عراق کے کتب فروش آئمۂ سلف کی کتابوں سے زیادہ آنکی مصنفات کے نسخے رکھتے ہیں آنکی زندگی ہی میں انکی مصنفات سندھ و نو آباد عربوں کے ذریعہ چین تک پہنچ چکی تھیں (۱) آنکی وفات سے تقریباً پچاس ساٹھ

---

(۱) حافظ ابن رجب طبقات میں لکھتے ہیں " صلی علیہ صلاۃ الغائب فی غالب بلاد الاسلام القریبۃ و البعیدۃ حتی فی الیمن و الصین - و اخبر المسافرون أنہ نودی باقصی الصین للصلاۃ علیہ یوم جمعۃ الصلاۃ علی ترجمان القرآن ! " یعنی امام ابن تیمیہ کے جب وفات پائی تو اکثر بلاد اسلام میں انکے لیے نماز جنازہ غائب پڑھی گئی ' حتی کہ یمن اور چین میں اور سیاحوں کی زبانی معلوم ہوا کہ چین کے نہایت بعید گوشوں میں جمعہ کے دن منادی کرنے والے نے پکارا " ترجمان القرآن کیلیے نماز جنازہ پڑھی جائیگی ! " امام موصوف کی وفات سے ساٹھ ستر برس بعد ابن بطوطہ نے چین کا سفر کیا تھا - آنکو موجودہ شہر پیکن کے قریب قبائل عرب و تجار اہل اسلام کی ایک بہت بڑی نو آبادی ملی تھی جسمیں فقہاء و محدثین و اصحاب درس و تدریس موجود ہیں شیخ بدرالدین محدث نے انکی دعوت کی - اسکے علاوہ عام دیارچین میں بھی ہرجگہ عرب اور نو مسلم باشندے کثیر موجود ہیں ' اور بلاد عربیہ سے آمد و رفت کا سلسلہ برابر

شیخ سراج الـدین ابو حفص البزار بغدادی اُس عہد کے مشاہیر اعلام وجامعین فقہ و حدیث میں سے ہیں - انہوں نے امام ابن تیمیہ کے حالات ومناقب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے " الاعلام العلیہ فی مناقب الامام بن تیمیہ" رسالۂ مذکور میں لکھتے ہیں " حدثنی غیر واحد من العلماء الفضلاء ' الـذین خاضوا في اقاویل المتکلمین لیسترجعوا منـہا الصواب ' ان کلا منـہم لم یزل حائراً في تجاذب أقوال الاصولئین و معقولاتہم ' وانه لم یستقر في قلبه منـہا قول و لم یبن لهٔ من مضمونہا حق ' بل رآها کلها موقعة فی الحیرة والتضلیل ' وانه کان خائفاً علی نفسه من الوقوع بسببہا فی التشکیک ' حتی من الله علیه بمطالعة مولفات هذا الامام ' وما اورده من النقلیات و العقلیات في هذا النظام ' مما هو الا ان وقف علیہا فراها موافقة للعقل السلیم ' فانجلا عنه ما کان قـد غشیته من أقوال المتکلمین" قریب قریب ایسی ہی شہادت حافظ جمال الدین عقیلی السرمری نے " الحمیـة الاسـلامیـه في الانتصار لمـذهب بن تیمیه " میں دی ہے کہ اُس عہد کے ائمۂ کبار میں معدود اور مسند العصر وشیـخ الـزمان تھے ' اور اتنـا اَور زیادہ کیـا ہے : " ومن اراد اختبـار صحـة ما قلته فلیقف بعین الانصاف ' العریة عن الحسد و الانحراف ' ان شاء علی مختصراته (ای مختصرات ابن تیمیه) فی هذا الشان - کشرح الاصفہانیه ونحوها ' و ان شاء علی مطولاته - کتخلیص التلبیس من تاسیس التقدیس وکتاب العقل و النقل و منہاج الاستقامة و الاعتدال ' فانه والله یظفر بالحق والبیان ' ویستمسک باوضح برهان " الخ - حاصل دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ ہم سے متعدد علماء و افاضل نے ذکر کیا کہ انہوں نے متکلمین کے اقوال و مقالات میں غور و خوض کیا تھا ' تاکہ حق و صواب معلوم کریں ' لیکن ان میں سے ہر شخص کا یہ حال ہوا کہ جسقدر اس میدان میں بڑھتا گیا ' اُتنی ہی زیادہ حیرانی وگمراہی سے اپنے تئیں نزدیک پایا - اور ارباب کلام و اصول کے اقوال و عقلیات میں سے کوئی بات بھی ایسی نظر نہ آئی جو بنیاد حق کو استوار کرتی اور دل کو اسپر اطمینان و قرار ملتا - حتی کہ انکی

و ماثور سے اعراض کرینگے " علیکم بهذ القرآن فما وجدتم فیه من حلال فاحلوہ " الخ تو سنة و اسوۂ حسنه کے تذروں کیم بارش سے آنکے منه پهیر دو' اور ما اتاکم الرسول فخذوہ اور حتی یحکموک فیما شجر بینهم اور " من اطاعني فقد اطاع الله " کے بے خطا هتیاروں سے آنکا مقابله کرو اور یه جو فرمایا " وکم من تقتل الانفس قد احیوہ " تو یه بهي حقیقت هے که کمال اتباع و تعالی فی السنة کي وجه سے آن در معالجۂ نفوس و تداوي امم کي راهیں کهول دي جاتي هیں' اور وہ صرف ایک هي نسخۂ شفاء کتاب و سنة هاتهه میں لیکر تمام بیماران قلب و نا خوشان روح کو دعوة شفاء دیتے هیں یهي سر هے که منجمله اسماء و صفات قرآنیه کے ایک اسم وصفي " الشفاء " بهي قرار پایا تاکه دل اور یقین کے سارے دکهوں کیلئے دوا اسکے اور کسي میں شفاء طمانیة نهیں - سب خود مبتلاء مرض هیں

قل هو للذین آمنوا هدی و شفاء' والذین لا یؤمنون فی آذانهم و قر و هو علیهم عمی اولئک ینادون من مکان بعید (حم سجده) و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمؤمنین و لا یزید الظالمین الا خسارا (اسری) یا ایها الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم و شفاء لما فی الصدور (لعلها فی التوبه او یونس) اور قلب و روح کي " طمانیة " یعني عدم اضطراب و شک صرف اسي کے پاس هے الذین آمنوا و تطمئن قلوبهم بذکر الله - الا بذکر الله تطمئن القلوب (رعد) اور یهي وہ کمال مرتبۂ ایقاني هے جو معبر به لفظ " سکینة " بهي هوا هو الذی انزل السکینة فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم (فتح) پس جب شفاء و وسیلۂ اطمینان و سکون قلب قرآن هوا' اور قرآن کي عملي تفسیر وجود صاحب قرآن' تو اب شفاء بهي صرف آنهي هاتهوں سے ملسکتي هے جن کے پاس اس نسخه کا عامل علم و عمل هو' اور وہ نهیں هے مگر کتاب و سنة یهي مقام امام اس دعوہ کا تها' اور سلسلة الذهب تجدید و احیاء امت کے هر حلقۂ دعوة کا هوا' اور هوگا

بحکمته فعل الطبیب المجرب !

وہ وعظ جن میں خلیفہ بغداد حاضر ہوتا ' اسی خطبہ سے شروع فرماتے -
حجۃ الاسلام حافظ ابن قیم تو اسکے ایسے شیفتہ ہوئے کہ اپنی اکثر کتابوں
کو اسی سے شروع کرتے ہیں - مثلاً مفتاح دار السعادہ ' و دیباچۂ دوبیہ '
والصواعق المرسلہ ' و الصراط المستقیم و غیر ذلک - تو یہ مقبولیت
بلا وجہ نہیں ہے - اسی لیے ہے کہ اس خطبہ کے ہر جملہ میں ایک
دفتر معارف پوشیدہ ہے - ازانجملہ یہ کہ فرمایا " یشبهون الحق قد رموه " تو
یہ وہی بات ہے جو حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی " رموهم بالسنة "
(رواہ الدارمی) ارباب بدع و ہواء پرستہ کے تیر چلاؤ - اسکی روک کیلیے
انکے پاس کوئی ڈھال نہیں - اور اسی لیے اہل بدعۃ کی ایک پہچان یہ
ہوئی کہ ہمیشہ قرآن کے نام کی آڑ پکڑینگے (کلمة حق ارید بها الباطل) اور سنۃ

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۴]

شروع کی تھی تاکہ البلاغ میں شائع ہو - اسی سلسلے میں اس نامۂ
وصیت پر نظر پڑی اور اسکی جامعیۃ مع الایجاز کچھہ ایسی دلنشین
و دلپسند واقع ہوئی کہ بے اختیار شرح لکھنے پر خیال مائل ہوا - اثبات
حقیۃ طریق سلف ' و ظواہر نصوص کتاب و سنہ ' و فیصلۂ مختمۂ و متممۂ
مسئلۂ تعارض عقل و نقل ' و انکشاف حقائق مستورۂ عقائد اسلامیۃ کیلیے
اس سے بہتر محل اور کوئی نہیں ہوسکتا - چنانچہ ایک ثلث سے زیادہ
حصہ لکھا جا چکا اور کمپور ہو چکا تھا کہ حکومت بنگال نے نفی و اخلاء کا حکم
جاری کیا اور مجھے رانچی چلا آنا پڑا - یہ شرح اور سیرۃ امام موصوف اگر مکمل
ہوگئی تو شاید اپنے موضوع میں ایک مخصوص چیز ہو - علی الخصوص موجودہ
عہد فتن و فساد میں کہ " لعن آخر ہذہ الامۃ اولها " کا معاملہ اپنے آخری
حد تک پہنچ چکا ہے ' اور غرور بالعلم والعقل (کہ فی الاصل بدترین
جہل و بے عقلی و زیغ نظر ہے) اور اہانت و تحقیر و تحمیق و استہزاء بالسلف
کے حدوں سے ہر تنگ ظرف سفیہ اور تہی دست بانگ فروش سرگران و خیرہ
دماغ ہے - بحدیکہ احداث و علمان وقت صحابۂ رسول و آئمۂ و تابعین کے
عقائد کو (کہ اعلم الناس و اعقلهم علی وجه الارض تھے - ابرهم قلوباً و اعمقهم علما)
ایک طرح کی ابلہانہ نیکی اور بے وقوفانہ و نافہمانہ اطاعت کیشی کہدینے تک
میں تامل نہیں رکھتے : کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا -

حضرۃ امام اہل السنہ کا یہ خطبۂ و فاتحہ باوجود ایجاز کچھہ ایسا جامع و ترجمان کامل مقصد واقع ہوا ہے کہ بڑے بڑے ائمہ و اعلام کی زبانوں پر حرف بحرف چڑھگیا ' اور انہوں نے سارے خطبات و فواتح اور عناوین مطالع کو چھوڑکر اسی چند متبرک جملوں پر اقتصار کر لیا بظاہر یہ مقبولیت خطبات ماثورۂ و مطالع سیرۂ خلفاء راشدین کے بعد اور کسی امام و مصنف کے کلام کو نہیں ملی - و ہذا من خصائصہ رضی اللہ عنہ حافظ ابن مندہ اپنے اکثر خطبات اسی سے شروع کرتے حافظ ابن جوزی کا (کہ ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے خطبات وعظ و مجامع کو ایک فن بنادیا) قاعدہ تھاکہ اپنے اکثر

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۴]

پھیلیں علی الخصوص معتزلہ و مرجئہ کے عقائد اور بدعات فی الدین اور شروع مذاہب فلاسفۂ و اتباع فلاسفہ سے باب عقائد و علوم میں ایک عام اضطراب پیدا ہوگیا ' تو امام مسدد بن مسرہد نے کہا اختلافات کی اس تاریکی میں راہ سنۃ تک پہنچنا ہم پر مشکل ہوگیا ہے ہمارے بعد آنے والوں کیلئے اس سے بھی زیادہ مشکلات ہونگی - پھر حضرۃ امام احمد کو لکھا " اکتب لی سنۃ النبی صلعم " امام موصوف نے جب خط پڑھا تو بہت روئے - فرمایا " انا للہ و انا الیہ راجعون ! ایزعم ہذا البصری انہ انفق فی العلم مالاً عظیماً و ہو لا یہتدی الی سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ! " اسکے بعد یہ نامۂ وصیت لکھکر بھیجدیا اور لکھا کہ طالبان طریق سنۃ کیلئے اسقدر بس کرتا ہے - اس سے بڑھکر ہماری محرومی اور کیا ہوسکتی ہے کہ متاخرین ارباب کلام و آراء کی مصنوعات و مخترعات اور متون و شروح ممزوجۂ مصطلحات و روایات تو عقائد میں دستور العمل بالیحالیں ' اور سلف صالح سے اس درجہ تغافل و اعراض ہوکہ امام اہل السنۃ بل امام الدنیا والدین کے اس ترجمان دین الخالص اور عصارۂ خالصۂ و محضۂ کتاب و سنۃ کی لوگوں کو خبر تک نہو؟ حالانکہ یہ اس بنا پر الکتاب والسنۃ کی توقیع وصیت ہے جس کا قول تھا " ماکتبت حدیثاً عن النبی صلعم الا وقد عملت بہ " ! میں نے کوئی حدیث نہیں لکھی مگر یہ کہ اسپر عمل بھی کیا ہو ! یعنی میں سنۃ کا علم مجرد نہیں ہوں - عمل بھی ہوں و ہذا معنی الوراثۃ الکاملۃ و الامامۃ فی الدین - گذشتہ صارچ میں حضرۃ امام احمد کی ایک مختصر سیرۃ لکھی

علی الناس ا ینفون عن دین الله تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاهلین ' الذین عقدوا الویة البدعة ' و اطلقوا أعنة الفتنة ' مختلفین فی الکتاب ' و یقولون علی الله و فی الله - تعالی الله عما نقول الظالمون علواً کبیرا " انتهی ما نقله الحافظ ابن الجوزي في سیرته - یعني امت محمدیہ کا کوئی زمانہ نہیں جو اہل العلم کے بقایاء سے خالی ہو - یہ وہ لوگ ہیں کہ بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت کي طرف بلاتے ' اور کور چشمان ظلمت کی آنکھوں کو نور الٰہی سے روشن کردیتے ' اور کتاب و سنۃ کي روح حیات سے جہل کے مردوں اور غفلت کی نعشوں کو جلا دیتے ہیں - اور اس کام میں اہل جہل و ضلالت کے ہاتھوں جسقدر بھي اذیتیں پہنچتي ہیں ' انپر صبر کرتے ہیں - پھر کتنے ھي ابلیس جہل کے مارے ہوے ھیں جو اُنکی مسیحائي سے جي اُٹھے ! اور شیطان شک و ریب کے تیروں کے تڑپتے ہوے زخمي ہیں جنکو اُنکے دست شفاء سے یقین کا مرہم اور ایمان کي اکسیر ملي ! بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لگادیا - بدعۃ کے لشکروں اور احداث و تحریف کي پلٹنوں کو قرآن و سنۃ کے تیروں کی بوچھاڑ سے تتر بتر کردیا - گمراھی کے جھنڈے اُنکے آگے سر نگوں ہوگئے - اور فتنوں کی صفیں انکے فشون دلائل و جنود براھین کے فاتحانہ حملوں سے اُلٹ گئیں - انتہی ملخصاً (۱)

---

(۱) یہ نامۂ وصیت منجملہ آثار متبرکۂ جلیلہ سلف کے ہے - باب عقائد و فقہ اکبر میں آج سلف کی کوئی تحریر اس سے اقدم و اصح اور تمام اختلافات و نزاعات متاخرین کیلیے قاضی و قول فیصل موجود نہیں - آئمۂ اصحاب سنۃ ہمیشہ اس اثر مبارک کو حرز جاں و مونس روح و ایمان سمجھتے رہے - شیخ الاسلام ہروي کو جب ارباب بدع و تعطیل نے جلا وطن کیا تو تمام کتابیں گھر میں چھوڑدیں - صرف اس مکتوب مبارک کو توشۂ سعادت سمجھکر اپنے ساتھہ لے لیا - حافظ ابن مندہ کا قول ہے کہ جس شخص نے اس وصیت کو پڑھا اور عمل کیا ' وہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان کا ٹھیک ٹھیک مصداق ہے - یعنے اسیر شیاطین شک و ضلالت کا کوئی داؤ چل نہیں سکتا - سبب تحریر اسکا حسب بیان قاضی ابو یعلی و ابن الجوزي بہ تسناد یہ ہے کہ جب اہل بدع و فتن کی شورشیں ہر چہار طرف

قرة کي راہ کھول دیتي ہے' اور اسي کي طرف امام اهل السنة حضرة احمد بن حنبل نے اپنے نامۂ رضة بنام مسدد بن مسرہد کے خطبہ میں اشارہ کیا تھا کہ " الحمد لله الذي جعل في كل زمان بقايا من أهل العلم' يدعون من ضل الى الهدى ' ويبصرون بنور الله اهل العمى ' و يحيون بكتابه الموتى ' و بسنة رسوله اهل الجهالة و الردى ' و ينصرون منهم على الاذى ' فكم من قتيل لابليس قد أحيوه ؟ وكم من ضال لا يعلم طريق رشده قد هدوه ؟ وكم من مبتدع في دين الله بشهب الحق قد رموه ؟ فما احسن أثرهم

[بقيه نوٹ صفحه ۱۸۸]

ماب بر مسدود کردیں ' اور حقیقت دین الخالص ظلمات میل و مال ' و اهواء رجال ' و صناعات مخترعه ' و مصطلحات متعدده ' و تشتت طرق ' و طرائق بدد میں مستور و محجوب هوگئي معهذا طالب صادق و جویاے حق کیلیے باب هدایت و الهام سعادت مثل همیشه کے باز ہے ' اور با ایں همه غبار مخلط و تیرگي غلط شمس بازغۂ کتاب الله و بدر منیر سنة رسول الله هموارہ و پیوسته درخشندہ و جهالات و ظلمت ریاے هرگونه شکوک و ارتیاب ہے و في الجمله درین دورمتن و آواں مساد سعادت آنکسے ست که دست بدامن سلف وروش آنہا زند ' و تسبیل مومنین الاولین من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان' و طریق قرون ثلاثة مشهود لها بالخير معتصم و ثابت باشد ' وانچه خلف أمت از تغییر و تحریف و تخلیط درهر باب از ابواب شرع ورزیده اند ' نه بعمل رضة تدری که " فاعتزل تلك الفرق كلها ولو تعض باصل شجرة وانت على ذلك حتى يدركك الموت " حسم نوشد' وگوش حق نیوشرا از غوغائے یمین و شمال کرساخته ' علم و عمل خود را بر موارد شرع حکیم و علوم مطهرۂ کتاب و سنة مقصور دارد' و قربت خدا جوید در دوری آنہا

دلا را ے که داري دل درو بند !
دگر چشم از همه عالم فرو بند !

ازین حقیقت تعریف شریعت علی الخصوص تقلیل عظمتش بولایة و عصمة کالئے مقدمۂ تفسیر دیباچه ست و بکم ازین تفسیر فاتحة الکتاب کو دنابا حافظے وارده في عادۂ مستقلة و سمدته بتفصيل السعاديين

بیکار ھیں - یہي وہ حقیقت مقام امامۃ في الدین اور وراثۃ نبوۃ کی ھے جو طبابۃ و تداوي جمیع امراض یقین و اعتقاد کی نظري و عملی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸)

نتواں دانست - اما نفاق ثاني (یعني حدیث نفس و تشکیک و عدم یقین و ایمان حقیقي) کثیر الوقوع ست - لا سیما درزمان ما - و ازانجملہ جماعۃ معقولیان کہ شکوک و شبہات بسیار می آرند نمونۂ آن گروہ اند " (اوکما قال) یہ جو حضرۃ موصوف نے فرمایا " پسینیان چیزھا آوردند کہ معلوم پیشینیان نہ بود " تو یہ وھی حقیقت ھے جسپر تمام آئمۂ سلف متفق ھوے - ھمارے حضرۃ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اعراض و اجسام میں تکلم کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا " لعن الله عمرو ابن عبید هو فتح على الناس الكلام في هذا " نقلہ الرازي فی التفسیر - کیا خوب قاطع و فاصل قول اس باب میں امام ابن عقیل کا ھے جسکے بعد کسي چیز کی احتیاج باقی نہیں رھتی کہ " انا اقطع ان الصحابة ماتوا و ما عرفوا الجوهر و العرض - فان رضيت ان تكون مثهم فكن، و ان رأيت ان طريقة المتكلمين اولى من طريقة ابي بكر و عمر، فبئس ما رأيت " حكاه القرطبي في شرح مسلم - اس باب میں حضرۃ امام غزالی رح کا کلام بھی احیاء و بعض دیگر مختصرات میں نہایت واشگاف و محققانہ واقع ھوا ھے، اگرچہ خود امام موصوف بھی مدتوں اسي وادي میں سرگرداں رھے اور اسی کا نتیجہ ھے کہ آخري عہد تک کی مصنفات اسکے اثرات سے محفوظ نہ رھسکیں - معهذا الاعتبار بالخواتم و قال ملا علی القاری " مات الغزالي و البخاري على صدره " رضی الله عنه - اسی لیے زبیدي نے کہا - علماء سوء اور ارباب جدل و خلاف پر کوئی چیز اسقدر شاق و اشد نہیں ھے جسقدر احیاء اور اسکے ابواب متعلق علم و علماء - اور اسی لئے ایک جم غفیر علماء سوء نے مصر کے بازاروں میں احیاء کے نسخے جلا ڈالے قل موتوا بغيظكم - پھر جب کچھہ زمانہ گذرچکا تو کہا " هو حجة الاسلام و كتابه يستحق ان يكتب بماء الذهب " وهذا تكون الجهال من لا برهان له به - اور اکثر اکابر طریقت نے اپنے سلوک کی بنیاد صرف احیاء العلوم ھی پر رکھی جیسا کہ سلسلۂ عیدروسیہ کی نسبت شاہ ولي اللہ نے انتباہ وغیرہ میں تصریح کی ھے - غرضکہ اِس فتنۂ عظیمہ کی داستان مصائب و حکایت نوازل بہت طولانی ھے - اسی " حدیث نفس " کے بروز و احاطہ نے الہام هدایت ربانیہ اور لمعات و انوار سعادت ابدیہ کی راھیں صدیوں سے اخلاف

رمعلوم ہے دوا بیمار کو کھالیی جاتی ہے اگرچہ جان کلی میں مبتلا ہو
لیکن ایک تھلدي لاش کیلئے بقراط و جالینوس کي ساري مسیحائیاں بہی

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸]

ارسطوے یونانی کي ا فیا للہ وللمسلمین ' من ھذہ الفاقرۃ التي ھي اعظم فواقر الدین ' و الرزیۃ التي ما رزي بمثلہا سبیل المومنین ا

وسوف تری اذا انکشف الغبار
افرس تحت رجلک ام حمار ؟

ائمۂ متاخرین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ و اصحابہ کے بعد حضرۃ شاہ ولي اللہ کي تنقیدات و تعقبات اس باب میں نہایت محققانہ و انفع واقع ہوئي ہیں حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں گو اشارات و اجمال (ولکن ابلغ من التصریح) سے کام لیتے ہیں لیکن تفہیمات الٰہیہ اور خیر کثیر اور بدور البازغہ میں بالکل پردہ اٹھا دیا ہے صرف یہي نہیں کرتے کہ ان علوم مخلوطہ کو " من دانشمندي " کے حوالہ کرکے باقي معاملات دین سلیم بر چہرۂ دین' یا " بسکلفات خام معقولیاں " کہکر خاموش ہو جائیں - بلکہ صاف صاف اور بے پردہ لکھتے ہیں - ایک تفہیم میں اسپر مفصل بحث کي ہے " در علوم شرعیہ بسیاري چیزہا آوردند کہ مقصود و معلوم پیشینیان نہ بود بلکہ در سلف امت ازاں اثرے یافتہ نمي شود جموع کثیرہ فلسفۂ و حکمت یونانیان را با علم شریعت آمیختند و اصل اصول کتاب و سنت را از دست دادہ ' تا آنکہ ظاہر شریعت بنا برکثرت ایراد و انصراف و تعریف و تخلیط چیزے دیگر گردیدہ - علوم اصول دین را کہ اصل علوم اسلام ست ' بین کہ متکلمین دراں چہ صنائع و بدائع آوردند ' و دروادي جدل و تعمق تا کجا رسیدند ؟ حالانکہ سلف امت تکفیر عظیم داشتند دریں جنس کلام' و آنرا خارج از شریعت پنداشتند و در کتب فقہ و فتاوي تامل کن کہ دامن راي و تفریع را تا کجا کشیدند' و از اصل اصول شرع کہ قرآن و سنت است چہ قدر دوري جستہ ؟ و ہمچنین حال دیگر علوم دینست کہ بسبب خلط تا چہ صنائع رنگ و صورت دیگر پیدا نمودہ " اور سبحان اللہ حضرۃ موصوف کي نظر بہ دید اور صدق فہم اور نفوذ ذہن کہ ایک دوسرے موقع پر اس فتنہ کو من جملہ اسباب زوال دین کے قرار دیتے ہیں کما قال في الفوز الکبیر " بدانی ازل (یعنی بدانی امور و افکار و خط ہر سبیل اسلام) بعد از الحضرۃ

علاج سے باہر ہوچکا ' اور انک لتهدي الى صراط مستقيم کے ساتھہ و ما انت بمسمع من فی القبور اور سواء عليهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم بهي موجود

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸)

" یونانیۃ " اور " عجمیۃ " سے تعبیر کرنا چاهیے - سارے برگ و بار و ثمرات فساد کو انهي سے ظہور و نمؤ هوا - آج همارے مدارس میں جو علوم باسم اصل و اساس علوم شرعیہ پڑھے پڑھائے جاتے هیں ' اگر کسي صاحب حکمت کي نظر کیمیاوي انکي تحلیل و تفرید کرے ' تو کھل جاے کہ کسقدر حصہ انکا شریعۃ اصلیہ و دین الخالص سے مرکب ہے ' اور کسقدر اسي فتنۂ عالم آشوب یونانیۃ و عجمیۃ سے ؟ کوئی شے اس سے نہ بچي - حتیٰ کہ علماً علوم آلیہ و عربیۃ و بلاغۃ و بیان - اور عملاً جزئیات اعمال و رسوم و هیئات و معاشرت و غیر ذلك - جب یہ حال علوم شرعیہ بلکہ نام نہاد اصولیہ کا ہے ' تو پھر اُن اساطیر اوهام و دساتیر خزعبلات و هفوات کا کیا پوچھنا جنکو بہ لقب شریف "معقولات" پکارا جاتا ہے ؟ و ان من العلم جهلا :

بر عکس نہند نام زنگي کافور !

اور ایک جم غفیر دماغ سوختگان مدارس و معاهد و مدعیان دراست نظر و رسوخ فی العلم کا غالب سرمایۂ تفاخر ' و متاع غرور ' و حاصل عمر ' و ثمرۂ طلب ' و مقصد حیات ' جو کچھہ ہے وهي ہے اور اُسي میں ہے - الا من عصمہ اللہ ' و لیکن لا یجاوز عددهم حرکات العوامل و تعداد الانامل - ذلک مبلغهم من العلم - اگرچہ اصحاب بینش و دانش و روشن دلان حقائق و علوم حقۂ کتاب و سنۃ کے نزدیک وہ سب کچھہ داخل اضاعۂ عمر و حبط اعمال و لا یقیم لهم وزنا ہے ' اور انکے سارے گڑھے هوے طلسمات اوهام و کارخانہ جات اهواء کو اوهن البیوت کبیت العنکبوت سے زیادہ نہیں سمجھتے - سبحان اللہ ! عقل و بینش کے معجزوں کي طرح جہل و کوري اور حدث نفس کي شعبدہ طرازیاں اور چشم بندیاں بھی کیسي عجیب و غریب هیں ! قرآن الہی کے براهین و یقینیات اور محمد ابن عبد اللہ علیہ الصلوۃ و السلام کے علوم صادقۂ و حکمیات تو مہجور و متروک ٹھہراے جائیں ' اور مشرکین یونان کے خرافات و اوهام اور ارسطا طالیس کي منسوجات و همیۂ وظنیہ اصل مطلوب و مقصود اور مایۂ صد سعادت و وسیلۂ هزار برکات نقدس کي جائیں ؟ دعوا شریعۃ محمد عربي کے علم و تعلم کا ' اور پرستش شریعۃ

میں طلب صادق شرط ہے ' اور جاحد و الد الخصام مریض نہیں ہے جسکے
لیے کوئی نسخہ مفید ہوسکے وہ اموات و قبور میں داخل ہے جنکا معاملہ

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸]

و احوال ' بلکہ وہ تمام دساتیر و اساطیر ضالۃ و مضلۃ جو " انتحال المبطلین
و تاویل الجاہلین و تحریف الغالین " کے اقسام ثلاثۃ ضلالت میں داخل ہیں '
یا فتنۂ شبہات و فتنۂ شہوات کے شجرۃ الزقوم کے برگ و بار ' یا ایک تیسری
قسم ضلالۃ کی بنا پر الکو " فتنۂ جدل " و " فتنۂ راے " کے کنوز فساد
و دفائن بطلان میں سے یقین کرنا چاہیے کہ " ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ
الا اوتوا الجدل " رواہ الترمذی و احمد و ابن ماجہ ' اور " یستفتون فیفتون
برایہم فیضلون و یضلون " رواہ ابن عمر و اخرجہ البخاری ' و غیر ذلک من
احادیث الباب ' تو یہ سب کچھ وہی فی الحقیقت " حدیث نفس " کے
ظاہر و ثمرات میں سے ہیں - بقول حضرۃ شاہ ولی اللہ " و اگر
بنگ نظر کلی در دور متاخرین جمع ثم و لا نسلم معقولیان ' و راے و قیاس
اصولیان ' و جدل و تعمق متکلمان ہم از جملۂ حدیث نفس ست کہ نفوس
سقیمۂ ایشان را بعضے در شبہات و مختلفات افگندہ ' و از نور قرآن و ماثور
در احادیث بقسمہ الذاھبۃ فضلوا و اضلوا " الخ فی التفہیمات
و ہمعات - اس امۃ میں آجتک کوئی اعتقادی و عملی و قلبی و ذہنی
ضلالۃ نہیں پھیلی ہے مگر اسی دروازہ سے فما اوتی جمعوا بین الفتنتین فتنۃ
الراے و فتنۃ الجدل او فتنۃ التشکیک و الشبہات ' و فتنۃ الشہوات و الاہواء -
و کل فساد فی الدین بل والدنیا منشوءہ من ہاتین الفتنتین اور اسباب اسکے
متعدد ہیں از انجملہ ایک سب سے بڑا سبب وہ ہے جسکی طرف خود
حدیث ابن العاص میں اشارہ کیا ' اور کوئی آنے والی مصیبت تھی
جسکی طرف پہلے سے اشارہ نہ کردیا گیا ہو " لم یزل امر بنی اسرائیل معتدلا
(اے علی وجہ العدل والصراط السوی) حتی نشا فیہم المولدون ' رواہ
ابن ماجہ تو یہاں بھی بعینہ " لتتبعن سنن من کان قبلکم " (صحیحین)
ٹھیک ٹھیک طابقۃ النعل بالنعل ایک عالم مصائب و بلایا قلاقل اسی
جماعت مولدین و عجمیوں کے دخول و خلط و تلبس سے رونما ہوا ' اور
ابتداے مدتوں تک غور کرنے کے بعد یہ حقیقت کھلی کہ امۃ اسلامیہ
کے تمام مفاسد و مصائب کی اصلی جڑ دو ہی چیزیں ہیں جلکر

محدثین اور تاریخیں ایک طرف ' اور خود لسان الہی کا ایک کلمۂ متلوہ و محفوظہ ایک طرف - تعجب ہے کہ اصحاب سیر نے باوجود کمال سعی و نظر اور مشغولیۂ بہ جمع طرق و تدوین سیر؛ اس طرف کیوں توجہ نہ کی؟ جب تک یہ چند مرتب نہیں ہوئی تھی ' خود اپنا حال بھی دوسرا تھا - اور اب جو دیکھا تو کارخانہ ہی دوسرا نظر آیا

تمام بود نہ یک حرف کرم زما غافل
حکایتے کہ ہمہ با تمام می گفتند !

موجدا :

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی !

فصل

اور یہ معاملہ صرف شیخ عماد الدین واسطی ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے ' بلکہ امام ابن تیمیہ کے برکات امامۂ و وراثۂ کاملۂ نبوۃ کے اس فیضان جاری و ساری کا انکے تمام معاصرین محققین نے خصوصیت کےساتھ اعتراف کیا ہے ' اور آج بھی انکے علوم و معارف سنہ کے اس خاصۂ عظیمہ کا ہر وہ شخص اور جماعت تجربہ کرلے سکتی ہے جو شک کی بیماریوں سے مایوس اور یقین کی محرومیوں سے لب مرگ ہو' اور جسکو حدیث نفس (۱) اور وہم خاطر فاتر کے زخموں نے چور چور کردیا ہو- البتہ ہر حال

(۱) تمام نام نہاد علوم و فنون جدل و خلاف ' و تعمقات وھمیۂ و خیالیہ ' و صناعات تشکیکیہ در مطالب شرعیہ از قبیل مقولات کم و کیف و الاین و المتی و لمادا ' و مباحث و مبانی تراشیدۂ و خراشیدۂ متکلمین مجادلین ' و اصول مصنوعہ و قواعد مزعومۂ ارباب قیل وقال و پرستاران آراء و اقوال رجال من الرجال ' و اشغال و تشددات بدعۂ و محدثۂ اصحاب خوانق و صوامع؛ جہال ' و اوہام و ظنون فاسدۂ دخلاء و اعجام و مولدین در ملت عربیہ باسم و زعم واردات و مکشوفات و بوارق

روح و حیات کا آخری نقطہ اور سر چشمہ قرار پائی ' تو لا جرم سیر و اقدام کی آخری منزل بھی وھی ٹھہری - اسکے بعد جو کچھہ ھے ما فوق اور وراء الوراء تعینات ھے - اسلیے نہ سیر کی وھاں گنجایش ' نہ قافلۂ طلب اور محمل شوق کا وھاں گذر ' بلکہ طائر فکر و مرغ خیال بھی اسکی فضاء لا نعین میں درماندہ و پر و بال سوختہ

اے برون از وھم و قال و قیل من
خاک بر فرق من و تمثیل من !

و الکلام فی ھذا یطول و لہ موضع غیر ھذا الموضع الذی نحن فیہ - اور یہ جملۂ معترضہ بھی جو بعد فصل و خلل ربط مطالب پہنچ گیا ' تو اسلیے کہ مذکور کی جاذبیۃ و محبوبیۃ سے ذکر و ذاکر کی بیخودی و محویت ناگزیر ھے ' اور اشارات کا طول و قصر مسافر الی اللہ کے جذب و کشش پر موقوف - پھر جس مذکور و مقصود کا یہ حال ھو کہ بقول صاحب فتوحات مکیہ

یا من ھو للقلوب مغناطیس !

اور اس دنیا میں ذکر صرف اسی کا ذکر اور بات صرف اسی کی بات ھو - اسکے سوا جو کچھہ ھو' یا اسی کے طرف مصروف و معمول ھو ' اور یہ بھی تو پھر بیخودی و بے حاصلی ' آلاف صرف و ضیاع نعمت

اوقات ھماں بود کہ با یار بسر رفت
باقی ھمہ بے حاصلی و بے خبری بود

تو کیونکر ممکن ھے کہ عنان قلم از دست رفتہ نہو اور سر رشتۂ فکر و شغل دامن صبر و شکیب کی طرح ھاتھہ سے چھوٹ نہ جاے ؟

و لبد زکنی فی ذکرہ قشعریرۃ
لھا بین جلدی و العظام دبیب !

ذکر سیرۃ نبویہ ماخوذ و مستنبط از قرآن کی نسبت تھا - سو الحمد للہ وہ امید و گماں سے بھی دہ چند ارسع و اکمل مرتب ھوگئی - و رایت فیہ ما لا عین رأت و ما لا اذن سمعت - انسانوں کی ترتیب دی ھوئی ساری

محفوظ " سے بھی تعبیر کیا - سبحان اللہ ! یہ آخری تسمیہ و تعبیر کس درجہ ترجمان حقیقت و اوفق بالشرع و العقل ہے ! دنیا میں جسقدر بھی ہدایت و تعلیم کی لوحیں تھیں ' سب کیلیے تغیر و تبدل ہوا ' حتی کہ آج کوئی بھی محفوظ نہیں - لیکن اللہ اکبر مقام محمدی کی محفوظیۃ و مصئونیۃ کہ اُسکی سیرۃ طیبہ اور حیات جیبہ ؤ قائمہ کی لوح محفوظ کا ایک نقطہ بھی محو نہوسکا ' اور قرآن محفوظ و کتاب مسطور فی رق منشور اور فی صدور الذین اوتو العلم میں اُسکا ایک ایک حرف ایک ایک لفظ اُسی طرح نقش و ثبت ہے اور ہمیشہ رہیگا ' جسطرح قلم ازل نے ازل صبح تعین کی کرنوں سے لکھہ دیا تھا - پس قرآن کے بعد اگر کوئی اور ہستی " لوح محفوظ " ہوسکتی ہے تو وہ صرف وہی روح اعظم و خالد ہے جسکے ذکر کو خود قرآن نے اپنی آغوش حفظ و صیانہ میں ہمیشہ کیلیے لے لیا ہے - حضرۃ سید العارفین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ نے اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے ' اگرچہ بعض کم فہموں نے اسکی ضمیر متکلم کو نہ سمجھا اور ایک دوسری ہی وادی میں لگئے ' اور یہ آفت عام و اعم ہے :

افلت شموس الاولین ' و شمسنا
ابداً علی افق العلی لا تغرب !

حضرۃ والد مرحوم نے اس ملفوظ مبارک پر ایک دوسرا پیش مصرعہ لگا کر مطلب واضح کردیا ہے - یہ اُنکے ایک طول طویل قصیدۂ بائیہ میں سے ہے :

شمس تقادم قبل ادم طلعہا
ابداً علی افق العلی لا تغرب !

اور یہ جو بعض اکابر نقشبندیہ علی الخصوص حضرۃ مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے علوم کشفیہ میں ظاہر کیا کہ دائرۂ حقیقت محمدیہ سیر قدمی کی آخری حد ہے - اسکے بعد صرف سیر نظری کی گنجائش ہے - و ہو من خصائصہ صلی اللہ علیہ و سلم - اور پھر تمام اصحاب احوال و کشوف بھی اسپر متفق ہوے ' تو حقیقت اسکی بھی یہی ہے کہ چونکہ حقیقت محمدیہ

وحدات یکساں هو ؟ اور کدوں اُسکي دائمي حیات و قیام کے عقیدہ سے انسان کے تاریک دلوں کو انکار اور غافل روحوں کو گریز هو ؟

في الحقیقت یہي معني هیں دیگر مدها معاني و حقائق ثابتہ کے ساتھہ اِس رفع ذکر کے کہ "و رفعنا لک ذکرک" - اور یہي وہ مقام هے کہ جب اصحاب کشف و مشاهدات کے سامنے کھلا تو انھوں نے " حقیقت محمدیہ " کے احاطۂ وحدات اور عدم زوال و بقاء و استمرار کو تمام انبیاء کرام کے حقائق تعینات سے مافوق ' اور نقطہ دائرۃ الدوائر اور مرکز ادوار تعینات ما بعد اور نقطۃ البداۃ في الاصل و الحقیقۃ هونے کے تمام انوار تعینات و وجود کو اسکی نورانیت کے سامنے بے فروغ و ماند پایا ' اور اسلیے شیخ اکبر نے اسکو تعین اول اور مورد مصطلح اصطلاح " عقل اول " کا قرار دیا اور پھر " انسان کامل " اور " روح اعظم " اور " نفس واحدہ " اور " قلم الاعلیٰ ' اور " نور الانوار " اور " نفس الکاملہ " سے بھي اسکو تعبیر کیا گیا کہ بلحاظ بقاء ذکر و دوام متصل وحدات وهي ایک انسان الکامل ' روح الاعظم ' اور النفس الواحدۃ و الکاملۃ هے اور حیاۃ معنویۃ مستمرۃ نوع و ارض کی مرکزیۃ صرف اُسی کو پہنچتي هے اور اسلیے قرآن حکیم نے صرف اسی وجود کو " العبد " سے تعبیر کیا کہ ساری عبودیتیں آني و وقتي هیں مگر صرف یہي وہ عبودیۃ کاملہ و واحدہ هے جو همیشہ عباد و معبود میں واسطۂ هدایت اور همیشہ عبد کو معبود سے واصل کردینے کیلیے حي و قائم هے ' و قال العارف البوصیري

منزہ عن شریک في محاسنه

فجوهر الحسن فیه غیر منقسم !

اور چونکہ نوع انساني کی سعادت و تنویر کا مرکز و مبدء وجود انبیاء کرام هے ' اور حقیقت محمدیہ بحکم "و جئنا بک علی هٰولاء شهیدا" ان سب سے مافوق اور شمس و کواکب اور صباح و مصباح کے معاملہ کا حکم رکھتي هے ' اسلیے جناب ختمیہ و دائمہ کا نور الانوار اور مصباح المصابیح صرف وهي دائرہ ٹھرا ' اور اسي لیے شیخ اکبر و جیلي نے اسکو " حقیقۃ الحقائق " اور " لوح

کتب سماویہ (فی اعتقادنا او فی زعمہم) موجود ہیں، وہ یا تو اپنی صداقت کی اور ساری باتوں کی طرح اس بارے میں بھی بالکل خاموش و مظلم ہیں، حتیٰ کہ اپنے لانے والوں کے وجود کے اثبات سے بھی عاجز، اور اگر اُسکی شخصیت کا ذکر کرتے بھی ہیں، تو ایسے مجہول و سراپا شکوک و ارتیاب شکل میں جس سے اثبات کی جگہ اور زیادہ سلب و نفی کا یقین پیدا ہوجاتا ہے - اور پھر جب اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ آج دنیا میں شہرت و تواتر، نقل و حفظ و روایت، اور توارث اسناد و قرأۃ و تعامل کروروں نفوس عالم نسلاً بعد نسل و حین بعد حین، و تلاوۃ اوقات خمسۂ لیل و نہار (فضلاً عن تلاوتہ و تدبرہ فی کل حین و آن) کے اعتبار سے صرف یہی ایک کتاب قطعی و یقینی اور محفوظ و غیر مبدل ہے - بحیثیت لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ و انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون و بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ و فی صدور الذین اوتوا العلم و غیر ذالک من قواطع الحفظ و الصیانۃ، اور اسلیے علی وجہ الارض اسم و علم " الکتاب " کا مستحق اور کوئی نہیں، تو پھر ظاہر ہے کہ جس وجود و شخصیت اور اسکی حیاۃ و سیرۃ کا اثبات و اعلام اس کتاب کے اندر ہوگا، اُسکے وجود و سیرۃ سے بڑھکر سماء دنیا کے نیچے اور کونسی انسانی ہستی قیامت تک کیلیے اثبت و اقوم ہوسکتی ہے ؟ اور دنیا اپنی ہدایت کیلیے اگر کسی انسان کے آگے جھک سکتی ہے، تو اس اسوۂ کبری و عبدیہ اعلی و بشریۂ واحدہ کے سوا اور کون انسان ہے جسپر آنکھوں سے دیکھنے والوں کی طرح ہمیشہ یقین کیا جاسکتا ہے ؟ اور جس پر ایمان لانے کیلیے پچھلی امتیں اور نسلیں بھی پہلوں کی طرح قطعی و یقینی روشنی رکھتی ہیں ؟ اور پھر جس وجود کی سیرۃ و حیات قیامت تک کیلیے اسطرح محفوظ و ثبت کردی گئی ہو، علاوہ اُن نقوش غیر فانی کے جو صفحۂ عالم پر ثبت ہیں، اور جسکی زندگی کے وقائع خالدہ کو اسطرح سورج کی دائمی روشنی اور ستاروں کی یکساں سیر و حرکت کے دامن سے وابستہ ہو، کیوں نہ اس جاودانی جسم و زندگی میں اسکی موت

یگانہ کیسے تھے ؟ قوم و مرزبوم کا کیا حال تھا ؟ اُس نے کیسی زندگی
بسر کی ؟ اُس نے دنیا کے ساتھہ کیا کیا اور دنیا نے اسکے ساتھہ کیا کیا ؟
اُسکی باہر کی زندگی کیسی تھی اور گھر کی معاشرت کا کیا حال تھا ؟
اُسکے دن کیسے بسر ہوتے تھے اور راتیں کن کاموں میں کٹتی تھیں ؟ اُس نے
کتنی عمر پائی ؟ کون کون سے اہم واقعات و حوادث پیش آئے ؟ اور پھر
جب دنیا سے جانے کا وقت آیا تو دنیا اور دنیا والوں کو کس عالم میں چھوڑ
گیا ؟ اس نے جب دنیا پر پہلی نظر ڈالی تھی تو دنیا کا کیا حال تھا ؟
اور جب واپسیں نظر وداع ڈالی تو وہ کہاں سے کہانتک پہنچ چکی تھی ؟
غرضکہ ایک وجود و معاملہ وجود اور اعلام صداقت و عظمت کیلئے اُسکے
وقائع و ما یتعلق بہا و ما یناسب ذلک میں سے جن جن باتوں کی ضرورت
ہوسکتی ہے ' وہ سب کچھہ صرف قرآن ہی کی زبانی دنیا معلوم کرلے سکتی ہے '
اور اس بارے میں بھی قرآن اپنے سے باہر کا ابداً محتاج نہیں اور پھر
یہ سب کچھہ از قبیل اشارات و مرموزات نہیں ہے جیساکہ ارباب نکات و دقائق
کا طریق استنباط ہے ' بلکہ صاف صاف اور کھلا کھلا بیان جو فقہاء کے طریق
استنباط اشارۃ النص سے کہیں زیادہ واضح و ظاہر ہے اور اگر رموز و اشارات
و تلمیحات کا طریق اختیار کیا جائے تو پھر خاص خاص آیتوں کو چھانٹنے کی
کیا ضرورت ؟ پورے قرآن میں بجز اس ایک ذکر کے اور کوئی ذکر ہی نہیں ہے !

و کل الی ذاک الجمال یشیر !

اگر غور کیا جائے تو فی الحقیقت یہ معاملہ بھی منجملہ مہمات خصائص
و اعجاز قرآن کے ہے کسی پیغام کی صداقت جانچی نہیں جا سکتی
جب تک پیغام لانے والے کی صداقت و امانت نہ جانچی جاسکے ' اور وہ
ممکن نہیں جب تک اُسکی پوری زندگی اور زندگی کے وقائع و اعمال
دنیا کے سامنے نہوں بس اس اعتبار سے آج تمام عالم میں اگر کوئی صحیفۂ
آسمانی ایسا ہے جو اپنے لانے والے کی زندگی کے وقائع و سوانح ہر زمانے
اور ہر عہد میں خود اپنی زبانی سنا دیسکتا ہے ' تو وہ تمام هٰذا کتابنا ینطق
علیکم بالحق پھر قرآن حکیم و معجزۂ کے اور کوئی نہیں اسکے علاوہ جسقدر

ہے کہ یہ ممکن ہے۔ اور بہت ہی اہم خبر ہوگی - چنانچہ دہلی سے آکر میں نے کچھہ وقت اسمیں صرف کیا اور ایک مستقل سیرۃ نبویہ مجرد قرآن حکیم سے ماخوذ و مستنبط شروع کردی - جوں جوں قدم آگے بڑھتا گیا ' نئے نئے دروازے کھلتے گئے ' اور امید و توقع سے کہیں زیادہ کامیابی ہوئی - گو یہ حقیقت پہلے سے پیش نظر تھی - حتی کہ اس بارے میں بڑا ذخیرہ آیات کا ذہن میں مستحضر تھا ' لیکن یہ بات تو کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں گزری تھی کہ جس کتاب کو بظاہر جا بجا ذکر احکام و مسائل و قصص گزشتگان سے مملؤ پاتے ہیں ' اسمیں اسقدر وافر ذخیرہ خاص شخص رسالۃ کے حالات و وقائع کا بھی موجود ہوگا ؟ کتاب کے مرتب ہو جانے کے بعد جو دیکھا تو ایک عجیب عالم نظر آیا - حیاۃ و سیرۃ کا کوئی ضروری ٹکڑہ ایسا نہیں ہے جسکے لیے قرآن میں ایک سے زیادہ آیات نہوں - اور پھر نہ صرف آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرۃ ' بلکہ صحابۂ کرام کے حالات و خصائص کا بھی کافی ذخیرہ موجود ملا - صحابہ کی جماعت درسگاہ تزکیۂ و تعلیم نبوۃ سے نکلی ہوئی موعودین الاولین کی اولین جماعت تھی - و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ و یزکیہم - اسلیے انکے سوانح و ایام بھی سیرۃ نبویہ ہی کے مختلف اجزاء ہیں ' بلکہ ہدایت قرآنی و حکمت نبوی کے عملی و مجسم ثمرات ہونے کے لحاظ سے دلائل و آیات نبوۃ کے حکم میں داخل - پس نفساً آپکی سیرۃ مکمل نہ ہوتی اگر انکے حالات بھی قرآن میں پوری شرح و تفصیل سے نہ ملتے - اس ٹکڑے کو دیکھکر مجکو آخری مرتبۂ یقین اس بارے میں حاصل ہوگیا کہ اگر دنیا سے تاریخ اسلام کی ساری کتابیں معدوم ہوجائیں ' اور دنیا نے جو کچھہ چھٹی صدی عیسوی کے ایک ظہور دعوۃ کی نسبت سنا ہے وہ سب کچھہ بھلادے ' اور صرف قرآن ہی دنیا میں باقی رہے ' جب بھی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مقدسہ اور آپکی سیرۃ و حیات کے براہین و شواہد مٹ نہیں سکیے - صرف ایک قرآن ہی اسکے لیے بس کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا کو بتلادے کہ اسکا لانے والا کون تھا ؟ کیسے زمانے میں آیا ؟ کس ملک میں پیدا ہوا ؟ اسکے خویش

میں اسکے اثر کا محتاج نہیں، اسی طرح اپنے حامل و مبلغ کے وجود و حیات کے بیان میں بھی خارج کا محتاج ہے یا نہیں؟ اصحاب سیر و محدثین کرام نے فضائل و دلائل مخصوصہ قرآنیہ کے ابواب نکالے ہیں مثلاً قاضی عیاض نے شفاء کے متعدد ابواب میں قرآن حکیم کی آیات متعلق فضائل و دلائل جمع کی ہیں، لیکن جہانتک مجھے معلوم ہے، آجتک کبھی اسکی کوشش نہیں کی گئی کہ صرف قرآن حکیم میں دائرۂ استدلال و اخذ محدود رکھکر ایک کتاب سیرۃ میں مرتب کی جائے۔ جس زمانے میں مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سیرۃ نبویہ کے بارے میں مذاکرے ہوتے تھے تو ایک مرتبہ مجھے اسکا خیال ہوا تھا۔ میں نے کہا آپ سیرۃ میں ایک خاص باب یا سیرۃ کا ایک خاص حصہ اس عنوان سے قرار دیجیے "قرآن اور سیرۃ محمدیہ" اور اسمیں صرف آیات قرآنیہ کو بہ ربط و ترتیب جمع کرکے دکھلائیے کہ خود قرآن سے کہانتک آپکی سوانح اور آپکے وقائع و ایام معلوم ہوسکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ انکی طبیعت میں ایک خاص بات یہ بھی کہ کوئی معاملہ ہو، وہ اسکی ابتدا ہمیشہ شک اور تردد سے کیا کرتے تھے، اور جب تک یقین کرنے کیلیے مجبور نہو جائیں، یقین نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس چیز نے انکی عملی زندگی کو بھی (علمی کاروبار و تالیفات کی زندگی کو) بہت نقصان پہنچایا اور وہ کوئی عملی کام جم کر نہ کرسکے۔ ندوہ کے معاملہ میں جو انقلاب لوگوں نے ڈالے، وہ انکے اسی ضعف یقین و عدم جزم و صلابت ارادہ کا نتیجہ تھا۔ ورنہ آپسے مخالفت کرنے والوں میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو انکو انکی جگہ سے ہٹا سکتا۔ بہرحال انہوں نے اس خیال پر بہت ہی پسندیدگی ظاہر کی مگر وہی اپنی عادت کے مطابق اظہار شک و تامل بھی کہ اتنا مواد صرف قرآن سے کہاں نکل سکتا ہے کہ سیرۃ کا ایک باب مرتب ہوسکے؟ لیکن جب میں نے بہت اصرار کیا تو کہا اچھا تم اگر یہ ٹکڑا مرتب کردو تو سیرۃ کے ساتھ شامل کردیا جائے۔ آخری ملاقات جو انکی دہلی میں ہوئی تھی۔ اسوقت انہوں نے کہا اب مجھکو بھی خیال ہوتا ہے

و علی تفنن واصفیه بوصفه
یفنی الزمان و فیک ما لم یوصف !

و قال ایضاً رحمه الله :

اری کل مدح فی النبی مقصراً — و ان بالغ المثنی علیه و اکثر
اذا الله اثنی بالذی ھو اھله — علیه، فما مقدار ما یمدح الوری !

اور اگر خاص طور پر اس معاملہ کو دیکھا جائے تو فی الحقیقت یہ چیز بھی منجملہ خصائص قرآن و صاحب قرآن کے ہے - آج تمام ادیان حاضرۂ عالم میں کوئی دین بھی ایسا نہیں جسکی کتاب الہی اور صاحب و حامل کتاب کے باہمی علاقۂ وحدۃ کا یہ حال ہو - اور دونوں میں سے ہر وجود ایک دوسرے سے اسطرح پیوستہ و ملحق اور باہمدگر شاہد و مشہود کا تعلق رکھتا ہو کہ کتاب، حامل کتاب کی صداقت پر دلیل و شاہد ہو، اور حامل کتاب، اصل کتاب کی صداقت پر:

این دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند !

حتی کہ اگر تاریخ شریعت کے تمام وسائل معدوم ہو جائیں، اور روایت و حکایۃ کے تمام صحائف سے قطع نظر کرلیا جائے، جب بھی صاحب شریعۃ کے وجود و سیرۃ کی تاریخی حقیقت اسی طرح روشن و مدن باقی رہے، جسطرح تاریخ و روایت کے دفاتر میں ہے، اور اگر ڈھونڈھا جاے تو اسکی پوری سوانح عمری اور تاریخ حیات صرف ایک کتاب اللہ کی لوح محفوظ اور کتاب قیم ھی سے بلا ایک نقطہ کی فروگزاشت کے مرتب کرلے !

لوگوں نے حیاۃ و سیرۂ طیبۂ حضرۃ خیر المرسلین (صلعم) پر اس حیثیت سے بہت کم نظر ڈالی ہے کہ اگر روایات و دفاتر تاریخی سے قطع نظر کرلیا جاے اور صرف قرآن حکیم ھی کو سامنے رکھا جاے، تو آپکی سیرۃ و حیات پر کیسی روشنی پڑتی ہے ؟ اور جس طرح قرآن اپنی کسی بات

نہ ٹھہرں یا ذکر کیا ہو نہ انکی نضارۃ و روانی کا ' لیکن حق تعالی نے خود اُن سب کا ذکر
آگیا ' ورنہ اس ایک نام کے ساتھہ وہ سارے نام لیے لیے گئے اور جب ہم نے
کہا نفحۂ گل' ہوا ے عطر بیز ' نظارۂ انہار و اشجار ' بنفشۂ و سنبل و یاسمن'
تو اب ہم باغ و چمن کا نام لو یا نہ لو' مگر اُسکا نام تو ہم نے اُن ناموں میں
سے ہر نام کے ساتھہ لے ہی لیا ' اور گو بظاہر ذکر بنفشۂ و سنبل اور اشجار و انہار
کا تھا مگر فی الحقیقت ذکر اُن سب کا نہیں بلکہ صرف ایک ہی حقیقۃ
جامعہ کا تھا - یعنے باغ و چمن کا مولانا کے اشارات اس مقام کی نسبت
از بس لطیف و پر درد واقع ہوے ہیں - از انجملہ کیا خوب فرمایا

نام احمد نام جملہ انبیاست
چونکہ صد آمد نود ہم پیش ما ست

جب " سو " کہدیا تو اب ایک سے ننانوے تک جو کچھہ ہے سب
آگیا اور جب کہا ایک دو دس پچاس تو فی الحقیقت ذکر " سو " ہی
کا ہوا - قرآن حکیم میں یا احکام ہیں ' یا مواعظ و حکم ہیں ' یا شرح قوانین
ہدایت و ضلالہ ' اور یا پھر قصص الاولین تو معلوم ہے کہ اگر احکام ہیں
تو اُسی شریعۃ کے جسکا حامل سید المرسلین ہے - مواعظ و حکم ہیں
تو وہی ہیں جن کی عملی تصویر و اُسوۂ کاملہ وجود سید المرسلین ہے -
قصص ہیں تو الہی فضائل و مراتب کے جو سب کے سب مرتبۂ جامعۂ
محمدی میں بوجہ اتم و اکمل جمع ہوگئے پس اگر حضرات صوفیاء کرام نے
تمام قرآن کو اسی ایک حسن اکمل و جمال بے ہمتا کی حکایت شمائل و
شرح سراپا کہا ' تو قطع نظر نسبت مذاق اشارات کے ' ویسے بھی یہ کاوش
مرحب قدح و شک ہو؟ حق یہ ہے کہ " قرآن " اور " صاحب سنہ " کی
باہمی یگانگت و اتحاد کے باب میں جو کچھہ بھی اور جسقدر بھی کہا
جاے ' اس سے بہت کم ہے جسقدر کہا جاسکے واللہ در ما قال

ما مدحت قبلہ مدحہ ' بانت مصدق
ولکن یعظي و المحاسن تشہد !

للہ اس مقام تو حق ادا وہ ہے جو شیخ ابن الفارض نے کہا طاب اللہ مصدرہ

تو لامحالہ اُن فضائل و مقامات اور خصوصیات و کمالات مرتبت و درجات میں جو کچھہ قرآن حکیم نے بیان کیا ہے ' یا جو کچھہ حقائق اسلامی و تحقیقاتِ دین کے ساتھہ اس بارے میں کہا جائیگا ' وہ گو بلا واسطہ دوسروں کی حکایت ہو' مگر بالواسطہ متعلق اسی وجود اجمع و اکمل سے ہونگی - اور جب کبھی خاص اس وجود جامعہ کی نسبت کچھہ کہا جائیگا ' تو گو اسمیں دوسروں کا ذکر لفظاً نہ آئے ' لیکن حال یہ ہوگا کہ گویا تمام انبیاء و مرسلین بلکہ نوع انسانی کے تمام افراد فضیلت اور جماعۃ من انعم اللہ علیہم کے تمام اشخاص مراتب و کمال میں سے ایک ایک فرد کا ذکر کردیا گیا ' اور وہ سب کچھہ آگیا اور سمیٹ لیا جو انکے بارے میں کہا جاسکتا تھا - جب اس وجود کا نام لیا تو گویا ہم نے نہ پھولوں کا نام لیا ہو' کہ انکی رنگت و بو کا '

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷۷]

و قوام و اعمال کی ساری باتیں پچھلی امتوں کی ان ساری باتوں پر فوقیت و فضیلت رکھتی ہیں ' تو پھر اسکے ممکن نہیں کہ امت آخری کا رسول و مقوم بھی سارے پچھلے رسولوں کے مراتب و مقامات کا جامع اور اسلیے آن سب سے افضل و ما فوق ' اور " انچہ خوباں ہمہ دارند ' تو تنہا داری " کا مصداق ہو - کتاب و سنہ کی نصوص و تصریحات اس بارے میں بے شمار ہیں - تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض کی تفسیر میں اس مطلب کو کمال شرح و بسط اور شاید ایک طرز تازہ و استدلال جدید کے ساتھہ لکھا جاچکا ہے ' اور حقیقت جامعیہ رسالۃ محمدی ' و جامعیۃ شریعۃ اسلامیہ ' و جامعیہ امۃ مسلمہ ' اور جامعیہ جمع ما یتعلق بہا پر ایک خاص اسلوب نظر سے بحث کی گئی ہے - باقی رہا لا نفرق بین احد منہم تو وہ معاملہ دوسرا ہے - تفریق بین الرسل کو مسئلۂ تفضیل سے کوئی تعلق نہیں - اسی طرح " لا تفضلونی علی یونس بن متی " و غیر ذلک ' تو اس نہی کا مورد و محمل بھی دوسرا ہے' اور منہی عنہ معاملۂ تفضیل میں وہ تکلم بالرائے ہے جو منجر بہ تفریق بین الرسل ہو جس نے تمام امم سابقہ کو گمراہ کیا - نہ کہ نفس تفضیل - کیونکہ " انا سید ولد آدم و لا فخر " اور " آدم و ما دونہ تحت لوائی " کے بعد آور کیا باقی رہگیا ؟ اور پھر قطع نظر قرآن حکیم کے ' خود نصوص سنۃ اس بارے میں بے شمار و معلوم -

خوش دلکش ست قصۂ خوباں روزگار
تو یوسفي و قصۂ تو احسن القصص !

اور اگر اس بات کو بات اشارات سے باہر بھي دیکھا جاے ' جب بھي اسکي صداقت میں کلام نہیں - جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا وجود اصلاً ایک ھي اصل و حقیقت پر مبني اور اپنے تمام مقاصد و اعمال و وقائع میں جزؤ و کلاً ایک ھي سلسلۂ بعثت کي مختلف کڑیاں اور ھم رنگ و ھم معنی اشکال و صور ھیں ' اور اسلیے با ھمدگر بکعلم اسماء و نظائر کا حکم رکھتے ھیں ' بحدیکہ بوجہ کمال اشتراک صورت و معنی اگر ایک کڑي ھٹادي جاے تو دوسري ٹھیک ٹھیک اُسکي جگہہ جڑ جاے ' اور معلوم ھے کہ اس سلسلہ کي آخري کڑي یعني وجود مقدس حضرۂ خاتم الادیان و مکمل الشرائع و متمم النعم ساري پچھلي کڑیوں کا جامع ' اور اسي لیے بحکم " انا سید ولد آدم " اور " لوکان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی " اور نص قرانی کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي الخ (۱) اور فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید و جئنا بک علی ھا ولاء شہیدا (نساء) منتہاء مرتبۂ سیادت و قیادت عالم ' و مرکزیۂ رسل و شرائع ' و افضلیت کلي نوع سے بالا و ممتاز ھے

بہ طرازندگی قامت موزوں نازم
یک قبا نیست کہ بالسلۂ اندام تو نیست !

(۱) ان آیات کریمہ سے فضیلت و سیادۃ حضرۃ ختم المرسلین کا ثبوت ظاھر ھوا کہ امۃ مسلمہ کو ساري امتوں سے بہتر فرمایا ' اور شریعۃ محمدیہ کو تکمیل ادیان اور اتمام نعمت قرار دیا ' اور ظاھر ھے کہ مطیع کي افضلیت مستلزم افضلیت مطاع ' اور نعمت کا تمام نعم سابقہ سے اعلی و اتم ھونا حامل و مبلغ نعمت کے اعلی و افضل ھونے پر دال ھے - اگر آخري شریعۃ تمام پچھلي شریعتوں کي جامع اور اسلیے اُن سب سے افضل ھے ' اگر آخري امت ساري پچھلي امتوں کے برکات و نعم سے مالا مال اور اسلیے ان سب سے اکمل و اتمام ھے ' اور اگر اسي طرح مرتبۂ آخري کے ظہور و زمان و مکاں

کوئي جھوٹا سے جھوٹا تکرو بھي نقش نظر رکھتا ھو اور پھر شک و اضطراب نفس کا افسوں ھلاکت اسپر کارگر ھوسکے نہیں رھتا ھے کہ قرآن حکیم نے جا بجا انبیاء کرام علیہم السلام کي نفس زندگي و وجود کو بطور ایک حجۃ و برھان کے پیش کیا ھے نہ کہ محض بطور قصص ' و اظہار علم ما سبق ' و انباء بالغیب کے جیسا کہ عموما سمجھا گیا ھے

قرآن حکیم کا کھلا کھلا دعوا یہ ھے کہ ھر نبي کي زندگي جس طرح شروع ھوئي اور جسطرح ختم ھوئي ' اور جو کچھہ اسپر گذرا ' اور قولا و فعلا جو کچھہ اس سے تعلق رکھتا ھے ' ان میں سے ھر بات بجاے خود ایک دلیل اور برھان حق ھے - اس سے بڑھکر اس حقیقت کے اثبات کیلیے اور کوئي دلیل یقیني و قطعي نہیں ھوسکتي کہ خدا ھے ' اور ساري اچھي اور حسین صفتوں سے متصف ھے ' اور اس نے جسطرح عالم ھستي اور ما فیہا کو بنایا ' اُسي طرح اسکے لیے قوانین و نوامیس عمل و نتائج بھي بناے اور وہ ھر حال میں اٹل ھیں دنیا میں انسان زیادہ سے زیادہ اور قطعي سے قطعي یقین جن چیزوں پر رکھتا ھے اور جن وسائل سے انکے یقیني ھونے کو مانتا ھے ' قرآن کي یہ دلیل اُن سب سے زیادہ قطعي اور سب سے زیادہ روشن و محکم ھے اور اگر یقین کیلیے یہ دلیل کافي نہیں تو پھر اس دنیا میں یقین کا وجود ھي نہیں حتی کہ دوپہر کے وقت چمکتے ھوے سورج کا بھي نہیں ' اور جسم کے ایک ایک مسام سے چھوتي اور لگ کر چلنے والي ھوا کا بھي نہیں ! اگر تم کہتے ھو کہ دنیا میں صرف اُنہیں باتوں کو ماننا چاھیے جو " یقیني " ھیں اور " ثابت " شدہ - یعني تم اعتقاد کیلیے صرف " امکان " کو کافي نہیں سمجھتے " اثبات " کے طلبگار ھو ' تو جب بھي دنیا میں الکلم الطیب اور العمل الصالح سے بڑھکر اور کون سي ثابت و واقع حقیقت ھوسکتي ھے ؟ خود تمہارا وجود اور اثبات " انا " بھي اس سے زیادہ ثابت و مشہود نہیں نہیں رھتا ھے کہ قرآن حکیم نے جا بجا دعوا الی الوحي کو " قول الثابت " اور " دین القیم " اور " الواقع " اور " الحق " وغیرھا سے تعبیر کیا ھے کو لوگ دوسري طرف چلے گئے - بہرحال

فصل

غرضکه امام ابن تیمیه نے ایک ایسی حقیقت جو طبیعت کو جو ارباب ظن و رائے کی صحبتوں سے وادی شک و اضطراب میں حیران و سرگردان ہوگئی تھی ' اُن ساری باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں کہی جو اور لوگ کہہ سکتے تھے ' بلکہ صرف یہ وصیت کی کہ سیرۃ طیبۂ نبویہ کا مطالعہ کرو یہی نسخۂ شفا شک و ریب کے سارے دکھوں کا ایک ہی علاج ہے ' اور پھر قولاً بھی اپنی تمام مصنفات میں اسی چیز کو بنیاد و منبع ہرگونہ علم و ایقان بتلاتے ہیں ' تو یہ بات بھی منجملہ اُنہی خصائص مقام وراثۂ نبوۃ کے ہے کہ :

علیــــم بادواء النفوس یسوسہـــا

بحکمتہ فعل الطبیب المجـــرب !

اور حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف اُس عہد میں بلکہ جب تــک دنیا باقی ہے ' صاحب قرآن کی سیرۃ و حیات مقدس کے مطالعہ سے بڑھکر نوع انسانی کے تمام امراض قلوب و علل ارواح کا اور کوئی علاج نہیں - اسلام کا دائمی معجزہ اور ہمیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ صاحب قرآن کی سیرۃ ہے ' اور در اصل قرآن اور حیات نبوۃ معناً ایک ہی ہیں - قرآن متن ہے اور سیرۃ اسکی شرح - قرآن علم ہے اور سیرۃ اسکا عمل ' قرآن صفحات و قراطیس ما بین الدفتین اور فی صدور الذین اوتوا العلم میں ہے ' اور یہ ایک مجسم و ممثل قرآن تھا جو یثرب کی سرزمین پر چلتا پھرتا نظر آتا تھا - کما قالت الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہا " وکان خلقہ القرآن "

مـــا دو جـــائے آمـــدہ در یـــک بـــدن

من کیم ؟ لیلی ' و لیلی کیست ؟ من !

انبیاء کرام کی زندگی سے بڑھکر " یقین " اور " ایمان " کی پکار اور کیا ہوسکتی ہے ؟ محال قطعی ہے کہ ایک صاحب استعداد سیرۃ نبویہ کا

یہی معنی ہیں ان آیات کریمہ کے کہ اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا له
نوراً یمشی به فی الناس، کمن مثله فی الظلمات لیس بخارج
منها ؟ (انعام) اور افمن یمشی مکبا علی وجهه اهدیٰ، امن یمشی سویا
علی صراط مستقیم ؟ (ملک) اور افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی
نور من ربه - فویل للقاسیة قلوبهم من ذکر الله (زمر) وغیر ذلک من
الآیات فی هذا الباب - اور فی الحقیقت یہی وہ نور حقیقت اور مشکوٰة
معرفت ہے جسکو ایک عجیب و غریب اور جامع و مانع تمثیل مرکب میں
واضح فرمایا کہ مثل نوره کمشکوٰة فیها مصباح المصباح فی زجاجة - الزجاجة
کانها کوکب دری یوقد من شجرة مبارکة زیتونة، لا شرقیة ولا غربیة یکاد زیتها
یضیء ولو لم تمسسه نار - نور علی نور - یهدی الله لنوره من یشاء و یضرب
الله الامثال للناس - والله بکل شیء علیم (نور) اور یہ مقام منجملہ روح
الروح معارف کتاب و سنت، و حقیقة الحقائق قرآن و شریعت کے ہے
جسکی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے مگر اسکی تفصیل کا یہ موقعہ
نہیں تفسیر البیان میں ایک سے زیادہ مواقع پر اسکی تشریح و توضیح
ملیگی اور اس سے بھی زیادہ مقدمۂ تفسیر موسوم بہ "البصائر" میں بہ
عنوان حقیقت ایمان و کفر باایں ہمہ ابتک طبیعت اس طرف سے سیر
نہیں ہوئی ہے روز بروز یہ مقام اپنی مزید وضاحت اور وسعت پر اطراف و
مناہج کے ساتھ نمایاں ہو رہا ہے شاید دامن بیان اس سے بھی کہیں زیادہ
پھیلے، جسقدر البیان میں سمیٹا جا چکا ہے - معہذا ارباب ذوق و صلاح
کیلیے ایک اشارۂ حقیقت بھی ہے واما الذین فی قلوبهم مرض تو انکے لیے
حقائق و معارف کے قناطیر مقنطرہ بھی بیکار ہیں وہ تو ہمیشہ یہی کہینگے
ماذا اراد الله بهذا مثلا ؟ و ما احسن و اصدق ما قال العرفی الشیرازی

هزار معجزہ بنمود عشق و عقل جہول
هنوز امت اندیشه [illegible] ست !

زندگی (ہدایت) کے دائرے ہی سے خارج اور موت (کفر) کا ہم نشین سمجھا جاتا ہے - یہاں تو اُسکی نسبت جو کچھہ کہا اور سمجھا جاتا ہے ' اُسکا نام ہی " ایمان " اور " ایقان " ہے - یعنی عدم شک اور یقین صرف و بحت : یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاہدین وما لنا لا نؤمن باللہ وما جاءنا من الحق ونطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصالحین ! (مائدہ) امن ہو قانت آناء اللیل ساجداً و قائماً ' یحذر الآخرة ویرجو رحمة ربہ ' قل ہل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون (۱) ؟ انما یتذکر اولوا الالباب (زمر) غرضکہ جس کا حال یہ ہو کہ وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی اُن کا سا نہو کہ یجادلون فی ایات اللہ بغیر سلطان (مومن) اور بغیر علم ولا ہدی ولا کتاب منیر (حج) تو کیا صرف وہی اکیلا نہیں ہے جسکی راہ دنیا کیلیے امن و سلامتی کی راہ ہے اور جسکے ساتھیوں کیلیے نہ تو کبھی شک کی بے چینی ہے اور نہ جہل و ظلمت کا ہراس : لا یمسنا فیہا نصب ولا یمسنا فیہا لغوب

(۱) " امن ہو قانت اناء اللیل ساجداً و راکعاً " کے بعد فرمایا : ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ؟ تو اس سے معلوم ہوا کہ معرفت و ایمان داری اور عبادة و تبتل الی اللہ کی بنیاد علم اور دانستن ہے ' کیونکہ اس سے بڑھکر جاننا اور پہچاننا کیا ہوگا کہ جب ساری خلقت رات کے بستر عافیت پر سو رہی ہو ' تو ایک عارف حق کو کسی جانے پہچانے ہوے کا عشق بستر راحت سے اٹھاتا اور اپنے سامنے جھکاتا ہے ؟ وہ اُسکی نظر رحمت کیلیے روتا ہے - اسکی ہیبت و جبروت سے کانپتا اور تھراتا ہے - اسکے بخشش کے بڑھے اور کھلے ہوے ہاتھوں (بل یداہ مبسوطتان) کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھکر بے اختیار طالب و سوال کا ہاتھہ بڑھاتا اور بیقراریوں کی آوازوں میں پکارتا اور مانگتا ہے ؟ اسی لیے دوسری جگہ فرمایا . انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کہ خوف الہی معرفت صفات کے بعد ہو سکتا ہے ' اور معرفت علم ہے - پس جو صاحبان علم ہیں ' وہی اس سے ڈرینگے بھی - غرضکہ قرآن حکیم کے نزدیک عبادت ' علم و تعقل و ادراک ہے ' اور عصیان و غفلت جہل و سفاہت و کوری - اور یہ موقعہ مزید تشریح کا نہیں -

حقیقت بیں آنکھ کیلئے ریغ ہے ' نہ منزل شناس قدم کیلئے ٹھوکر ما زاغ البصر و ما طغی لقد رای من ایات ربه الکبری - اور حدیث اس کہ " والذی نفسی بیدہ ' لقد عرضت علی الجنة و النار انفاً فی عرض هذا الحائط و انا اصلی " (بخاری) اور حدیث اسماء بنت ابی بکر اور خطبۂ صلوۃ کسوف کہ " ما من شیی لم اره الا و قد رایته فی مقامی هذا حتی الجنة و النار و اوحی الی انکم تفتنون فی القبور " الخ رواه البخاری اور " ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی " رواه الاربعة - اور ان سب سے بھی بڑھکر وہ کہ " اتانی ربی فی احسن صورة (و فی روایة اتانی اللیلة ربی) فقال فیم یختصم الملاء الاعلی فقلت لا ادری فوضع کفه بین کتفی حتی وجدت برد انامله بین ثدیی و تجلی لی علم کل شیی " اخرجه جماعة منهم احمد و الترمذی و صححه بلکہ جس حقیقت ہزار حجاب کا ایک سچا یا کم از کم سچائی سے قریب تصور بھی ہم سے بن نہ آیا ' میں نہ صرف اسکا سراغ ہی رکھتا ہوں ' بلکہ وہ تو میری دیکھی بھالی اور میرے سامنے کی مشہود و منظور ہے " حتی وجدت برد انامله بین ثدیی " ! اسکی انگلیوں سے چھونے کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کر رہا ہوں - اسکے بعد اور کیا باقی رہگیا ؟ ثم دنی فتدلی ' فکان قاب قوسین او ادنی

حمالک فی عینی و حبک فی قلبی
و ذکرک فی فمی ' فاین تغیب ؟

ہم نے اپنی درماندگیوں سے عاجز آکر اسکا نام ہی ما فوق ادراک اور غیب رکھدیا ہے حالانکہ یہاں پر اسکی مشہودیت کا یہ حال ہے کہ اسکا ذکر ہی " شہادۃ " کے لفظ سے کیا جاتا ہے جسکے معنی حضور و رویت کے ہیں شهد الله انه لا اله الا هو و الملائکة و اولو العلم قائما بالقسط (عمران) ہم اسکی طلب و جستجو کو گمان و خیال اور قیاس و ظن سے تعبیر کرتے ہو کہ اس سے آگے ہمارا قدم نہیں بڑھتا ذلک ظن الذین کفروا حالانکہ یہاں ظن و گمان کا کیا ذکر - ظن کو تو یہاں

جسکی اُن ساری کوششوں اور طلب و جستجو کا جو حقیقت تک پہنچنے اور عقدۂ هستی کو حل کرنے کیلیے کرتا ہے ' یہ حال ہے کہ ہر نیا مرحلہ ایک نئی گمرہی کا پیام اور ہر منزل ایک نئے بعد و گم گشتگی کی مایوسی ہوتی ہے - جس نظریہ پر رکنا اور جس تھیوری کو فاتح کار سمجھکر پوجتا ہے ' جب اُس تک پہنچتا ہے تو یقین کی جگہ وہ خود ایک نئے شک کی دعوۃ نکلتی ہے ' اور جواب کی جگہ وہ خود ایک نیا سوال ہوتی ہے ' اور اسطرح اسکی ساری امیدیں اور ساری خوشیاں اُس پیاسے کی امید سے زیادہ نہیں ثابت ہوتیں جو ریگستان افریقہ کو دجلۂ و فرات سمجھکر بے تحاشا دوڑ رہا ہو : کسراب بقیعة یحسبه الظمان ماء ' حتی اذا جاءہ لم یجـــدہ شیئا (نور) پس کیا کھوے ہوؤں کو طلب دلیل و ہدایت میں اپنے ہی جیسے کھوے ہوؤں کا دامن پکڑنا چاہیے ؟ ضعف الطالب و المطلوب (حج) اور لبئس المولی و لبئس العشیر (حج) یا پھر اسکا ساتھہ دینا اور بلا چوں و چرا سمع و الطاعة کا سر جھکا دینا چاہیے جسکی ساری پکار اور سارے پیاموں کی منادی ہی یہ ہے کہ میں ظلمت نہیں بلکہ سر تا سر نور ہوں - میں تاریکی میں اِدھر اُدھر بھٹکنے والا قدم اور خود اپنے ہاتھہ کو بھی نہ دیکھہ سکنے والی آنکھہ نہیں ہوں ' بلکہ معرفت و شہادۃ کا اُجالا ہوں ' نورانیت میں بے خوف لغزش و بے خطرۂ گمرہی دوڑنے والا قدم ہوں ' اور دوپہر کی چمکیلی روشنی میں ایک ایک ذرہ تک کو دیکھہ لینے اور پا لینے والی بینائی ہوں " السمحة الحنیفیة والحجة البیضاء - لیلها کنهارها " یہاں ظلمات بعضها فوق بعض کا معاملہ نہیں ہے ' بلکہ یمین و یسار ' بالا و پست ' اور بین یدیه و خلفه بجز نور اور نور علی نور کے اور کچھہ نہیں ہے - وکان من دعائه صلعم باللیل " اللهم اجعل فی قلبی نوراً ' و فی لسانی نوراً ' و اجعل فی سمعی نوراً ' و اجعل فی بصری نوراً ' و اجعل من خلفی نوراً ' و من امامی نوراً ' و اجعل لی من فوقی نوراً ' و من تحتی نوراً ' اللهم اعطنی نوراً " (مسلم) یہ میری

" اني اعلم " اور " اني علی بینة من ربي " اور " اني اشهد " بلکه " رایت و سمعت " کا دعوا اور اعلان کررہا ہو ' اور تمام نوع بشر کو یہ کہکر بلا رہا ہو هذه سبیلي ادعوا الی الله ا علی بصیرة انا و من اتبعني ! اور تمام منکرین و جاحدین سے باربار مطالبہ کرتا ہو هل عندکم من علم فتخرجوه لنا ؟ یعنی یہ علم و یقین اور خروج من الظلمات الجهل الی نور المعرفة و الحقیقة کی راہ ہے جس پر میں تم کو دعوة دے رہا ہوں پھر تمہارے پاس بھی کوئی " نقل " اور " علم و بصیرة " ہے جسکو دنیا کے آگے پیش کرسکتے ہو ؟ هـل یستوی الاعمی و البصیر ؟ اور و هل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون ؟ ایک کہتا ہے میرے پاس شک ہے ' اگر تم میری طرف آؤ و تمکو شک سے معمور کردونگا دوسرا کہتا ہے کہ میرے پاس جو کچھہ ہے بہر نقل اور برهان کے اور کچھہ نہیں لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه تنزیل من حکیم حمید (حم سجده) اور دل ہو آیات بینات فی صدور الذین اوتو العلم (عنکبوت) میں بصیرة ہوں دعوة علم ہوں پیام حجة و برهان ہوں - حقیقت جو ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتی ' اسکی ایک ہی راہ ہوں - اقوم الطرق ' اوسع السبل ' صراط السوی ان هذه صراطی مستقیما فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله پھر بتلاؤ ' دنیا کو جو طمانیة و قرار قلب کی بہوکی پیاسی اور شک و اضطراب نفس کے زخموں سے جاں بلب ہے ' کس کا ساتھہ دینا چاہیے ؟ اسکا جو خود شک و ریب کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کہا رہا ہے ایک تاریکی سے نکلنے کے لیے دوسری تاریکی میں ڈوبتا ہے ' اور تاریکیوں کا یہ حال ہے کہ خود اپنا ہاتھہ بھی سوجھائی نہیں دیتا ایک گتھی سلجھانا چاہتا ہے پر بیس نئی الجھاؤ رسنۂ ادراک میں پڑجاتے ہیں کظلمات فی بحر لجي یغشه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق بعض ! اذا اخرج یده لم یکد یراها و من لم یجعل الله له نوراً فماله من نور ؟ (نور) اور

و القواطع - اور اسی لیے دعوۂ خاتم الادیان و مکمل الشرائع کی نسبت اکثر خطبات نبویہ میں یہ اعلان عام پاتے ہو کہ اُسکا ظہور کرۂ ارضی کے کمال جہل و فقدان علم کے وقتوں میں ہوا - یعنی اسلیے ہوا تاکہ علم و نور سے دنیا کو بھرپور کردے' اور علم و نور نہیں ہے مگر یقین اور زوال شک و ریب - علی الخصوص اولین خطبۂ جمعہ بالمدینہ میں فرمایا :

"ارسله بالهدی و النور و الموعظة' علی فترة من الرسل' وقلة من العلم' و ضلالة من الناس" الخ اخرجه الحاکم علی شرط الصحیحین و الطبری فی تاریخه - پس ظاہر ہے کہ جن نام نہاد علوم کا ما حصل خود ظلمت ظن و شک اور کوری وہم و رائے سے زیادہ نہیں' وہ مریضان یقین و اعتقاد کیلیے کیونکر نسخۂ شفا ہوسکتے ہیں ؟ اور جو خود سرگشتۂ راہ اور واماندۂ کار ہے' وہ دوسرے گم کردہ راہوں کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے ؟

جو ہر طینت آدم زخمیر دگرست
تو توقع زگل کوزہ گران می داری

بل هم فی شک منها' بل هم منها عمون (نمل) مرض کا ازالہ دوا سے ہو سکتا ہے نہ کہ خود تولید مرض سے - اگر دنیا کا اصلی مرض "یقین" اور "بصیرۃ" سے محرومی ہے اور شک و گمان کی ہلاکت' تو اُسکا علاج وہ کیونکر کرسکتے ہیں' جنکا خود اعلان یہ ہے کہ ہمارا منتہاء فکر و ادراک اس سے زیادہ نہیں کہ "لا ادری و لا اعلم" ہم نہیں جانتے اور نہیں کہہ سکتے کہ کیا ہے اور کس لیے ہے ؟ یعنی بحکم وشهدوا علی انفسهم وہ خود اپنے منتہاء معرفہ کو جہل سے زیادہ نہیں بتلاتے' ان نظن الا ظناً و ما نحن بمستیقنین

معلومم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد !

اسکا علاج اور نسخۂ شفاء لما فی الصدور تو صرف اُسی اعلم الخلائق و اعرف العباد کے دارالشفاء وحی میں مل سکتا ہے جو شک کی جگہ یقین کا' ظلمت کی جگہ نور کا' عدم علم کی جگہ علم و بصیرۃ کا' ظن و قیاس و تخمین کی جگہ بینۂ و حجۃ کا' برہان و فرقان کا' اور تبیاناً لکل شی اور بصیرۃ الموقنین کا' نسخہ "لا ادری" اور "لا اعلم" کی جگہ

(محمد) اور ما لهم به من علم ان يتبعون الا الظن و ان الظن لا يغني من الحق شيئاً (النجم) اور قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا و من اتبعني (آخر يوسف) اور بل كذبوا بما لم يحيطوا بعلمه و لما يأتهم تاويله (يونس) ما تعبدون من دونه إلا اسماء سميتموها انتم و آباؤكم ما انزل الله بها من سلطان ان الحكم الا لله (يوسف) و غير ذلك من الآيات

[بقيه نوٹ صفحه ۱۶۲]

اذا سلم سلم ثلاثا و اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثا " (بخاري) اور اسي لئے شریعت نے بھي اسے تمام اعمال میں مرتبۂ ثالث تک بلوغ عمل و ارادہ کو ضروري اور بمعنی تکمیل قرار دیا ہے اور ہر طرح کی تقسیم و تکرار عمل و تحدید میں تین تک ہو جانا کمال ٹھہرا - اور اسي لئے تمام عقائد و اعمال و افعال کی تکمیل و حصول کے تین ہی عنصر ہوئے - نیت قول - عمل بالجوارح ایمان بھی معلوم ہے کہ اعتقاد ' قول ' عمل کا نام ہے ' اور عبادت بھی انہي تین عناصر سے مرکب ہولي - نیت و خشوع و خضوع تلاوۃ و قرأۃ - قیام و رکوع و سجود معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود انسان کی اکثر بت پرست اقوام قدیمہ میں تثلیث کے عقیدہ کے نشو نما پانا مثلاً ہندوستان ' یونان ' اور مصر وغیرہ میں اور افلاطون نے بھي ایک طرح اقانیم ثلاثہ کا اقرار کیا ' اور اسي سے عیسائیوں کے یہاں تثلیث کي ضلالت پھیلي ' بر غالبا اسکي بنیاد اول اول یوں پڑي ہوگی کہ کارخانۂ حیات میں ہر جگہ تین تین اور تین مرتبوں کے ظہور کو دیکھکر تثلیث اِلٰہ کے دھوکے میں پڑگئے ' اور اصل قانون خلقت و حیات و انواع اور جمیع کاروبار ہستی کے ایک اور یکساں ہونے کي حقیقت ' اور اس سے قانون وحدت خلقت و خالق تک پہنچنے ' اور ساري کتاب قدرت کے ایک ہی خط میں مکتوب ہونے کي وجہ سے قلم و کاتب کے بھی ایک ہونے تک انکی رسائی نہ ہوئی اگر ہوتي تو بتا اُٹھتے ما ترى في خلق الرحمن من تفاوت ' فارجع البصر ' هل ترى من فطور ؟ ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خاسئا و هو حسير (ملک) قال ابن عباس (رض) " تفاوت " اي الاختلاف (اخرجه البخاري في التفسير)

ثاني عطفه ليضل عن سبيل الله (حج) اور هل عند كم من علم فتخرجوه لنا ؟ اور افمن كان على بينة من ربه كمن زين له سوء عمله و اتبعوا اهوائهم ؟

[بقيه نوٹ صفحه ۱۶۲]

صحت و تندرستی نفس کا مقـــام ہے ' مگر اس میں شبہہ نہیں کہ اسکا ابتدائی مقام بوجہ قرب اسفل ' بیماری کی حالت میں داخل ہے اگرچہ بہر حال ہلاکت سے محفوظ - یہ حال ہر درمیانی درجہ کا ہوا کرتا ہے - اسکا ایک سرا اگر مافوق سے متصل ہوتا ہے تو دوسرا ماتحت سے - اور اسی بنا پر قرآن نے بلحاظ سعادت و شقاوت عمل بھی تین ہی قسمیں کی ہیں - ایمان - کفر - نفاق - کیونکہ حالتیں بھی صرف تین ہی ہیں - چوتھی کوئی نہیں - زندگی - بیماری - موت - اور اسی لیے مقام بھی تین ہوے - دار المقام جنت - اعراف - سعیر و جہنم - اور یہ معلوم رہے کہ یہاں نفاق سے مراد صرف نفاق اعتقادی ہی نہیں ہے بلکہ عملی بھی ' کیونکہ جسطرح ایمان و اسلام اعتقاداً و عملاً دونو طرح ہے - الایمان بضع و ستون شعبة الخ وکذالک الکفر ' و لہذا قالوا کفر دون کفر - اسی طرح نفاق کی بھی دو قسمیں ہیں - اعتقادی اور عملی - مدینہ کے منافق جو قریش و یہود سے ساز باز رکھتے تھے ' فنا ہوگئے ' مگر نفاق اور منافقین کا وجود بدستور باقی ہے جسطرح کفر اور ایمان کا - اور باقی رہیگا - " اربع من کن فیه کان منافقا خالصاً و من کانت فیه خصلة منهن ' کانت فیه خصلة من النفاق " (بخاری) " ولو صلی و صام و زعم انه مسلم " یہ ساری باتیں جو اس مبحث میں لکھی گئیں ' محض ار قبیل اشارات ہیں - ورنہ

گر نویسم شرح آن بیحد شود * مثنوی هفتاد من کاغذ شود

تفسیر البیان ان تمام مباحث کا مجمع ہے - اور حقیقت ایمان و کفر و نفاق پر ایک مستقل رسالہ اتمام کو پہنچ چکا ہے - اور یہ جو کہا کہ قسمیں تین ہیں ' تو تمام تقسیمات قرآنیہ اسی پر مبنی ہیں ' اور جس پہلو سے اور جس گوشے میں دیکھوگے ' معلوم ہوگا کہ تین قسموں اور درجوں سے کوئی معاملہ اور سلسلہ خالی نہیں - اگر نظر دقت و تفکر سے کائنات ہستی کا مطالعہ کروگے تو معلوم ہوگا کہ قانون الہی عالم ہستی میں کچھہ ایسا ہی واقع ہوا ہے - ہر نوع اور ہر حالت کے لیے تین کا عدد جامع افراد اور مکمل و متمم کار ہے - یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کے اکثر اعمال بلا قصد خود بخود تین مرتبہ ضرور انجـــام پاے تھے - " وکان اذا یدعو یدعو ثلاثا - و کان

علاوہ جو کچھہ ہے " یقین ' برہان ' بصیرۃ " اور " فرقان " نہیں ہے ' شک و ظن ہے - عدم علم و بصیرۃ ہے - یا تخمین و راے اور تلعب و تخرص

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۲)

ہوا - اور گناہ وہ ہے کہ اطمینان کی جگہہ تمہارے اندر چبھن اور خلش پیدا کرے ' اور دلکو اسپر جماؤ اور قرار نہو - اگر سبکتروں آدمی فتوی دیدیں کہ فلاں بات اچھی ہے لیکن خود تمہارے اندر اسپر اطمینان اور جمعیۃ خاطر نہو تو سمجھہ جاؤ کہ اسمیں کوئی کھوٹ ضرور ہے - انتہی - البتہ یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں " قلب " کا جو لفظ آیا ہے ' تو اس سے مقصود " قلب سلیم " ہے - نہ کہ سقیم و مریض - کیونکہ ذائقہ کے باب میں تندرست آدمی کا ذائقہ معتبر ہوگا - نہ کہ بیمار کا - رات بھر کے تپ صفراوی نے جسکی زبانکے ذوق اصلی پر قبضہ کرلیا ہے ' وہ تو شہد کو بھی چکھہ کر منہہ بنا لیگا کہ کڑوا ہے - اسکا ذوق ' معیار حلاوت و تلخی نہیں ہوسکتا - اور پھر یہی معنی ہیں بعض عرفاء کے اس قول کے کہ طالب کی کامیابی کی پہچان یہ نہیں ہے کہ غفلت سے بالکل محفوظ ہو جاے - بلکہ یہ کہ غفلت پر احساس حسرت و غم اور ذکر و عمل پر وفور مسرت و شادمانی کا معاملہ مضبوط ہو جاے - تیسری قسم سعادت قلبی اور ارتقاء معنوی کا آخری ثمرہ ہے - اور اسکو قرآن حکیم نے " نفس مطمئنہ " سے تعبیر فرمایا ہے : " یا ایتہا النفس المطمئنۃ ! ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی علم و یقین (و باصطلاح قرآن ایمان) کی وہ حالت جب فطرۃ اصلیہ ساری پیدا کی ہوئی بیماریوں اور مکتسبۃ و خارجیہ علتوں سے نجات پا جاے ' اور قلب کا آئینۂ فطرۃ ہر طرح کے رنگوں اور کدورتوں سے پاک و صاف ہوکر اپنی اصلی چمک اور درخشندگی حاصل کرلے - غرضکہ قلب " سلیم " ہو جاے کہ نجات کامل اور سعادت دارین کا مستحق بجز اسکے اور کوئی نہیں - مطلوب و مقصود اصلی صرف وہی ہے : یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم - سو یہ حالت اطمینان و سکون کامل اور یقین و راحت تامہ کی وہ بے میل اور بے داغ حالت ہے جس میں شک کا ایک ذرا سا دھبہ اور اضطراب و تذبذب کا ایک رائی برابر بھی داغ نہیں ہوتا - اسی لیے آنحضرۃ صلعم نے خطبۂ غزوۂ تبوک میں فرمایا " و خیر ما وقر فی القلوب الیقین و الارتیاب من الکفر " - اور قول حضرۃ ابن مسعود کہ

مرض کے لحاظ علت و ظہور ہر حال میں صرف یہی ہوا کہ شک و ظلمت
اور اس عالم میں وحی الہی اور حکمۃ نبوۃ اور انسے ماخوذ و مکتسب کے

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۲]

وان علی قلوبہم ما کانوا یکسبون اور اسکا بعد مسخ و انقلاب ہوجانا ' حتی
کہ احساس و تمدن تک کا باقی نہ رہنا یہ حالت ہوجائے کہ روشنی اور تاریکی
سفیدی اور سیاہی ' دونوں کو ایک سمجھنے لگے نہ اچھائی پر خوشی ہو
نہ برائی پر غم ۔ سو قرآن حکیم نے اسکو " نفس امارہ " سے تعبیر کیا ہے
ان النفس لامارۃ بالسوء ۔ اور یا وہ اس ظلمت کدہ سے قدم باہر نکلتا ہے ۔
نور فطرۃ کی بجھتی ہوئی روشنی ٹمٹمانے لگتی ہے حتی کہ احساس و امتیاز
خفتہ جاگ اٹھتا ہے ' اور روشنی کی تمنا اور تاریکی سے بیزاری محسوس
ہونے لگتی ہے ۔ برائی سے بچنے اور بدیوں میں نہ الجھنے کی طاقت تو
نہیں ہوتی ' لیکن فطرۃ اصلیہ کا سروش غیبی اپنا کام شروع کردیتا ہے ۔ اسکی
صدائیں برابر سنائی دینے لگتی ہیں اچھائی اور نیکی سے وہ خوش ہوتا ہے
اور تحسین کرتا ہے ' اور جسی وہ راہی بر عکس ہوتا اور ملامت کرنے
لگتا ہے ۔ یہ " نفس لوامہ " کی تندرستی و حصول کا مرتبہ ہے اور اسی لیے
قرآن حکیم نے اپنے طرز مخصوص میں اسکی اندرونی شہادت پر انسان کو
توجہ دلائی ہے جو قانون مجازات و مکافات کی تصدیق کرتی اور نتائج و
ثمرات عمل و تفریق عمل حسن و سیٔ کا نقش دلاتی ہے کیونکہ اگر ایسا
نہیں ہے تو ایک کام پر خوشی و سرور کا احساس کیوں ہو' اور دوسرے کام پر
ملامت و احساس ندامت و خوف کیوں ؟ لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم
بالنفس اللوامۃ ۔ یہی وہ حقیقت ہے جسکی طرف حدیث ابن معبد
عند احمد والدارمی میں اشارہ فرمایا' اور جو حقیقت خیر و شر و فطرۃ انسانیۃ
اصلیہ کے باب میں چند لفظوں کے اندر ایک صحیفۂ علم اور ایک دیوان
درس حقیقت ہے' اور اسی لیے طالب ارشاد بحث و استدلال نظر کہ " البر ما
اطمانت علیہ النفس ' واطمان الیہ القلب ' والاثم ما حاک فی النفس
و تردد فی الصدر ' وان افتاک الناس وافتوک " یعنی فرمایا ۔ کیا
نیکی اور برائی کی حقیقت اور پہچان پوچھتے ہو؟ سو پہچان اسکی یہ ہے کہ
" استفت قلبک " اپنے صدر سے فتوی طلب کرو ۔ نیکی وہ کام ہے جس
پر نفس کو اطمینان اور خوشحالی ہوئی اور دل کے لئے اسمیں قرار اور انکار

ـھی کہا جاسکتا ہے ' وہ سب کچھہ ان تین لفظوں میں جمع کردیا گیا اور
ـتلادیا گیا - ولکن لا یعقلها الا العالمون - وقدس الله روح القائل وهو حجة
الاسلام ابن قیم اذ یقول في النونیة الکریمة :

العلم قال الله قال رسوله   قال الصحابة هم اولوالعرفان
ماالعلم نصبک للخلاف سفاهة   بین الرسول وبین رأي فلان
کلا ولا عزل النصوص وانها   لیست تفید حقائق الایمان
ان لا تفیدکم یقیناً لا ' ولا   علماً ' فقد عزلت عن الایقان
والعلم عندکم ینال بغیرها   بزبالة الا فکار و الاذهان
سمیتموه قواطعاً عقلیة   نفي الظواهر حاملات معان
کلا ' ولا احصاء اراء الرجا   ل وضبطها بالحصر و الحسبان
کلا ولاالتاویل والتبدیل والتحریف للوحیین بالبهتان
کلا ولا الاشکال والتشکیک والوقف الذي ما فیه من عرفان
هذی علومکم الذي من أجلها   عاديتمونا یا اولی العرفان !

وقال شیخ الاکبر ' من جملة ابیات افتتح بها الباب الثامن و ثلاث مائة
من الفتوحات :

کل علم تشهد الشرع له   فهو علم نبه فلنعتصم
فاذا خالفه العقل فقل   طورک الزم ما لکم فیه قدم

ـه اور سبب اسکا ظاهر ہے - قلب و روح کی جتنی بیماریاں بھی
هیں ' اصل مبدء انکا دو قسموں سے باهر نہیں - ایک قسم مرض کا
نام الحاد و انکار ہے - دوسری کا توهم و سوفسطائیة - باقی تمام بیماریاں
اسي کے انواع و عوارض و فروع هیں - اور دونوں قسموں میں
ظهور مرض کے علائم و آثار و عواقب مشترک هیں - یعنی دونوں کا
نتیجه شک و جهل و اضطراب ' اور فطرة کي طمانیة اور سرور و راحت قلبی کا
ازاله - یعنی باصطلاح قرآن حکیم " نفس مطمئنه " (۱) کا فقدان - پس

---

(۱) انسان کی نفسي و قلبي حالت بلحاظ سعادت و شقاوت تین
قسموں سے باهر نہیں - یا تو نور فطرة کي محجوبیه و مظلمیة بمصداق کلا بل '

معرفة و امتیاز ہوا ' مگر تعلیم " علیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین " اور آخرین منہم لما یلحقوا بہم اور فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم الخ اور " ما انا علیہ و اصحابی " معناً و حکماً جزو و کل ' اصل و فرع ' مصدر و مشتق ' یا شمس و کواکب کا سا معاملہ واقع ہوا ہے - روشنی صرف ایک ہی ہے اور ایک ہی کی ہے ' اگرچہ چاند سے بھی ملجا لے اور چمکیلے ستاروں سے بھی

بحر یست متحد کہ باشکال مختلف
باراں و قطرہ و صدف و گوہر آمدہ
مشتق چولیک درنگری عین مصدرست
کش در صفات ظاہر خود مضمر آمدہ

و یقرب من ہذا ما قیل بالعربیة

و ما البحر الا الموج لا شي غیرہ
وان فرقتہ کثرة المتعدد !

اور اگر یہ دونوں صورتیں بھی نہیں ' تو پھر جو کچھ ہے ' نہ تو علم ہے اور نہ ہدا ' بلکہ خود جہل ہے اور و مرض اگرچہ افسوس کہ اس دنیا میں " زیادہ حصہ انہی مریضوں کا بستا ہے جنہوں نے ہمیشہ طلب مرض کو طلب شفا سمجھا ہے ' اور سم قاتل سے امید حیات رکھی ہے ! اور پھر یاد رہے کہ یہی معنی ہیں سلف کے اس قول کے کہ علم نہیں ہے مگر وہ جس میں حدثنا اور اخبرنا ہو اسکے سوا جو کچھ ہے وساوس و ضلالة سے زیادہ نہیں - کما قال الشافعی رضی اللہ عنہ

کل العلوم سوی القرآن مشغلة | الا الحدیث و الا الفقہ فی الدین
العلم ما کان فیہ قال حدثنا | وما سوا ذاک وسواس الشیاطین

اور یہی معنی ہیں اس قول نبوی صلعم کے کہ علم صرف تین ہیں - ماسوا انکے جو کچھ ہے فضل ہے آیة محکمة ' سنة قائمة ' فریضة عادلة اور یہ منجملہ جوامع الکلم نبوت کے ہے کہ اس دنیا میں علم کی حقیقت اور اسکے حدود و مقاصد و مراتب و انواع کی نسبت جو کچھ

اس واقعہ کو معمولی سی بات سمجھکر معرضانہ آگے بڑھالیگا - لیکن صاحب نظر و بصیرۃ اسی ایک بات سے امام موصوف کے تمام علوم و اعمال کا محور و مرکز معلوم کرلے سکتا ہے -

انہوں نے ایک ایسے صاحب علم مگر مریض شک و اضطراب کو جو مدعیان علم و حکمت کی دانش فروشوں کے ہاتھوں اپنا یقین و اطمینان ضائع کرچکا تھا، یہ وصیت کی کہ ساری چیزیں چھوڑکر صرف حیات طیبۂ نبوت کے مطالعۂ و تفکر میں لگ جاؤ - اور گویا اسطرح بتلا دیا کہ علم و بصیرۃ کا اصلی سر چشمہ صرف حیات نبوت اور منہاج مقام رسالت ہے، جسکو قرآن حکیم نے " الحکمۃ " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے : و من یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً - کیونکہ دنیا میں " حکمت صادقہ " کا اس " حکمت " سے الگ کوئی وجود ھی نہیں - " حکمت " یا تو خود منہاج و سنۃ نبوۃ ہے، یا علم و عمل کی ہر وہ بات جو اُس سے ماخوذ اور صرف اُسی پر مبنی ہو - یہی " خیر کثیر " مبدء جمیع خیرات و برکات ارض و نوع ہے، اور صرف اِسی نسخۂ شفا سے دل اور روح کی ساری بیماریاں دور ہوسکتی ہیں - خواہ شکوک و ارتیاب کی بیماری ہو، خواہ اوہام و انکار کی - خواہ ادعاء ادریۃ کا ہیجان ہو، خواہ حیرانی و سرگردانی لا ادریۃ کا خمار ·

رہر مرض کہ بنالد کسے ، شراب دہید !

کوئی بیماری ہو، دوا صرف ایک ھی ہے :

یکے دواست بدار الشفاء میکدہ ہا !

باقی یا تو اسماء مختلفہ ہیں اور مسمی وھی ایک ہے - مثلاً " سنۃ و سیرۃ " کی جگہ " قرآن و کتاب " کا لفظ بولدیا جاے کہ نام دو ہوگئے مگر حکایت شہد و عسل سے زیادہ نہیں - یعنی بات وھی ایک رہی - دلالۃ و تسمیہ میں تعدد ہوا - مدلول و مسمی میں نہیں :

عباراتنا شتی و حسنک واحد !

یا پھر اُسی نسخہ کے اجزاء و توابع جیسے آثار و سیرۃ صحابۂ و سلف اُمت ، اور معارف و بصائر ماخوذۂ و مکتسبۂ کتاب و سنۃ کہ گو اشکال و اسماء میں

بقاء دکر عظم الشان بابل کے آباد کرنے والوں اور مصر کے سر بفلک مناروں کے بنانے والوں کو بھی نصیب نہ ہوا (حالانکہ شاید اسی غرض سے جبل معظم کی چٹانیں کاٹ کر چار سو ساٹھہ گز کی بلندی تک پہنچادیں) وہ اصحاب کہف کے ایک بے زبان کتے کو اُس عمر دائمی کتاب کی لوح محفوظ میں حاصل ہے ' جسکی دائمی حفاظت کی دعدوں میں خود اللہ نے اپنی دمہ داری پیش کی ہے وکلبہم باسط ذرا عیہ بالوصید ! و للہ درما قال

هرگز نمیرد آنکه دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما !

شیخ واسطی نے امام موصوف کے جو اشارات متکلمین و ارباب تاویل کے باب میں نقل کیے ہیں ' انکو زیادہ تفصیل کے ساتھہ انہوں نے اپنے مشہور مقالہ عقیدۃ الحمویہ میں لکھا ہے یہ وہی تحریر ہے ' جسکی بنا پر سب سے پہلے امام موصوف کے خلاف علماء سوء نے فتنہ اٹھایا ' اور ربیع الاول سنہ ۶۹۸ میں مبتلاے محن و آلام ہوے یہ رسالہ مصر میں دو بار چھپ چکا ہے علامۂ سفارینی نے کہ گیارھویں صدی کے کبار اصحاب اثر و اعاظم حماۃ طریق سلف میں سے ہیں ' ایک ضخیم مجلد میں اسکی شرح بھی لکھی ہے ' اور اُن طالبان حق و جویاں حقیقت کیلیے جنکے امراض قلب و اعتقاد کو علامۂ نسفی و تفتازانی و دوانی (رحمہم اللہ) کے معاجانوں نے اور زیادہ مزمن و شدید کر کے چھوڑ دیا ہو ' اکسیر اعظم و دوای مجرب و شفاء لما فی الصدور کا حکم رکھتی ہے فعیہ ماتشتہیہ الانفس و تلذ الاعین

سرخدا کہ عارف و زاہد کسے نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید ؟

فصل

بہر حال اس واقعہ میں ذیل امور وہ عشق و شغف ہے ' جو امام موصوف کو خصوصیت کے ساتھہ سیرۃ نبویہ سے تھا - ایک سرسری نظر رکھنے والا بھی

ھوے بے اختیار اس کام کي طرف دل مائل ھو رہا ہے - اگر تفسیر کے سلسلے سے ذرا بھي مہلت نکلي اور حضرة شاہ ولی اللہ کي سیرة کی تکمیل سے فراغت ھوئي تو انشاء اللہ سیرة ابن تیمیہ و اصحابہ کي ترتیب پر متوجہ ھونگا - باقی رہا اصل مبحث تو الحمد للہ تفسیر البیان میں بہ تحت سورۂ بقرہ نہایت شرح و بسط سے لکھا جاچکا ہے ' اور جستہ جستہ دیگر مقامات تفسیر میں بھی اسکی تحقیق و توضیح ھوچکي ہے ' اور چونکہ مسئلہ کی اھمیت طالب انفراد بحث و استقلال نظر تھی ' اسلیے گذشتہ سال ایک مستقل رسالہ " اتحاف الخلف بطریقة السلف " کے نام سے بھی انصرام کو پہنچا - انشاء اللہ اس باب میں کافي و شافی ھوگا - اس موضوع پر بعض دیگر تالیفات بھي پیش نظر ھیں - لیکن ابھی یہی کس کو معلوم ہے کہ یہ تمام اوراق پریشان جن کو بلا فکر مآل و مستقبل لکھتا جاتاھوں ' اور (بقول ابن رشد) اس شخص کیطرح جو اپنے آتش زدہ مکان کا سامان جلد جلد گھر کي سے باہر پھینک رہا ھو ' باوجود ھجوم نوازل ' و انبوہ زلازل ' و احاطۂ حوادث ' و تشتت بال ' و بے سر و سامانی حال ' جسقدر بھي فراغ خاطر ساتھہ دیتا ہے ' صحبت قرطاس و قلم و تسوید واردات و افکار میں کمی نہیں کرتا ' کبھي جمعیت و ترتیب اور صورت انطباع و اشاعت بھي نصیب ھوگی یا نہیں ؟ البتہ مزدور کا کام محنت ہے ' اور چاکر کا چاکری - بعد کی فکر نہ ھمکو کرنی چاھیے ' اور نہ کرنے سے کچھہ حاصل :

کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند !

و اللہ لا یضیع عمل عامل من ذکر و انثی و علیہ فلیتوکل المتوکلون !

یہ سب کچھہ جو ھورہا ہے ' اگر ایک ذرۂ اخلاص و صداقت بھی رکھتا ہے ' تو پھر نہ خوف زیاں ہے اور نہ خدشۂ ضیاع ' اور انشاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون کا معاملہ ارباب عمل کیلیے ھر وادي اور ھر گوشۂ کار میں کار فرما - شاھان عالم کے بنائے ھوے محل مٹ گئے اور قوموں کے آباد کیے ھوے شہر ویراں ھوگئے - کان لم یغنوا فیھا - لیکن اصحاب اخلاص کا ایک کلمۂ حق اور ایک نقش صدق بھي لوح عالم سے محو نہ ھو سکا - حتی کہ جو

نوبیہ میں پیشاہ اور اسیلئے گو انکا ظہور دور متاخرین میں ہوا' لیکن بہ لحاظ مرتبہ و معلومۃ کے داخل صفوف اوائل و اسلاف أمۃ و مصداق صحیح و آخرون منہم لما یلحقوا بہم - اور پھر اسي لیے سلسلۂ اصلاح و تجدید أمۃ میں انکي دعوۃ خلف کیلئے واسطۃ العقد کا درجہ رکھتي ہوئي جو خلف کو سلف سے جوڑتي اور اواخر پر اوائل کے فیضان و برکات کا دروازہ کھولتي ہے - اور یہي بات ہے کہ عہد آخر کے تمام معاملات و کاروبار تجدید و دعوۃ کي فاتحۃ و مقدمۃ انھي کے سپرد ہوئي - و ما احسن ما قال الشیخ بدر الدین بن عز العیطي في رسالہ - رحمۃ اللہ علیہما

فلئــــن تاخر من القـــرون لثــامن

فلقــــد تقدم فی العلـــوم امام ا

بہر حال اصحـــاب تاویل و رائے اور متکلمین و اتباع فلاسفہ کي بے حاصلي و نامرادي' اور سلف أمۃ و اصحاب تفویض کے مذہب حق و طریق حکمت اور عقلیات صادقۃ و کاملہ کے اثبات و نصرۃ میں امام ابن تیمیہ کے مباحث و مقالات اور براہین و قواطع کا عالم ہي دوسرا ہے' اور افسوس اُمت کي محرومي و واماندگي پرکہ صدیوں سے یہ خزائن معارف وکنـــوز حقائق موجود ہیں' مگر کوئي انکا شناسا و عارف پیدا نہوا - بلکہ ہمیشہ غفلت و جہل اور تعصب و جمـــود کي تاریکیوں میں مدفون و مجہـول رکھا گیا وهذا اول قارورۃ کسرت فی الاسلام وکم من نوبۃ قد رمو الحق و العلم عن قوس واحدۃ ! علی الخصوص آجکل مسلمانوں میں جس قتنۂ عقائد نے سر اٹھایا ہے' اور انکا حکم بل قالوا مثل ما قال الاولون وہ تمام فتنے اکھٹے ہوکر نکلے آے ہیں جو عقائد اسلامیہ کے مختلف دوروں میں فرداً فرداً ظاہر ہوے تھے' اسکے لحاظ سے تو آج معـــارف ابن تیمیہ سے بڑھکر اور کوئي حرز مطلـــوب و مقصود وقت نہیں الثلہ ضرورت تہی کہ تہذیب اضاعۃ مطالب' و تفصیل اجمال و توضیح اشارات' و ضبط و تالیف اصلات و انتشـــار کي ہے - اور اسکا بہترین محمل و موقعہ امام ابن تیمیہ اور انکے اصحاب و تلامذہ کي سیرۃ و سوانحات عمریہ میں مل سکتا ہے - اس چیز کا خیال عرصہ سے تہا لیکن ان سطور کو لکھتے

گئي هے اور لکھا هے که گو ماخذ اسکا تهذیب ابن هشام هے لیکن حسن تبویب و اضافۂ فوائد کے لحاظ سے مستحق ترجیح هے -

فصل

شیخ عماد الدین واسطي (رح) نے امام موصوف کي جس صحبت کا ذکر کیا هے تو یه مبحث منجمله اُن اهم ترین مباحث شریعة اور دقیق ترین مقامات معارف کتاب و سنة کے هے ' جنکي کشف و تحقیق اور بحث و تنقیب امام ابن تیمیه کے مخصوص معارف میں سے هے - بلکه انکے منصب تجدید و امامة في الدین کا اصلي جوهر اور انکے تمام علوم و مقالات کا روح الروح اور صفوۃ المقال یهی مقام هے - حقیقت اگرچه سلف کے یهاں حالاً و عملاً بحد کمال موجود تهي ' لیکن قولاً و علماً اسکو منتها درجۂ بحث و تحقیق و وضوح تک پهنچا دینا اور بطریق جوامع و کلیات و قواعد و مقالید اسکا اثبات کرنا اور اسدرجه منقح و صاف کردینا که لوکشف الغطاء لما ازددت یقیناً کا جمله اُسپر صادق آے ' تو یه فضل مخصوص صرف اِمام موصوف اور اُنکے اصحاب و تلامذہ هي کے حصه میں آیا - اسی لیے امام ذهبی نے کہا " و لقد نصر السنة المحضة و الطریقة السلفیه و احتج لها ببراهین و مقدمات و امور لم یسبق الیها ' و اطلق عبارات احجم عنها الاولون و الآخرون " اور اسی لیے انکا مرتبۂ تجدید اور ماثحیۂ تمام مجددین و ماتحین اعصار اواخر میں سب سے بالا تر و ارفع واقع هوا - کیونکه اکثر مجددین اُمة کي تجدید و دعوۃ متعلق اعمال و فروع کے هے ' لیکن امام موصوف کي تجدید براہ راست علوم و عقائد و اصول و اساسات شریعة سے متعلق هوئي - پس جو نسبت اصل اور فرع میں هے ' وهي نسبت اُنکے مرتبۂ تجدید اور دیگر مجددین اُمة کے مراتب میں سمجهني چاهیے - اور پهر بسبب اکتساب فیضان نسبت جامعیۂ محمدي ' علم و عمل کي اور تمام شاخوں اور راهوں کا بهی اُنکے مقام دعوۃ و تجدید نے احاطه کیا ' اور اسطرح " آنچه خوبان همه دارند تو تنها داري " کا معامله یهي واقع هوا - ذالک فضل الله

لوگوں نے اپنی محرومی و محجوبیت اور کوری و مجہولیت پر خود یہ کچھہ شہادتیں دی ہیں ' بھلا انکی پیروی سے کب باب معرفت تک رسائی ہو سکتی ہے ؟ ملت و ما احسن القول الشاعر العارف

آں لعل گراں بہا ز کان دگرست   واں در یگانہ را نشانے دگرست

اندیشۂ این و آں خیال من و تست   افسانۂ عشق را بیانے دگرست

پس حقیقت وہی ہے جسکو وحی الہی اور حاملین منصب نبوۃ علی الخصوص آخرہم و اعظمہم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب و اتباع نے دنیا کے آگے پیش کیا ' اور شک و ظن کی ظلمت و محجوبیت کی جگہ علوم سماویہ و نبویہ کی یقینیات و براہین کا دروازہ نوع انسانی پر کھولدیا ' اور جسکے علم و عمل کا نمونہ سلف صالح و اوائل امۃ مرحومۃ من السابقین الاولین من المہاجرین و الانصار ' و الذین اتبعوہم باحسان من ورثۃ الانبیاء و خلفاء الرسل و ائمۃ الہدی ' رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ نے اخلاف و آخر امت کو ہمیشہ کیلیے دکھلا دیا اولئک علی ہدی من ربہم و اولئک ہم المفلحون ۔ شیخ موصوف کہتے ہیں کہ اس ایک ہی صحبت میں سارے پردے شکوک و اضطراب کے اٹھہ گئے ' اور میرے دل نے حلاوۃ ایمان و طمانیۃ کی لذت پالی - میرا دل بے اختیار پکار اٹھا کہ جس نور حقیقت کی جستجو میں سرگرداں و حیراں ہوں ' اسکی شعاعیں امام ابن تیمیہ کے ناصیۂ امامت پر چمک رہی ہیں مجھکو میرے حالات سے مطلع ہوکے یہ وصیۃ کی کہ ساری جگہیں چھوڑ کر صرف سیرۃ نبویہ کے مطالعہ اور تدبر و تفکر کو اپنے اوپر لازم ٹھیرا لو - نفس اور ایمان کی تمام بیماریوں کیلیے یہی ایک نسخہ کافی ہے - چنانچہ میں نے اس وصیت کو حرز جان بنایا ' اور جو کچھہ پایا اسی کے وسیلہ سے پایا اور ہلاکت دلنا و آخرۃ سے نہیں بچا مگر اسی کے طفیل - انتہی -

شاہ موصوف نے صرف سیرۃ طیبہ کے مطالعہ ہی پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ کمال شغف و ربط قلب سے اس باب میں بعض معتد بالتصانیف بھی کیں - ازانجملہ سیرۃ ابن اسحاق کا خلاصہ ہے جسکی حافظ ذہبی نے بہت تعریف

میں انکا مسلک دوسرا تھا' لیکن پھر دوسرا ھی رنگ جم گیا - اس تبدیلی کا باعث صرف امام ابن تیمیہ کی ایک صحبت ہوئی - انکی نشو و نماء فقہاء و متکلمین کی جماعت میں ہوئی تھی' اسلیے جدل و خلاف اور کلام و راے کا اثر غالب تھا - مصر سے بغداد گئے تو وہاں خیالات میں توسیع ہوئی اور اپنی حالت کا محاسبہ کیا تو یقین و طمانیۃ سے قلب کو خالی پایا - نتیجہ یہ نکلا کہ فقہاء و متکلمین کے طریق سے دل برداشتہ ہوگئے اور تصوف کی طرف توجہ ہوئی' لیکن عامۂ متصوفین کی صحبتوں کا جو رنگ ڈھنگ نظر آیا' اس سے طبیعت اور زیادہ مکدر ہوگئی - بالاخر دمشق آے اور امام ابن تیمیہ کی صحبت میں داخل ہوے - وہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ انکی صحبت درس میں حاضر ہوا تو عجیب اتفاق ہے کہ علم کلام ھی کی نسبت صحبت تھی - امام موصوف فرما رہے تھے "دنیا میں متکلمین و فلاسفہ سے بڑھکر مضطرب و محروم اور اطمینان قلب و سرور روح کی لذت سے یکقلم نا آشناء اور کوئی گروہ نہیں" پھر مشاہیر فلاسفۂ قدماء و ارباب مقالات کے چند اقوال سناے جن میں انہوں نے خود اپنے وجود پر مجہولیۃ و نامرادی اور بد حالی و بے بصیرتی کی شہادت دی ہے - اسی سلسلے میں امام رازی کے اشعار پڑھے کہ انکی مدۃ العمر کی کاوش و تعمق اور طلب و جستجو کا ما حصل نہ تھا :

لعمری لقد طفت المعاهد کلها — و سیرت طرفی بین تلک المعالم

فلم أر الا واضعا کف حائر — علی ذقن' او قارعا سن نادم

اور کہا کہ بعضوں نے اپنی مدۃ العمر کے قیل و قال اور کد و کاوش کا حاصل یہ بتلایا ہے (دراصل اشعار بالا شہرستانی کے اور آیندہ امام رازی کے ہیں)

نہایۃ اقدام العقول عقال — و اکثر سعی العالمین ضلال

ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا — سوی ان جمعنا فیہ قیل و قالوا

آخر میں ایک ایسے قاطع و اوقع طریق سے جو سارے شکوں کو مٹا دینے والا اور ساری بے چینیوں سے نجات دلا دینے والا تھا' ثابت کیا کہ جن

حقیقی اتباع اسکو کہتے ہیں' اور ایسا ہونا ہے ! - انتہی یہ حافظ موصوف کی شہادت ہے - میں کہتا ہوں کہ اسوۂ محمدی کے کامل تأسی اور علوم و معارف نبوۃ کے کامل استفاضۃ کا یہی وہ مقام ہے ' جسکو اصحاب اشارات نے " نسبت محمدی " سے تعبیر کیا ہے' نہ کہ " نسبت محمدی " ہے اور " نص محمدی " کا وہ استفاضۂ تامہ جسکی نسبت صاحب فتوحات نے کہا کہ امۃ مرحومہ کیلیے قطبۃ و ملتصقۃ اور ولایۃ کبری کا منتہی مرتبہ یہی ہے اور پھر یہی وہ حقیقت ہے' جسکو بعض اصحاب اصطلاح نے " اتحاد " کے مقام سے تعبیر کیا یعنی اتباع اور عشق و نسبۃ با لانبیاء کے کمال تعانی و استہلاک سے بحکم " المرء مع من احبه "

عن المرء لا تسئل ' وسل عن قرینه !

مطیع و محب کا مطاع و محبوب کے تمام صفات و خصائص سے متصف و متخلق ہوجانا ' اور بحکم " من کان اللہ و رسوله احب اليه مما سواهما " اور " حتی یکون هواه تابعا لما جئت به " اسدرجه اعتقاداً و عملاً استغراق محبت رسول و ترک ما سواہ کہ بحکم ومن يطع الله و رسوله فاولئک مع الذین انعم الله علیهم الخ - کامل مرتبۂ معیۃ و یکانگت سے بہرہ اندوز و فائز المرام ہونا ' اور

فاذا ابصرته ' ابصرتنی

کے معاملہ کا پیش آجانا نہ وہ " اتحاد " جو ملاحدۂ حلولیہ کا اتحاد ہے [۲۲] اور جو فی الحقیقت انسان کے تمام معروفہ اقسام شرک میں سے اکبر و اغلظ قسم شرک کی ہے اعاذنا اللہ منه کیونکہ فی الاصل " اتحاد " مصطلحۂ اصحاب حق و توحید کے معنی اس سے زیادہ نہیں کہ " تخلقوا باخلاق اللہ "

رشتۂ درگردنم افگندہ دوست

می برد ہرجا کہ خاطر خواہ اوست !

حافظ ابن کثیر (صاحب تفسیر) نے اپنی تاریخ کبیر ' البدایۃ والنہایۃ " میں اپنے شیخ عماد الدین واسطی کی نسبت لکھا ہے کہ ابتدا

نہ علم میں نہ عمل میں، نہ حال میں نہ اخلاق میں، نہ اتباع حق اور نہ شیوۂ کرم وکمال حلم میں، اور نہ اللہ اور اسکے شعائر کے حفظ و قیام کی راہ میں - اور قسم خدا کی، ہمنے اپنے زمانے میں کسی کو نہ دیکھا جسکے اقوال و افعال سے نبوۃ محمدی کے انوار اور اُنکی سنۃ کی روشنیاں چھن چھنکر نکلتی ہوں - اِلا ابن تیمیہ کو - اُنکو دیکھکر دل بے اختیار بول اُٹھتا ہے کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸)

ہیں - خود انکی بعض مصنفات کی اجازۃ اُنسے لی تھی ' یا کسی کتاب کی سند اقرب و جید انکے پاس ہوگئی' اسکی اسناد حاصل کی اور اپنے شیوخ میں شمار کیا - اس بارے میں علماء سلف خصوصاً محدثین کرام کے ذوق علم کا کچھہ عجیب حال رہا ہے - خود معاصرین باہمدگر ایک دوسرے سے اجازۃ و اسناد حاصل کرلیتے ' اور کمـــال حق پژوہی و بے نفسی سے ایک دوسرے کو بلا تکلف اپنے شیوخ میں شمـــار کرتے ! - حتی کہ اگر اُنکے شاگردوں کے پاس بھی کسی کتاب کی سند ہوتی ' یا کوئی عمدہ اور اقرب سلسلۂ اسناد ہوتا ' تو بلا تامل اُنکے سامنے شاگردانہ بیٹھہ جاتے اور سند حاصل کرلیتے - یہ معـاملہ بڑے بڑے اکابر محدثین کی نسبت منقول ہے - ابن أبی شیبہ نے وکیع کا قول نقل کیا ہے " لا یکون الرجل عالماً حتی یحدث عمن ہو فوقہ ' وعمن ہو مثلہ ' وعمن ہو دونہ " خود امام بخاری کا قول و عمل یہ تھا . " لا یکون المحدث کاملا حتی یکتب عمن ہو فوقہ و مثلہ و دونہ " نقلہ الحافظ بن حجر فی ہدی الساری - دنیا کی کسی قوم کی علمی تاریخ علم پرستی کی ایسی سچی اور پاک مثالیں نہیں پیش کرسکتی -

(مصنف نے یہاں اس وقت نوٹ کو بہت طول دیا تھا - مسودہ کے آدہس صفحوں تک برابر چلا گیا تھا - جناب مصنف اپنے جوش تحریر میں اسکی پروا نہیں کرتے' لیکن کئی کئی صفحوں کے فٹ نوٹس کا ہونا میرے خیال میں سخت قابل اعتراض ہے' اور اصل کتاب کے مطالعہ میں اس سے بے لطفی ہو جاتی ہے - میں نے اسقدر تذکرہ یہاں کیلیے ضروری پایا تو رہنے دیا - باقی باب پنجم میں داخل کردیا - وہاں مولانا نے اپنے والد مرحوم کے حالات تعلیم و اسناد کتب کا مفصل حال لکھا ہے اور بعینہ یہی مبحث وہاں بھی چھڑ گیا ہے - پس ایک ہی چیز کو دو جگہوں میں بیان کرنے سے کیا فائدہ ؟ چنانچہ اس حاشیہ کا بقیہ بھی اسی مبحث میں ملا دیا گیا - اسطرح ایک مستقل فصل اس مبحث پر مرتب ہوگئی - پبلیشر)

حقیقۃً!" یعنی قسم خدا کی، پھر کہتا ہوں کہ قسم خدا کی، آسمان کے
نیچے آج تمہارے شیخ ابن تیمیہ کا نظیر و مثیل کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸]

مستجمع میں تمام دیار مصر و شام و جزیرہ اور نجد و حجاز کی خاک چھانی۔
طلب سماع روایت و تلقی و تحمل علوم و احادیث میں سلف کا جو حال
رہا ہے، اسکے سامنے یہ باتیں بھی ہیچ ہیں اور وہ اپنے مواقع پر درج ہیں۔
مزنی کا قول مشہور ہے کہ امام بخاری سے انکی زندگی میں نوے ہزار
آدمیوں نے جامع صحیح کی سند حاصل کی، اور اسمیں ذرا بھی مبالغہ
نہیں۔ جس دن امام علی رضا نیشاپور میں داخل ہوئے، بیس ہزار
آدمی انکی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ صرف ایک حدیث انکے آبائی
سلسلہ سے سن لیں اور اہل بیت کرام کے سلسلۂ علو اسناد سے مشرف و
مفتخر ہوں۔ ان بیس ہزار آدمیوں میں حافظ ابو زرعہ اور امام مسلم بھی
تھے۔ حاکم نے تاریخ میں لکھا ہے کہ اس دن نیشاپور کا عجیب حال تھا۔
بیک وقت ہزاروں آدمیوں کے ہجوم و مرور سے تمام شہر گرد و غبار میں
چھپ گیا۔ راستوں میں راہگیر ایک دوسرے کو سجھائی نہیں دیتے تھے!

رشک آیدم بہ روشنیِ دیدہ ہائے خلق
دانستہ ام کہ از اثر گرد راہ کیست!

امام ابن تیمیہ حافظ ذہبی کے شیوخ کبار میں سے ہیں۔ حافظ موصوف
نے معجم شیوخ میں لکھا ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل اور
مطلقات قاضی ابو یعلی و ابن بطہ و ابن ملدہ وغیرہم آثار حنابلہ، اور بعض
دیگر مصنفات ستہ کی اجازت قرأۃً و سماعاً کے ساتھ میں نے ابن تیمیہ سے
لی ہے۔ اسکے علاوہ خود امام موصوف کی تمام مصنفات کی اجازت و اسناد بھی
حاصل کی ہیں۔ الفقہ میں سب سے پہلے امام ابن تیمیہ کی اجازۃ جمیع
مصنفات کیلئے درج کی ہے۔ اتنا ایک مشہور رسالہ رفع الملام عن ائمۃ الاسلام
ہے۔ اسکو اپنے قلم سے لکھا ہے۔ اس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں "سمعت
ھذا الکتاب علی مؤلفہ شیخنا الامام العلامۃ الاوحد شیخ الاسلام، و مفتی
الانام، قدوۃ الامۃ، اعجوبۃ الزمان، تقی الدین، سید الحفاظ، ابی العباس
احمد بن تیمیہ رضی اللہ تعالی عنہ" - حافظ عماد الدین الواسطی بھی
(جنکا ذکر متن کتاب میں آیا ہے) حافظ ذہبی کے شیوخ کبار میں سے

ما رأينا في عصرنا هذا من تستجلي النبوة المحمدية و سنتها من اقواله و افعاله الا هذا الرجل - بشهد القلب الصحيح ان هذا هو الاتباع

[بقیه نوٹ صفحه ۱۴۸]

اجازة و مناولة تا مصنفین حاصل کیا هو - یا خود معاصرین و شیوخ میں جو لوگ صاحب مصنفات معتبره هوتے تھے ' أنکي مصنفات کو خود أنکے سامنے جزءً باکلاً پڑھتے اور سنتے تھے ' اور فوائد و تشریحات متعلقه کے اخذ و سمع کے بعد به شرائط املاء و اجازة و مناولة أنکي سند حاصل کرتے تھے - یه معلوم هے که کسي مصنف کي کتابٔ کا بطور خود مطالعه کر لینا اور هے ' اور خود مصنف سے اُسکو سننا اور اُسکے عوامض و مباني و تشریحات کا حاصل کرنا اور هے - " تعلیم روایت " سے مقصود یه تها که قران حکیم اور احادیث و آثار و وقائع کو حسب طریق محدثین به سلسلهٔ اسناد تا به صاحب قران و حدیث صلی الله علیه و سلمؐ یا تا به حاضر و سامع حاصل کرنا ' اور ایسے شیوح حدیث سے شرائط مقررهٔ محدثین کے مطابق روایت کا سندا اور تحمل جنهوں نے لقاؤ سماع و تصافح وغیره مختلف طریق اسناد سے روایات صحاح و مسانید و معاجم وکتبٔ مشهوره کو اخذ کیا هو - اس طریق تعلیم کي اهمیت کا اندازه اس سے کیا جا سکتا هے که بڑے بڑے اکابر و اعاظم علوم آخر عمر تک سند افرب وجید کی جستجو میں رهتے تهے اور اسکي طلب میں سفر و غربة کي بڑي بڑي محنتیں اور قربانیاں گوارا کرے تهے - " اقرب " یه که سند کتاب و روایت میں از اصل مبدء تا به شیخ کم سے کم واسطے هوں - " جید " یه که سلسلهٔ اسناد کے اشخاص علم و معرفة اور حفظ و اتقان اور کثرت تلامذہ و شیوح و شهرت و اعتماد کے اعتبار سے ممتاز هوں - بسا اوقات ایسا هوتا تها که ایک اهل علم کو کسي کتاب یا حدیث کي متعدد اسناد حاصل هیں لیکن معلوم هوا که فلاں معاصر کے پاس أنهي جزوں کی سند ایسے سلسلوں سے هے جن میں ایک واسطه کم هے' یا واسطة العقد کوئی مشهور و ممتاز شخص هے' تو صرف اتنی سی بات کیلیے ممالک بعیده کا سفر اختیار کرے یا مراسلة کي راه نکالتے تهے ' اور اُس سند کو حاصل کرکے چهوڑ تے تهے - حافظ سخاوي نے مسند امام احمد کي ایک ایسي سند کیلیے جسمیں انکی حاصل کرده سند سے ایک واسطه کم تها ' مصر سے عراق تک سفر کیا - اور علامهٔ فلاني خود لکهتے هیں که صحاح کی اقرب ترین اسناد کي

کرماً و حلماً ، و قياماً في حق الله تعالى عاد الله ک حرماته " قريب قريب ايسے هي الفاظ هيں - اسکے بعد پهر ايک موقعه پر لکهتے هيں " و الله

[بقيه نوٹ صفحه ۱۴۸]

مرويات کو بطور تصنيف کے مرتب کرنے لگے - اسطرح که حلقۂ درس ميں مطالب و مسائل املاء کرتے اور ساتهه ساتهه لکهتے بهي جاتے تا يے مجموعه مرتب کر ليتے اور پهر اسي کو املاء کرتے ابو علي قالي نے قرطبه ميں اپني مشهور کتاب الامالي مرتب کي اور جامع زهراء ميں اسکے مطالب کا املاء کيا اس دور کے اصحاب تصنيف جب کبهي بولتے هيں " امللت هذا الکتاب " يا " امللت بحفظي " يا ابن خلکان وغيره ميں اکثروں کي نسبت ديکهوگے " املي کتاب فلاں " يا " املي کتابه " تو اس سے يہي مقصود هے - آجکل کے بعض ارباب جرائد و رسائل نے اسکا مطلب نہيں سمجها اور اس قسم کي تصريحات سے بالکل غلط استدلال کر ديے در اصل " ملل " اور " املاء " کے معني پڑهنے اور بيان کرنے کے هيں بعض اصحاب لغة نے " مله " کو بهي " امللت الکتاب " سے ماخوذ بتلاتا هے سورۂ بقره ميں هے وليملل الذي عليه الحق اور فان کان الذي عليه الحق سفيها او ضعيفا او لا يستطيع ان يمل هو ' فليملل وليه بالعدل اور سورۂ فرقان کے اوائل ميں قرآن کے نزول و تلاوت کي نسبت کفار کا قول نقل کيا وقالوا اساطير الاولين اکتتبها فهي تملى عليه بکرة و اصيلا بهرحال ادب و حديث ميں طريق جمع املاء اور تمام علوم سے زياده رائج و مقبول تها ائمه محدثين کے يہاں " املاء " ايک مخصوص اصطلاح هوگئي - انهوں نے " سماع من لفظ الشيخ " کي دو مختلف قسميں " املاء " اور مجرد " تحديث " کو قرار ديا هے اور ان ملحوظ اقسام زمانۂ تحمل حديث عند المتاخرين (مثلاً قراة و اجازه و مناولة و وجاده وغيرها) ايک خاص اور اعلى قسم هے کما صرح به الحافظ ابن الصلاح في النوع الرابع و العشرين - دوسري قسم " تعليم کتب " هے اس سے مقصود يه تها که جب مبتدي و اوائل علوم کي تعليم سے فارغ هو جاتے تهے تو پهر ائمۂ علوم کي معتبر و مستند کتابوں کو تصحيح الفاظ و معاني و ضبط و اتقان غرائب و مشکلات و سرائر مطالب و نوادر فن کے ساتهه اپنے شيوخ و اساتذه کے سامنے پڑهتے اور ملکۂ خاص کے انهي مسائل کے ... ان کتابوں کو ... سلسلۂ املاء و

صاحب البلغه في الفقه باعتبار علم کے شیخ العصر اور باعتبار عمل و زهد و ورع کے بڑے بڑے اهل الله اور اصحاب طریقت کے ممدوح و مقصود تھے - حافظ ذهبي نے اُنکو اپنے شیوخ کتب (۱) میں سے شمار کیا هے - کتاب المشتبه میں اُسکا ذکر ان لفظوں میں کرتے هیں " قال شیخنا القدوه عماد الدین الحزامي " یهي حافظ عماد الدین ایک رساله میں جو اصحاب و تلامذهٔ ابن تیمیه کے نام لکها تها ' لکهتے هیں " و الله ثم و الله لم یرتحت ادیم السماء مثل شیخکم ابن تیمیه علماً و عملاً ' و حالاً و خلقاً و اتباعاً ' و

(۱) " شیوخ کتب " کا صحیح مطلب سمجهه لینا چاهیے - اوائل میں تعلیم صرف درس و املاء ' روایت و تحدیث ' اور صحبت و حضور مجالس میں محدود تهي - اُسکے بعد تدوین علوم و ترتیب کتب کا دور شروع هوا - اسلیے تعلیم و تحصیل کي بهي مختلف صورتیں اور قسمیں پیدا هوگئیں - ازانجمله تین صورتیں هیں جنکے لیے گو خاص الفاظ وضع نهیں کیے گئے مگر انضباط و امتیاز کیلیے اگر اُنکو تعلیم علوم ' تعلیم کتب ' اور تعلیم روایات سے تعبیر کیا جاے تو بهتر هے - " تعلیم علوم " سے مقصود وهي طریق اصلي و قدیم که بذریعهٔ درس و املاء (لکچرز) شیوخ سے علوم کي تحصیل کرنا - تمام فنون آلیه اور مهات علوم عربیة و قرآن و سنة کي تعلیم پہلے اس طریق سے حاصل کر لی جاتی تهي - آئمهٔ علوم کي کتب امالي ایسے هي مجامع درس و املاء کے نوٹس یا لکچرز هیں - منتهیوں کیلیے اسمیں کسي مخصوص علم کي قید اور خصوصیت بهي نه تهي - اکثر اوقات اساتذهٔ علوم حسب وقت و حضور افکار مختلف علم و فن کي ملي جلي صحبتیں جاري رکهتے تهے - قاضي ابو یوسف کي امالي مخصوص به فقه هے ' لیکن زجاجي ' ابو علی القالي ' سید مرتضي ' قاضی عبدالجبار ' ابن فارس و غیرهم کے جو دوا وین املاء اب نکل آئے هیں ' اُنمیں تفسیر ' لغة ' ادب ' تاریخ و وقائع ' مغازي و ملاحم وغیرها مختلف مباحث و مطالب پائے جاتے هیں - البته ابو علی قالي اور زجاجي وغیرہ کے یهاں غالب صحبت لغة و عربیة کی هے - ابتدا میں ان مجامیع کی بنیاد یوں پڑي که تلامذه اپنے حفظ و یاد داشت کیلیے اساتذه کے تمام امالي یا اُنکا خلاصه لکهه لیا کرتے تهے - لیکن آگے چلکر یه چیز اسقدر مقبول هوئي که اقسام تصنیف میں سے ایک خاص قسم بنگئي ' اور خود اساتذة و علماء فن اپني

حدیث کو ابن تیمیہ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں! اور معجم شیوخ میں لکھتے ہیں " نصر السنة المحفوظة علی اعلی اللہ تعالی منارہ و جمع قلوب اہل التقوی علی محبته " یہ " سنة محفوظه " کا علم و عمل ہی وہ نعمت عظمی ہے جو اعمال لدنیہ کا دروازہ کھولدیتی ہے - حافظ برزالی کا قول سابق اوپر گذرچکا ہے " ما رأینا احداً اعلم بکتاب اللہ و سنة رسوله و لا اتبع لهما منه " ہم نے ابن تیمیہ سے بڑھکر نہ کسی کو کتاب و سنة کا عالم دیکھا اور نہ عامل سبحان اللہ کیسے جامع و مانع لفظوں میں تعریف کی ہے کہ اس آدھی سطر کے اندر وہ سب کچھہ آگیا جو ابن تیمیہ کی نسبت کہا جاسکتا تھا اسے ممدوح کیلیے ایسے ہی مداحوں کے قلم و زبان کی ضرورت تھی بس یہ جو کہ کمال علم کتاب و سنة کے ساتھہ کمال عمل کتاب و سنة بھی جمع ہوجاے ' وہ فضل مخصوص ہے جسکے بغیر لدنیہ کا پورا پورا علمی و عملی ورثہ نہیں ملسکتا گو بقدر استعداد و استحقاق ہر سالک طریق کے حصے میں کچھہ نہ کچھہ ضرور آتا ہے معاصرین ابن تیمیہ کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ اس وراثت میں حصہ نہیں رکھتے ہیں ؟ لیکن ورثہ کا پانا دوسری چیز ہے اور وہ کامل اور پوری پوری وراثت دوسری چیز ہے جسپر خلافت و نیابت اور جانشینی و قائم مقامی کا لقب صادق آجاے و نعم ما قیل ،

سوریق پاسدارا ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ جو گوہر نہوا تھا !

اور یہ جو کہا ' یہ صرف جوش عقیدت کی مداحی نہیں ہے ' بلکہ آکے معاصرین میں جو لوگ صاحب نظر و نقد ہیں ' خود انکی زبانوں سے بعینہ اسی حقیقت نکل چکی ہے حافظ ابو العباس عماد الدین واسطی الحزامی

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۶]

کی رائے اس تقریظ پر موقوف نہیں انکی شیفتگی و ارادت کا جو حال ہے وہ دررکامنہ سے ظاہر ہوتا ہے جسمیں نہایت شرح و بسط سے ترجمہ لکھا ہے ' اور معاصرین کی سندیں ایکے فضل و کمال بخصوص پر جمع کی ہیں -

علوم سنۃ کے استحضار اور اُنسے دلائل و براھین کے استنباط میں اُنکا رسوخ و احاطہ عجیب و غریب ھے - یہانتک کہ انپر یہ بات صادق آتی ھے کہ جس

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۵]

علاوہ تذکرۃ الحفاظ میں بالاختصار اور تاریخ الاسلام کبیر میں بالتفصیل تذکرہ کیا ھے اور خصوصیت کے ساتھہ اُنکے ابتلا ؤ محن اور وقعات مصریہ و شامیہ کے حالات لکھے ھیں - امام موصوف کی ایک مشہور کتاب منہاج السنہ ھے - اُسکو اُنھوں نے مختصر کیا تھا - اُسکے دیباچہ میں بھی مفصل ترجمہ درج کیا ھے - علاوہ بریں ابن تیمیہ کی اکثر مصنفات اپنے قلم سے لکھی ھیں ' اور اُنکے آخر میں یہ ظاہر کرتے ہوے کہ " میں نے خود مصنف سے بہ شرائط قراۃ و سماعۃ انکی اجازت لی" مختصراً تذکرۂ حالات و مناقب بھی کر جاتے ھیں - من احب شیأ اکثر ذکرہ - قول مندرجۂ متن معجم کبیر میں ھے - حافظ ابن ناصر الدین شافعی نے الرد الوافر میں اور حافظ عسقلانی و سیوطی نے درر کامنہ اور طبقات الحفاظ میں یہ تمام اقوال یکجا کردیے ھیں - نیز حافظ ابن قدامہ و حافظ عماد الدین واسطی اور ابو حفص بزار وغیرھم نے سیرۃ ابن تیمیہ میں - اور واضح رھے کہ صرف حافظ ذھبی ھی کا یہ حال نہیں ھے - الرد الوافر میں تقریباً ایک سو اکابر و مشاھیر عہد و قریب العہد کے اقوال نقل کیے ھیں جنھوں نے بالاتفاق آنکے مجتہد مطلق' امام العصر ' نادرۃ الدھر' نابغۃ الاسلام ' اوحد الزمان' مجدد کتاب و سنۃ ' محی الملۃ ' انموذج الخلفاء الراشدین ' آخر الائمۃ المجتھدین ' مفتی الفرق ' الامام فی کل علم و فن ' اعجوب علماء القرون الوسطیٰ' ھوے کا ایسے لفظوں میں اعتراف کیا ھے جن سے زیادہ توصیف و تمجید کے الفاظ نہیں ھوسکتے :

نہ من بران گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ھر طرف ھزار اند !

یہ حال تو معاصرین اور قریب العہد علماء کا ھے - بعد کے مورخین کا یہ حال ھے کہ الرد الوافر پر مصر و شام کے مشاھیر علماء و ائمۂ عصر نے تقریظیں لکھی ھیں - اُن میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی عینی حنفی شارح بخاری بھی ھیں - قاضی عینی لکھتے ھیں کہ جو شخص ابن تیمیہ کے مراتب عالیۂ علم و عمل و اجتہاد و امامۃ سے انکار کرتا ھے وہ یا تو مجنون لاتعقل ھے' یا کمال سفیہ و بلید ' یا سخت شریر و مفسد - حافظ عسقلانی

ذهبي نے انکے حالات میں اشارہ کیا کہ " ولقد نصر السنة المحضة والطريقة السلفية ' واحتج لها ببراهين ومقدمات وامور لم يسبق اليها واطلق عبارات احجم عنها الاولون والآخرون " يعني ابن تيمية نے سنة محضة اور طريقة خالصة سلف و اوائل کي حمايت کي ' اور اسکے ليے ايسي دليلوں اور مقدموں سے احتجاج کيا جو انسے پہلے کسي سے بھي بن نہ آے تو يہ جو کہا کہ " نصر السنة المحضة " تو ايک عجيب نکتہ کہديا اور گويا ابن تيمية کي پوري سوانح عمري بيان کرديي - يہي وہ فضل مخصوص ہے جو ذهبي و برزالي و مزي و ابن دقيق العيد جيسے شيوخ عہد کے سروں کو بھي ابن تيمية کے سامنے اطفال مكاتب کي طرح جھکا رہا ہے - صدر اول کے بعد سے ھميشہ سنة کا معاملہ بہت نازک ہوگيا ' اور ايک راہ " اتباع سنة " کي ہوگئي اور ايک اتباع " سنة خالص و محض " کي ' والقصة بطولها تو اس عہد میں علم و عمل سنة والے بہت ہونگے مگر " سنة محضة و خالصة " کا مقام صرف ابن تيمية ھي کو ملا تھا ' اور اسي کمال نشئہ و تجلي نعمات تجدد اور بے میل و بے داغ اتباع و رفاقت سنة نے انکو اعمال تجدد کي وراثت کاملہ و نيابة حقہ کے منصب ارفع و اعلی پر پہنچا ديا تھا

اے گل بہ تو خورسندم ' تو بوے کسے داري !

يہي حافظ ذهبي ايک دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں " وهو عجيب في استحضار السنة و استخراج الحجج منها بحيث يصدق عليه ان يقال كل حديث لا يعرفه ابن تيمية فليس بحديث ولكن الاحاطة لله تعالى " (۱) يعني

---

(۱) حافظ ذهبي نے امام ابن تيمية کا ترجمہ سات سے زيادہ موقعوں پر لکھا ہے ھر مقام پر پوري تفصيل سے حالات لکھتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ لکھتے ہوے جوش ارادت و اضطراب عقيدت سے بيخود ہو ہو جاتے ہیں سب سے زيادہ تفصيل تینوں معاجم میں کي ہے يعني معجم کبير ' اوسط ' صغير - اور جو نکہ وہ لحاظ احد سند و اجازت مسند امام احمد ' و سماعت روايت ' و قراءة مصنفات ' امام ابن تيمية کے شاگردوں میں داخل ہیں اسلئے اپنے معجم شيوخ میں ان کي حالات لکھے ہیں ان کتابوں کے

کچھ سمجھ لیتا اور پرکھ لیتا ہے ' اسی طرح جماعت و ملت کے تمام امراض جدیدہ و مزمنہ اور ظاہرہ و مخفیہ کا نباض ہونا ' اور انسان کی ذہنی و نفسی اور روحانی و معنوی بیماریوں کو بہ یک نظر تفرس پہچان لینا ' اور ٹھیک ٹھیک انکی حالت و استعداد اور مقتضیات کے مطابق درجہ بدرجہ علاج کرنا ' اور ہر مریض کو اسکی حالت کے مطابق نسخہ دینا ' اعمال مہمۂ و مختصۂ نبوۃ میں سے ہے ' اور یتلو علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ میں " یزکیہم " اسی جانب اشارہ ' پس انبیاء کرام کے بعد یہ مقام صرف انہی نفوس خاصہ کو حاصل ہو سکتا ہے جو اسوۂ حسنۂ نبوۃ اور اخلاق و صفات نبویہ کے کامل تأسی اور سنۂ سنیۂ خالصۂ و محصنہ کے کمال اتباع و تعاقب سے وراثت و نیابت انبیاء و رسل کے مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں ' اور معالجۂ نفوس ' و تداوی ارواح و قلوب ' و طبابۂ اقوام و ملل کے تمام اسرار و خفایاء ان پر اس طرح کھل جاتے ہیں کہ بقول صاحب تفہیمات "گویا ہمہ را میان ہر دو چشم خود متمثل و متشخص می بینند ' و نہ از چشم بصیرہ بلکہ از چشم سر مشاہدہ می کنند " تا مقام کشف و رفع حجب حاصل ہو جاتا ہے - حضرۃ شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے " ہم حراس القلوب ' جواسیس الارواح ' الامناء علی الاسرار و الخفیات ' المطلعون علی ما اضمرت بواطن العباد ' و اجنت علیہ الثیاب " وہ دلوں کے نگران و نگہبان ' روحوں کی جاسوسی کرنے والے ' رازوں اور بھیدوں کے محافظ ' اور سینوں کے اندر کی چھپی ہوئی باتوں اور دلوں کی تہ کی نیتوں کی خبر رکھنے والے لوگ ہیں !

اور گو اس عہد میں بڑے بڑے اصحاب علم و عمل موجود تھے ' مگر "علم اسرار النفوس" اور "طبابت القلوب" [illegible]

و قد علم الرحمن أن زماننا * تشعب فيه الرأي اي تشعب
فجاء بحبر عالم من سراتهم * تسبع ملك بعد هجرا يثرب
تقيم قناة الدين بعد اعوجاجها * و ينقذها من قبضة المتعصب
و جاهد في ذات الاله بنفسه * و بالمال و الاهلين و الام و الاب
و من رام حذراً دربه الدوم في الورا * فذاك الذي يدرام عنقاء مغرب
علم بادواء النفوس دروسها * بحكمته فعل الطبيب المجرب

آخري شعر محض شاعرانہ مداحي نہيں ہے - ايک نہايت ہي دقيق نکتہ کي طرف اشارہ ہے "علم با دواء النفوس" اور "بحکمته فعل الطبيب المجرب" يعني مقام نبوۃ کي وراثت و نيابۃ کاملہ يہ بات کہ جس طرح ايک طبيب حاذق ہر طرح کي بيماريوں اور اُنکے اسباب و آثار و نتائج کو جانتا' اور ہر عمر و مزاج کے بيماروں کا علاج کرتا' اور کمال حذاقت و فراسۃ طبيہ کي راہ سے صرف چہرہ ديکھکر يا نبض پر اُنگلياں رکھکر سب

[بقيہ نوٹ صفحہ ۱۴۲]

نہيں " ولو فتحنا هذا الباب و اخذنا بقول المعاصرين بعضهم في بعض لما سلم لنا احد من الائمة بل اهل الصحابة و التابعين " اور يہ بالکل حق ہے امام ابن عبد السلام کا قول اگر حافظ ابن الصلاح کي نسبت ہم قبول کرلين اور حافظ ابن صلاح کا ابن عبد السلام کي نسبت' يا حافظ سيوطي کي راے حافظ سخاوي کي نسبت مان لي جاے اور حافظ سخاوي کي سيوطي کي نسبت' تو اسکا نتيجہ صرف يہي نکلے گا کہ ہم دونوں سے بدظن ہوجائينگے' حالانکہ دونوں کمال حسن ظن و اعتقاد کے مستحق ہيں بڑے بڑے ائمۂ علم و عمل کو اس بارے ميں لغزش ہوئي' اور ہم کو يقين ہے کہ اُنکي خدمات کبرا و عظيمۂ علم و عمل کے مقابلے ميں يہ لغزش ضرور بخشدي جائيگي ہمارے مالک نام و نہيں دستان عمل کو زيب نہيں ديتا کہ ان ميں سے کسي کي نسبت بھي حرف سوء نکاليں يا انکے ادب و تعظيم ميں مقدار برابر خلوص کے اثر دل ادلي جن انہوں نے ايک معني معني کي بين ابولي ليکن ہمارے دامن ميں بجز گرد و خاک کے اور کيا ہے ؟

ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذين سبقونا بالايمان ! و لا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا !

غور کرنا چاهیے که آخر وہ کیا چیز تھی جسکو وہ سب بھی نہ پاسکے ؟ اسکو خود شیخ ابو حیان نے امام ابن تیمیہ کی ایک مجلس دیکھتے هی کہدیا تھا (۱)

قام ابن تیمیة في نصر شرعتنا * مقام سید تیم اذ مضت مضر

فاظهر الحق اذ آثاره درست * و أخمد الشر اذ طارت له شرر

کنا نحدث عن حبر یجئي فها * انت الامام الذي قد کان ینتظر

تو یہ جو کہا کہ " مقام سید تیم " اور " انت الامام الذي قد کان ینتظر " سو یہی وہ چیز ہے کہ اوروں کو سب کچھ ملا تھا مگر یہ چیز نہیں ملی تھی، اور یہي ہے کہ ہمیشہ سیکڑوں ہزاروں اصحاب طریق میں سے کسی ایک رجل الرجال هی کے حصے میں آتي ہے - شیخ نجم الدین اسحاق نے اپنے مشہور بائیہ میں بھي اسی چیز کی طرف اشارہ کیا تھا :

---

(۱) یہ وهی ابو حیان امام النحو و الادب هیں جنکی تفسیر بحر المحیط اور اسکا مختصر نہر مصر میں چھپ گیا ہے - حافظ عسقلانی نے درر میں ذهبي سے نقل کیا ہے کہ جب امام ابن تیمیہ مصر گئے تو شیخ ابوحیان سے ملاقات هوي - پہلي هی مجلس میں اسدرجہ معترف هوے کہ فی البدیہہ اشعار مذکورۂ متن انکي مدح میں کہکر سناے، اور کہا " و اللہ ما رأت عینای مثل هذا الرجل " لیکن بعد کو صحبت سازگار نہ هوي - نحو کے کسی مسئلہ کی نسبت ابو حیان نے سیبویہ کا حوالہ دیا - ابن تیمیہ نے کہا - یہ سیبویہ کی اُن اسی غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے جو اُس نے قران کے متعلق کی هیں - و ما کان سیبویہ نبی النحو و لا معصوماً - اسپر ابو حیان نہایت برافروختہ هوے اور پھر آخر تک مخالف رہے - حافظ عسقلانی لکھتے هیں " و صدر ذلک ذنبا لا یغفر " یہي وجہ ہے کہ تفسیر میں ایک موقعہ پر امام ابن تیمیہ کا ذکر اسطرح کیا ہے جس سے نہایت نفرت و مخالفت ٹپکتی ہے - کیا خوب فرمایا حبر الامۃ حضرۃ ابن عباس نے " استمعوا علی العلماء و لا تصدقوا بعضهم علی بعض ، و الذي نفسی بیدہ ، لهم اشد تغایرا من التیوس فی زروبها " و قال بعض الائمۃ - " یوخذ بقول العلماء فی کل شی الا قول بعضهم فی بعض " حافظ ابن عبد البر نے کتاب العلم میں یہ اقوال نقل کیے هیں، اور حافظ ذهبی نے قول العلماء بعضهم فی بعض پر ایک رسالہ لکھا اور کہا کہ معاصرۃ سے بڑھکر علماء کیلیے کوئي ابتلاء

تو وہ جو ایک چیز ہے کہ " آنے دارد " اُسکے لیے کسی کا صرف خوبصورت
ہونا ہی کافی نہیں خوبصورت تو ہزاروں ہوتے ہیں مگر " آن " رکھنے
والے چشم و ابرو لاکھوں خوبان روزگار میں بھی ڈھونڈھے نہیں ملتے اور
اگر ملتے ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ فطرت کی فیاضی ہی مقامی بلکہ غیر
متوقع اسراف ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے عہد میں حسینوں اور خوبروؤں
کی کمی نہ تھی معاصر ذہبی اور درر کامنہ عسقلانی سے اگر اُس عہد
کے صرف ایسے علماء کبار کی ایک فہرست طیار کی جائے جو اپنے عصر اور
کمال علم و عمل کی بنا پر آئمۂ عصر و اساطین علوم تسلیم کیے گئے تو
انکی تعداد سو سے بھی یقیناً متجاوز ہوگی - صاحب الرد الوافر نے صرف ان
علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے شیخ الاسلام کے مرتبۂ اجتہاد مطلق و امامۃ
فی الدین اور تجدد و احیاء شریعت کا اعتراف کیا - ان میں سے صرف
معاصرین کو چھانٹ لیا جائے تو ساٹھہ ستر سے کم نہونگے یہ سب یقیناً
حسین تھے اور بعض کی حسن و رعنائی پر تو ایک رسالہ مرتبہ ؤ پیدا
ہوا اور کتنے ہی حسینان روزگار نے اُنسے دلربائی و دلاویزی کے نقد اور
نکتے سیکھے - تاہم اسکو کیا کیجیے کہ وہ جو ایک چیز حسن و خوبروئی سے
بھی بلند تر ہے' یعنی عزیمۃ دعوۃ و تشبہ بالانبیاء کی شان و آن' تو اُسکے لیے ؟
صرف حسن طلعت و بلندی قامت ہی کافی نہیں ان باتوں کے علاوہ
بھی کچھہ اور ہونا چاہیے اور وہ اُس عہد میں صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ
ہی کے حصے میں آیا تھا

ہزار نکتہ درین کار و بار دلداری ست
کہ نام آن نہ لب لعل و خط زنگاری ست !

حافظ مزی' ابو الحجاج مزی' ابن سید الناس' ابن دقیق العید'
ذہبی' ابن نصر مقدسی' ابو حیان صاحب بحر' ان خوبان عہد کے
حسن و جمال پر کون الزام دھر سکتا ہے ؟ لیکن وہ سب یک زبان ہوکر کہتے
ہیں کہ امام ابن تیمیہ کا سا جمال ہماری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور اسکا
مقابلہ اس سے کہاں ممکن ہے کہ ہم جیسے انکی تعریف و توصیف کریں تو

با اُس نادرۃ الدھر کي بے ھمتائیوں کا یہ حال تھا کہ جو نظر پڑتي تھي بے ساختہ بھی کہہ اُٹھتي تھي - سورج کو کروڑوں آنکھیں دیکھتي ھیں ' لیکن ھر آنکھہ کو یہي نظر آتا ھے کہ روشن ھے - یہ تو کوئي نہیں کہتا کہ روشن نہیں ؟ پریوں کے وجود میں لوگوں کو اختلاف ھے لیکن خوبصورت انسانوں کے بارے میں سب کي رائیں متفق ھیں - ایک حسین چہرے کو جو دیکھیگا ' وھي کہیگا جو سب کي زبانوں سے نکل رھا ھے :

این نگاھیست کہ شائستۂ دیدارے ھست !

مشہودات و محسوسات میں ھمیشہ تمام ارباب انظار و احساس یک حکم و یک زبان ھوتے ھیں - یہاں اختلاف کي گنجائش نہیں - الا یہ کہ کوئي اندھا یا فاتر الحس ھو - سو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے عہد میں بھي ایسے لوگ تھے جنکي نظروں پر تعصب و نفسانیت یا جہل و تقلید کا حجاب پڑ گیا تھا ' پس اُنکو وھي نظر آیا جو بند آنکھوں کو نظر آ سکتا ھے :

و ما ضر نور الشمس ان کان ناظراً * الیہا عیون لم تزل دھرھا غمضا

لیکن اُنکا یہاں ذکر نہیں - اصحاب بصارت جتنے تھے ' ان سب نے بالاجماع یہي کہا " ما رأینا مثلہ و لا رای ھو مثل نفسہ " اور بھي وہ خصائص بینۂ و باھرہ مقام تجدید و نیابۃ نبوۃ کے ھیں جنکي نسبت بار بار کہہ رھا ھوں کہ بڑے سے بڑے سر کو بھي وھاں جھکے بغیر چارہ نہیں :

فانک شمس و الملوک کواکب اذا طلعت لم یبد منھن کوکب !

تم جانتے ھو کہ ایک چیز خوبصورتي ھے ' اور ایک چیز اُس سے بھي بڑھکر ھے جسکے لیے زبان کچھہ نہیں کہہ سکتي لیکن آنکھہ سمجھتي اور ذوق پہچان لیتا ھے - خواجہ حافظ نے اسکو " آن " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے :

شاھد آن نیست کہ موے و میانے دارد
بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

اور پھر جب بالکل مجبور ھوگئے تو اشارہ کرکے چھوڑ دیا :

این کہ مي گویند " آن بہتر ز حسن "
یار ما " این " دارد و " آن " نیز ھم !

حافظ ابو الحجاج مزي صاحب تہذیب جس مرتبہ کے امام الحدیث ہیں '
اُسکا حال امام ذہبي کي مصنفات خصوصاً تذکرہ و معاجم اور طبقات کبری
سبکي سے معلوم ہوسکتا ہے آنکے تمام معاصرین اسپر متفق ہیں کہ وہ نہ
صرف جرح و تعدیل رجال کے امام ہیں بلکہ اِس فن کے اماموں کے امام -
ہزاروں انسانوں کي ثقاہت و عدم ثقاہت - کا فیصلہ آنکے قبضۂ علم میں تھا -
تا ایں ہمہ نہ معاملات آور ہدی ' اور نسبت لغو ' و نیابۃ کاملۃ منصب
رسالۃ ' دعوت دعوۃ کبری ' و تشنہ و تخلق بالانبیاء کا مقام دوسرا ہے وہ بڑا اُس
عہد میں صرف اس نعمہ ہي کیلئے تھا چنانچہ خود آنکو بھي وہي
کہنا پڑا جو اُس عہد کے تمام اصحاب حق نے کہا تھا " ما رایت مثلہ
ولا رای ہو مثل نفسہ ' و ما رایت احداً اعلم بکتاب اللہ و سنۃ رسولہ و لا اتبع
لہما منہ " نہ میں نے آنکا مثل دیکھا ' اور نہ خود انھوں نے کسي کو اپنا ہمتا
پایا - اور نہ میں نے کسي شخص کو اُنسے زیادہ کتاب و سنۃ کا علم رکھنے والا
اور کتاب و سنۃ کا اتباع کرنے والا دیکھا ۔ حافظ موصوف نے ایک اور موقعہ پر کہا
" لم یر مثلہ منذ اربع مائۃ سنۃ " چار سو برس سے ایسا باکمال پیدا نہیں ہوا

قمریان پاس غلط کردہ خود مي دارند
ورنہ یک سرو دریں باغ بہ اندام تو نیست

یہاں ایک بات قابل غور ہے " ما رایت مثلہ و لا رایي ہو مثل نفسہ "
یہ جملہ آنکے اکثر معاصرین کي زبان پر بعینہ جاري ہوا ہے - ذہبي اور
مزي کي زباني سن چکے حافظ برزالي اور ابن حجي سے ایسا ہي
منقول ہے - شیخ عماد الدین واسطي ' ابن سید الناس ' ابن نصر مقدسي '
ابن دقیق العید وغیرہم نے یہي کہا الرد الوافر اور دول الجلي کے
دیباچے سے معلوم ہوتا کہ تقریباً ساٹھوں نے بعینہ اسي جملے کو دہرایا ہے -
اس سے معلوم ہوا کہ پہ ترکسي عارف و جوہر شناس نے آنکے وصف میں
سب سے پہلے یہ جملہ کہا تھا ' لیکن کچھہ ایسا صحیح و موزوں واقع ہوا کہ
تمام با لمآل عہد کي زبانوں پر خود بخود چڑھگیا

جامہ بود کہ بر قامت او دوختہ بود !

سبب کو راہ عزیمۃ دعوۃ ' و تجدید و احیاء ملت ' و رفع اعلام سنۃ ' و اخماد شرور بدعۃ ' و کشف و ابراز معارف مستورۂ کتاب و سنہ ' و غوامض و سرائر معارف و حکمۃ نبوۃ ' و انفجار ینابیع الحکمۃ من اللسان و الجنان ' و جہاد فی سبیل اللہ بالسیف و القلم و اللسان میں منزلیں اپنے پیچھے چھوڑ دیا ' اور علوم و اعمال وھبئہ و سماویہ کی اُن بلندیوں پر تن تنہا جا کھڑے ہوے جہاں اُنکے اقران و معاصرین کے وہم و تصور کو بھی بار نہیں - حتیٰ کہ خود اُنکے معاصرین کو یک زبان و یک قلم ہو کر اعتراف کرنا پڑا " ما رأینا مثلہ و انہ ما رای مثل نفسہ " نہ تو ہماری آنکھوں نے اُسکا مثل دیکھا اور نہ خود اُسنے اپنا سا کوئی نظر آیا :

اے تو مجموعۂ خوبی ' بچہ نامت خوانم ؟

خود حافظ ذھبی اپنے معجم شیوخ میں جب اس نادرۃ الارض و اعجوبۃ الدھر کے اوصاف و مدائح لکھتے لکھتے تھک گئے اور وہ ختم نہ ہوے ' تو بالآخر یہ کہکر خاموش ھو جانا پڑا " وھو اکبر من ان ینبہ علی سیرتہ مثلی - و واللہ لو حلفت بین الرکن و المقام انی ما رأیت بعینی مثلہ و انہ ما رای مثل نفسہ ' لما حنثت ! " اُنکا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ مجھہ جیسا شخص انکی سیرۃ و فضیلت بیان کرے - قسم خدا کی ' اگر میں خانۂ کعبہ میں عین رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہوکر قسم کھاؤں کہ نہ تو میری آنکھوں نے اُنکا مثل دیکھا اور نہ خود اُنھوں نے اپنا ھمتا ' تو میری قسم سچی ھوگی اور میرے لیے کفارۂ یمین نہیں " ! و کفاک بالذھبی شاھداً (۱) :

تقی الدین اضحیٰ بحر علـــم	یحدب السـائلین بلا قـــوط
احـاط بکـل علـم فیـہ نفـع	فقل ما شئت فی البحر المحیط !

(۱) یہ امام ذھبی کا قول ہے ' اور خود امام موصوف کے تبحر و جامعیۃ علم کا جو حال تھا ' اُسکے لیے انکے شاگرد علامۂ تاج سبکی کا یہ قول کفایت کرتا ہے " و ھو رحل الرجال فی کل سبیل کانما جمعت الامۃ فی صعید واحد فنظرھا ! " قال فی طبقاتہ الکبری -

اسدرجہ احسان نہیں ہے جسقدر حافظ ذھبي کا - اور اگر کوئي دوسرا اس وصف میں اُنکا شریک ہے تو وہ صرف اُنکے متاخر حافظ ابن حجر عسقلاني ہیں - ولیس لہما ثالث یہي وہ دو حافظ و ناقد علوم حدیث ہیں جنہوں نے نہ صرف سلف کے ذخائر و حزائن خلف کیلیے محفوظ کردیے ' بلکہ تمام مسکلات و معضلات کو کو صاف کرکے اور ضبط و اتقان ' و تہذیب و ترتیب ' و تلخیص و تشریح ' و نقد رجال و اسناد سے آراستہ و پیراستہ کرکے تمام آنے والي امت کیلیے اتباع سنۃ کي راہ بالکل سہل و آسان کردي - علوم اسلامیہ پر پہلا دور تدوین کا گذرا ہے اور دوسرا انضباط و تنقیح اور تہذیب و تنظیم کا ' سو علم حدیث کے دور دوم میں ان دو بزرگوں کي خدمات سب پر فائق اور سب سے انفع واقع ہوئی ہیں - یہ اُنہي کي خد ات حسنہ کا نتیجہ ہے کہ آج یہ علم مقدس اسقدر صاف و سہل ہوگیا ہے کہ طالبین عمل بالسنۃ کیلیے کسي طرح کي عذر داري و بہانہ جوئي کي گنجائش باقي نہ رہي امت کا کوئي مرد اب یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث پر عمل کرنا بمقابلۂ کتب جدل وخلاف و قال اقول وکذا عند زید وکذا عند فلاں کے زیادہ مشکل ہے - بلکہ جس طالب صادق کا جي چاہے' آنکھیں بند کرلے اور اس صراط مستقیم پر بے علل و غش و بے خوف و خطر دوڑتا چلا جاے پھر طریقا مستقیماً ' سہلا ' مسلوکا ' واسعاً ' موصلاً الی المقصود و المطلوب ا ورضي اللہ عن الذھبي حیث یقول

الفقہ قـــال اللـــہ قال رسولہ * ان صح ' و الاجماع فاجھد فیہ

وحذار من نصب الخلاف جہالۃ * بین النبي و بین رأی فقیہ

پس غور کرو کہ ایسے اصحاب کمال و ائمۂ علم تھے جو اُس عہد میں موجود تھے ' با این ہمہ یہ حقیقت سورج کی طرح چمک رہي ہے اور ہر صاحب بصارت دیکھ رہا ہے کہ مقام عزیمۃ دعوۃ کا جو ایک مقام خاص ہے ' وہ ان میں سے کسي کے حصے میں بھي نہ آیا وہ صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ ھي کیلیے تھا - سب اپنے اپنے درجے اور گوشے میں رہگئے' لیکن انہوں نے وہ سب کام بھي اپنے ہاتھ اُسي طرح انجام دیے کرکے دکھا دیے ' اور پھر ان سے بڑھکر وہ کہ

و عملي تنزل کا بیج اچھي طرح بار آور ھوچکا تھا ' با ایں ھمہ ائمۂ دین اور کاملین علوم کي ایک جماعۃ کثیرہ ھر حصۂ ملک میں موجود تھي ' اور علی الخصوص دیار مصر و شام تو علماء و کاملین امت سے مملوء و مشحون تھے - حتی کہ قاضي ابو البرکات مخزومي اپنے بائیہ میں صرف دیار شام کي نسبت کہتے ھیں :

و کان في عصرہ بالشام یومئذ
سبعون مجتہداً من کل منتخب !

پھر یہ بھي نہیں کہ صرف ایسے ھي لوگ ھوں جنکا شمار عامۂ علماء و مشائخ میں کیا جاے ' بلکہ بڑے بڑے حفاظ و نقاد علوم اور خواص و اعاظم نظر و اجتہاد موجود تھے جنکے بعد اس درجہ کے لوگ تمام عالم اسلامي میں پیدا نہیں ھوے - ابو الفتح ابن سید الناس اشبیلي ' شمس الدین مقدسي ' ابو العلاء انصاري السبکي ' قاضي ابن الزملکاني ' سید ابو المحاسن دمشقي ' ابو عبد اللہ حریری ' ابو العباس ابن عمر الواسطي ' حافظ ابو الفداء عماد الدین ' حافظ احمد بن قدامہ مقدسي ' ابو اسحاق السعدي ' امام برھان الدین الفزاري ' حافظ صلاح الدین بعلبکي ' شیخ صفي الدین بغدادي ' حافظ ابن شامہ دمشقي ' قاضي تقی الدین دقوقي ' شیخ عمر بن الوردي ' امام ابو العباس بن حبجي ' حافظ جمال الدین عقیلي ' حافظ برزالي الاشبیلی ' تقي الدین السبکي ' حافظ جمال الدین المزي ' امام تقي الدین ابن دقیق العید ' ابو حیان صاحب تفسیر ' حافظ ابو عبد اللہ الذھبي ' اور انکے علاوہ بے شمار ائمۂ و اعلام عہد جنکے حالات حافظ ذھبي اور ابن قدامہ و عسقلاني کي مصنفات میں موجود ھیں - تو تم ان لوگوں کي نسبت کیا سمجھتے ھو ؟ کون ھے جو ان بزرگوں کے فضل و کمال اور ورع و تقوی اور اتباع حق و سداد سے انکار کرسکتا ھے ؟ علی الخصوص حافظ مزي ' برزالي ' ابن دقیق العید ' اور حافظ ذھبي تو اس پایہ کے بزرگ تھے ' کہ ان میں سے ھر شخص علوم سنۃ کا خزانہ اور حفظ و نقد کا امیر المومنین تھا - علماء حدیث متاخرین میں سے کسي مصنف کا بھي ھم اخلاف امت و بیچارگان دورۂ آخر پر

گئے ' مگر دوسری راہ سامنے آئی تو اول قدم ہی میں ٹھوکر لگی' حالانکہ مرد کامل وہ ہے جس پر دونوں رہبم خوفاً و طمعاً کا مقام ایسا طاری ہوجاے کہ دنیا کا خوف اور دنیا کی طمع ' دونوں قسم کے خوف آسکے لیے بالکل بیکار ہوجائیں - ہم القوم الذین لا یشقی جلیسہم ' و لا یستوحش الیہم قد بالوا مطالبہم برفع اکفہم الی خالقہم ' لا یحتاجون فی حوائجہم الا الیہ ' و لا یعولون فی مقاصدہم الا علیہ ! و للہ در ما قال

و نبئت لیلی ارسلت بشفاعۃ * الی ' فہلا نفس لیلی شفیعہا

ا اکرم من لیلی علی ' فلترتجی * بہ الوصل' ام کنت امرء لا اطیعہا

فصل

یہ تو اوائل کا حال تھا - عہد متاخرین میں بھی دیکھو تو ظہور عزیمۃ دعوۃ و تجدید امت کی تو العجبین کا ہمیشہ ایسا ہی حال رہا - آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں جب دعوۃ عامۃ امت ' و تجدید شریعت ' و احیاء السنۃ بعد موتہا ' و اخماد البدعۃ بعد شیوعہا و ارتفاعہا کی روح القدس کے آیۃ من آیات اللہ ' و حجۃ قائمۃ من حجج اللہ ' شیخ المصلحین و ملاذ المجددین' سند الکاملین' و امام العارفین' وارث الانبیاء ' و قدوۃ الاولیاء ' حضرۃ شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ رضی اللہ تعالی عنہ کے وجود مبارک میں ظہور کیا ' اور عہد اواخر کے تمام مسالک دعوۃ و تجدید کی ریاست و ابتعیۃ اور قطبیت و مرکزیۃ کا مقام اس مجدد اعظم کے سپرد کیا گیا ' تو کیا اس زمانے میں بجز شیخ الاسلام ممدوح کے اور کوئی عالم حق نہ تھا ؟ تاریخ اسلام میں اس عہد کی جسقدر تفصیلات ملتی ہیں ' کسی عہد کی نہیں ملتیں اگرچہ عربی خلافۃ کے نکلی اختتام' اور فتنۂ عظیمۂ یاجوج و ماجوج (تاتار) کے من کل حدب ینسلون' اور تفرق مذاہب ' و تشتت جماعت ' و شیوع بدعات ' و استیلاء تقلید' و سد باب نظر و اجتہاد کے مفاسد و مصائب اس زمانے میں پوری طرح ظہور کرچکے تھے ' اور مسلمانوں کے علمی

میں اپنے مکان میں اپنے هاتهه سے اسقدر کشتکاري کرلیتا هوں جو میري ضروریات کیلیے کافي هے (۱) اس بوجهه کو اتهاکر کیا کرونگا ؟ کہا گیا کہ اپنے لڑکے کو حکم دیجیے وہ قبول کرلیں - فرمایا وہ اپني مرضي کا مختار هے - لیکن جب عبد اللہ سے کہا گیا تو انہوں نے بهي واپس کردیا - آخر مجبور هوکر لانے والوں نے کہا کہ خود نہیں رکهنا چاهتے تو امیر المؤمنین کا حکم هے - قبول کرلیجیے اور فقراؤ مساکین کو بانت دیجیے - فرمایا میرے دروازے سے زیادہ امیر المومنین کے محل کے نیچے فقیروں کا مجمع رهتا هے - فقیروں هي کو دینا هے تو وهیں دیدیا جاے - اس هنگامہ کي یہاں کیا ضرورت هے ؟ ایک مرتبہ اسحاق بن ابراهیم کے سخت اصرار سے دس هزار درهم لے لیے تو اُسي وقت مہاجرین و انصار کي اولاد میں تقسیم کردیے :

عـدیـل همت سافي ست فطـرۃ عـرفي
کہ حاتم دگران و گـداے خویشتـن ست !

اُنکے لڑکے راوي هیں کہ جب خلیفۂ متوکل اُنکي تعظیم و تکریم میں حد درجہ غلو کرنے لگا تو انہوں نے کہا " هذا امر اشد علي من ذاک - ذاک فتنة الدین و هذا فتنة الدنیا " یہ معاملہ تو گذشتہ معاملہ سے بهي کہیں زیادہ میرے لیے سخت هے - وہ دین کے بارے میں فتنہ تها اور یہ فتنۂ دنیا هے ! یعنی مصائب و محن کي آزمائش کہیں زیادہ پر امن هے ، بمقابلۂ آزمایش نعیم دنیا و دعوۃ طمع و ترغیب کے ، اور یہ بالکل حق هے - کتنے هي شہسواران ثبات و استقامت هیں جو پہلے میدان آزمایش سے تو صحیح و سلامت نکل

---

(۱) حافظ ابن جوزي اور خطیب نے لکها هے کہ امام موصوف کا ذریعۂ معاش یہ تها کہ اپنے مکان کی زمین میں تهوڑي سي کشتکاري کرلیتے اور اسي کے حاصل پر قانع رهتے - زراعت کي زکواۃ سال بسال ادا کرتے اور اس بارے میں اُنکا عمل حضرۃ عمر کے فرمان خلافۃ پر تها جو انہوں نے ارض سواد (عراق) کي نسبت نافذ فرمایا تها " علی کل جریب درهماً و قعدرا " - غور کرو ، یہ حال علماء سلف کا تها ، اور جو حال آج علماء دنیا کی دنیا پرستیوں کا هو رها هے وہ معلوم هے - یاکلون اموال الناس بالباطل - الخ

امام موصوف کا بھی وہ مقام ہے جسکی طرف شرحانی نے اشارہ کیا تھا "قام احمد مقام الانبیاء" اور کہا کہ امام احمد کی استقامت و ثبات کی آزمائش لگاتار چار بادشاہوں نے کی "بعضهم بالضراء و بعضهم بالسراء" مامون، معتصم، اور واثق نے ضرب و حبس سے آزمائش کی، اور متوکل نے تعظیم و تکریم اور عطاء و بخشش دلنا سے، لیکن "مکان بها معتصما بالله عزوجل" انکی استقامت و عشق حق نہ تو خوف دنیا غالب آیا اور نہ طمع دنیا، دونوں کسوٹیوں پر انکا سونا یکساں طور پر کھرا نکلا! و البلاء للولاء کالنار للذهب

بندگاں تو کہ در عشق خداوند الله
دو جہاں را نہ بہائے تو بفروختہ اند!

مامون و معتصم اور الواثق نے جو کچھہ کیا وہ معلوم ہے - جعفر المتوکل کا یہ حال ہے کہ اسکی خلافت بدعۃ و ارباب بدعۃ کے زوال و خسران اور سنۃ و اصحاب حدیث کے امن و عروج کا اعلان عام تھی حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ متوکل باللہ ہمیشہ اس فکر میں رہتا کہ کسی طرح پچھلے مظالم کی تلافی کرے ایک بار اس نے بیس ہزار سکے بھیجے اور دربار میں بلایا - ایک بار ایک لاکھہ درہم بھیجا اور سخت اصرار کیا کہ اسکو قبول کرلیجیے لیکن ہر مرتبہ امام موصوف نے قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۱]

دوہا تھا، مگر اب ترک حکمت و سنۃ کا جو حال ہو رہا ہے وہ اس سے بھی اشد و اہم ہے و اللہ لامر دلہ و رافع اعلام سنۃ رسولہ و حسبنا اللہ و نعم الوکیل - اور یہ جو کہا کہ معتزلہ جدید اور انکے چھوٹے بھائی، ان لوگوں کا کچھہ عجیب حال ہے انکو دیکھکر بے اختیار زباں سے نکل جاتا ہے کہ اللہ تعالی ان پر رحم کرے! معتزلہ قدیم علم و عمل دونوں اعتبار سے بدرجہا ان سے بہتر تھے، اور ان بیچاروں ایک راہ رکھتے ہیں

گر نہ دیکھے نماز کا جنسے شمار * آدمی جانئیے کرے کچھہ تو؟

یہ مطالب المطلوبات تو کسی مرض کی دوا نہیں اور عملی زندگی سے یکسر قلم کرو ولهم اعمال من دون ذالک هم لها عاملون!

عشق و شغف سے اپنے قلب و روح کو ہمیشہ معمور و آباد رکھتے ہیں۔
و رحمة الله علی القائل و ھو ابن اعین (کما نقل الخطیب فی التاریخ)
اذ یقول :

اضحی ابن حنبل محنة ماموذة ۔ و بحب احمد یعرف المتنسک
و اذا رأیت لاحمد متنقصاً ۔ فاعلم بان ستوره ستہتک !

[بقیہ درج صفحہ ۱۳۱]

کی اشاعت کی نوبت آئی تو اسمیں تفصیل ملیگی - یہاں صرف
اسقدر اشارہ بس کرتا ہے کہ قرآن حکیم کی اصطلاح میں لفظ " حکمت "
سے مقصود سنة و اسوۂ اعمال انبیاء کرام ہے - لا غیر - یہی معنی اللہ کے رسول
نے " حکمت " مستعملۂ قرآن کے بتائے ہیں - وہ معنی نہیں ہیں جو
معتزلۂ قدیم اور انکے خوشہ چینوں نے (مثلاً امام رازی رحمة اللہ علیہ)
یا انکے چھوٹے بھائیوں نے (یعنی اکثر اشاعرہ رحمہم اللہ نے) سمجھے ' اور
نہ وہ معنی جسکو آجکل کے معتزلۂ جدید باسم دین الفطرة ' اور انکے چھوٹے بھائی
باسم مسلک حکماء اسلام و حکمت کلامی بیان کرتے ہیں - بل قالوا مثل
ما قال الاولون - یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کو ایک ساتھہ دو چیزیں دی گئیں-
" کتاب " اور " حکمت " - و آتیناھم الکتاب و الحکمة - کتاب وحي متلو
ہے اور حکمت اُس نبی کی منہاج عمل و سنة - و یعلمہم الکتاب و الحکمة -
یہی حکمت وہ خیر کثیر ہے کہ من یؤتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا اور
یہی وہ چیز ہے جسکی نسبت مقدام کی روایت میں زور دیکر دو بار
فرمایا " الا ' انی اوتیت الکتاب و مثلہ " تو یہ " مثلہ " ہے - یعنی کتاب
اللہ اور مثل اُسکے سنة و اسوۂ حسنۂ رسول اللہ :

این دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند !

اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کی اشاعت و تبلیغ ضروری ہوئی'
اُسی طرح اِسکی بھی کہ " فلیبلغ الشاھد الغائب " تاکہ ایسا نہو کہ
" یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذ القرآن فما وجدتم فیہ من
حلال فاحلوہ ' و ما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ " لیکن افسوس کہ ایسا ہی
ہوا - کہا گیا کہ الزیادة علی الکتاب نسخ ' اور نسخ ہو نہیں سکتا جبتک
خبر متواتر نہو ' اور خبر متواتر بشروطہا کالمعدوم - پس ما وجدتم فیہ کے سوا
اور کچھہ نہیں - یہ پچھلے وقتوں کی بات ہے جبکہ معاملہ اس سے آگے نہیں

که اُنکا طریقه تو تاویل و راے کي عقلمندي سے خالي اور محض ظاہر پرستي اور بے دانشي و بے علمي کا مجموعه هے حتی که الرحمن علی العرش استوی اور ید و علو و نزول کے دقیق و فلسفیانه معانی بهي اُنکو معلوم نه ہوے اور تجسم و جہت کے اعتقاد میں مبتلا ! برخلاف اسکے عصابهٔ صالحهٔ کتاب و سنة و طائفهٔ حقهٔ ما انا علیه و اصحابي که جمیع طرق و مذاهب محدثه سے نکسر و دامن کشاں هیں اگرچه " ان تعض باصل شجرة " کي نوبت آجاے (۱) اور مبتدعین و ارباب هواء کے تمام شعبه هاے تدرو و روش هاے نا مرحام سے بکلي پناه ڈهونڈهتے هیں اگرچه اسکي وجه سے لاکهوں کروڑوں انسانوں کے نزدیک مطعون و مردود هوجائیں ' تو اُنکا حال نه هے که اس امام اهل السنة کي محبت و پیروي کو اپنے ایماں کي ذلت اور اسے عقائد کي خوبرائي و زوالي سمجهتے هیں اور اُنکے مسلک سنة وحکمت (۲) اور طریق محمدیة خالص بے مزج بدعة قیاس و راے کے

---

(۱) یه وصیت کي تهي رسول الله صلی الله علیه وسلم نے حضرت حذیفه اعلم الصحابه بالفتن کو که فاعتزل تلک الفرق کلها ولو ان تعض باصل شجرة حتی یدرکک الموت " یعني جب مسلمانوں کي ایک جماعت اور ایک سلسله نه رہے اور بہت سے مذهبوں اور طریقوں میں بٹ جائیں تو طالب حق کو چاهیے که ان سارے تفرقي مذهبوں اور جماعتوں سے الگ هوجاے اور صرف مسلم و مومن رهے - اگر ایسا کرنے میں غربت و بیکسي کي وجه سے درختوں کي جڑ چباکر جینا پڑے ' تو اسکو بهي گوارا کرلے مگر الگ الگ مذهب بنانے والوں کا ساتهه نه دے ! - پوري روایت صحیحین میں هے -

ان السلامة من سلمی وجاراتها * ان لا تمر علی حال بواديهـــا !
من حام حول الحمی یوشك ان یقع فیه

(۲) یہاں " حکمت " کا لفظ دیکهکر آجکل کے علماء ملت و مجتهدین ملم کلم جدید چونکیں گے که ظاهر پرستان حدیث و سنة کے مسلک کو حکمت سے کیا علاقه ؟ ان لوگوں کے نزدیک ظنون و شکوک کا نام حکمت هے جسکو " فلسفه " کے لفظ سے تعبیر کي جاے ' اور وهم پرستي و الحاد خفی کا نام طریق حکمانه هے جسکو تطبیق عقل و نقل کے لقب سے اسکي نمائش کي جاے ۔ مگر اسکي تفصیل کا یہاں محل نہیں هے ۔ اگر بعمر اللسان

هي مقام پر پہنچا دیا ہے - حتی کہ تمام آئمۂ اسلام میں یہ فضل مخصوص صرف اُنھي کے حصے میں آیا کہ اُنکي محبت و پیروي اہل حق و سنۃ ہونے کی دلیل ٹھہري اور اُنسے انحراف بدعتي ہونے کي سب سے بڑي پہچان! اللہ تعالی نے اُنکو فدا في السنۃ ہونے کا وہ مرتبہ عطا فرمایا کہ کمال استغراق و تفاني کي وجہ سے خود اُنکي ذات گرامي ہي یکسر سنۃ و اتباع سنۃ کا پیکر و مجسمہ بنگئي - بحدیکہ :

نتوان ترا و جان را بہم امتیاز کردن !

جو اس امام کے قدم بقدم چلا اُس نے سنۃ کو پایا ' اور جس نے اُسکي راہ چھوڑي اُس نے سنۃ رسول و منہج اصحاب رسول سے انحراف کیا - یہ کیا تھا کہ بڑے بڑے آئمۂ عصر کو اعتراف کرنا پڑا " اذا رائیت الرجل یحب احمد بن حنبل ' فاعلم انہ صاحب سنۃ ! اگر کسی کو دیکھو کہ امام احمد سے محبت رکھتا ہے تو بس جان لو کہ صاحب سنۃ ہے ! خطیب نے تاریخ میں ہمداني کا قول نقل کیا ہے " یعرف بہ المسلم من الزندیق " اسي کسوٹي پر مسلم کو زندیق سے پرکھا جائیگا - دورقي نے کہا " من سمعتموہ یذکر احمد بن حنبل بسؤ فاتہموہ علی الاسلام " !

انا من اھوی و من اھوی انا * نحن روحان حللنا بدنا
فاذا ابصرتني ابصرتہ * و اذا ابصرتہ ابصرتنا !

و یقرب من ہذا ما قیل بالفارسیۃ :

جذبۂ وصل بحدیست میان من و تو
کہ رقیب آمد و پرسید نشان من و تو

امام موصوف کے متعلق اسي حقیقت کو مزاحم الخاقاني نے ایک قطعہ میں نظم کیا تھا :

لقد صار فی الآفاق احمد محنۃ * و امر الوری فیہا فلیس بمشکل
تری ذا الھوی جہلا لاحمد مبغضا * و تعرف ذا التقوی یحب ابن حنبل !

اور یہ بالکل حق ہے - آج بھي دیکھہ لو - ارباب بدعۃ کو کبھي امام موصوف کا مسلک خوش نہ آئیگا - انکي محبت سے اُنکا دل بالکل کورا ہوگا - بلکہ کہینگے

کس منہ سے اپنے آپکو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھہ سے تو یہ بھی نہو سکا !

حافظ ابن جوزي نے محمد بن اسماعیل کا قول نقل کیا ہے " ضربت احمد بن حنبل ثمانين سوطاً لو ضربتها فيلاً لهدته ! " احمد بن حنبل کو ایسے کوڑے ایسے سخت مارے گئے کہ اگر ہاتھي کے بھي مارے جاتے تو چیخ اٹھتا ' مگر اس کوہ عزم و ہمت نے اف تک نہ کي - جب تک ہوش رہا ' ہر ضرب پر یا تو وهي جملہ زبان سے نکلتا رہا جسکے لیے یہ سب کچھہ ہو رہا تھا " القرآن کلام اللہ غیر مخلوق " اور یا یہ آیۃ کریمہ لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا !

روے کشادہ باید و پیشاني فراخ
آنجا کہ لطمہ ہاے ید اللہ میزنند !

یہ ہے مقام ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کا ' اور یہ ہے وراثت و نیابت حقیقي و کامل فاستقم کما امرت اور الیک تاویلنا اور فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصداً کي ' اور یہ ہیں مجسم و ممثل معني کریمۂ اولئک کتب في قلوبہم الایمان و ایدہم بروح منہ اور رضي اللہ عنہ و رضوا عنہ اولئک حزب اللہ ' الا ان حزب اللہ ہم المفلحون ! کے ' اور یہ ہے وہ معاملہ کہ ان عبادي لیس لک علیہم سلطان ! جب بندگان حق کو شیاطین و ابالیس کا وہ مکر و خدع بھي اپني جگہ سے نہیں ہلاسکتا کہ لتزول منہ الجبال تو ظاہر ہے کہ حقیر سے کوڑے اور لوہے کي دھار انکي استقامت پر کب غالب آنے والي ہے ؟ یہ تو اُسکے مقابلے میں محض ایک ابتدائي اور آزمایشي منزل ہے

کرینگے کوہکن کے حوصلے کا امتحاں آخر
ابھي اُس خستہ کے نیروے تن کي آزمایش ہے !

في الحقیقت حضرۃ امام موصوف کي نسبت محدثي اور کمال مرتبۂ فاسئ الدلا امرا کي بھي وہ شان و جلالۃ ہے جس نے انکو تمام آئمۂ و محدثین امت کي متعارف مراتب و کمال سے بلند کرکے ایک دوسرے

تو جب هم راہ سے گذر رهے تهے ' ایک آدمی مجھسے ملا اور کہا مجکو پہچانتے هو؟ میں مشہور چور اور عیار ابو الهیثم حداد هوں - میرا نام شاهي دفتر میں ثبت هے - بارها چوري کرتے پکڑا گیا اور بڑي بڑي سزائیں جهیلیں - صرف کوڑوں هي کي مار اگر گنوں تو سب ملاکر اٹهارہ هزار ضربیں تو میري پیٹهہ پر ضرور پڑي هونگي - با ایں همه میري استقامت کا یہ حال هے کہ اب تک چوري سے باز نہ آیا - جب کوڑے کها کر جیل خانے سے نکلا ' سیدها چوري کي تاک میں چلا گیا - میري استقامت کا یہ حال شیطان کي طاعت میں رها هے - دنیا کي خاطر - افسوس تم پر اگر اللہ کي محبت کي راہ میں اتني استقامت بهي نہ دکهلا سکو اور دین حق کي خاطر چند کوڑوں کي ضرب برداشت نہ کر - میں نے جب یہ سنا تو اپنے جي میں کہا - اگر حق کي خاطر اتنا بهي نہ کرسکے جتنا دنیا کي خاطر ایک چور اور ڈاکو کر رها هے تو هماري بندگي پر هزار حیف اور هماري خدا پرستي سے بت پرستي لاکهہ درجہ بہتر !

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵]

اعتدال و قوام خلقت میں اعتدال ظاهر و باطن ' دونوں داخل هیں - پس انبیاء کرام کے ظاهر و باطن ' دونوں میں بجز جمال و حسن و خوبروئي کے اور کچهہ نہیں هوتا اور نہ هوسکتا هے - مگر مجرد جمال صورت کوئي ایسي چیز نہیں جو انبیاء کیلیے موجب فخر و مباهات یا معجزہ هو اور قرآن حکیم اسکا خاص طور پر ذکر کرے - حضرۃ یوسف کا اصلی جمال ' جمال عصمت و باطن تها ' جسکا جلوہ قال معاذ اللہ ! ان ربی احسن مثوای کے مقام پر بهی نمایاں هوا ' ما هذا بشرا کے معاملہ میں بهی ' السجن احب الي مما یدعونني الیہ کے اعلان میں بهی ' یا صاحبی السجن الخ کے وعظ و اعلان حق میں بهي ' اور انی حفیظ علیم کے تحت جلال و عظمت پر بهی ! کیا وہ جمال انکے حسن مقدس کی جہان آرائي کیلیے بس نہیں کرتا ؟ لقد کان في قصصهم عبرۃ لاولی الالباب !

سورۂ یوسف کی چهہ مشہور و عام غلطیوں میں سے ایک غلطي یہ تهي - سورۂ مذکورہ کی تفسیر میں یہ مبحث بالتفصیل لکها جا چکا هے -

کرے خدا ابو الهیثم کو بخش دے ! میں نے ایک دن پوچھا - ابو الهیثم کون ہے ؟ کہا جس دن معتکو سپاہی دربار میں لیگئے اور کوڑے مارے گئے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵)

و لقد راودته عن نفسه فاستعصم هاں ' بیشک ' میں نے اُسکو بہت پھسلانا چاہا تھا ' مگر وہ بے قابو نہ ہوا یعنی ایسے پاک شخص کے مقابلے میں اپنی ناکامی کا اقرار باعث عار نہیں - اگر یہ معاملہ صرف محبت حسن صورت ہی کا تھا تو اس موقعہ پر یہ کہنے کا کون موقع تھا ؟ اُن عورتوں نے کہا تھا ان ہذا الا ملک کریم اگر وہ صرف حسن صورت ہی دیکھکر بیخود ہوگئی تھیں تو ملک کریم کیوں کہا ؟ فرشتوں کی خوبصورتی کا تو شہرہ نہیں ہے - پاکی اور عصمت کا ہے - فلما سمعت بمکرهن - اگر صرف اُن عورتوں نے حضرۃ یوسف کی تحقیر ہی کی تھی ' اور بلحاظ ملامت صرف یہی تھی کہ ایک غلام پر کیوں جان دینے لگی اور خود اُنکے دل میں کھوٹ نہ تھا ' تو اُسمیں مکر کی کونسی بات ہوئی ؟ مکر کے معنی عربی میں یہ ہیں " ایصال الشی الی الغیر بطریق خفی " وکذالک الکید و المخادعہ - جب ان عورتوں کے خیال کو مکر کہا تو اُسمیں کوئی مخفی بات بھی ضرور ہی ہونی چاہیے - ایک مرتبہ مجھکو خیال ہوا کہ یہ مشہور تفسیر تو خود ایک حدیث کے خلاف ہے - حضرۃ عائشہ کی مشہور روایت میں ہے کہ مرض الموت میں آپنے بلال سے کہا - حضرۃ ابوبکر کو نماز پڑھانے کیلئے کہدو - اسپر حضرۃ عائشہ نے اور پھر انکی تحریک سے حضرۃ حفصہ نے کہا " رجل اسیف " حضرۃ ابوبکر بڑے ہی رقیق القلب آدمی ہیں آنسے نہ ہوسکے گا کہ آنکی جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑھائیں حضرۃ عمر کیلئے فرمادیجیے - اسپر آپنے فرمایا " انکن صواحب یوسف " اگر وہی مشہور تفسیر مانلی جاے تو آنکی یہ تمثیل کسی طرح بھی درست نہیں ہوتی -

ہم اُن تاویلوں سے بیخبر نہیں ہیں جو مفسرین نے الملات کا مکر وکید ثابت کرنے کیلئے کی ہیں ' مگر اس صاف صاف تفسیر کے بعد ان تکلفات کی ضرورت باقی نہیں رهتی حضرۃ یوسف کے جمال صورت سے بھی ہمیں انکار نہیں ' اور حضرۃ یوسف پر کیا موقوف ہے ؟ دنیا میں کوئی نبی بھی بد صورت نہیں آیا - انبیاء کرام فطرۃ و مزاج انسانی کا کامل ترین ظہور ہوتے ہیں - کمال فطرۃ بغیر اعتدال و قوام خلقت و کمال نسوا جسم و ہیکل ممکن نہیں " وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اشبہ شئانا لا نسبه الغلمان " اور

امام موصوف کے لڑکے عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد ہمیشہ کہا کرتے " رحم اللہ ابا الهیثم ، غفر اللہ لابی الهیثم " خدا ابو الهیثم پر رحم

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵]

قران میں کہیں نہیں ہے - وہاں تو صرف اس اعتراف پر معاملہ ختم ہوجاتا ہے کہ ان هذا الا ملک کریم اور بلاغۂ قرانی کے خلاف ہے کہ ایک غیر متذکرہ و مجہول واقعہ کی طرف خاتمہ اشارہ کیا جائے - پس اس آیت کی یہ تفسیر کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی - صاف بات یہ ہے کہ ملامت کرنے والی عورتوں کے دلوں میں دراصل پہلے سے کھوٹ تھا - وہ خود حضرۃ یوسف پر ریجھی ہوئی تھیں ، مگر بظاہر امراۃ العزیز کو طعنہ دیا کرتی تھیں کہ ایک نوخیز غلام پر مرنے لگی اور اسکو بھی قابو میں نہ لا سکی ؟ یعنی ہم ہوتے تو ایک ہی چلتر میں پاکبازی کی ساری دھوم ختم کردیتے - فلما سمعت بمکرهن جب امراۃ العزیز نے انکی اِس مکاری کا حال سنا تو حضرۃ یوسف سے مقابلہ کرادیا کہ اچھا ، میں تو اسکو قابو میں نہ لا سکی - اگر اسکی پاکبازی ایسی ہی پھسل پڑنے والی ہے تو تم بھی اپنے سارے داؤ آزما دیکھو - جب حضرۃ یوسف سامنے آے تو اکبرنہ انکی عصمت و پاکی کی عظمت نے انکو قائل کردیا - و قطعن ایدیهن جب اظہار عشق و فریفتگی کے سارے چلتر ناکام رہے تو پھر یہ کیا کہ اپنا کمال عشق جتانے کیلیے اپنے ہات کاٹ لیے - یعنی زخم لگا کر خون بہادیا - یہ بھی ایک چلتر تھا کہ نہ مانوگے تو یہی چھری ہوگی اور ہماری جان - لیکن جب وہ کوہ عصمت اِسپر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا تو بے اختیار پکار اٹھیں : ما هذا بشرا ، ان هذا الا ملک کریم ! ہم نے تو وہ وہ ناز و عشوہ دکھلاے اور وہ وہ چلتر کیے کہ کوئی کیسا ہی انسان ہوتا مگر اپنے کو قابو میں نہیں رکھہ سکتا تھا - لیکن یہ تو پاکی و قدوسیت کا فرشتہ ہے جسکو گناہ کا کوئی دام بھی پھنسا نہیں سکتا ! اِسپر امراۃ العزیز بولی فذا لکن الذي لمتنني فیہ - دیکھا ! یہ ہے وہ پیکر عصمت اور مجسمۂ ملکوتیۃ جسکے لیے مجکو ملامت کیا کرتی تھیں ! :

هزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آے ، کرے شکار مجھے !

خود امراۃ العزیز کا یہ قول ہی تفسیر مشہور کی تغلیط کیلیے کافی ہے :

کھلتي الماث مصر نے تو صرف ہاتھہ هي کاٹ لیے یع اکبرنہ و قطعن ایدیہن وقلن حاش للہ ! ما هذا بشرا ان هذا الا ملک کریم (۱) لیکن عجب نہیں کہ تمھارے ہاتھوں کي چھریاں خود تمھارے هي گردنوں پر چل جائیں اور آسرقت دل باحتکلی عشق یوسفي کہئے فذالکن الذي لمتنني فیہ ! ولقد احسن القائل

لو یسمعون کما سمعت کلامها * خروا لعزة سجداً و رکوعا !

(۱) عام طور پر یہ واقعہ یوں سمجھا جاتا ہے کہ وہ عورتیں حضرت یوسف کا جمال صورت دیکھکر ایسي بیخود ہوگئیں کہ پھلوں کي جگہ اپنے ہاتھہ کاٹ ڈالے مگر قرآن حکیم سے ایسا ثابت نہیں ہوتا - حضرۃ یوسف نے اس واقعہ کے بعد هي دعا مانگي والا تصرف عني کیدھن اصب الیہن خدایا ! اگر ان عورتوں کے مکر و فریب سے تو نے نہ بچایا تو ممکن ہے کہ میں انکي جھک جاؤں یہاں اُن عورتوں کے معاملہ کو "کید" کہا لیکن اگر وہ تاب نظارہ جمال نہ لاکر بیخود ہوگئي تھیں تو اسمیں "کید" کي کونسي بات تھي ؟ پھر خدا فرماتا ہے فصرف عنہ کیدھن هم نے اُن عورتوں کے کید کو اُسکي طرف سے ہٹا دیا - پھر قید خانے میں بادشاہ کے پیامبر سے کہا ما بال النسوۃ التي قطعن ایدیہن ان ربي بکیدھن علیم یعني بے اس معاملہ کو صاف کرلو کہ وہ جو عورتوں نے اپنے ہاتھہ کاٹ ڈالے تھے تو اسکي حقیقت کیا تھي ؟ میرا پروردگار انکے مکر کو خوب جانتا ہے ان دونوں مقامات میں بھي اس معاملہ کو کید سے تعبیر کیا اور آخري آیۃ میں تو صاف صاف قطع ید کو حضرۃ یوسف "کید" کہہ رہے ہیں - اس سے بھي بڑھکر یہ کہ جب حسب تحریک حضرۃ یوسف بادشاہ نے اُن عورتوں سے معاملہ کي تحقیق چاهي تو ان لفظوں میں پوچھا ما خطبکن اذ راودتن یوسف عن نفسہ ؟ بتلاؤ کیا حال تھا جب تم لوگوں نے یوسف کو پھسلانا چاہا تھا ؟ یہاں بھي " راودتن عن نفسہ " کا لفظ ہے جو اُن عورتوں نے امراۃ العزیز کي نسبت کہا تھا تراود فتاھا عن نفسہ اور راودتہ التي ھو في بیتھا عن نفسہ اور ولقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم پس اگر وہ عورتیں صورت هي دیکھکر مسحور و بیخود ہوگئي تھیں تو اسمیں پھسلانے اور بہکانے کا مکر کیا تھا ؟ اگر کہا جائے کہ ہاتھہ کٹنے کے بعد انہوں نے پھسلانا چاہا تھا تو وہ

اور پیٹھہ کا خون پانؤں تک بہہ رہا تھا ' تو اب بتلاؤ کہ وہ تمھارا رخصت والا معاملہ کیا ھوا ؟ کیا ایسي حالت میں رخصت نہ تھي کہ روزہ کھولدیتے اور نماز کیلیے اسقدر توقف کر جاتے کہ زخموں پر مرھم تو لگا دیا جاتا ؟ اور اگر تم اس عالم میں ھو کہ امن و فراغت اور طاقت و فرصت کي حالت میں بھي مصائب و خطرات سے بچنے کیلیے دعوۃ الی الحق کو ترک و ملتوي اور عزم و ثبات حق سے انحراف کیا جاسکتا ھے' اور تمھارے نزدیک مصلحت و رخصت اِسي میں ھے کہ بطلان و ضلالۃ کے آگے سر جھکا دیا جاے ' تو خدا را بتلاؤ کہ یہ عالم کونسا تھا ؟ کبھي اِس عالم کي بھي کوئي خبر تم تک پہنچي ھے ؟

یاران خبر دھید کہ این جلوہ گاہ کیست ؟

افسوس ' حیلہ جوئي و بہانہ ساري کا نام تمھاري بولي میں رخصت ھے ' اور ھمت کي موت اور ایمان کي جانکني کو تمھاري بستي میں مصلحت بیني اور دانشمندي کے لقب سے پکارا جاتا ھے - تم کو اِس عالم کي کیا خبر؟ اقلیم عزائم اور ھمت آباد عشق کے معاملات تمھارے وھم و گمان سے بھي بالا تر ھیں - تمھارے لیے یہي بہت ھے کہ کسي نہ کسي طرح اپنے ایمان کي بچي بچائي اور نچي کھچي پونجي بچا لیجاؤ - اگرچہ اسکي بھي امید نہیں :

تو اے گرد توھم ! شوکت دریا چہ میداني ؟

اسیر عذر لنگی ' وسعت صحرا چہ میداني ؟

تم کہتے ھو کہ دیدہ و دانستہ اپني جان ھلاکت میں ڈالدینا کونسي عقلمندي اور کہاں کي حق پرستي ھے ؟ بلکہ ایک طرح کي ضلالۃ و جنون : حتی تکون حرضاً او تکون من الھالکین - تو تمھاري مثال ٹھیک ٹھیک ائمات مصر کی سی ھے جو جمال عصمت یوسفي سے بیخبر امرأۃ العزیز کو ملامت کیا کرتي تھیں : تراودہ فتاھا عن نفسہ قد شغفھا حبا - انا لنراھا في ضلال مبین - لیکن کاش ایسا ھوتا کہ پردہ اٹھایا جا سکتا اور یہ کہا جاسکتا کہ اخرج علیھن ! تو اُسوقت ملامت گران بے درد پر اپني ملامتوں کي حقیقت

ساتھیوں میں سے کس نے ایسی ہٹ کی جیسی تم کر رہے ہو؟ امام احمد نے کہا یہ تو کوئی دلیل نہ ہوئی " اعطونی شیئا من کتاب اللہ او سنۃ رسولہ حتی اقول بہ " عین حالت صوم میں کہ صرف دانی کے چند گھونٹ پی کر روزہ رکھہ لیا تھا، نو تازہ دم جلادوں نے پوری قوۃ سے کوڑے مارے یہانتک کہ تمام پیٹھہ زخموں سے چور ہوگئی اور تمام جسم خون سے رنگین ہوگیا - خود کہتے ہیں کہ جب ہوش آیا تو چند آدمی پانی لاے اور کہا پی لو مگر میں نے انکار کردیا کہ روزہ نہیں توڑ سکتا - وہاں سے مجکو اسحاق بن ابراہیم کے مکان میں لیگئے - ظہر کی نماز کا وقت آگیا تھا - ابن سماعہ نے امامت کی اور میں نے نماز پڑھی - نماز کے بعد ابن سماعہ نے کہا: تم نے نماز پڑھی حالانکہ خون تمہارے کپڑوں میں بہہ رہا ہے؟ یعنے دم جاری و کثیر کے بعد طہارت کہاں رہی؟ میں نے جواب دیا " قد صلی عمر و جرحہ یثعب دماً " ہاں مگر میں نے وہی کیا جو حضرۃ عمر نے کیا تھا - صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور قاتل نے زخمی کیا مگر اسی حالت میں اُنہوں نے نماز پوری کی!

ابن سماعہ کے جواب میں حضرۃ امام نے حضرۃ عمر کی جو نظیر پیش کی تو یہ اُنکی تشفی کیلئے بس کرتی تھی، مگر میں کہتا ہوں کہ جو خون اُسوقت امام احمد بن حنبل کے زخموں سے بہہ رہا تھا، اگر وہ خون ناپاک تھا اور اُسکے ساتھہ نماز نہیں ہوسکتی تو پھر دنیا میں اور کونسی چیز ایسی ہے جو انسان کو پاک کرسکتی ہے، اور کونسا پانی ہے جو طاہر و مطہر ہوسکتا ہے؟ اگر یہ ناپاک ہے تو دنیا کی تمام پاکیاں اِس ناپاکی پر قربان! اور دنیا کی ساری طہارتیں اِسپر سے نچھاور! یہ کیا بات ہے کہ پاک سے پاک اور مقدس سے مقدس انسان کی میت کیلیے بھی غسل ضروری ٹہرا کہ " اغسلوہ بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبین " (۱) مگر شہیدان حق کیلیے یہ بات ہوئی کہ اُنکی پاکی شرمندۂ آب غسل نہیں " لم یصل

(۱) اخرجہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ -

۱

بار بار کہہ رہا ہوں کہ عزیمۃ دعوۃ ' عزیمۃ دعوۃ ' یہ ہے عزیمۃ دعوۃ ' اور یہ ہے وراثت و نیابت مقام فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل کی ' اور یہ ہے خاصہ مرتبۂ عظیمۂ " من یجدد لہا دینہا " کا ' اور یہ ہے آں امام دین کا صبر اعظم، اکبر جنکی نسبت ترمذی کی روایت میں فرمایا " الصبر فیہم کالقبض علی الجمر " یہی وہ لوگ ہیں جو اگر چاہیں تو گوشۂ رخصت و بیچارگی میں امن و عافیت کے پھول چن سکتے ہیں ' لیکن وہ پھولوں کو چھوڑ کر دہکتے ہوئے انگارے پکڑ لیتے ہیں ' اور اسی لیے انکا اجر و ثواب بھی " مثل اجر خمسین رجلاً یعملون مثل عملکم " کا حکم رکھتا ہے مانا کہ ضعیفوں اور درماندوں کیلئے رخصت و گلو خلاصی کی راہیں بھی باز رکھی گئی ہیں لیکن اصحاب عزائم کا عالم دوسرا ہے - انکی ہمت عالی بھلا میدان عزیمۃ و استقیۃ بالعذاب کو چھوڑ کر تنگنائے رخصت و ضعف میں پناہ لینا کب گوارا کرسکتی ہے ؟ جوانان ہمت اور مردان کارزار اس ننگ کو کیوں قبول کرنے لگے کہ کمزوروں اور درماندوں کی لکڑی کا سہارا پکڑیں ؟ جانے دیجیے اس میں سلامتی ہے ' ہوا کرے ' مگر انکے لئے تو ایسا کرنا ہمت کی موت ہے ' ایمان کی پامالی ہے ' اور عشق کی حس غیرت کیلئے داغ ننگ و عار سے کم نہیں حسنات الابرار سیئات المقربین ! رخصۃ و عزیمۃ کی تفریق اور اعلی و ادنی کا امتیاز اصحاب عمل کیلئے ہے نہ کہ اصحاب عشق کیلئے - عشق کی راہ ایک ہی ہے ' اور اسمیں جو کچھ ہے عزیمۃ ہی عزیمۃ ہے ضعف و بیچارگی کا تو ذکر ہی کیا ؟ وہاں رخصت کا نام لینا بھی کفر اور معصیت سے کم نہیں - کما قال بعض المحققین العارفین

ملت عشق از ہمہ دین ہا جداست

عاشقاں را مذہب و ملت خداست !

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ جب معتصم باللہ نے جلادوں کو ضرب تازیانہ کیلئے حکم دیا تو وہ علماء اہل سنہ بھی دربار میں موجود تھے جو سدا محن و مصائب کی تاب نہ لاسکے اور اقرار کرکے چھوٹ گئے - ان میں سے ایک نے کہا " من صدع من اصحابک فی ہذا الامر ما تصنع " خود تمہارے

تھیں! (۱) ابو العباس کہتے ہیں کہ جب ہم نے یہ بات سنی تو مایوس چلے آئے کہ انکو سمجھانا بیکار ہے - یہ اپنی بات سے پھرنے والے نہیں" یہ جو مین

---

(۱) اصل حدیث کے الفاظ صحیح بخاری میں یہ ہیں " یا قریب قریب اسکے " شکونا الی رسول اللہ صلعم رھو متوسد بردۃ لہ فی ظل الکعبۃ قلنا الا تدعو اللہ لنا ؟ قال : کان الرجل فی من قبلکم یحفرلہ فی الارض فیجعل فیہ فیجاء بالمنشار فیوضع علی راسہ فیشق ، و ما یصدہ ذلک من دینہ - و یمشط بامشاط الحدید ما دون لحمہ من عظم و عصب ، و ما یصدہ ذلک عن دینہ - و اللہ لیتمن ھذ الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخاف الا اللہ و لکنکم تستعجلون " یہ ھجرۃ سے پیشتر کا واقعہ ہے - بعض صحابہ نے عرض کیا کہ اعداء حق کے ظلم و جور کی حد ہوگئی - آپ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے ؟ فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں کہ ظالموں نے انکو گڑھوں میں کھڑا کر کے آرہ سے چیر دیا مگر اس پر بھی انہوں نے حق سے منہہ نہ موڑا ، اور ایسا ہوا کہ حق پرستوں کی کھالوں پر لوہے کی کنگھیاں پھرائی گئیں جو گوشت کو ہڈی اور پٹھے سے جدا کردیتی تھیں ، لیکن اسکو بھی انہوں نے سہہ لیا اور حق سے منہ نہ موڑا - خدا کی قسم ! دعوۃ حق کا جو کام شروع ہوا ہے وہ پورا ہوکر رہیگا ، یہانتک کہ وہ وقت قریب ہے جب یمن سے حضرموت تک ایک سوار چلا جائیگا اور بجز اللہ کے اور کسی کا خوف اسکے دل میں نہوگا (یعنی راہ میں ہر جگہ صرف مسلمان ہی ہونگے - کوئی غیر نہوگا جو حملہ کرے یا لوٹے) یہ ہونے والا ہے مگر تم جلد بازی کرتے ہو " امام بخاری باب علامات النبوۃ میں ایک دوسری حدیث عدی بن حاتم کی بھی لاے ہیں کہ " لترین الظعینۃ ترتحل من الحیرۃ حتی تطوف بالکعبۃ " اور " لتفتحن کنوز کسری " یعنی آپ نے فرمایا : عدی ! اگر تم جیتے رہے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ حیرۃ سے ایک پردہ نشین عورت تن تنہا سفر کرکے آئیگی اور کعبہ کا طواف اور اس تمام سفر میں اللہ کے سوا کوئی چیز اسکے لیے موجب خوف اور قریب ہے کہ مسلمانوں کیلیے کسری کے خزانے کھولدیے جائیں - کہتے ہیں کہ میں زندہ رہا اور دونوں باتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں - و کنت فی من افتتح کنوز کسری !

صلاۃ کا ھے

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس !

امام موصوف کو جب قید کرکے طرطوس روانہ کیا گیا تو ابو بکر الاحول نے پوچھا " ان عرضت علی السیف تجیب ؟ " اگر تلوار کے نیچے کھڑے کردیے گئے تو کیا اُسوقت مان لوگے ؟ کہا نہیں - ابراہیم بن مصعب کوتوال کہتا ہے کہ میں نے کسی انسان کو بادشاہوں کے آگے احمد بن حنبل سے بڑھکرے رعب نہ پایا " یومئذ ما نحن فی عینیہ الا کامثال الذباب " ہم عمال حکومت اُنکی نظروں میں مکھیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے ! اور یہ بالکل حق ہے - جن لوگوں کی نظروں میں جلال الٰہی سمایا ہو ' وہ مٹی کی اُن پتلیوں کو جنہوں نے لوہا جمع کرکے کاندھے پر ڈال رکھا ہے یا بہت سا چاندی سونا اپنے جسم پر لپیٹ لیا ہے ' کیا چیز سمجھتے ہیں ؟ اُنکو تو خود اقلیم عشق الٰہی کی سروری و شاہی اور شہرستان صدق و صفا کا تاج و تخت حاصل ہے !

مبیں حقیر گدایان عشق را 'کیں قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند !

ابو العباس الرقی سے حافظ ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ جب رقہ میں امام موصوف قید تھے تو علماء کی ایک جماعت گئی اور اس قسم کی روایات و نقول سنانے لگی جن سے بخوف جان تقیہ کرلینے کی رخصت نکلتی ہے امام موصوف نے سب سنکر جواب دیا کیف تصنعون بحدیث خباب ؟ ان من کان قبلکم ان ینشر احدھم بالمنشار ثم لا یصدہ ذلک عن دینہ تا انتہا منہ " یعنی یہ تو بتلاؤ کہ پھر تم خباب کی اُس حدیث کی نسبت کیا کہتے ہو کہ جب صحابہ نے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم سے مظالم و شدائد کی شکایت کی تو فرمایا - تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جنکے سروں پر آرہ چلایا جاتا تھا اور جسم لکڑی کی طرح چیر ڈالے جاتے تھے ' مگر یہ آزمائشیں بھی اُنکو حق سے نہیں پھرا سکتی

کي تهي اور نہ شور و فغاں کي ' بلکہ وهي تهي جسکے لیے یہ سب کچهہ هو رہا تها - یعنی " القران کلام اللہ غیر مخلوق " ! اللہ اللہ ! یہ کیسي مقام دعوۃ کبری کي خسروي و سلطاني تهي ' اور وراثۃ و نیابۃ نبوۃ کي هیبت و سطوۃ کہ خود المعتصم باللہ جسکي هیبت و رعب سے قیصر روم لرزاں و ترساں رهتا تها ' سر پر کهڑا تها ' جلادوں کا مجمع چاروں طرف سے گهیرے هوے تها ' اور وہ بار بار کہہ رہا تها " یا احمد ! و اللہ اني علیک لشفیق ' و اني لاشفق علیک کشفقتي علی هارون ابني ' و واللہ لئن اجابني لاطلقن عنک بیدي - ما تقول ؟ " یعنی و اللہ میں تم پر اس سے بهي زیادہ شفقت رکهتا هوں جسقدر اپنے بیٹے کیلیے شفیق هوں - اگر تم خلق قران کا اقرار کرلو تو قسم خدا کي ابهي اپنے هاتهوں سے تمهاري بیڑیاں کهولدوں - لیکن اُس پیکر حق ' اُس مجسمۂ سنۃ ' اُس موید بالروح القدس ' اُس صابر اعظم کما صبر اولو العزم من الرسل کي زبان صدق سے صرف یهي جواب نکلتا تها : " اعطوني شیئا من کتاب اللہ او سنۃ رسولہ حتی اقول بہ " اللہ کي کتاب میں سے کچهہ دکهلادو یا اُسکے رسول کا کوئي قول پیش کردو تو میں اقرار کرلوں ' اِسکے سوا میں اور کچهہ نہیں جانتا !

چو غلام آفتابم همہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اگر اس چراغ تجدید و مصباح عزیمۃ دعوۃ کي روشني مشکواۃ نبوۃ سے مستنیر نہ تهي ' تو پهر یہ کیا تها کہ جب معتصم هر طرح عاجز آکر قاضي ابن ابي داود وغیرہ علماء بدعت و اعتزال سے کہتا " ناظروہ وکلموہ " اور وہ کتاب و سنۃ کے میدان میں عاجز آکر اپنے اوهام و ظنون باطلہ کو باسم عقل و راے پیش کرتے کہ سر تا سر یونانیات ملعونہ سے ماخوذ تهے ' تو وہ اُسکے جواب میں بے ساختہ بول اٹهتے " ما ادري ما هذا ؟ " میں نہیں جانتا یہ کیا بلا هے ؟ " اعطوني شیئاً من کتاب اللہ او من سنۃ رسولہ حتی اقول " اس تمام کائنات هستي میں میرے سر کو جهکانے والی صرف دو هی چیزیں هیں - اللہ کي کتاب اور اُسکے رسول کي سنۃ - اسکے سوا نہ میرے لیے کوئي دلیل هے نہ علم :

دعاؤں اور مناجاتوں پر قناعت کرلی ' بلکہ دین خالص کے قیام کی راہ میں اپنے نفس و وجود کو قربان کردیا اور تمام خلف امۃ کیلئے ثبات و استقامت علی السنۃ کی راہ کھول دینے کیلیے بحکم فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل اٹھ کھڑے ہوے - انکو قید کیا گیا ' قید خانے میں چلے گئے - چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈالی گئیں ' پھر اسی عالم میں بغداد سے طرطوس لے چلے اور حکم دیا گیا کہ بلا کسی کی مدد کے خود ھی اونٹ پر سوار ھوں اور خود ھی اونٹ سے اتریں ' اسکو بھی قبول کرلیا - بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ھل نہیں سکتے تھے ' اٹھتے تھے اور گر پڑتے تھے - عین رمضان المبارک کے عشرۂ آخر میں جسکی طاعت اللہ کو تمام دنوں کی طاعات سے زیادہ محبوب ہے ' بھوکے پیاسے جلتی دھوپ میں بٹھاے گئے ' اور اس پشتہ پر جو علوم و معارف نبوۃ کی حامل تھی ' لگاتار کوڑے اس طرح مارے گئے کہ ھر جلاد دو ضربیں پوری قوۃ سے لگاکر پیچھے ھٹ جاتا اور پھر تازہ دم جلاد اسکی جگہ لیتا - اسکو بھی خوشی خوشی برداشت کرلیا ' مگر اللہ کے عشق سے منہہ نہ موڑا اور راہ سنۃ سے منحرف نہ ہوے - تازیانے کی ھر ضرب پر بھی جو صدا زبان سے نکلتی تھی ' وہ نہ تو جزع و فزع

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۲]

العاص لوگوں کو سنا رہے تھے " من بایع اماماً فاعطاہ صفقۃ یدہ فلیطعہ ما استطاع " عبد الرحمن بن عبد الرب کہتے ھیں کہ میں نے اسپر سوال کیا " ان ابن عمک معاویۃ یامرنا ان ناکل اموالنا بیننا بالباطل و نقتل انفسنا واللہ یقول لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل " یعنی یہ جو تم آنحضرۃ سے روایت کرتے ہو کہ " جس امام کو بیعت کا ھاتھہ دیا پس چاھیے کہ اسکی اطاعت کی جاے " تو تمھارا چچیرا بھائی معاویہ ھم کو حکم دیتا ہے کہ ھم ایک دوسرے کا مال ناحق کھالیں اور ایک دوسرے کو قتل کریں حالانکہ خدا کا حکم یہ ہے کہ ایسا نہ کرو - اب بتاؤ ھم کیا کریں ؟ امیر کی اطاعت کریں یا خدا کی ؟ عبد اللہ کچھہ دیر چپ رہے پھر کہا " اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ " نیک بات میں اسکے حکم کی اطاعت کر اور خدا کی نافرمانی میں اسکا حکم نہ مان - غالباً یہ مسلم میں ہے -

حاصل ہوا - اُنہوں نے نہ تو دعاۃ فتن و بدعۃ کے آگے سر جھکایا ' نہ روپوشی و خاموشی و کنارہ کشی اختیار کی ' اور نہ صرف بند حجروں کے اندر کی

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۴]

پس آجکل کے علماء حیل و بندگان نفس نے جو ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیلیے اس حدیث کو اور علیکم انفسکم کو حیلہ بنا رکھا ہے' اور جب کبھی اُنکو علماء کے فرائض یاد دلاے جاتے ہیں تو فوراً کہدیتے ہیں علیکم انفسکم اور " علیك بنفسك و دع عنك امر العوام " تو یہ صریح قرآن و سنۃ کی تحریف ہے - اگر علیکم انفسکم کا یہی مطلب ہو تو اُس تفسیر کی نسبت کیا کہوگے جسکو حضرۃ ابوبکر صدیق نے اپنے خطبہ میں بیان کیا تھا ؟ یہاں ایک اور دقیق نکتہ بھی ملحوظ رہے - اس حدیث اور اس قسم کی اکثر احادیث میں ایسے فتنوں کی خبر دی گئی ہے جنمیں سب سے بڑا فتنہ خلافۃ راشدہ کا انقراض اور امراء ظلم و جور کا قیام ہے جو حق و عدل کو پامال کردینگے اور سچائی کے اعلان کو جبراً و قہراً روکینگے - تو ایسے وقتوں کیلیے اگر عامۂ ناس کو یہ حکم دیا جاتا کہ ہر شخص امر بالمعروف کیلیے اُٹھہ کھڑا ہو تو اسکا یہ نتیجہ نکلتا کہ پہلی حالت سے بھی بدتر حالت پیدا ہو جاتی - ہر طرف طوائف الملوکی اور انارکی پھیل جاتی ' حکومتیں قائم نہ رہتیں ' بلاد اسلامیہ کا کوئی محافظ نہ ہوتا ' جمعۂ و جماعت کا کوئی انتظام نہ کرتا - پس ایسے وقتوں کیلیے عامۂ ناس کو یہی وصیۃ کی گئی کہ بروں کی برائی کو اُنکے لیے چھوڑدو اور اپنا دامن بچاے رہو - اگر تمہارے مسلمان حاکم ظالم و جابر بھی ہوں ' جب بھی اُن سے سرکشی و بغاوت نہ کرو - تا آنکہ کوئی داعی حق کھڑا ہو اور دعوۃ عامہ کا باب مسدود کھل جاے - اس وقت عوام کا بھی فرض ہوگا کہ اُسکا ساتھہ دیں اور نظام حق و عدل کو قائم کردیں - یہی وجہ ہے کہ اوائل بنوامیہ ہی میں تمام صحابۂ کرام اسپر منفق ہوگئے کہ عامۂ امت کو سلاطین امویہ کی اطاعت کرنی چاہیے ' زکواۃ اُنہی کو دینی چاہیے' جمعہ اُنہی کے پیچھے پڑھنا چاہیے ' حفظ ملت و بلاد کی راہ میں نکلیں تو اُنکے علم کے نیچے جمع ہوجانا چاہیے - تا آنکہ کوئی قائم حق کھڑا ہو -

حامیان بنوامیہ اطاعت امیر کی احادیث کثرت کے ساتھہ بیان کرتے تھے تاکہ لوگ اُنکے قبضہ سے نکل نہ جائیں - ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمرو

تھا ' اور دین الخالص کا بقاء و قیام ایک عظیم الشان قربانی کا طلبگار تھا '
تو غور کرو کہ صرف امام موصوف ہی نے حکومت ظالم و سلطان عہد ہونے کا شرف

[بقیہ نوٹ صفحہ ١١٤]

مطلب نہیں ہے کہ بجز اپنے نفس کی اصلاح کے اور کسی کی ہدایت
و اصلاح سے مطلب ہی نہ رکھو اور لوگوں کو گمراہی میں مبتلا ہونے دو ' کیونکہ
اگر ایسا ہو تو کتاب و سنۃ کے تمام احکام و وصایا بالکل بیکار ہو جائیں '
بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب فتنہ و فساد کا دور آئے اور غالب جماعت
مبتلائے منکرات و معاصی ہو ' اور ہر شخص اپنی رائے پر مغرور اور دین
کی طرف سے بالکل بے پروا ہو جائے تو اسوقت سب کو گڑھے میں گرتے
دیکھکر خود بھی نہ کود پڑو بلکہ گرنے والوں کو گرنے دو - خود اپنی راہ
حق پر قائم و ثابت قدم رہو انکا معاملہ انکے لیے اور تمہارا معاملہ تمہارے
لیے ولا تزر وازرة وزر اخرى - ثانیا ' اگر " دع عنک امر العوام " کا یہ
مطلب مان بھی لیا جائے کہ لوگوں کو انکے حال پر چھوڑ دو ' جب بھی یہ
رہی عامۂ ناس کیلیے رخصت کا پہلو ہوگا اور عزیمۃ امر بالمعروف و نہی
عن المنکر ہی میں ہوگی ' چنانچہ اسی روایت میں اسکے بعد فرمایا
" فان من ورائکم ایاماً ' الصبر فیہن کالقبض علی الجمر ' العامل فیہن مثل
اجر خمسین رجلا یعملون مثل عملکم " یعنی یہ جو کہا کہ اسوقت اپنے
وجود کو بچانا اور عوام کو انکے حال پر چھوڑ دینا ' یہ اسلیے کہا کہ ظلم و
مصائب کے بڑے سخت دن آنے والے ہیں - اسوقت حق کی راہ میں صبر کرنا
ایسا سخت ہوگا جیسے انگاروں کو ہاتھ میں لینا ' پر جو شخص اتنے دنوں
میں بھی عمل حق سے باز نہ آیا ' اسکے لیے تم جیسے پچاس آدمیوں کے
اعمال کا ثواب ہوگا ' اس سے واضح ہوگیا کہ چونکہ شر و فتن میں ان لوگوں
کیلیے بڑے ہی سخت مصائب و محن ہونگے جو حق کے اعلان و دعوۃ کی
راہ میں قدم اٹھائینگے ' اور انکو برداشت کرنا ہر شخص کا کام نہیں ' اسلیے
عامۂ ناس کیلیے یہ حکم دیا کہ کم سے کم اپنا دامن ہی بچا لیجاؤ - دوسروں
کے پیچھے نہ پڑو کہ ایسی بڑی ہی آزمائش اور مشکل ہیں پھر اگر
کوئی مرد ہمت ان آزمائشوں میں پورا اترے تو فرمایا کہ اسکے اجر و ثواب کا
کیا پوچھنا ؟ اسکا ایک عمل و صدر اول کے اصحاب عمل کے مقابلے میں رکھا
جائیگا کہ کام جیسا سخت ہو اسی کے مطابق مزدوری بھی ملنی چاہیے -

بند ہو جاتا کہ " لا یرون فیه الشمس ابدا " کو قبول کرلیں - بہتوں کے قدم تو ابتدا ہی میں لڑکھڑا گئے - بعضوں نے ابتدا میں استقامت دکھلائی لیکن پھر ضعف و رخصت کے گوشے میں پناہ گیر ہوگئے - عبد اللہ بن عمر القواریری اور حسن بن حماد امام موصوف کے ساتھہ ہی قید کیے گئے تھے ' مگر شدائد و محن کی تاب نہ لا سکے اور اقرار کر کے چھوٹ گئے - بعضوں نے روپوشی اور گوشہ نشینی اختیار کرلی کہ کم سے کم اپنا دامن تو بچا لیجائیں - کوئی اسوقت کہتا تھا " لیس ھذا زمان حدیث ' انما ھذا زمان بکاء و تضرع و دعاء کدعاء الغریق " یعنی یہ زمانہ درس و اشاعت علوم و سنۃ کا نہیں ہے - نہ تو وہ زمانہ ہے کہ بس اللہ کے آگے تضرع و زاری کرو اور ایسی دعائیں مانگو جیسی سمندر میں ڈوبتا ہوا شخص دعا مانگے ! کوئی کہتا تھا " احفظوا لسانکم ' و عالجوا قلبکم ' و خذوا ما تعرفوا ' و دعوا ما تنکروا " اپنی زبانوں کی نگہبانی کرو ' اپنے دل کے علاج میں لگ جاؤ ' جو کچھہ جانتے ہو اسپر عمل کیے جاؤ ' اور جو برا ہو اسکو چھوڑ دو ! کوئی کہتا " ھذا زمان السکوت و ملازمۃ البیوت " یہ زمانہ خاموشی کا زمانہ ہے اور اپنے اپنے دروازوں کو بند کر کے بیٹھہ رہنے کا (۱) جبکہ تمام اصحاب کار و طریق کا یہ حال ہو رہا

---

(۱) یہ باتیں بھی اپنے مقام و رنگ میں ٹھیک تھیں اور ہرگز موجب قدح نہیں - ارباب رخصۃ کیلیے اسی میں امن و سلامتی ہے - یہ مقام بھی ان لوگوں پر بدرجہا مزیۃ و فضیلت رکھتا ہے جو خود اپنے اعتقاد و عمل کی بھی محافظت نہ کرسکے ' اور ہر حال میں اصلاح نفس مقدم ' لکن ارباب عزیمۃ کا مقام دوسرا ہے - اصحاب رخصت کی نہایۃ انکے لیے بدایۃ کا حکم رکھتی ہے ' اور حسنات الابرار سیئات المقربین کے معاملات سب کیلیے نہیں ہوسکتے - و کلا وعد اللہ الحسنی اور و لکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات - اور یہ جو ترمذی (یا ابو داؤد) میں ہے کہ ابو امیہ شعبانی نے ابو ثعلبۃ سے یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم کی نسبت پوچھا تو انہوں نے آنحضرۃ سے روایت کی " ایتمروا بالمعروف و انتھوا عن المنکر ' حتی اذا رایتم شحاً مطاعاً و ھوی متبعاً و دنیاً مؤثرۃ و اعجاب کل ذی رای برایہ ' وعلیک بنفسک و دع عنک امر العوام " تو اول تو " علیک بنفسک " کا یہ

حقیقت ہیں آنکھہ کیلئے رابع ہے ' نہ منزل شناس قدم کیلئے ٹھوکر

ما زاغ البصر و ما طغی لقد رای من آیات ربه الکبری اور حدیث

اس کہ " والذی نفسي بیدہ ' لقد عرضت علی الجنة والنار آنفا فی

عرض هذا الحائط وانا اصلی " (بخاری) اور حدیث اسماء بنت ابي بكر

اور خطبۂ صلوۃ کسوف کہ " ما من شئی لم أره الا وقد رأيته في مقامي هذا

حتی الجنة والنار واوحی الی انکم تفتنون فی القبور " الخ رواه البخاري

اور " ابيت عند ربي يطعمني ويسقيني " رواه الاربعة - اور اس سب سے

بھی بڑھکر وہ کہ " اتانی ربي في احسن صورة (وفي رواية اتاني الليلة

ربي) فقال فيم يختصم الملاء الاعلى فقلت لا ادري موضع کعہ بیں کتفي

حتی وجدت برد انامله بین ثدیی وتجلي لي علم كل شي " اخرجه

جماعة منهم احمد والترمذي وصححوه - بلکہ جس حقیقت ہزار حجاب کا

ایک سچا یا کم از کم سعالي سے قریب تصور بھی ہم سے بن نہ آیا ' میں نہ

صرف اسکا سراغ ھي رکھتا ھوں ' بلکہ وہ تو مدتوں دیکھی بھالی اور میرے

سامنے کي مشہود و منظور ہے " حتی وجدت برد انامله بین ثدیي ' ا

اسکی انگلیوں سے چھونے کي ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کر رہا ھوں -

اسکے بعد اور کیا دل میں رکھتا ؟ ثم دنی فتدلی فكان قاب قوسين او ادنی

حمالک في عيني وحبک في قلبي

وذکرک في فمي ' فاين تغيب ؟

ہم نے اپنی درماندگیوں سے عاجز آکر اسکا نام ھي ما وراء ادراک

اور غائب رکھدیا ہے حالانکہ یہاں تو اسکی مشہودیۃ کا یہ حال ہے

وہ اسکا ذکر ھي " شہادہ " کے لفظ سے کیا جاتا ہے جسکے معني حضور

و رویت کے ھیں شہد الله انه لا اله الا ھو والملائکہ واولو العلم

قائما بالقسط (عمران) ہم اسکی طلب و جستجو کرکہاں جاویں اور

اسکی وطن سے بےدور کہے ھو کہ اس سے آگے ہمارا قدم نہیں اوٹھتا

[illegible]

و القواطع - اور اسي لیے دعوۃ خاتم الادیان و مکمل الشرائع کي نسبت اکثر خطبات نبویہ میں یہ اعلان عام پاتے هو که اسکا ظهور کرۂ ارضی کے کمال جهل و فقدان علم کے وقتوں میں هوا - یعنی اسلیے هوا تاکه علم و نور سے دنیا کو بهرپور کردے ' اور علم و نور نہیں هے مگر یقین اور زوال شک و ریب - علی الخصوص اولین خطبۂ جمعه بالمدینه میں فرمایا :
" ارسله بالهدي و النور و الموعظة ' علی فترة من الرسل ' وقلة من العلم ' و ضلالة من الناس " الخ اخرجه الحاکم علی شرط الصحیحین و الطبري في تاریخه - پس ظاهر هے که جن تمام نهاد علوم کا ما حصل خود ظلمت ظن و شک اور کوری وهم و راے سے زیادہ نهیں ' وہ مریضان یقین و اعتقاد کیلیے کیونکر نسخۂ شفا هوسکتے هیں ؟ اور جو خود سرگشتۂ راہ اور واماندۂ کار هے ' وہ دوسرے گم کردہ راهوں کي کیا رهنمائي کر سکتا هے ؟

جو هر طینت آدم زخمیر دگرست
تو توقع زگل کوزہ گران می داري

بل هم في شک منها ' بل هم منها عمون (نمل) مرض کا ازاله دوا سے هو سکتا هے نه که خود تولید مرض سے - اگر دنیا کا اصلی مرض " یقین " اور " بصیرۃ " سے محرومی هے اور شک و گمان کي هلاکت ' تو اسکا علاج وہ کیونکر کرسکتے هیں ' جنکا خود اعلان یه هے که همارا منتهاء فکر و ادراک اس سے زیادہ نهیں که " لا ادري و لا اعلم " هم نهیں جانتے اور نهیں کهه سکتے که کیا هے اور کس لیے هے ؟ یعني تحکم وشهدوا علی انفسهم وہ خود اپنے منتهاء معرفه کو جهل سے زیادہ نهیں بتلاتے ' ان نظن الا ظناً و ما نحن بمستیقنین

معلومم شد که هیچ معلوم نه شد !

اسکا علاج اور نسخۂ شفاء لما في الصدور تو صرف اسی اعلم الحقائق و اعرف العباد کے دارالشفاء وحی میں مل سکتا هے جو شک کي جگه یقین کا ' ظلمت کی جگه نور کا ' عدم علم کی جگه علم و بصیرۃ کا ' ظن و قیاس و گمان کی جگه بینۂ و حجۃ کا ' برهان و فرقان کا ' اور تبیاناً لکل شی اور عروۃ الوثقی کا ' عرضه " لا ادری " اور " لا اعلم " کی جگه

(محمد) اور ما لہم بہ من علم ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغني من الحق شیئاً (النجم) اور قل ہذہ سبیلي ادعوا الی اللہ ' علی بصیرۃ انا و من اتبعني (احسن یوسف) اور بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ و لما یاتہم تاویلہ (یونس) ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموہا انتم و آباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطان ان الحکم الا للہ (یوسف) و غیر ذلک من الآیات

[بقیہ ص صفحہ ۱۹۲]

اذا سلم سلم ثلاثا و اذا تکلم بکلمۃ اعادہا ثلاثا " (بخاري) اور اسي لیے شریعت نے بھی اپنے تمام اعمال میں مرتبۂ ثالث تک تنوع عمل و ارادہ کو ضروري اور تمثلي تکمیل قرار دیا ہے اور ہر طرح کی تقسیم و تکرار عمل وغیرہ میں تین تک ہو جانا کمال ٹھہرا - اور اسی لیے تمام عقائد و اعمال و اعدل کی تکمیل و حصول کے تین ہی عنصر ہوے - تثلیث قول عمل بالجوارح ایمان بھی معلوم ہے کہ اعتقاد ' قول ' عمل کا نام ہے' اور عبادت بھی الہي تین عناصر سے مرکب ہوئی نیت و خشوع و خضوع تلاوۃ و قراۃ قیام و رکوع و سجود معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود خدا کی اکثر بت پرست اقوام قدیمہ میں تثلیث کے عقیدہ نے نشو نما پا یا مثلاً ہندوستان ' یونان ' اور مصر و غیرہ میں اور افلاطون نے بھی ایک طرح اقانیم ثلاثہ کا اقرار کیا ' اور اسی سے عیسائیوں کے یہاں تثلیث کی ضلالت پھیلي' مو عالانا اسکی تعداد اول اول تین تک ہوگی کہ مارجانۂ حساب میں ہر جگہ تین قسموں اور تین مرتبوں کے ظہور کو دیکھکر تثلیث الہ کے ہونے میں لگ گئے ' اور اصل قانون خلقت و حساب و انواع اور جمع کاروبار ہستی کے ایک اور یکساں ہونے کی حقیقت ' اور اس سے دون وجود خالق و خلائق تک پہنچنے ' اور ساري کائنات قدرت کے ایک ہی خط میں مکتوب ہونے کی وجہ سے قلم و کاتب کے بھی ایک ہونے تک انکی رسائی نہ ہوئی اگر ہوتی تو شاید انکو ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر ہل تری من فطور ؟ ثم ارجع البصر کرتین [illegible] سب اایک [illegible] ہو حمد (ملک) قال ابن عباس (رض) [illegible] ([illegible])

ثاني عطفه ليضـــل عن سبيل الله (حج) اور هل عند كم من علم فتخرجوه لنا ؟ اور افمن كان على بينه من ربه كمن زين له سوء عمله و اتبعوا اهوائهم ؟

[بقيه نوٹ صفحه ۱۶۲]

صحت و تندرستي نفس کا مقـــام هے ' مگر اس میں شبهه نهیں که اسکا ابتدائی مقام بوجه قرب اسفل ' بیماري کي حالت میں داخل هے اگرچه بهر حال هلاکت سے محفوظ - یه حال هر درمیاني درجه کا هوا کرتا هے - اسکا ایک سرا اگر مافوق سے متصل هوتا هے تو دوسرا ماتحت سے - اور اسي بنا پر قرآن نے بلحاظ سعادت و شقاوت عمل بهي تین هی قسمیں کی هیں - ایمان - کفر - نفاق - کیونکه حالتیں بهي صرف تین هي هیں - چوتهي کوئی نهیں - زندگی - بیماري - موت - اور اسي لیے مقام بهي تین هوے - دار المقام جنت - اعراف - سعیر و جهنم - اور یه معلوم رهے که یهاں نفاق سے مراد صرف نفاق اعتقادي هي نهیں هے بلکه عملي بهي ' کیونکه جسطرح ایمان و اسلام اعتقاداً و عملاً دونو طرح هے - الایمان بضع و ستون شعبة الخ وکذالک الکفر ' و لهذا قالوا کفر دون کفر - اسي طرح نفاق کي بهي دو قسمیں هیں - اعتقادي اور عملی - مدینه کے منافق جو قریش و یهود سے ساز باز رکهتے تهے ' فنا هوگئے ' مگر نفاق اور منافقین کا وجود بدستور باقي هے جسطرح کفر اور ایمان کا - اور باقي رهیگا - " اربع من کن فیه کان منافقا خالصاً و من کانت فیه خصلة منهن ' کانت فیه خصلة من النفاق " (بخاري) " و لو صلي و صام و زعم انه مسلم " یه ساري باتیں جو اس مبحث میں لکهي گئیں ' محض از قبیل اشارات هیں - ورنه

" گر نویسم شرح آن بیحد شود * مثنوي هفتاد من کاغذ شود "

تفسیر البیان ان تمام مباحث کا مجمع هے - اور حقیقت ایمان و کفر و نفاق پر ایک مستقل رساله اتمام کو پهنچ چکا هے - اور یه جو کها که قسمیں تین هیں ' تو تمام تقسیمات قرآنیه اسی پر مبني هیں ' اور جس پهلو سے اور جس گوشے میں دیکهو گے ' معلوم هوگا که تین قسموں اور درجوں سے کوئی معامله اور سلسله خالی نهیں - اگر نظر دقت و تفکر سے کائنات هستي کا مطالعه کروگے تو معلوم هوگا که قانون الهی عالم هستي میں کچهه ایسا هی واقع هوا هے - هر نوع اور هر حالت کے لیے تین کا عدد جامع افراد اور مکمل و متمم کار هے - یهی وجه هے که انبیاء کرام کے اکثر اعمال بلا قصد خود بخود تین مرتبه ضرور انجـــام پاتے تهے - " وکان اذا یدعو یدعو ثلاثاً - و کان

علاوہ جو کچھہ ہے "یقین، برہان، بصیرۃ" اور "فرقان" نہیں ہے ۔
شک و ظن ہے - عدم علم و بصیرۃ ہے - یا تخمین و راے اور تلعب و تخرص

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۳)

ہوا - اور گناہ وہ ہے کہ اطمینان کی جگہہ تمہارے اندر چبھن اور خلش پیدا کرے، اور دلکو اسپر جماؤ اور قرار نہو - اگر سیکڑوں آدمی فتوی دیدیں کہ فلاں بات اچھی ہے لیکن خود تمہارے اندر اسپر اطمینان اور جمعیۃ خاطر نہو تو سمجھہ جاؤ کہ اسمیں کوئی کھوٹ ضرور ہے - انتہی - البتہ یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں "قلب" کا جو لفظ آیا ہے، تو اس سے مقصود "قلب سلیم" ہے - نہ کہ سقیم و مریض - کیونکہ ذائقہ کے باب میں تندرست آدمی کا ذائقہ معتبر ہوگا - نہ کہ بیمار کا - رات بھر کے تپ صفراوی نے جسکی زبانکے ذوق اصلی پر قبضہ کرلیا ہے، وہ تو شہد کو بھی چکھہ کر منھہ بنالیگا کہ کڑوا ہے - اسکا ذوق، معیار حلاوت و تلخی نہیں ہوسکتا - اور پھر یہی معنی ہیں بعض عرفاء کے اس قول کے کہ طالب کی کامیابی کی پہچان یہ نہیں ہے کہ غفلت سے بالکل محفوظ ہوجاے - بلکہ یہ کہ غفلت پر احساس حسرت و غم اور ذکر و عمل پر وفور مسرت و شادمانی کا معاملہ مضبوط ہوجاے - تیسری قسم سعادت قلبی اور ارتقاء معنوی کا آخری مرتبہ ہے - اور اسکو قرآن حکیم نے "نفس مطمئنہ" سے تعبیر فرمایا ہے : یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی علم و یقین (و باصطلاح قرآن ایمان) کی وہ حالت جب فطرۃ اصلیہ ساری پیدا کی ہوئی بیماریوں اور مکتسبۃ و خارجیہ علتوں سے نجات پا جاے، اور قلب کا آئینۂ فطرۃ ہر طرح کے رنگوں اور کدورتوں سے پاک و صاف ہوکر اپنی اصلی چمک اور درخشندگی حاصل کرلے - غرضکہ قلب "سلیم" ہوجاے کہ نجات کامل اور سعادت دارین کا مستحق بجز اسکے اور کوئی نہیں - مطلوب و مقصود اصلی صرف وہی ہے : یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم - سو یہ حالت اطمینان و سکون کامل اور یقین و راحت تامہ کی وہ بے میل اور بے داغ حالت ہے جس میں شک کا ایک ذرا سا دھبہ اور اضطراب و تذبذب کا ایک رائی برابر بھی داغ نہیں ہوتا - اسی لیے آنحضرۃ صلعم نے خطبۂ غزوۂ تبوک میں فرمایا "و خیر ما وقر فی القلوب الیقین و الارتیاب من الکفر" - اور قول حضرۃ ابن مسعود کہ

مرض بلحاظ علت و ظہور ہر حال میں صرف یہی ہوا کہ شک و ظلمت
اور اس عالم میں وحی الہی اور حکمۃ نبوۃ اور اسے ماخوذ و مکتسب کے

[بقیہ درج صفحہ ۱۶۲]

ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون اور اسکا بعد مسخ و انقلاب پہنچ جاتا ' حتی
کہ احساس و تمیز تک کا باقی نہ رہنا یہ حالت ہوجاتے کہ روشنی اور تاریکی'
سلجھنا اور الجھنا ' دونوں کو ایک سمجھنے لگے نہ اچھائی پر خوشی ہو
نہ برائی پر غم - سو قرآن حکیم نے اسکو " نفس امارہ " سے تعبیر کیا ہے
ان النفس لامارۃ بالسوء - اور یا پھر اس ظلمت کدہ سے قدم باہر نکلتا ہے
اور فطرۃ کی بجھتی ہوئی روشنی ٹمٹمانے لگتی ہے حتی کہ احساس و امتیاز
دفعتہ جاگ اٹھتا ہے ' اور روشنی کی تمنا اور تاریکی سے بیزاری محسوس
ہونے لگتی ہے - برائی سے بچنے اور کانٹوں میں نہ الجھنے کی طاقت تو
نہیں ہوتی' لیکن فطرۃ اصلیہ کا سروش غیبی اپنا کام شروع کردیتا ہے اسکی
صدائیں برابر سنائی دینے لگتی ہیں اچھائی اور نیکی سے وہ خوش ہوتا ہے
اور محسوس کرتا ہے ' اور بدی و بے راہی پر غمگین ہوتا اور ملامت کرنے
لگتا ہے - یہ " نفس لوامہ " کی تندرستی و حصول کا مرتبہ ہے اور اسی لیے
قرآن حکیم نے اسے طرز مخصوص میں اسکی اندرونی شہادت پر انسان کو
توجہ دلائی ہے جو قانون مجازات و مکافات کی تصدیق کرتی اور نتائج و
ثمرات عمل و تعریق عمل حسن و سوء کا یقین دلاتی ہے کیونکہ اگر ایسا
نہیں ہے تو ایک کام پر خوشی و سرور کا احساس کیوں ہو' اور دوسرے کام پر
ملامت و احساس ندامت و خوف کیوں ؟ لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم
بالنفس اللوامۃ - یہی وہ حقیقت ہے جسکی طرف حدیث ابن معبد
بن احمد والدارمی میں اشارہ فرمایا' اور جو حقیقت خیر و شر و فطرۃ انسانیۃ
اصلیہ کے باب میں حاذ للظنون کے اندر ایک معجزۂ علم اور ایک دائرہ
درس حقیقت ہے' اور اسی لیے طالب ارشاد نعمی و استدلال نظر کہ " البر ما
اطمأنت الیہ النفس ' و اطمأن الیہ القلب ' والاثم ما حاک فی النفس
و تردد فی الصدر' وان افتاک الناس و افتوک " یہ بھی فرمایا کہ
اپنے ابراہیم کی حقیقت اپنے ہی سے پوچھو ؟ سو جواب اسکی یہ ہوئی کہ
"استفت قلبک " اسے صدق سے فتوی طلب کرو لیکن وہ کام ہے جس
پر نفس کو اطمینان اور خوشحالی ہو اور دل کے اسے اسے قرار اور اثار

بھی کہا جاسکتا ہے ' وہ سب کچھہ ان تین لفظوں میں جمع کردیا گیا اور بتلادیا گیا - ولکن لا یعقلها الا العالمون - و قدس الله روح القائل و هو حجة الاسلام ابن قیم اذ یقول فی النونیة الکبری :

العلم قال الله قال رسوله   قال الصحابة هم اولوالعرفان

ماالعلم نصبک للخلاف سفاهة   بین الرسول وبین رای فلان

کلا ولا عزل النصوص وانها   لیست تفید حقائق الایمان

اذ لا تفیدکم یقیناً لا ' ولا   علماً ' فقد عزلت عن الایقان

والعلم عندکم ینال بغیرها   بزبالة الافکار و الاذهان

سمیتموه قواطعاً عقلیة   نفي الظواهر حا ملات معان

کلا ' ولا احصاء اراء الرجا   ل وضبطها بالحصر و الحسبان

کلا ولاالتاویل و التبدیل والتحریف للوحیین بالبهتان

کلا ولا الاشکال والتشکیک والوقف الذي ما فیه من عرفان

هذی علومکم التي من أجلها   عادیتمونا یا اولی العرفان !

و قال شیخ الاکبر ' من جملة ابیات افتتح بها الباب الثامن و ثلاث مائة من الفتوحات :

کل علم یشهد الشرع له   فهو علم نبه فلنعتصم

فاذا خالفه العقل فقل   طورک الزم ما لکم فیه قدم

اور سبب اسکا ظاهر ہے - قلب و روح کی جتني بیماریاں بھی هیں ' اصل مبدء انکا دو قسموں سے باهر نہیں - ایک قسم مرض کا نام الحاد و انکار ہے - دوسري کا توهم و سوفسطائیة - باقی تمام بیماریاں اسی کے اتباع و عوارض و فروع هیں - اور دونوں قسموں میں ظہور مرض کے علائم و آثار و عواقب مشترک هیں - یعنی دونوں کا نتیجہ شک و جہل و اضطراب ' اور فطرة کي طمانیة اور سرور و راحت قلبی کا ازالہ - یعنی باصطلاح قرآن حکیم " نفس مطمئنه " (۱) کا فقدان - پس

(۱) انسان کی نفسي و قلبي حالت بلحاظ سعادت و شقاوت تین قسموں سے باهر نہیں - یا تو نور فطرة کی محجوبیة و مظلمیه بمصداق کلا بل '

تعزیۃ واستغفار ہوا، مگر بحکم" علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین" اور "وآخرین
منہم لما یلحقوا بہم اور "اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم الخ اور " ما انا علیہ
واصحابی" معناً وحکماً جزو وکل، اصل وفرع، مصدر ومشتق، یا شمس
وکواکب کا سا معاملہ واقع ہوا ہے - ورسلی صرف ایک ہی ہے اور ایک
ہی کی ہے، اگرچہ چاند سے بھی ملجاتے اور چمکیلے ستاروں سے بھی

بحر یست متحد کہ باشکال مختلف
باران وقطرہ وصدف وگوہر آمدہ
مشتق جوایک دیگری عین مصدرست
کس در صفات ظاہر جزو مصدر آمدہ

ویقرب من ہذا ما قیل بالعربیۃ

وما البحر الا الموج لا شی غیرہ
وان فرقتہ کثرۃ المتعدد

اور اگر یہ دونوں صورتیں بھی نہیں، تو وہ جو کچھ ہے، نہ تو علم ہے
اور نہ شفا، بلکہ خود جہل ہے اور مرض۔ اگرچہ افسوس کہ اس دنیا میں
زیادہ حصہ انہی مریضوں کا بستا ہے جنہوں نے ہمیشہ طلب مرض کو طلب
شفا سمجھا ہے، اور سم قاتل سے استدعات رکھی ہے! اور یہ یاد رہے کہ یہی
معنی ہیں سلف کے اس قول کے کہ علم نہیں ہے مگر وہ جس میں
حدثنا اور اخبرنا ہو۔ اسکے سوا جو کچھ ہے وساوس وضلالۃ سے زیادہ نہیں -
کما قال الشافعی رضی اللہ عنہ

کل العلوم سوی القرآن مشغلۃ الا الحدیث والا الفقہ فی الدین
العلم ما کان فیہ قال حدثنا وما سوا ذاک وسواس الشیاطین

اور یہی معنی ہیں اس قول نبوی صلعم کے کہ علم صرف تین ہیں۔
ماسوا اسکے جو کچھ ہے فضل ہے: آیۃ محکمۃ، سنۃ قائمۃ، فریضۃ
عادلۃ۔ اور یہی معنی ہیں امام الکلام کے اس قول کے کہ اس دنیا میں علم کی
جو سمت اور اسکے حدود و عدد ومراتب و انواع کی نسبت جو کچھ

اس واقعہ کو معمولی سی بات سمجھکر معرضانہ آگے بڑھجائیگا - لیکن صاحب نظر و بصیرۃ اسی ایک بات سے امام موصوف کے تمام علوم و اعمال کا محور و مرکز معلوم کرلے سکتا ہے -

انہوں نے ایک ایسے صاحب علم مگر مریض شک و اضطراب کو جو مدعیان علم و حکمت کی دانش فروشوں کے ہاتھوں اپنا یقین و اطمینان ضائع کرچکا تھا' یہ وصیت کی کہ ساری چیزیں چھوڑ کر صرف حیات طیبۂ نبوت کے مطالعۂ و تفکر میں لگ جاؤ - اور گویا اسطرح بتلا دیا کہ علم و بصیرۃ کا اصلی سر چشمہ صرف حیات نبوت اور منہاج مقام رسالت ہے' جسکو قرآن حکیم نے " الحکمۃ " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے : ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا - کیونکہ دنیا میں " حکمت صادقہ " کا اس " حکمت " سے الگ کوئی وجود ہی نہیں - " حکمت " یا تو خود منہاج و سنۃ نبوۃ ہے' یا علم و عمل کی ہر وہ بات جو اُس سے ماخوذ اور صرف اُسی پر مبنی ہو - یہی " خیر کثیر " مبدٔ جمیع خیرات و برکات ارض و نوع ہے' اور صرف اِسی نسخۂ شفا سے دل اور روح کی ساری بیماریاں دور ہوسکتی ہیں - خواہ شکوک و ارتیاب کی بیماری ہو' خواہ اوہام و انکار کی - خواہ ادعاء ادریۃ کا ہیجان ہو' خواہ حیرانی و سرگردانی لا ادریۃ کا خمار :

ز ہر مرض کہ بنالد کسے' شراب دہید !

کوئی بیماری ہو' دوا صرف ایک ہی ہے :

یکے دواست بدار الشفاء میکدہ ہا !

باقی یا نو اسماء مختلفہ ہیں اور مسمی وہی ایک ہے - مثلاً " سنۃ و سیرۃ " کی جگہ " قرآن و کتاب " کا لفظ بولدیا جائے کہ نام دو ہوگئے مگر حکایت شہد و عسل سے زیادہ نہیں - یعنی بات وہی ایک رہی - دلالۃ و تسمیہ میں تعدد ہوا - مدلول و مسمی میں نہیں :

عباراتنا شتی و حسنک واحد !

یا پھر اُسی نسخہ کے اجزاء و توابع جیسے آثار و سیرۃ صحابۂ و سلف امت ' اور معارف و بصائر ماخوذۂ و مکتسبۂ کتاب و سنۃ کہ گو اشکال و اسماء میں

بعد ذکر عظیم الشان بادل کے آباد کرنے والوں اور مصر کے سر بفلک مناروں
کے بنانے والوں کو بھی نصیب نہ ہوا (حالانکہ شاید اسی غرض سے
جبل مقطم کی چٹانیں کاٹ کر چار سو ساٹھ گز کی بلندی تک پہنچادیں)
وہ اصحاب کہف کے ایک بے زبان کتے کو اُس غیر فانی کتاب کی لوح محفوظ
میں حاصل ہے، جسکی دائمی حفاظت کی تصدیق میں خود اللہ نے اپنی
ذمہ داری پیش کی ہے وکلبہم باسط ذراعیہ بالوصید! واللہ درما قال

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما!

شیخ واسطی نے امام موصوف کے جو اشارات متکلمین و ارباب تاویل کے
باب میں نقل کیے ہیں، انکو زیادہ تفصیل کے ساتھ انہوں نے اپنے مشہور
مقالہ عقیدۃ الحمویہ میں لکھا ہے۔ یہ وہی تحریر ہے، جسکی بنا پر سب سے
پہلے امام موصوف کے خلاف علماء سوء نے فتنہ اٹھایا، اور ربیع الاول
سنہ ۶۹۸ میں مبتلائے محن و آلام ہوئے۔ یہ رسالہ مصر میں دو بار
چھپ چکا ہے۔ علامہ سفارینی نے کہ گیارھویں صدی کے کبار اصحاب اثر و
اعاظم حماۃ طریق سلف میں سے ہیں، ایک ضخیم مجلد میں اسکی
شرح بھی لکھی ہے، اور ان طالبان حق و جویان حقیقت کیلیے جنکے امراض
قلب و اعتقاد کو علامہ نسفی و تفتازانی و دوانی (رحمہم اللہ) کے معالجوں نے
اور زیادہ مزمن و شدید کر کے چھوڑ دیا ہو، اکسیر اعظم و دوائی مجربہ و شفاء
لما فی الصدور کا حکم رکھتی ہے۔ فعلیہ بتدبرہ الانفس و لتلذ الاعین

سرِ خدا کہ عارف و زاہد بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید؟

فصل

یہ محل اس زمانہ میں دل کی [illegible] ہے، جو امام موصوف
اور مخصوصین کے [illegible] ایک [illegible] انکار رکھنے والا تو

ھوے بے اختیار اس کام کي طرف دل مائل ھو رھا ھے - اگر تفسیر کے سامنے سے ذرا بھي مہلت نکلي اور حضرۃ شاہ ولی اللہ کي سیرۃ کی تکمیل سے فراغت ھوئي تو انشاء اللہ سیرۃ ابن تیمیہ و اصحابہ کی ترتیب پر متوجہ ھونگا - باقی رھا اصل مبحث تو الحمد للہ تفسیر البیان میں بہ تحت سورۂ بقرہ نہایت شرح و بسط سے لکھا جاچکا ھے' اور جستہ جستہ دیگر مقامات تفسیر میں بھی اسکي تحقیق و توضیح ھوچکي ھے' اور چونکہ مسئلہ کی اھمیت طالب انفراد بحث و استقلال نظر تھی' اسلیے گذشتہ سال ایک مستقل رسالہ " اتحاف الخلف بطریقۃ السلف " کے نام سے بھی انجام کو پہنچا - انشاء اللہ اس باب میں کافی و شافي ھوگا - اس موضوع پر بعض دیگر تالیفات بھي پیش نظر ھیں - لیکن ابھي یہی کس کو معلوم ھے کہ یہ تمام اوراق پریشان جن کو بلا فکر مآل و مستقبل لکھتا جاتاھوں' اور (بقول ابن رشد) اس شخص کیطرح جو اپنے آتش زدہ مکان کا سامان جلد جلد کھڑکی سے باھر پھینک رھا ھو' باوجود ھجوم نوازل' و انبوہ زلازل' و احاطۂ حوادث' و تشتت بال' و بے سر و ساماني حال' جسقدر بھي فراغ خاطر ساتھہ دیتا ھے' صحبت قرطاس و قلم و تسوید واردات و افکار میں کمی نہیں کرتا' کبھي جمعیت و ترتیب اور صورت انطباع و اشاعت بھي نصیب ھوگي یا نہیں ؟ البتہ مزدور کا کام محنت ھے' اور چاکر کا چاکري - بعد کی فکر نہ ھمکو کرني چاھیے' اور نہ کرنے سے کچھہ حاصل :

کہ خواجہ خود روش بندہ پروري داند !

واللہ لا یضیع عمل عامل من ذکر و انثی و علیہ فلیتوکل المتوکلون !

یہ سب کچھہ جو ھورھا ھے' اگر ایک ذرۂ اخلاص و صداقت بھی رکھتا ھے' تو پھر نہ خوف زیان ھے اور نہ خدشۂ ضیاع' اور انشاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کا معاملہ ارباب عمل کیلیے ھر وادی اور ھر گوشۂ کار میں کار فرما - شاھان عالم کے بنائے ھوے محل مٹ گئے اور قوموں کے آباد کیے ھوے شہر ویران ھوگئے - کان لم یغنوا فیھا - لیکن اصحاب اخلاص کا ایک کلمۂ حق اور ایک نقش صدق بھي لوح عالم سے محو نہ ھوسکا - حتی کہ جو

ترتیب میں پیسا اور اسلیے گو انکا ظہور دور متاخرین میں ہوا، لیکن بہ لحاظ
مرتبہ و معارفہ کے داخل صفوف اوائل و اسلاف امۃ و مصداق منہم
و آخرون منہم لما یلحقوا بہم - اور پھر اسی لیے سلسلۂ اصلاح و تجدید
امۃ میں انکی دعوۃ خلف کیلیے واسطۃ العقد کا برزخ واقع ہوئی جو
خلف کو سلف سے جوڑتی اور اواخر پر اوائل کے فیضان و برکات کا دروازہ
کھولتی ہے - اور یہی بات ہے کہ عہد آخر کے تمام معاملات و کاروبار تجدید
و دعوۃ کی ماتحتۃ و نطقۃ الٰہی کے سپرد ہوئی - و ما احسن ما قال الشیخ
بدر الدین بن عمر المعنثی فی رسالہ رحمۃ اللہ علیہما

فلئن تاخر فی القرون لناس
فلقد تقدم فی العلوم امام !

بہر حال اصحاب تاویل و راے اور متکلمین و اتباع فلاسفہ کی بے حاصلی
و نامرادی، اور سلف امۃ و اصحاب تعارض کے مذہب حق و طریق حکمت
اور عقلیات صادقہ و کاملہ کے اثبات و نصرۃ میں امام ابن تیمیہ کے مباحث
و مقالات اور براہین و قواطع کا عالم ہی دوسرا ہے، اور افسوس امت کی
محرومی و درماندگی پر کہ صدیوں سے یہ خزائن معارف و کنوز حقائق
موجود ہیں، مگر کوئی الکاسدا و عارف پیدا نہوا بلکہ ہمیشہ غفلت و جہل
اور تعصب و جمود کی تاریکیوں میں مدفون و مجہول رکھا گیا و ہذا
اسب اول قارورۃ کسرت فی الاسلام وکم من لرئۃ قد رمز التعس و العلم عن
قوس واحدۃ ! علی الخصوص آجکل مسلمانوں میں جس فتنۂ عقائد نے سر
اٹھایا ہے، اور احکام ولو کانوا مثل ما قال الاولون وہ تمام فتنے ایک ہوکر پلٹ
آے ہیں جو عقائد اسلامیہ کے مختلف دوروں میں فرداً فرداً ظاہر ہوے تھے،
اسلیے آجکل سے تو آج معارف ان دفائن سے بڑھکر اور کوئی چیز مطلوب و
مفقود وقت نہیں - البتہ ضرورت بہت کچھ اضافہ مطالب، و تعدیل اجمال
و توضیح اشارات، و ضبط و تنقیح اسنادات و التسہیل کی ہے اور اسکا بہترین
عمل و ذریعہ امام ابن تیمیہ اور انکے اصحاب و تلامذہ کی مدونہ و سوانحات عمریہ
میں ملسکتا ہے اس حصۂ کا خاص موضوع یہی تھا لیکن اب مختصراً اشارتے

کي هے اور لکھا هے که گو ماخذ اسکا تہذیب ابن هشام هے لیکن حسن ترتیب و اضافۂ فوائد کے لحاظ سے مستحق ترجیح هے -

فصل

شیخ عماد الدین واسطي (رح) نے امام موصوف کي جس صحبت کا ذکر کیا هے تو یه مبحث منجمله آن اهم ترین مباحث شریعة اور دقیق ترین مقامات معارف کتاب و سنة کے هے ' جسکي کشف و تحقیق اور بحث و تنقیب امام ابن تیمیه کے مخصوص معارف میں سے هے - بلکه انکے منصب تجدید و امامة في الدین کا اصلي جوهر اور انکے تمام علوم و مقالات کا روح الروح اور صفوة المقال یہي مقام هے - حقیقت اگرچه سلف کے یہاں حالاً وعملاً بحد کمال موجود تھي ' لیکن قولاً وعلماً اسکو منتہا درجۂ بحث و تحقیق و وضوح تک پہنچا دینا اور بطریق جوامع و کلیات و قواعد ومقالید اسکا اثبات کرنا اور اسدرجه منقح و صاف کردینا که لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً کا جمله اسپر صادق آئے ' تو یه فضـــل مخصوص صرف امام موصوف اور آنکے اصحـــاب و تلامذه هي کے حصه میں آیا - اسي لیے امام ذهبی نے کہا " ولقد نصر السنة المحضة و الطریقة السلفیه و احتج لها ببراهین و مقدمات و امور لم یسبق الیها ' و اطلق عبارات احجم عنها الاولون و الآخرون " اور اسی لیے انکا مرتبۂ تجدید اور فاتحیة تمام مجددین و فاتحین اعصار اواخر میں سب سے بالا تر و ارفع واقع هوا - کیونکه اکثر مجددین آمة کي تجدید و دعوة متعلق اعمال وفروع کے هے ' لیکن امام موصوف کي تجدید براه راست علوم و عقائد و اصول و اساسات شریعة سے متعلق هوئي - پس جو نسبت اصل اور فرع میں هے ' وهي نسبت آنکے مرتبۂ تجدید اور دیگر مجددین آمة کے مراتب میں سمجھني چاهیے - اور پھر بسبب اکتساب فیضان نسبت جامعیة محمدیؐ ' علم و عمل کی اور تمام شاخوں اور راهوں کا بھی آنکے مقام دعوة و تجدید نے احاطه کیا ' اور اسطرح " آنچه خوباں همه دارند تو تنہا داري " کا معامله بھي واقع هوا - ذالک فضل الله

لوگوں نے اپنی محرومی و محجوبیت اور کوری و مجہولیت پر جو کچھ شہادتیں دی ہیں، پھر انکی پیروی سے کب باب معرفت تک رسائی ہو سکتی ہے؟ قلت و ما احسن القول الشاعر العارف

آں لعل گراں بہا ز کان دگرست   واں در یگانہ را نشانے دگرست

اندیشۂ ایں واں خیال مے پرست   افسانۂ عشق را بیانے دگرست

پس حقیقت وہی ہے جسکو وحی الہی اور حاملین منصب نبوۃ علی الخصوص آخرہم و اعظمہم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب و اتباع نے دنیا کے آگے پیش کیا، اور شک و ظن کی ظلمت و محجوبیت کی جگہ علوم سماویہ و نبویہ کی یقینیات و براہین کا دروازہ نوع انسانی پر کھولدیا، اور جسکے علم و عمل کا نمونہ سلف صالح و اوائل امۃ مرحومہ من السابقین الاولین من المہاجرین والانصار، والذین اتبعوہم باحسان من ورثۃ الانبیاء و خلفاء الرسل و ائمۃ الہدی، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ نے اخلاف و آخر امت کو ہمیشہ کیلیے دکھلا دیا۔ اولئک علی ہدی من ربہم و اولئک ہم المفلحون۔ شیخ موصوف کہتے ہیں کہ اس ایک ہی صحبت میں سارے پردے شکوک و اضطراب کے اٹھ گئے، اور میرے دل نے حلاوۃ ایمان و طمانیۃ کی لذت پالی۔ میرا دل بے اختیار پکار اٹھا کہ جس نور حقیقت کی جستجو میں سرگرداں و حیراں ہوں، اسکی شعاعیں امام ابن تیمیہ کے ناصیۂ امامت پر چمک رہی ہیں۔ جب وہ اس حالت سے مطلع ہوئے تو وصیت کی کہ ساری چیزوں چھوڑ کر صرف سیرۃ نبویہ کے مطالعہ اور تدبر و تفکر کو اپنے اوپر لازم ٹھہرا لو۔ دین اور ایمان کی تمام بیماریوں کیلئے یہی ایک نسخہ کافی ہے۔ چنانچہ میں نے اس وصیت کو حرز جان بنا لیا، اور جو کچھ پایا اسی کے وسیلہ سے پایا۔ اور فلاکت دنیا و آخرت سے نہیں بچا مگر اسی کے طفیل۔ انتہی

شیخ موصوف نے صرف سیرۃ نبویہ کے مطالعہ ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ کمال جد و رغبت قلب سے اس باب میں ایک خاص تالیف بھی کی، یہ رسالہ مسمی بہ الاسحاق الی اعلام ہے جسکی حافظ ذہبی نے بہت تعریف

میں انکا مسلک دوسرا تھا ' لیکن پھر دوسرا ھي رنگ چڑھگیا - اس تبدیلي کا باعث صرف امام ابن تیمیہ کي ایک صحبت ہوئي - انکي نشوؤ نماء فقہا ؤ متکلمین کي جماعت میں ہوئي تھي ' اسلیے جدل و خلاف اور کلام و راے کا اثر غالب تھا - مصر سے بغداد گئے تو وھاں خیالات میں توسیع ہوئي اور اپني حالت کا محاسبہ کیا تو یقین و طمانیۃ سے قلب کو خالی پایا - نتیجہ یہ نکلا کہ فقہاء و متکلمین کے طریق سے دل برداشتہ ہوگئے اور تصوف کی طرف توجہ ہوئي ' لیکن عامۂ متصوفین کی صحبتوں کا جو رنگ ڈھنگ نظر آیا ' اس سے طبیعت اور زیادہ مکدر ہوگئي - بالاخر دمشق آے اور امام ابن تیمیہ کي صحبت میں داخل ہوے - وہ خود بیان کرتے ھیں کہ جب پہلی مرتبہ انکي صحبت درس میں حاضر ہوا تو عجیب اتفاق ہے کہ علم کلام ھي کي نسبت صحبت تھي - امام موصوف فرما رہے تھے "دنیا میں متکلمین و فلاسفہ سے بڑھکر مضطرب و محروم اور اطمینان قلب و سرور روح کي لذت سے یکقلم نا آشناء اور کوئي گروہ نہیں" پھر مشاہیر فلاسفۂ قدماء و ارباب مقالات کے چند اقوال سناے جن میں انہوں نے خود اپنے وجود پر مجہولیۃ و نامرادي اور بد حالي و بےبصیرتي کی شہادت دي ہے - اسي سلسلے میں امام رازي کے اشعار پڑھے کہ انکي مدۃ العمر کی کاوش و تعمق اور طلب و جستجو کا ما حصل یہ تھا :

لعمري لقد طفت المعاهد کلها ۔۔۔ و سیرت طرفی بین تلک المعالم

فلم أر الا واضعا کف حائر ۔۔۔ علي ذقن ' او قارعا سن نادم

اور کہا کہ بعضوں نے اپني مدۃ العمر کے قیل و قال اور کیف و لمادا کا حاصل یہ بتلایا ہے (دراصل اشعار بالا شہرستاني کے اور آئیہ امام رازي کے ھیں)

نہایۃ اقدام العقول عقال ۔۔۔ و اکثر سعي العالمین ضلال

ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا ۔۔۔ سوي ان جمعنا فیہ قیل و قالوا

آخر میں ایک ایسے قاطع و ارفع طریق سے جو سارے شکوں کو مٹا دینے والا اور ساري بے چینیوں سے نجات دلا دینے والا تھا ' ثابت کیا کہ حق

حقیقی اتباع اسکو کہتے ہیں' اور ایسا ہوتا ہے ۔ انتہی یہ حافظ موصوف کی شہادت ہے میں کہتا ہوں کہ اسوۂ محمدی کے کامل تأسی اور علوم و معارف نبوۃ کے کامل استفاضہ کا یہی وہ مقام ہے' جسکو اصحاب اشارات نے " نسبت محمدی " سے تعبیر کیا ہے' نیز یہ " نسبت محمدی " ہے اور " نص محمدی " کا وہ استفاضۂ تامہ جسکی نسبت صاحب فتوحات نے کہا کہ امۃ مرحومہ کیلیے قطبیۃ و ختمیۃ اور ولایۃ کبری کا منتہی مرتبہ یہی ہے اور پھر یہی وہ حقیقت ہے' جسکو بعض اصحاب اصطلاح نے " اتحاد " کے مقام سے تعبیر کیا یعنی اتباع اور تعشق و تشبہ تا بہ حد کمال تفانی و استہلاک سے بحکم " المرء مع من احبہ "

عن المرء لا تسئل ' وسل عن قرینہ !

مطیع و محب کا مطاع و محبوب کے تمام صفات و خصائص سے متمثل و متخلق ہوجانا ' اور بحکم " من کان اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواہما " اور " حتی تکون ہواہ تابعا لما جئت بہ " اسدرجہ اعتقاداً و عملاً استغراق محبت رسول و ترک ما سواہ کہ بحکم ومن یطع اللہ و رسولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم الخ - کامل مرتبۂ معیت و یگانگت سے بہرۃ الدرج و فائز المرام ہونا ' اور

فاذا ابصرتہ ' ابصرتنی

کے معاملہ کا پیش آجانا نہ وہ " اتحاد " جو ملاحدۂ حلولیہ کا اتحاد ہے اور جو فی الحقیقت انسان کے تمام مخترعہ اقسام شرک میں سے اکبر و اغلظ قسم شرک کی ہے اعاذنا اللہ منہ کیونکہ فی الاصل " اتحاد " مصطلحۂ اصحاب حق و توحید کے معنی اس سے زیادہ نہیں کہ " تخلقوا باخلاق اللہ "

رشتۂ درگردنم افگندہ دوست

می برد ہرجا کہ خاطر خواہ اوست !

حافظ ابن کثیر (صاحب تفسیر) نے اپنی تاریخ کبیر " البدایۃ و النہایۃ " میں الہی شیخ عماد الدین واسطی کی نسبت لکھا ہے کہ ابتدا

c

نه علم میں نه عمل میں' نه حال میں نه اخلاق میں' نه اتباع حق اور نه شیوۂ کرم وکمال حلم میں' اور نه الله اور اسکے شعائر کے حفظ و قیام کی راہ میں - اور قسم خدا کی' همنے اپنے زمانے میں کسي کو نه دیکھا جسکے اقوال وافعال سے ندوۂ محمدي کے انوار اور اُنکي سنه کی روشنیاں چھن چھنکر نکلتي هوں - اِلا ابن تیمیه کو - اُنکو دیکھکر دل بے اختیار بول اُٹھتا هے که محمد الرسول الله صلی الله علیه وسلم کا

(بقیه نوٹ صفحه ١٤٨)

هیں - خود انکي بعض مصنفات کي اجازۃ اُنسے لي تھي' یا کسی کتاب کی سند اقرب و جید انکے پاس هوگي' اسکي اسناد حاصل کی اور اپنے شیوخ میں شمار کیا - اس بارے میں علماء سلف خصوصاً محدثین کرام کے ذوق علم کا کچھه عجیب حال رها هے - خود معاصرین باهمدگر ایک دوسرے سے اجازۃ و اسناد حاصل کرلیتے' اور کمال حق پژوهی و بے نفسی سے ایک دوسرے کو بلا تکلف اپنے شیوخ میں شمار کرتے ! - حتی که اگر اُنکے شاگردوں کے پاس بھی کسی کتاب کي سند هوتي' یا کوئي عمده اور اقرب سلسلۂ اسناد هوتا' تو بلا تامل اُنکے سامنے شاگردانه بیٹھه جاتے اور سند حاصل کرلیتے - یه معامله بڑے بڑے اکابر محدثین کي نسبت منقول هے - ابن أبي شیبه نے وکیع کا قول نقل کیا هے " لا یکون الرجل عالماً حتی یحدث عمن هو فوقه' وعمن هو مثله' وعمن هو دونه " خود امام بخاري کا قول و عمل یه تھا " لا یکون المحدث کاملا حتی یکتب عمن هو فوقه و مثله و دونه " نقله الحافظ بن حجر فی هدی الساری - دنیا کي کسي قوم کي علمي تاریخ علم پرستی کي ایسی سچي اور پاک مثالیں نہیں پیش کرسکتي -

(مصنف نے یہاں اس نوٹ کو بہت طول دیا تھا - مسوده کے آٹھ دس صفحوں تک برابر چلا گیا تھا - جناب مصنف اپنے جوش تحریر میں اسکی پروا نہیں کرتے' لیکن کئی کئی صفحوں کے نوٹوں کا هونا میرے خیال میں سخت قابل اعتراض هے' اور اصل کتاب کے مطالعه میں اس سے بے لطفي هوجاتي هے - میں نے اسقدر تذکرہ یہاں کیلیے ضروری پایا تو رهنے دیا - باقی باب پنجم میں داخل کردیا - وهاں مولانا نے اپنے والد مرحوم کے حالات تعلیم و اسناد کتب کا مفصل حال لکھا هے اور بعینه یہی مبحث وهاں بھي چھڑ گیا هے - پس ایک هی چیز کو دو جگہوں میں بیان کرنے سے کیا فائده ؟ چنانچه اس حاشیه کا بقیه بھي اسي مبحث میں ملا دیا گیا - اسطرح ایک مستقل فصل اس مبحث پر مرتب هوگئي - پبلیشر)

حقیقۃ ! " یعنی قسم خدا کی ' پھر کہتا ہوں کہ قسم خدا کی ' آسمان کے نیچے آج تمہارے شیخ ابن تیمیہ کا نظیر و مثیل کوئی دکھائی نہیں دیتا -

---

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸]

جستجو میں تمام دیار مصر و شام و جزیرہ اور نجد و حساء کی خاک چھانی - طلب سماع روایت و تلقی و تحمل علوم و احادیث میں سلف کا جو حال رہا ہے ' اسکے سامنے یہ باتیں بھی ہیچ ہیں اور وہ اپنے مواقع پر درج ہیں - فربری کا قول مشہور ہے کہ امام بخاری سے انکی زندگی میں نوے ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کی سند حاصل کی ' اور اسمیں ذرا بھی مبالغہ نہیں جس دن امام علی رضا نیشاپور میں داخل ہوے ' بیس ہزار آدمی انکی خدمت میں حاضر ہوے تاکہ صرف ایک حدیث انکے آبائی سلسلہ سے سن لیں اور اہل بیت کرام کے سلسلۂ علیہ اسناد سے مشرف و مفتخر ہوں ان بیس ہزار آدمیوں میں حافظ ابو زرعہ اور امام مسلم بھی تھے حاکم نے تاریخ میں لکھا ہے کہ اس دن نیشا پور کا عجیب حال تھا - نہ تک وقت ہزاروں آدمیوں کے ہجوم و مرور سے تمام شہر گرد و غبار میں چھپ گیا - راستوں میں راہگیر ایک دوسرے کو سجھائی نہیں دیتے تھے !

رشک آیدم نہ روشنی دیدہ ہاے خلق
دانستہ ام کہ از اثر گرد راہ کیست !

امام ابن تیمیہ حافظ ذہبی کے شیوخ کتب میں سے ہیں حافظ موصوف نے معجم شیوخ میں لکھا ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل اور مصنفات قاضی ابو یعلی و ابن بطہ و ابن ملدۃ وغیرہم اکابر حنابلہ ' اور بعض دیگر مصنفات ستۃ کی اجازت قراۃ و سماع کے ساتھہ میں نے ابن تیمیہ سے لی ہے اسکے علاوہ خود امام موصوف کی تمام مصنفات کی اجازت و اسناد بھی حاصل کی ہیں - الفقہ میں سب سے پہلے امام ابن تیمیہ کی اجازۃ جمیع مصنفات کیلیے درج کی ہے انکا ایک مشہور رسالہ رفع الملام عن الائمۃ الاعلام ہے - اسکو انہے قلم سے لکھا ہے اس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں " سمعت ہذا الکتاب علی مولفہ سیدنا الامام العلامۃ الاوحد شیخ الاسلام ' و مفتی الفرق ' قدوۃ الامۃ ' اعجوبۃ الزمان ' تقی الدین ' سید العباد ' ابی العباس احمد بن تیمیہ رضی اللہ تعالی عنہ " - حافظ عماد الدین الواسطی بھی (جنکا ذکر متن کتاب میں آیا ہے) حافظ ذہبی کے شیوخ کتب میں سے

ما رأينا في عصرنا هذا من تستجلی النبوة المحمدية و سنتها من اقواله و افعاله الا هذا الرجل - يشهد القلب الصحيح ان هذا هو الاتباع

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸]

اجازہ و مناولۃ تا مصنفین حاصل کیا ہو - یا خود معاصرین و شیوخ میں جو لوگ صاحب مصنفات معتبرہ ہوتے تھے ' انکی مصنفات کو خود انکے سامنے جزءً یا کلاً پڑھتے اور سنتے تھے ' اور فوائد و تشریحات متعلقہ کے اخذ و سمع کے بعد بہ شرائط املاء و اجازۃ و مناولۃ انکی سند حاصل کرتے تھے - یہ معلوم ہے کہ کسی مصنف کی کتاب کا بطور خود مطالعہ کرلینا اور ہے ' اور خود مصنف سے اسکو سننا اور اسکے غوامض و مبانی و تشریحات کا حاصل کرنا اور ہے - " تعلیم روایت " سے مقصود یہ تھا کہ قران حکیم اور احادیث و آثار و وقائع کو حسب طریق محدثین بہ سلسلۂ اسناد تا بہ صاحب قران و حدیث صلی اللہ علیہ و سلم' یا تا بہ حاضر و سامع حاصل کرنا ' اور ایسے شیوخ حدیث سے شرائط مقررۂ محدثین کے مطابق روایت کا سننا اور تحمل جنہوں نے لقاؤ سماع و تصافح وغیرہ مختلف طریق اسناد سے روایات صحاح و مسانید و معاجم و کتب مشہورہ کو اخذ کیا ہو - اس طریق تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے اکابر و اعاظم علوم آخر عمر تک سند اقرب و جید کی جستجو میں رہتے تھے اور اسکی طلب میں سفر و غربت کی بڑی بڑی محنتیں اور قربانیاں گوارا کرتے تھے - " اقرب " یہ کہ سند کتاب و روایت میں از اصل مبدء تا بہ شیخ کم سے کم واسطے ہوں - " جید " یہ کہ سلسلۂ اسناد کے اشخاص علم و معرفۃ اور حفظ و اتقان اور کثرت تلامذہ و شیوخ و شہرت و اعتماد کے اعتبار سے ممتاز ہوں - بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ ایک اہل علم کو کسی کتاب یا حدیث کی متعدد اسناد حاصل ہیں لیکن معلوم ہوا کہ فلاں معاصر کے پاس انہی چیزوں کی سند ایسے سلسلوں سے ہے جس میں ایک واسطہ کم ہے' یا واسطۃ العقد کوئی مشہور و ممتاز شخص ہے' تو صرف اتنی سی بات کیلیے ممالک بعیدہ کا سفر اختیار کرتے یا مراسلۃ کی راہ نکالتے تھے ' اور اس سند کو حاصل کرکے چھوڑتے تھے - حافظ سخاوی نے مسند امام احمد کی ایک ایسی سند کیلیے جسمیں انکی حاصل کردہ سند سے ایک واسطہ کم تھا ' مصر سے عراق تک سفر کیا - اور حافظ ذہبی خود لکھتے ہیں کہ صحاح کی اقرب ترین اسناد کی

كرماً و حلماً ، و قياماً في حق الله تعالى عند انتهاك حرماته " قريب قريب ایسے هي الفاظ هیں - اسکے بعد پهر ایک موقعه پر لکهتے هیں " و والله

[بقیه نوٹ صفحه ١٤٨]

مرویات کو بطور تصنیف کے مرتب کرنے لگے اسطرح که حلقهٔ درس میں مطالب و مسائل املاء کرتے اور ساتهه ساتهه لکهتے بهي جاتے یا پہلے مجموعه مرتب کرلیتے اور پهر اُسي کو املاء کرتے ابو علي قالي نے قرطبه میں اپني مشہور کتاب الامالي مرتب کي اور جامع زهراء میں اسکے مطالب کا املاء کیا - اس دور کے اصحاب تصنیف جب کبهی بولتے هیں " أمللت هذا الکتاب " یا " أمللت بحفظي " یا اس جیسے وغیره میں اکثروں کي نسبت دیکهوگے " أملي کتاب فلان " یا " أملی کتابه " تو اس سے یہي مقصود ہے آجکل کے بعض ارباب جرائد و رسائل نے اسکا مطلب نہیں سمجها اور اس قسم کي تصریحات سے بالکل غلط استدلال کر دیے دراصل " ملل " اور " املاء " کے معني پڑهنے اور بیان کرنے کے هیں بعض اصحاب لغة نے " ملة " کو بهي " أمللت الکتاب " سے ماخوذ بتلایا ہے سورهٔ بقره میں ہے ولیملل الذي علیه الحق اور فان کان الذي علیه الحق سفیهاً او ضعیفاً او لا یستطیع ان یمل هو فلیملل ولیه بالعدل اور سورهٔ فرقان کے اوائل میں قرآن کے نزول و تلاوت کي نسبت کفار کا قول نقل کیا و قالوا اساطیر الاولین اکتتبها فهي تملی علیه بکرة و اصیلا - بہرحال ادب و حدیث میں طریق جمع املاء اور تمام علوم سے زیاده رائج و معمول تها البته محدثین کے یہاں " املاء " ایک مخصوص اصطلاح هوگئي - انهوں نے " سماع من لفظ الشیخ " کي دو مختلف قسمیں " املاء " اور مجرد " تحدیث " کو قرار دیا ہے اور یه منجمله اقسام ثمانیهٔ تحمل حدیث عند المتاخرین (مثلاً قراة و اجازه و مناولة و وجاده وغیرها) ایک خاص اور اعلیٰ قسم ہے کما صرح به الحافظ ابن الصلاح فی النوع الرابع و العشرین - دوسری قسم " تعلیم کتب " ہے - اس سے مقصود یه تها که جب مبادي و اوائل علوم کي تعلیم سے فارغ هوجاتے تهے تو پهر آئمهٔ علوم کي معتبر و معتمد کتابوں کو تصحیح الفاظ و معاني و ضبط و اتقان غرائب و مشکلات و تشریح مطالب و غوامض کے ساتهه ایسے شیوخ و اساتذه کے سامنے پڑهتے اور سنتے تهے جنهوں نے انهی شرائط کے ساتهه اُن کتابوں کو بسلسلهٔ املا و

صاحب البلغه في الفقه باعتبار علم کے شیخ العصر اور باعتبار عمل و زهد و ورع کے بڑے بڑے اهل الله اور اصحاب طریقت کے ممدوح و مقصود تھے - حافظ ذهبي نے أنکو اپنے شیوخ کلب (۱) میں سے شمار کیا ہے - کتاب المشتبه میں أنکا ذکر ان لفظوں میں کرتے هیں " قال شیخنا القدوة عماد الدین الحزامي " یہي حافظ عماد الدین ایک رساله میں جو اصحاب و تلامذۂ ابن تیمیه کے نام لکھا تھا ' لکھتے هیں " و الله ثم و الله' لم یرتمس ادیم السماء مثل شیخکم ابن تیمیه علماً و عملاً ' و حالاً و خلقاً و اتباعاً ' و

(۱) " شیوخ کذب " کا صحیح مطلب سمجھ لینا چاهیے - اوائل میں تعلیم صرف درس و املاء ' روایت و تحدیث ' اور صحبت و حضور مجالس میں محدود تھي - أسکے بعد تدوین علوم و ترتیب کتب کا دور شروع هوا - اسلیے تعلیم و تحصیل کي بھي مختلف صورتیں اور قسمیں پیدا هوگئیں - ازانجمله تین صورتیں هیں جنکے لیے گو خاص الفاظ وضع نهیں کیے گئے مگر انضباط و امتیاز کیلیے اگر أنکو تعلیم علوم ' تعلیم کتب ' اور تعلیم روایات سے تعبیر کیا جاے تو بهتر ہے - " تعلیم علوم " سے مقصود وهي طریق اصلی و قدیم که بذریعۂ درس و املاء (لکچرر) شیوخ سے علوم کي تحصیل کرنا - تمام فنون آلیه اور مهات علوم عربیة و قرآن و سنة کي تعلیم پہلے اس طریق سے حاصل کر لی جاتی تھي - آلمۂ علوم کي کتب امالی ایسے هی مجامع درس و املاء کے نوٹس یا لکچرز هیں - منتهیوں کیلیے اسمیں کسي مخصوص علم کی قید اور خصوصیت بھي نه تھي - اکثر اوقات اساتذۂ علوم حسب وقت و حضور افکار مختلف علم و فن کي ملي جلي صحبتیں جاري رکھتے تھے - قاضي ابو یوسف کي امالي مخصوص نه فقه ہے ' لیکن زجاجي ' ابو علی القالي ' سید مرتضي ' قاضی عبدالجبار ' ابن فارس و غیرهم کے جو دواوین املاء اب نکل آئے هیں ' اسمیں تفسیر ' لغة ' ادب ' تاریخ و وقائع ' مغازي و ملاحم وغیرها مختلف مباحث و مطالب پائے جاے هیں - البته ابو علی قالي اور زجاجي وغیرہ کے یہاں غالب صحبت لغة و عربیة کي ہے - ابتدا میں ان مجامیع کی بنیاد یوں پڑي که تلامذہ اپنے حفظ و یاد داشت کیلیے اساتذہ کے تمام امالی یا أنکا خلاصه لکھ لیا کرتے تھے - لیکن آگے چلکر یه چیز اسقدر مقبول هوئي که اقسام تصنیف میں سے ایک خاص قسم بنگئي ' اور خود اساتذۂ و علماء فن اپني

محدث کو ابن تیمیہ نہیں جانتے وہ محدث ہی نہیں! اور معجم شیوخ میں لکھتے ہیں " نصر السنة المحفوظة حتی اعلی اللہ تعالی منارہ وجمع قلوب اهل التقوی علی محبته " یہ " سنة محفوظه " کا علم و عمل ہی وہ نعمت عظمی ہے جو اعمال نبوۃ کا دروازہ کھولدیتی ہے حافظ مزالي کا قول شاید اوپر گزرچکا ہے " ما رأینا احداً اعلم لکتاب اللہ و سنة رسوله و لا اتبع لهما منه " ہم نے ابن تیمیہ سے بڑھکر نہ کسی کو کتاب و سنة کا عالم دیکھا اور نہ عامل سبحان اللہ کیسے جامع و مانع لفظوں میں تعریف کی ہے کہ اس آدھی سطر کے اندر وہ سب کچھہ آگیا جو ابن تیمیہ کی نسبت کہا جاسکتا تھا ایسے ممدوح کیلئے ایسے ہی مداحوں کے علم و زبان کی ضرورت تھی پس یہ چیزکہ کمال علم کتاب و سنة کے ساتھہ کمال عمل کتاب و سنة بھی جمع ہوجائے ' وہ فضل مخصوص ہے جسکے بغیر نبوۃ کا پورا پورا علمی و عملی ورثہ نہیں ملسکتا گو بقدر استعداد و استحقاق ہر سالک طریق کے حصے میں کچھہ نہ کچھہ ضرور آتا ہے معاصرین اس یتیمه کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ اس وراثت میں حصہ نہیں رکھتے ہیں ؟ لیکن ورثہ کا پانا دوسری چیز ہے اور وہ کامل اور پوری پوری وراثت دوسری چیز ہے جس پر خلافت و نیابت اور جانشینی و قائم مقامی کا لقب صادق آجائے و لنعم ما قیل ,

سویدای بیداری همت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ جو گوہر نہوا تھا !

اور یہ جو کہا ' یہ صرف جوش عقیدۃ کی مداحی نہیں ہے ' بلکہ آپکے معاصرین میں جو لوگ صاحب نظر و نقد ہیں ' خود آنکی زبانوں سے بعینه یہی حقیقت نکل چکی ہے حافظ ابو العباس عماد الدین واسطی العراقي

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۵]

کی رائے اس تقریظ پر موقوف نہیں انکی شیفتگی و ارادت کا جو حال ہے وہ درۃ مضیه سے ظاہر ہوتا ہے جسمیں نہایت شرح و بسط سے ترجمہ لکھا ہے ' اور معاصرین کی شہادتیں انکے فضل و کمال مخصوص پر جمع کی ہیں -

علوم سنة کے استحضار اور اُنسے دلائل و براهین کے استنباط میں اُنکا رسوخ و احاطه عجیب و غریب ہے - یہانتک که انپر یه بات صادق آتی ہے که جس

[بقیه نوٹ صفحه ۱۴۵]

علاوہ تذکرۃ الحفاظ میں بالاختصار اور تاریخ الاسلام کبیر میں بالتفصیل تذکرہ کیا ہے اور خصوصیت کے ساتھہ اُنکے ابتلاؤ محن اور وقعات مصریه و شامیه کے حالات لکھے ھیں - امام موصوف کی ایک مشہور کتاب منہاج السنه ہے - اُسکو اُنہوں نے مختصر کیا تھا - اُسکے دیباچه میں بھی مفصل ترجمه درج کیا ہے - علاوہ بریں ابن تیمیه کی اکثر مصنفات اپنے قلم سے لکھی ھیں ' اور اُنکے آخر میں یه ظاهر کرتے ہوے که " میں نے خود مصنف سے به شرائط قراۃ و سماعۃ انکی اجازت لی" مختصراً تذکرۂ حالات و مناقب بھی کر جاتے ھیں - من احب شیأ اکثر ذکرہ - قول مندرجۂ متن معجم کبیر میں ہے - حافظ ابن ناصر الدین شافعی نے الرد الوافر میں اور حافظ عسقلانی و سیوطی نے درر کامنه اور طبقات الحفاظ میں یه تمام اقوال یکجا کردیے ھیں - نیز حافظ ابن قدامه و حافظ عماد الدین واسطی اور ابو حفص بزار وغیرہم نے سیرۃ ابن تیمیه میں - اور واضح رہے که صرف حافظ ذھبی ھی کا یه حال نہیں ہے - الرد الوافر میں تقریباً ایک سو اکابر و مشاهیر عہد و قریب العہد کے اقوال نقل کیے ھیں جنہوں نے بالاتفاق اُنکے مجتہد مطلق' امام العصر' نادرۃ الدهر' نابغۃ الاسلام ' اوحد الزمان' مجدد کتاب و سنۃ ' محی المله ' انموذج الخلفاء الراشدین ' آخر الائمۃ المجتہدین ' معنی العرق ' الامام فی کل علم و فن ' اعجوبۃ علماء القرون الوسطیٰ' ہونے کا ایسے لفظوں میں اعتراف کیا ہے جن سے زیادہ توصیف و تمجید کے الفاظ نہیں ہوسکتے ۔

نه من براں گل عارض غزل سرایم و بس
که عندلیب تو از هر طرف هزار انند !

یه حال تو معاصرین اور قریب العہد علماء کا ہے - بعد کے مورخین کا یه حال ہے که الرد الوافر پر مصر و شام کے مشاهیر علماء و ائمۂ عصر نے تقریظیں لکھی ھیں - اُن میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی عینی حنفی شارح بخاری بھی ھیں - قاضی عینی لکھتے ھیں که جو شخص ابن تیمیه کے مراتب عالیۂ علم و عمل و اجتہاد و امامۃ سے انکار کرتا ہے وہ یا تو مجنون لاتعقل ہے' یا کمال سفیه و بلید ' یا سخت شریر و حسد - حافظ عسقلانی

ذهبي نے اُنکے حالات میں اشارہ کیا کہ " ولقد نصر السنة المحضة والطريقة السلفيه ' واحتج لها ببراهين ومقدمات وامور لم يسبق اليها واطلق عبارات احجم عنها الاولون والاخرون " یعني ابن تیمیه نے سنة محضه اور طریقة خالصهٔ سلف واوائل کي حمایت کي' اور اسکے لیے ایسي دلیلوں اور مقدموں سے احتجاج کیا جو اسے پہلے کسي سے بهي بن نه آے - یه جو کها که " نصر السنة المحضة " تو ایک عجیب نکته کهدیا اورگویا ابن تیمیه کي پوري سوانح عمري بیان کردي - یہي وہ فصل مخصوص ہے جو ذهبي و برزالي و مزي و ابن دقیق العید جیسے شیوخ عہد کے سروں کو بهي ابن تیمیه کے سامنے اطفال مکاتب کی طرح جهکا رہا ہے - صدر اول کے بعد سے هدي سنة کا معامله بہت نازک ہوگیا ' اور ایک راہ " اتباع سنة " کي ہوگئي اور انک اتباع " سنة خالص و محض" کي' والقصة تطولها تو اُس عهد میں علم وعمل سنة والے ضرور تے مگر " سنة محضه وخالصه " کا مقام صرف ابن تیمیه هي کو ملا تها ' اور اسي کمال نسبه وتخلق بصفات نبوة اور بے میل وبے داغ اتباع وتمثیلي سنة نے انکو اعمال نبوة کي وراثت کامله ونیابة حقه کے منصب ارفع واعلیٰ پر پہنچا دیا تها

اے گل به تو خورسندم ' تو بوے کسے داري !

یہي حافظ ذهبي ایک دوسرے موقعه پر لکهتے هیں " وهو عجیب في استحضار السنة واستخراج الحجج منها بحيث يصدق عليه ان يقال كل حديث لا يعرفه ابن تيمية فليس بحديث ولكن الاحاطة لله تعالى " (۱) یعني

---

(۱) حافظ ذهبي نے امام ابن تیمیه کا ترجمه سات سے زیادہ مرتبه پر لکها ہے هر علم پر پوري تفصیل سے حالات لکهتے هیں اور معلوم هوتا ہے که لکهتے هوئے جوش ارادت واضطراب عقیدة سے بیخود هو هو جاتے هیں سب سے زیادہ مفصل بیان معاجم میں کی ہے - یعني معجم کبیر' اوسط ' صغیر- اور چونکه به لحاظ اخذ سنه واجازت مسند امام احمد ' وسماعة روایات ' وقراة مصنفات ' امام ابن تیمیه کے شاگردوں میں داخل هیں اسلیے اپنے معجم شیوخ میں انکے حالات لکهے هیں ان کتابوں کے

کچھہ سمجھہ لیتا اور پرکھہ لیتا ہے ' اُسی طرح جماعت و ملت کے تمام امراض جدیدۂ و مزمنہ اور ظاہرۂ و مخفیہ کا نباضِ ہونا ' اور انسان کي ذہني و نفسي اور روحاني و معنوي بیماریوں کو بہ یک نظر نفرس پہچان لینا ' اور ٹھیک ٹھیک اُنکي حالت و استعداد اور مقتضیات کے مطابق درجہ بدرجہ علاج کرنا ' اور ہر مریض کو اُسکي حالت کے مطابق نسخہ دینا ' اعمال مہمۂ و مختصۂ نبوۃ میں سے ہے ' اور یتلو علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة میں " یزکیهم " اُسي جانب اشارۃ ' پس انبیاء کرام کے بعد یہ مقام صرف اُنھي نفوس خاصہ کو حاصل ہو سکتا ہے جو اُسوۂ حسنۂ نبوۃ اور اخلاق و صفات نبویہ کے کامل تأسي اور سنۃ سنیۂ خالصۂ و محصنہ کے کمال اتباع و تفاني سے وراثت و نیابت انبیاء و رسل کے مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں ' اور معالجۂ نفوس ' و تداوي ارواح و قلوب ' و طبابۂ اقوام و ملل کے تمام اسرار و خفایاء اُنپر اِس طرح کھل جاتے ہیں کہ بقول صاحب تفہیمات " گویا ہمہ را میان ہر دو چشم خود متمثل و متشبح مي بینند ' و نہ از چشم بصیرۃ بلکہ از چشم سر مشاہدہ می کنند " کا مقام کشف و رفع حجب حاصل ہو جاتا ہے - حضرۃ شیخ جیلاني رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں اسی کي طرف اشارہ کیا ہے " ھم حراس القلوب ' جو اسیس الارواح ' الامناء علی السرائر و الخفیات ' المطلعون علی ما اضمرت بواطن العباد ' و انطوت علیه النیات " وہ دلوں کے نگران و نگہباں ' روحوں کي جاسوسي کرنے والے ' رازوں اور بھیدوں کے خزانچی ' اور سینوں کے اندر کي چھپی ہوئي باتوں اور دلوں کي تہہ کي نیتوں کی خبر رکھنے والے لوگ ہیں !

تو اگرچہ اُس عہد میں بڑے بڑے اصحاب علم و عمل موجود تھے ' مگر " علیم بادواء النفوس " اور " الطبیب المجرب " ہونے میں اُنکا کوئی حصہ نہ تھا ' اور کچھہ تھا تو مرتبۂ قوۃ نظري سے قوۃ عملي تک نہیں پہنچا تھا - و ذلک من عمل الدعوۃ - یہ بات صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ ھی کے حصے میں آئی تھی ' اور ہر عہد میں صرف ورثاء و نقباء دعوۃ و اصحاب عزائم و تجدید ھي کے حصے میں آتي ہے - یہی چیز ہے جسکي طرف حافظ

و قد علم الرحمن أن زماننا * تشعب فيه الرأى اى تشعب
فجاء بحبر عالم من سراتهم * لسبع مئين بعد هجرة يثرب
يعلم قناة الدين بعد اعوجاجها * و ينقذها من منطقة المتعصب
وجاهد في ذات الا له بنفسه * و بالمال و الاهلين و الام و الاب
و من رام حصراً درنه اليوم في الورا * فذاک الذي قد رام علقاء مغرب
عليم بادواء النفوس يسوسها * بحكمته فعل الطبيب المجرب

آخري شعر محض شاعرانہ مداحي نہيں ہے - ايک نہايت هي دقيق نکته کی طرف اشارہ ہے - " عليم با دواء النفوس " اور " بحكمته فعل الطبيب المجرب " يعني مقام نبوة کي وراثت و نيابة كامله يه بات كه جس طرح ايک طبيب حاذق هر طرح کي بيماريوں اور انکے اسباب و آثار و نتائج کو جانتا ' اور هر عمر و مزاج کے بيماروں کا علاج کرتا ' اور کمال حذاقت و فراستِ طبيه کی وجه سے صرف چهرہ ديکهکر يا نبض پر انگلياں رکهکر سبب

[بقيه نوٹ صفحه ۱۴۲]

نہيں " و لو فتحنا هذا الباب و اخذنا بقول المعاصرين بعضهم في بعض لما سلم لنا احد من الائمه بل اجل الصحابة و التابعين " اور يه بالکل حق ہے - امام ابن عبد السلام کا قول اگر حافظ ابن الصلاح کی نسبت هم قبول کرلیں اور حافظ ابن صلاح کا ابن عبد السلام کي نسبت ' يا حافظ سيوطی کي رائے حافظ سخاوی کی نسبت مان لي جائے اور حافظ سخاوی کي سيوطی کی نسبت ' تو اسکا نتيجه صرف يہي نکلے گا کہ هم دونوں سے بدظن هو جائينگے ' حالانکه دونوں کمال حسن ظن و اعتقاد کے مستحق هيں بڑے بڑے اعاظم علم و عمل کو اس بارے ميں لغزش هوئي ' اور هم کو يقين ہے که انکی خدمات کثيرة و عظيمهٔ علم و عمل کے مقابلے ميں يه لغزش ضرور بخشدي جائيگي - هم نے مانا کہ عام و يہي دستان عمل کو زيب نہيں ديتا که ان ميں سے کسی کی نسبت بهي حرف بد نکاليں يا انکے ادب و تعظيم ميں مبالغه کريں - جنہوں نے اسرفدان کدلي نهيں انہوں نے انکے منهی منی کی دبی ديہلي ليکن همارے دامن ميں بجز گرد و خاک کے اور کيا ہے ؟

ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذين سبقونا بالايمان ؛ و لا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا !

۱

غور کرنا چاہیے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جسکو یہ سب بھی نہ پاسکے ؟ اسکو خود شیخ ابو حیان نے امام ابن تیمیہ کی ایک مجلس دیکھتے ہی کہدیا تھا (۱)

قام ابن تیمیۃ في نصر شرعتنا * مقام سید تیم اذ عصت مضر

فاظهر الحق اذ آثاره درست * و أخمد الشر اذ طارت له شرر

كنا نحدث عن حبر یجئي فها * انت الامام الذي قد كان ینتظر

تو یہ جو کہا کہ " مقام سید تیم " اور " انت الامام الذي قد كان ینتظر " سو یہی وہ چیز ہے کہ اوروں کو سب کچھہ ملا تھا مگر یہ چیز نہیں ملی تھی اور یہی ہے کہ ہمیشہ سیکڑوں ہزاروں اصحاب طریق میں سے کسی ایک رجل الرجال ہی کے حصے میں آتی ہے - شیخ نجم الدین اسحاق نے اپنے مشہور بائیہ میں بھی اسی چیز کی طرف اشارہ کیا تھا ·

---

(۱) یہ وہی ابو حیان امام النحو و الادب ہیں جنکی تفسیر بحر المحیط اور اسکا مختصر نہر مصر میں چھپ گیا ہے - حافظ عسقلانی نے درر میں ذہبی سے نقل کیا ہے کہ جب امام ابن تیمیہ مصر گئے تو شیخ ابوحیان سے ملاقات ہوئی - پہلی ہی مجلس میں اسدرجہ معترف ہوے کہ فی البدیہہ اشعار مذکورۂ متن انکی مدح میں کہکر سنائے' اور کہا " و الله ما رأت عینای مثل هذ الرجل " لیکن بعد کو صحبت سازگار نہ ہوئی - نحو کے کسی مسئلہ کی نسبت ابو حیان نے سیبویہ کا حوالہ دیا - ابن تیمیہ نے کہا - یہ سیبویہ کی اُن اسی غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے جو اُس نے قرآن کے متعلق کی ہیں - و ما كان سیبویہ نبی النحو و لا معصوماً - اسپر ابو حیان نہایت بر افروختہ ہوے اور پھر آخر تک مخالف رہے - حافظ عسقلانی لکھتے ہیں " و صدر ذلک ذنبا لا یغفر " یہی وجہ ہے کہ تفسیر میں ایک موقعہ پر امام ابن تیمیہ کا ذکر اسطرح کیا ہے جس سے نہایت نفرت و مخالفت ٹپکتی ہے - کیا خوب فرمایا حبر الامۃ حضرۃ ابن عباس نے " استمعوا علی العلماء و لا تصدقوا بعضهم علی بعض ' فو الذي نفسي بیده' لهم اشد تغایرا من التیوس فی زروبها " و قال بعض الائمة - " یوخذ بقول العلماء فی كل شی الا قول بعضهم فی بعض " حافظ ابن عبد البر نے کتاب العلم میں یہ اقوال نقل کیے ہیں' اور حافظ ذہبی نے قول العلماء بعضهم فی بعض پر ایک رسالہ لکھا اور کہا کہ معاصرۃ سے بڑھکر علماء کیلیے کوئی ابتلاء

تو وہ جو ایک چیز ہے کہ " آنے دارد " اسکے لیے کسی کا صرف خوبصورت ہونا ہی کافی نہیں۔ خوبصورت تو ہزاروں ہوتے ہیں مگر " آن " رکھنے والے چشم و ابرو لاکھوں خوباں روزگار میں بھی ڈھونڈھے نہیں ملتے۔ اور اگر مل جاتے ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ فطرۃ کی بڑی ہی فیاضی بلکہ غیر موقع اسراف ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے عہد میں حسینوں اور خوبروؤں کی کمی نہ تھی۔ معاجم ذہبی اور درر کامنہ عسقلانی سے اگر اس عہد کے صرف ایسے علماء کبار کی ایک فہرست طیار کی جائے جو اپنے تبحر اور کمال علم و عمل کی بنا پر آئمۂ عصر و اساطین علوم تسلیم کیے گئے تو انکی تعداد سو سے بھی یقیناً متجاوز ہوگی۔ صاحب الرد الوافر نے صرف ان علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے شیخ الاسلام کے مرتبۂ اجتہاد مطلق و امامۃ فی الدین اور تجدید و احیاء شریعت کا اعتراف کیا۔ ان میں سے صرف معاصرین کو چھانٹ لیا جائے تو ساٹھ ستر سے کم نہونگے۔ یہ سب یقیناً حسین تھے۔ اور بعض کی حسن و رعنائی پر تو ایک رسالہ فریفتہ و شیدا ہوا اور کتنے ہی حسینان روزگار نے ایسے دلربائی و دلاویزی کے بھید اور نکتے سیکھے۔ تاہم اسکو کیا کیجیے کہ وہ جو ایک چیز حسن و خوبروئی سے بھی بلند تر ہے، یعنی عزیمۃ دعوۃ و تشبہ بالانبیاء کی شان و آن، تو اسکے لیے، صرف حسن طلعت و بلندی قامت ہی کافی نہیں۔ ان باتوں کے علاوہ بھی کچھ اور ہونا چاہیے۔ اور وہ اس عہد میں صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہی کے حصے میں آیا تھا

ہزار نکتہ دریں کار و بار دلداری ست
کہ نام آں نہ لب لعل و خط زنگاری ست!

حافظ برزالی، ابو الحجاج مزی، ابن سید الناس، ابن دقیق العید، ذہبی، ابن نصر مقدسی، ابو حیان صاحب تفسیر، ان خوباں عہد کے حسن و جمال پر کون نام دھر سکتا ہے؟ لیکن وہ سب یک زبان ہوکر کہتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ کا سا جمال ہماری آنکھوں نے دوسرا نہیں دیکھا اور انکا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ ہم جیسے انکی تعریف و توصیف کریں۔ تو

یا اُس نادرۃ الدھر کی بے ھمتائیوں کا یہ حال تھا کہ جو نظر پڑتی تھی بے ساختہ یہی کہہ اُٹھتی تھی - سورج کو کڑوروں آنکھیں دیکھتی ھیں ' لیکن ھر آنکھہ کو یہی نظر آتا ھے کہ روشن ھے - یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ روشن نہیں ؟ پریوں کے وجود میں لوگوں کو اختلاف ھے لیکن خوبصورت انسانوں کے بارے میں سب کی رائیں متفق ھیں - ایک حسین چہرے کو جو دیکھیگا ' وھی کہیگا جو سب کی زبانوں سے نکل رہا ھے :

این نگاھیست کہ شائستۂ دیدارے ھست !

مشہودات و محسوسات میں ھمیشہ تمام ارباب انظار و احساس یک حکم و یک زبان ھوتے ھیں - یہاں اختلاف کی گنجائش نہیں - الا یہ کہ کوئی اندھا یا فاتر الحس ھو - سو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے عہد میں بھی ایسے لوگ تھے جنکی نظروں پر تعصب و نفسانیت یا جہل و تقلید کا حجاب پڑ گیا تھا ' پس اُنکو وھی نظر آیا جو بند آنکھوں کو نظر آ سکتا ھے :

و ما ضر نور الشمس ان کان ناظراً * الیها عیون لم تزل دهرها غمضا

لیکن اُنکا یہاں ذکر نہیں - اصحاب بصارت جتنے تھے ' ان سب نے بالاجماع یہی کہا " ما رأینا مثله و لا رای هو مثل نفسه " اور یہی وہ خصائص بینۂ و باھرہ مقام تجدید و نیابۃ نبوۃ کے ھیں جنکی نسبت بار بار کہہ رھا ھوں کہ بڑے سے بڑے سر کو بھی وھاں جھکے بغیر چارہ نہیں :

وانک شمس و الملوک کواکب اذا طلعت لم یبد منهن کوکب !

تم جانتے ھو کہ ایک چیز خوبصورتی ھے ' اور ایک چیز اُس سے بھی بڑھکر ھے جسکے لیے زبان کچھہ نہیں کہہ سکتی لیکن آنکھہ سمجھتی اور ذوق پہچان لیتا ھے - خواجہ حافظ نے اسکو " آن " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے :

شاھد آن نیست کہ موے و میانۓ دارد
بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

اور پھر جب بالکل مجبور ھوگئے تو اشارہ کرکے چھوڑ دیا :

این کہ می گویند " آن بہتر ز حسن "
یار ما " این " دارد و " آن " نیز ھم !

حافظ ابو الحجاج مزي صاحب تہذیب جس مرتبہ کے امام الحدیث تھے ' اُسکا حال امام ذھبي کي مصنفات خصوصاً تذکرہ و معاجم اور طبقات کبری سبکي سے معلوم ھوسکتا ھے - انکے تمام معاصرین اسپر متفق ھیں کہ وہ نہ صرف جرح و تعدیل رجال کے امام تھے بلکہ اِس فن کے اماموں کے امام ' ھزاروں انسانوں کي ثقاھت و عدم ثقاھت - کا فیصلہ اُنکے منصۂ علم میں تھا - تا ھم ھمہ یہ مقامات اور ھیں ' اور نسبت نبوۃ ' و نیابۃ کاملۂ منصب رسالۃ ' و عزیمۃ دعوۃ کبری ' و تشبہ و تخلق بالانبیاء کا مقام دوسرا ھے - وہ تو اُس عہد میں صرف اس نعمہ ھي کیلیے تھا چنانچہ خود انکو بھي وھي کہنا پڑا جو اُس عہد کے تمام اصحاب حق نے کہا تھا " ما رایت مثلہ ولا رای ھو مثل نفسہ ' و ما رایت احداً اعلم بکتاب اللہ و سنۃ رسولہ و لا اتبع لھما منہ " انہ میں نے اُنکا مثل دیکھا ' اور نہ خود انھوں نے کسي کو اپنا ھمتا پایا - اور نہ میں نے کسي شخص کو اُنسے زیادہ کتاب و سنۃ کا علم رکھنے والا اور کتاب و سنۃ کا اتباع کرنے والا دیکھا ! حافظ موصوف نے ایک اور موقعہ پر کہا " لم یر مثلہ منذ اربع مائۃ سنۃ " چار سو برس سے ایسا باکمال پیدا نہیں ھوا

قمریاں پاس غلط کردہ خود مي دارند
ورنہ یک سرو دریں باغ بہ اندام تو نیست

یہاں ایک بات قابل غور ھے " ما رایت مثلہ و لا رایي ھو مثل نفسہ " یہ جملہ اُنکے اکثر معاصرین کي زبان پر بعینہ جاري ھوا ھے - ذھبي اور مزي کي زبانیں سن چکے - حافظ برزالي اور ابن حجي سے ایسا ھي منقول ھے - شیخ عماد الدین واسطي ' ابن سید الناس ' ابن نصر مقدسي ' ابن دقیق العید وغیرھم نے یہي کہا - الرد الوافر اور قول الجلي کے دیکھنے سے معلوم ھوتا کہ تقریباً سیہوں نے بعینہ اسي جملے کو دھرایا ھے - اس سے معلوم ھوا کہ یا تو کسي عارف و جوھر شناس نے اُنکے وصف میں سب سے پہلے یہ جملہ کہا تھا ' لیکن کچھہ ایسا صحیح و موزوں واقع ھوا کہ تمام با کمال عہد کي زبانیں پر خود بخود جاري ھوگیا

حاملہ بود کہ بر قامت او دوختہ بود !

حسب کو راہ عزیمت دعوت، و تجدید و احیاء ملت، و رفع اعلام سنت، و اخماد شرور بدعت، و کشف و ابراز معارف مستورۂ کتاب و سنت، و تراجمی و حماتی معارف و حکمہ نبوت، و اظہار ینابیع حکمت من الکتاب و السنۃ، و جہاد فی سبیل اللہ بالسیف و القلم و اللسان میں صرف اپنے عہد ہی جابرہ دعا، اور علوم و اعمال وہبیہ و معارف الٰہی کی نشانیوں ہی تنہا دکھا گئے ہوئے جہاں اُنکے اقران و معاصرین کے وہم و تصور کی بھی رسائی نہیں - حتی کہ خود اُنکے معاصرین کو یک زبان و یک قلم ہو کر اعتراف کرنا پڑا " ما رأینا مثله و انه ما رای مثل نفسه " نہ تو ہماری آنکھوں نے اُنکا مثل دیکھا اور نہ خود اُنکو اپنا سا کوئی نظر آیا :

اے تو مجموعۂ خوبی، بچہ نامت خوانم ؟

خود حافظ ذہبی اپنے معجم شیوخ میں جب اس نادرۂ عرفی و اعجوبۃ الدہر کے اوصاف و مدائح لکھتے لکھتے تھک گئے اور وہ ختم نہ ہوئے، تو بالآخر یہ کہکر خاموش ہو جانا پڑا " و ہو اکبر من ان ینبه علی سیرته مثلی ؛ و اللہ لو حلفت بین الرکن و المقام انی ما رایت بعینی مثله و انه ما رای مثل نفسه، لما حنثت ! " اُنکا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ مجھہ جیسا شخص انکی سیرۃ و فضیلت بیان کرے - قسم خدا کی، اگر میں خانۂ کعبہ میں عین رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہوکر قسم کھاؤں کہ نہ تو میری آنکھوں نے اُنکا مثل دیکھا اور نہ خود اُنھوں نے اپنا جیسا، تو میری قسم سچی ہوگی اور میرے لیے کفارۂ یمین نہیں " ! وکفاک بالذہبی شاہداً (۱) :

نفي الدین اضحی بحر علم یحیّر السائلین بلا قنوط
احاط بکل علم فیه نفع فقل ما شئت فی البحر المحیط !

---

(۱) یہ امام ذہبی کا قول ہے، اور خود امام موصوف کے تبحر و جامعیۃ علم کا جو حال تھا، اُسکے لیے انکے شاگرد علامۂ تاج سبکی کا یہ قول کفایت کرتا ہے " و ہو رحل الرحال فی کل سبیل کانما جمعت الامة فی صعید واحد فنظرها ! " قال فی طبقاته الکبری -

اسدرجہ احساں نہیں ہے جسقدر حافظ ذہبي کا - اور اگر کوئي دوسرا اس وصف میں اُنکا شریک ہے تو وہ صرف اُنکے متاخر حافظ ابن حجر عسقلاني ہیں ولیس لہما ثالث یہي وہ دو حافظ و ناقد علوم حدیث ہیں جنہوں نے نہ صرف سلف کے ذخائر و جرائن خلف کیلیے محفوظ کردیے ' بلکہ تمام مشکلات و معضلات کارکو صاف کرکے اور ضبط و اتقان ' و تہذیب و ترتیب ' و تلخیص و تشریح ' و نقد رجال و اسناد سے آراستہ و پیراستہ کرکے تمام آنے والي امت کیلیے اتباع سنۃ کي راہ بالکل سہل و آسان کردي - علوم اسلامیہ پر پہلا دور تدوین کا گذرا ہے اور دوسرا انضباط و تنقیح اور تہذیب و تنظیم کا ' سو علم حدیث کے دور دوم میں ان دو بزرگوں کي خدمات سب پر فائق اور سب سے انفع واقع ہوئی ہیں - یہ اُنھي کي جد و جہد کا نتیجہ ہے کہ آج یہ علم مقدس اسقدر صاف و سہل ہوگیا ہے کہ طالبین عمل بالسنۃ کیلیے کسي طرح کي عذر داري و بہانہ جوئي کي گنجائش باقي نہ رہي امت کا کوئي مرد اب یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث پر عمل کرنا بمقابلۂ کتب جدل و خلاف و قال اقول وکذا علله ربك وکذا علله ملك کے زیادہ مشکل ہے بلکہ جس طالب صادق کا جي چاہے' آنکھیں بند کرلے اور اس صراط مستقیم پر بے غل و غش و بے خوف و خطر دوڑتا چلا جاے مہو طریقا مستقیماً ' سہلاً ' مسلوکا ' واسعاً ' موصلاً الی المقصود و المطلوب ! و رضي اللہ عن الذہبي حیث یقول

الفقہ قال اللہ قال رسولہ * ان صح ' و الاجماع فاجہد فیہ

و حذار من نصب الخلاف جہالۃ * بین النبي و بین راي فقیہ

پس غور کرو کہ ایسے اصحاب کمال و ائمۂ علم یہ جو اُس عہد میں موجود یے ' تا ہم ہمہ تن حقیقت سورج کي طرح چمک رہي ہے اور ہر صاحب بصارۃ دیکھ رہا ہے کہ مقام عزیمۃ دعوۃ کا جو ایک مقام خاص ہے ' وہ ان میں سے کسي کے حصے میں نہیں آیا وہ صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہي کیلیے تھا سب اپنے درجہ درجہ کا رہ میں رہگئے' لیکن انہوں نے وہ سب کام بھي انسے بہتر کیے جو وہ سب کر رہے تھے ' اور پھر ان سے بڑھکر وہ کہ

و عملي تنزل کا بیج اچھي طرح بار آور هوچکا تھا ' با این همه ائمهٔ دین اور کاملین علوم کي ایک جماعة کثیرہ هر حصهٔ ملک میں موجود تھي ' اور علی الخصوص دیار مصر و شام تو علماء و کاملین امت سے مملوء و مشحون تھے - حتی کہ قاضي ابو البرکات مخزومي اپنے بائدہ میں صرف دیار شام کي نسبت کہتے ہیں :

و کان في عصرہ بالشـــام یومئـــذ
سبعون مجتهداً من کـــل منتخب !

پھر یہ بھي نہیں کہ صرف ایسے هي لوگ هوں جنکا شمار عامهٔ علماء و مشائخ میں کیا جاے ' بلکہ بڑے بڑے حفاظ و نقاد علوم اور خواص و اعاظم نظر و اجتهاد موجود تھے جنکے بعد اس درجہ کے لوگ تمام عالم اسلامي میں پیدا نہیں هوے - ابو الفتح ابن سید الناس اسبیلي ' شمس الدین مقدسي ' ابو العلاء انصاري السبکي ' قاضي ابن الزملکاني ' سید ابو المحاسن دمشقي ' ابو عبد اللہ حریری ' ابو العباس ابن عمر الواسطي ' حافظ ابو الفداء عماد الدین ' حافظ احمد بن قدامہ مقدسي ' ابو اسحاق السعدي ' امام برهان الدین الفزاري ' حافظ صلاح الدین بعلبکي ' شیخ صفي الدین بعدادي ' حافظ ابن شامہ دمشقي ' قاضي تقی الدین دقوقي ' شیخ عمر بن الوردي ' امام ابو العباس بن حجي ' حافظ جمال الدین عقیلي ' حافظ برزالي الاشبیلي ' تقي الدین السبکي ' حافظ جمال الدین المزي ' امام تقي الدین ابن دقیق العید ' ابو حیان صاحب تفسیر ' حافظ ابو عبد اللہ الذهبي ' اور انکے علاوہ بے شمار ائمهٔ و اعلام عهد جنکے حالات حافظ ذهبي اور ابن قدامہ و عسقلاني کي مصنفات میں موجود هیں - تو تم ان لوگوں کي نسبت کیا سمجھتے هو ؟ کون ہے جو ان بزرگوں کے فضل و کمال اور ورع و تقوی اور اتباع حق و سداد سے انکار کرسکتا ہے ؟ علی الخصوص حافظ مزي ' برزالي ' ابن دقیق العید ' اور حافظ ذهبي تو اس پایہ کے بزرگ تھے ' کہ ان میں سے هر شخص علوم سنة کا خزانہ اور حفظ و نقد کا امیر المومنین تھا - علماء حدیث متاخرین میں سے کسي مصنف کا بھي هم اخلاف امت و بیچارگان دورهٔ آخر پر

گئے ' مگر دوسری راہ سامنے آئی تو اول قدم ہی میں ٹھوکر لگی ' حالانکہ مرد کامل وہ ہے جس پر ندعون رہبہم خوفاً و طمعاً کا مقام ایسا طاری ہو جاے کہ دنیا کا خوف اور دنیا کی طمع ' دونوں قسم کے حربے اسکے لیے بالکل بیکار ہو جائیں - ہم القوم الذین لا یشقی جلیسہم ' و لا یستوحش الیہم ' قد نالوا مطالبہم برفع اکفہم الی خالقہم ' لا یحتاجون فی حوائجہم الا اللہ ' و لا یعولون فی مقاصدہم الا علیہ ! وللہ در ما قال

و تلک لیلی ارسلت بشفاعۃ * الی ' فہلا نفس لیلی شفیعہا
ا اکرم من لیلی علی ' فتبتغی * بہ الوصل ' ام کنت امرء لا اطیعہا

فصل

یہ تو اوائل کا حال تھا - عہد متاخرین میں بھی دیکھو تو ظہور عزیمۃ دعوۃ و تجدید امت کی تو العجبین کا ہمیشہ ایسا ہی حال رہا - آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں جب دعوۃ عامۃ امت ' و تجدید شریعت ' و احیاء السنۃ بعد موتہا ' و اخماد البدعۃ بعد شیوعہا و ارتفاعہا کی روح القدس سے آیۃ من آیات اللہ ' و حجۃ قائمۃ من حجج اللہ ' شیخ المصلحین وملاذ المجددین ' سند الکاملین ' و امام العارفین ' وارث الانبیاء ' و قدوۃ الاولیاء ' حضرۃ شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ رضی اللہ تعالی عنہ کے وجود مبارک میں ظہور کیا ' اور عہد اواخر کے تمام مسالک دعوۃ و تجدید کی ریاست و مانعیۃ اور قطبیت و مرکزیۃ کا مقام اس مجدد اعظم کے سپرد کیا گیا ' تو کیا اس زمانے میں بجز شیخ الاسلام ممدوح کے اور کوئی عالم حق نہ تھا ؟ تاریخ اسلام میں اس عہد کی جسقدر تفصیلات ملتی ہیں ' کسی عہد کی نہیں ملتیں اگرچہ عربی خلافۃ کے تکلی اختتام ' اور فتنۂ عظیمۂ یاجوج و ماجوج (تاتار) کے من کل حدب ینسلون ' اور تفرق مذاہب ' و تشتت جماعت ' و شیوع بدعات ' و احاطۂ تقلید ' و سد باب نظر و اجتہاد کے مفاسد و مصائب اس زمانے میں پوری طرح ظہور کر چکے تھے ' اور مسلمانوں کے علمی

میں اپنے مکان میں اپنے ہاتھہ سے اسقدر کشتکاری کرلیتا ہوں جو میری ضروریات کیلیے کافي ہے (۱) اس بوجھہ کو اٹھا کر کیا کرونگا ؟ کہا گیا کہ اپنے لڑکے کو حکم دیجیے وہ قبول کرلیں - فرمایا وہ اپني مرضي کا مختار ہے - لیکن جب عبد الله سے کہا گیا تو انہوں نے بھي واپس کردیا - آخر مجبور ہوکر لانے والوں نے کہا کہ خود نہیں رکھنا چاہتے تو امیر المؤمنین کا حکم ہے - قبول کرلیجیے اور فقراؤ مساکین کو بانٹ دیجیے - فرمایا میرے دروازے سے زیادہ امیر المومنین کے محل کے نیچے فقیروں کا مجمع رہتا ہے - فقیروں ہی کو دینا ہے تو وہیں دیدیا جاے - اس ہنگامہ کي یہاں کیا ضرورت ہے ؟ ایک مرتبہ اسحاق بن ابراہیم کے سخت اصرار سے دس ہزار درہم لے لیے تو اسي وقت مہاجرین و انصار کي اولاد میں تقسیم کردیے ۔

عدل ہمت ساقي ست فطرۂ عرفي
کہ حاتم دگران و گداے خویشتن ست !

انکے لڑکے راوي ہیں کہ جب خلیفۂ متوکل انکي تعظیم و تکریم میں حد درجہ غلو کرنے لگا تو انہوں نے کہا " ہذا امر اشد علي من ذاک - ذاک فتنة الدین و ہذا فتنة الدنیا " یہ معاملہ تو گذشتہ معاملہ سے بھي کہیں زیادہ میرے لیے سخت ہے - وہ دین کے بارے میں فتنہ تھا اور یہ فتنۂ دنیا ہے ! یعنی مصائب و محن کي آزمایش کہیں زیادہ پر امن ہے ' بمقابلۂ آزمایش نعیم دنیا و دعوۃ طمع و ترغیب کے ' اور یہ بالکل حق ہے - کتنے ہي شہسواران ثبات و استقامت ہیں جو پہلے میدان آزمایش سے تو صحیح و سلامت نکل

---

(۱) حافظ ابن جوزي اور خطیب نے لکھا ہے کہ امام موصوف کا ذریعۂ معاش یہ تھا کہ اپنے مکان کي زمین میں تھوڑي سي کشتکاري کر لیتے اور اسي کے حاصل پر قانع رہتے - زراعت کي زکواۃ سال بسال ادا کرتے اور اس بارے میں انکا عمل حضرۃ عمر کے فرمان خلافۃ پر تھا جو انہوں نے ارض سواد (عراق) کي نسبت نافذ فرمایا تھا " علی کل جریب درہماً و قعدرا " - غور کرو ' یہ حال علماء سلف کا تھا ' اور جو حال آج علماء دنیا کي دنیا پرستیوں کا ہو رہا ہے وہ معلوم ہے - یا کلون اموال الناس بالباطل - الخ

امام موصوف کا یہی وہ مقام ہے جسکی طرف بشر حافی نے اشارہ کیا تھا " قام احمد مقام الانبیاء " اور کہا کہ امام احمد کی استقامت و ثبات کی آزمایشیں لگاتار چار بادشاہوں نے کی " بعضهم بالضراء و بعضهم بالسراء " مامون، معتصم، اور واثق نے ضرب و حبس سے آزمایش کی، اور متوکل نے تعظیم و تکریم اور عطاء و بخشش دیا ہے، لیکن " مکان منها معتصما بالله عزوجل " انکی استقامت و عشق حق پر نہ تو خوف بلا غالب آیا اور نہ طمع دنیا، دونوں کسوٹیوں پر انکا سونا یکساں طور پر کھرا نکلا! و البلاء للولاء کالنار للذهب

بندگاں تو کہ در عشق خدا وند الله
دو جہاں را نہ نمائے تو بفرو حکمة الله!

مامون و معتصم اور الواثق نے جو کچھہ کیا وہ معلوم ہے جعفر المتوکل کا یہ حال ہے کہ اسکی خلافت بدعة و ارباب بدعة کے زوال و خسران اور سنة و اصحاب حدیث کے امن و عروج کا اعلان عام تھی حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ متوکل بالله ہمیشہ اس فکر میں رہتا کہ کسی طرح پچھلے مظالم کی تلافی کرے - ایک بار اس نے بیس ہزار سکے بھیجے اور دربار میں بلایا - ایک بار ایک لاکھہ درہم بھیجا اور سخت اصرار کیا کہ اسکو قبول کرلیجیے لیکن ہر مرتبہ امام موصوف نے قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۱]

ہوتا تھا، مگر اب ترک حکمت و سنة کا جو حال ہو رہا ہے وہ اس سے بھی اسد و اعم ہے و الله ناصر دینه و رافع اعلام سنة رسوله و حسبنا الله و نعم الوکیل - اور یہ جو کہا کہ معتزلة جدید اور انکے چھوٹے بھائی، تو ان لوگوں کا کچھہ عجیب حال ہے انکو دیکھکر بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے کہ الله تعالی ان پر رحم کرے! معتزلة قدیم علم و عمل دونوں اعتبار سے بدرجہا ان سے بہتر تھے، اور دو ہر اپنی ایک راہ رکھتے تھے

گر نہ پڑھتے نماز کیجیے تیار * آدمی چاہیے کرے کچھہ تو؟

یہ عجائب المخلوقات تو کسی مرض کی دوا تھیں اور عملی زندگی سے یک قلم کورے ولهم اعمال من دون ذالک هم لها عاملون!

عشق و شغف سے اپنے قلب و روح کو ھمیشہ معمور و آباد رکھتے ھیں۔
و رحمة الله علی القائل و ھو ابن اعین (کما نقل الخطیب فی التاریخ)
اذ یقول :

اضحی ابن حنبل محنة مامونة * و بحب احمد یعرف المتنسک
و اذا رأیت لاحمد متنقصاً * فاعلم بان ستوره ستھتک !

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۱]

کي اشاعت کي نوبت آئي تو اسمیں تفصیل ملیگی - یہاں صرف اسقدر اشارہ بس کرتا ھے کہ قران حکیم کی اصطلاح میں لفظ " حکمت " سے مقصود سنة و اسوۂ اعمال انبیاء کرام ھے - لا غیر - یہي معنی الله کے رسول نے " حکمت " مستعملۂ قران کے بتلائے ھیں - وہ معنی نہیں ھیں جو معتزلۂ قدیم اور انکے خوشہ چینوں نے (مثلاً امام رازي رحمة الله علیہ) یا انکے چھوٹے بھائیوں نے (یعنی اکثر اشاعرہ رحمہم الله نے) سمجھے ' اور نہ وہ معنی جسکو آجکل کے معتزلۂ جدید باسم دین الفطرة ' اور انکے چھوٹے بھائی باسم مسلک حکماء اسلام و حکمت کلامي بیان کرتے ھیں - بل قالوا مثل ما قال الاولون - یہي وجہ ھے کہ ھر نبی کو ایک ساتھہ دو چیزیں دي گئیں - " کتاب " اور " حکمت " - و آتیناھم الکتاب و الحکمة - کتاب وحي متلو ھے اور حکمت اس نبي کي منہاج عمل و سنة - و یعلمھم الکتاب و الحکمة - یہی حکمت وہ خیر کثیر ھے کہ من یؤتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا اور یہی وہ چیز ھے جسکي نسبت مقدام کي روایت میں زور دیکر تین بار فرمایا " الا ' اني اوتیت الکتاب و مثله " تو یہ " مثله " ھے - یعنی کتاب الله اور مثل اسکے سنہ و اسوۂ حسنۂ رسول الله :

این دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند !

اور یہي وجہ ھے کہ جس طرح کتاب الله کي اشاعت و تبلیغ ضروري ھوئی ' اسی طرح اسکي بھی کہ " فلیبلغ الشاھد الغائب " تاکہ ایسا نہو کہ " یوشک رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بهذ القران فما وجدتم فیه من حلال فاحلوہ ' و ما وجدتم فیه من حرام فحرموہ " لیکن افسوس کہ ایسا ھی ھوا - کہا گیا کہ الزیادة علی الکتاب نسخ ' اور نسخ ھو نہیں سکتا جبتک خبر متواتر نہو ' اور خبر متواتر بشروطہ کالمعدوم - پس ما وجدتم فیه کے سوا اور کچھہ نہیں - یہ پچھلے وقتونکي بات ھے جبکہ معاملہ اس سے آگے نہیں

که اُنکا طریقه تو تاویل و رائے کي عململسي سے خالي اور محض ظاهر پرستي اور بے دالشي و بے علمي کا مجموعه ہے - حتی که الرحمن علی العرش استوی اور ید و علو و نزول کے دقیق و فلسفیانه معانی بهي اُنکو معلوم نه ہے اور تجسم و جہت کے اعتقاد میں مبتلا ! برخلاف اسکے عصابۂ صالحۂ کتاب و سنۃ و طائفۂ حقۂ ما انا علیه و اصحابي که جملع طرق و مذاهب بدعیه سے تکسر و دامن کشاں هیں اگرچه " ان تعض نامل شجرۃ " کي نوبت آجائے (۱) اور مبتدعین و ارباب هواء کے تمام شعبه هائے تفرقه و روش هائے نا هنجار سے نکلي پناه ڈهونڈهتے هیں اگرچه اسکي وجه سے لاکهوں کروروں انسانوں کے نزدیک مبغوض و مردود هوجائیں ' تو اُنکا حال یه ہے که اس امام اهل السنة کي محبت و پیروي کو اپنے ایمان کي زینت اور اپنے عقائد کي حرزبرطي و ربانی سمجهتے هیں اور اُنکے مسلک سنة و حکمت (۲) اور طریق محمدیة خالص بے مزج بدعۃ قیاس و رائے کے

(۱) یه وصیت کي تهي رسول الله صلی الله علیه وسلم نے حضرۃ حذیفه اعلم الصحابه بالفتن کو که فاعتزل تلک الفرق کلها و لو ان تعض نا صل شجرۃ حتی تدرکک الموت" یعني جب مسلمانوں کي ایک جماعت اور ایک سبیل نه رهے اور بہت سے مذهبوں اور طریقوں میں بٹ جائیں تو طالب حق کو چاهیئے که ان سارے بناوٹي مذهبوں اور جماعتوں سے الگ هوجائے اور صرف مسلم و مومن رہے - اگر ایسا کرنے میں غربت و بیکسي کي وجه سے درختوں کي جڑ چباکر جینا پڑے ' تو اسکو بهي گوارا کرلے مگر الگ الگ مذهب بنانے والوں کا ساتهه نه دے ! - پوري روایت صحیحین میں ہے -

ان السلامة عن سلمی و جاراتها * ان لا تمر علی حال بوادیها !
من حام حول الحمی یوشك ان یقع فیه

(۲) یہاں " حکمت " کا لفظ دیکهکر آجکل کے عقلاء ملت و مجتهدین علم کلام جدید چونکنیگے که ظاهر پرستان حدیث و سنة کے مسلک کو حکمت سے کیا علاقه ؟ ان لوگوں کے نزدیک ظنون و شکوک کا نام حکمت ہے جنکه " فلسفه " کے لفظ سے تعبیر کي جاے ' اور وهم پرستي و الحاد خفي کا نام طریق حکیمانه ہے جنکه تطبیق عقل و نقل کے لقب سے اسکي نمائش کي جاے یه موقعه اسکي تفصیل کا نہیں ہے اگر تعسر اللسان

هي مقام پر پہنچا دیا ہے - حتیٰ کہ تمام آئمۂ اسلام میں یہ فضل مخصوص صرف اُنہی کے حصے میں آیا کہ اُنکی محبت و پدروي اہل حق و سنۃ ہونے کي دلیل ٹھہري اور اُنسے انحراف بدعتي ہونے کي سب سے بڑي پہچان ! اللہ تعالی نے اُنکو فنا في السنۃ ہونے کا وہ مرتبہ عطا فرمایا کہ کمال استغراق و تفاني کي وجہ سے خود اُنکي ذات گرامي هي یکسر سنۃ و اتباع سنۃ کا پیکر و مجسمہ بنگئي - بحدیکہ :

نتواں ترا و جاں را بہم امتیاز کردن !

جو اس امام کے قدم بقدم چلا اُس نے سنۃ کو پایا ، اور جس نے اُسکي راہ چھوڑي اُس نے سنۃ رسول و منہج اصحاب رسول سے انحراف کیا - یہ کیا تھا کہ بڑے بڑے آئمۂ عصر کو اعتراف کرنا پڑا " اذا رائیت الرجل یحب احمد بن حنبل ، فاعلم انہ صاحب سنۃ ! اگرکسي کو دیکھو کہ امام احمد سے محبت رکھتا ہے تو بس جان لو کہ صاحب سنۃ ہے ! خطیب نے تاریخ میں ہمدانی کا قول نقل کیا ہے " یعرف بہ المسلم من الزندیق " اسي کسوٹي پر مسلم کو زندیق سے پرکھا جایگا - دورقي نے کہا " من سمعتموہ یذکر احمد بن حنبل بسؤ فاتہموہ علی الاسلام " !

انا من اھوی ، و من اھوی ، انا * نحـــن روحـــان حللنا بدنا

فا ذا ابصـــرتني ، ابصرتـــہ * و اذا ، ابصـــرتہ ، ابصـــرتنا !

و یقرب من ھذا ما قیل بالفارسۃ :

جذبۂ وصل بحدیست میان مـن و تو

کہ رقیب آمد و پرسید نشان مـن و تو

امام موصوف کے متعلق اسی حقیقت کو مزاحم الخاقانی نے ایک قطعہ میں نظم کیا تھا :

لقـد صـــار في الافاق احمد محنۃ * و امـر الوری فیھا فلیس بمشکل

تـری ذا الھوی جھلا لاحمد مبغضاً * و تعرف ذا التقوی یحب ابن حنبل !

اور یہ بالکل حق ہے - آج بھي دیکھہ لو - ارباب بدعۃ کو کبھي امام موصوف کا مسلک خوش نہ آئیگا - انکی محبت سے اُنکا دل بالکل کورا ہوگا - بلکہ کہینگے

کس منہ سے اے آپکو کہتا ہے عشق باز
اے رو سیاہ تجھہ سے تو یہ بھی نہوسکا !

حافظ ابن جوزی نے محمد بن اسماعیل کا قول نقل کیا ہے " ضربت احمد بن حنبل ثمانین سوطاً لو ضربتها فیلاً لهدته ! " احمد بن حنبل کو اسی کوڑے ایسے سخت مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے بھی مارے جاتے تو چیخ اٹھتا ' مگر اس کوہ عزم و ہمت نے اُف تک نہ کی - جب تک ہوش رہا ' ہر ضرب پر یا تو وہی جملہ زبان سے نکلتا رہا جسکے لیے یہ سب کچھہ ہو رہا تھا " القرآن کلام اللہ غیر مخلوق " اور یا یہ آیۃ کریمہ لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا !

روے کشادہ باید و پیشانی فراخ
آنجا کہ لطمہ ہاے ید اللہ میزنند !

یہ ہے مقام ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کا ' اور یہ ہے وراثت و نیابت حقیقی و کامل فاستقم کما امرت اور انک باعیننا اور فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا کی ' اور یہ ہیں مجسم و ممثل معنی کریمۂ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان و ایدہم بروح منہ اور رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ اولئک حزب اللہ ' الا ان حزب اللہ ہم المفلحون ! کے ' اور یہ ہے وہ معاملہ کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان ! جب بندگان حق کو شیاطین و ابالیس کا وہ مکر و خدع بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلاسکتا کہ لتزول عنہ الجبال تو ظاہر ہے کہ جموے کے کوڑے اور لوہے کی دھار انکی استقامت پر کب غالب آنے والی ہے ؟ یہ تو اُنکے معاملے میں محض ایک ابتدائی اور آزمائشی منزل ہے

کریلگے کوہکن کے حذب دل کا امتحاں آخر
ابھی اُس خستہ کے نیروے تن کی آزمائش ہے !

فی الحقیقت حضرۃ امام موصوف کی نسبت محمدی اور کمال مرتبۂ تاسی بالرسل اولو العزم کی بھی وہ شان و جلالۃ ہے جس نے اکثر تمام آئمۂ و مجددین امت کی معرفت مراتب و کمال سے بلند کرکے ایک دوسرے

تو جب هم راه سے گذر رهے تهے ' ایک آدمي مجهسے ملا اور کہا مجهکو پہچانتے هو؟ میں مشهور چور اور عیار ابو الهیثم حداد هوں - میرا نام شاهي دفتر میں ثبت هے - بارها چوري کرتے پکڑا گیا اور بڑي بڑي سزائیں جهیلیں - صرف کوڑوں هي کي مار اگر گنوں تو سب ملاکر اٹهارہ هزار ضربیں تو میري پیٹهه پر ضرور پڑي هونگي - با ایں همه میري استقامت کا یه حال هے که ابتک چوري سے باز نه آیا - جب کوڑے کها کر جیل خانے سے نکلا ' سیدها چوري کي تاک میں چلا گیا - میري استقامت کا یه حال شیطان کي طاعت میں رها هے - دنیا کي خاطر - افسوس تم پر اگر الله کي محبت کي راه میں اتني استقامت بهي نه دکهلا سکو اور دین حق کي خاطر چند کوڑوں کي ضرب برداشت نه کر - میں نے جب یه سنا تو اپنے جي میں کہا - اگر حق کي خاطر اتنا بهي نه کرسکے جتنا دنیا کي خاطر ایک چور اور ڈاکو کر رها هے تو هماري بندگي پر هزار حیف اور هماري خدا پرستی سے بت پرستی لاکهه درجه بهتر!

[بقیه نوٹ صفحه ۱۲۵]

اعتدال و قوام خلقت میں اعتدال ظاهر و باطن ' دونوں داخل هیں - پس انبیاء کرام کے ظاهر و باطن ' دونوں میں بجز جمالِ و حسن و خوبروئي کے اور کچهه نهیں هوتا اور نه هوسکتا هے - مگر مجرد جمالِ صورت کوئي ایسي چیز نهیں جو انبیاء کیلیے موجب فخر و مباهات یا معجزہ هو اور قرآن حکیم اُسکا خاص طور پر ذکر کرے - حضرة یوسف کا اصلی جمال ' جمال عصمت و باطن تها ' جسکا جلوہ قال معاذ الله ! ان ربی احسن مثوای کے مقام پر بهی نمایاں هوا ' ما هذا بشرا کے معامله میں بهی ' السجن احب الي مما یدعوننی الیه کے اعلان میں بهی ' یا صاحبي السجن الخ کے وعظ و اعلان حق میں بهي ' اور انی حفیظ علیم کے تحت جلال و عظمت پر بهی ! کیا وہ جمال اُنکے حسن مقدس کی جهان آرائي کیلیے بس نهیں کرتا ؟ لقد کان في قصصهم عبرة لاولی الالباب !

سورۂ یوسف کی چهه مشهور و عام غلطیوں میں سے ایک غلطی یه تهي - سورۂ مذکورہ کی تفسیر میں یه مبحث بالتفصیل لکها جا چکا هے -

کرے۔ خدا ابو الهیثم کو بخش دے ! میں نے ایک دن پوچھا - ابو الهیثم کون ہے ؟ کہا جس دن مجھکو سپاہی دربار میں لیگئے اور کوڑے مارے گئے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۶)

و لقد راودته عن نفسه فاستعصم ہاں ' بیشک ' میں نے اسکو بہت پھسلانا چاہا تھا ' مگر وہ بے قابو نہ ہوا یعنی ایسے پاک شخص کے معاملے میں اپنی ناکامی کا اقرار باعث عار نہیں - اگر یہ معاملہ صرف محبوبیت حسن صورت ہی کا تھا تو اس موقعہ پر یہ کہنے کا کون موقع تھا ؟ ان عورتوں نے کہا تھا الا ملک کریم اگر وہ صرف حسن صورت ہی دیکھکر بیخود ہوگئی تھیں تو ملک کریم کیوں کہا ؟ فرشتوں کی خوبصورتی کا تو شہرہ نہیں ہے - پاکی اور عصمت کا ہے - فلما سمعت بمکرهن - اگر صرف ان عورتوں نے حضرۃ یوسف کی بعقدری کی تھی ' اور بلحاظ ملامت صرف یہی تھی کہ ایک غلام پر کیوں جان دیئے لگی اور خود انکے دل میں کھوٹ نہ تھا ' تو اسمیں مکر کی کونسی بات ہوئی ؟ مکر کے معنی عربی میں یہ ہیں " ایصال السی الی الغیر بطریق خفی " وکذالک الکید والمخادعہ - جب ان عورتوں کے خیال کو مکر کہا تو اسمیں کوئی مخفی بات بھی الدرکی ہونی چاهئیے - ایک مرتبہ مجھکو خیال ہوا کہ یہ مشہور تفسیر تو خود ایک حدیث کے خلاف ہے - حضرۃ عائشہ کی مشہور روایت میں ہے کہ مرض الموت میں آپنے بلال سے کہا - حضرۃ ابوبکر کو نماز پڑھانے کیلئے کہدو - اسپر حضرۃ عائشہ نے اور پھر انکی تحریک سے حضرۃ حفصہ نے کہا " رجل اسیف " حضرۃ ابوبکر بڑے ہی رقیق القلب آدمی ہیں - انسے نہ ہوسکے گا کہ آپکی جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑھائیں حضرۃ عمر کیلئے فرمادیجیے - اسپر آپنے فرمایا " انکن صواحب یوسف " اگر وہی مشہور تفسیر مانلی جاے تو آپکی یہ تمثیل کسی طرح بھی درست نہیں ہوتی -

ہم ان تاویلوں سے بیخبر نہیں ہیں جو مفسرین نے انکار کا مکر و کید ثابت کرنے کیلئے کی ہیں ' مگر اس صاف صاف تفسیر کے بعد ان تکلفات کی ضرورت باقی نہیں رہتی حضرۃ یوسف کے جمال صورت سے بھی ہمیں انکار نہیں ' اور حضرۃ یوسف پر کیا موقوف ہے ؟ دنیا میں کوئی نبی بھی بد صورت نہیں آیا - انبیاء کرام فطرۃ و مزاج انسانی کا کامل ترین ظہور ہوتے ہیں - کمال فطرۃ بغیر اعتدال و قوام خلقت و کمال نسوء جسم و ہیکل ممکن نہیں " و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نشب شابا لا یشبہ الغلمان " اور

امام موصوف کے لڑکے عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد ہمیشہ کہا کرتے " رحم اللہ ابا الہیثم ' غفر اللہ لابی الہیثم " خدا ابو الہیثم پر رحم

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵]

قران میں کہیں نہیں ہے - وہاں تو صرف اس اعتراف پر معاملہ ختم ہوجاتا ہے کہ ان ھذا الا ملک کریم اور بلاغۃ قرانی کے خلاف ہے کہ ایک غیر متذکرۃ و مجہول واقعہ کی طرف جابجا اشارہ کیا جاے - پس اس آیت کی یہ تفسیر کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی - صاف بات یہ ہے کہ ملامت کرنے والی عورتوں کے دلوں میں دراصل پہلے سے کھوٹ تھا - وہ خود حضرۃ یوسف پر ریجھی ہوئی تھیں ' مگر بظاہر امرأۃ العزیز کو طعنہ دیا کرتی تھیں کہ ایک نوخیز غلام پر مرنے لگی اور اسکو بھی قابو میں نہ لا سکی ؟ یعنی ہم ہوتے تو ایک ہی چلتر میں پاکبازی کی ساری دھوم ختم کردیتے - فلما سمعت بمکرھن جب امرأۃ العزیز نے انکی اِس مکاری کا حال سنا تو حضرۃ یوسف سے مقابلہ کرادیا کہ اچھا ' میں تو اُسکو قابو میں نہ لا سکی - اگر اُسکی پاکبازی ایسی ہی پھسل پڑنے والی ہے تو تم بھی اپنے سارے داؤ آزما دیکھو - جب حضرۃ یوسف سامنے آے تو اکبرنہ اُنکی عصمت و پاکی کی عظمت نے اُنکو قائل کردیا - و قطعن ایدیھن جب اظہار عشق و فریفتگی کے سارے چلتر ناکام رہے تو پھر یہ کیا کہ اپنا کمال عشق جتانے کیلیے اپنے ہاتھ کاٹ لیے - یعنے زخم لگا کر خون بہادیا - یہ بھی ایک چلتر تھا کہ نہ مانوگے تو یہی چھری ہوگی اور ہماری جان - لیکن جب وہ کوہ عصمت اِسپر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا تو بے اختیار پکار اُٹھیں : ما ھذا بشرا ' ان ھذا الا ملک کریم ! ہم نے تو وہ وہ ناز و عشوہ دکھلاے اور وہ وہ چلتر کیے کہ کوئی کیسا ہی انسان ہوتا مگر اپنے کو قابو میں نہیں رکھہ سکتا تھا - لیکن یہ تو پاکی و قدوسیت کا فرشتہ ہے جسکو گناہ کا کوئی دام بھی پھنسا نہیں سکتا ! اِسپر امرأۃ العزیز بولی فذا لکن الذی لمتننی فیہ - دیکھا ! یہ ہے وہ پیکر عصمت اور مجسمۂ ملکوتیہ جسکے لیے مجکو ملامت کیا کرتی تھیں ! :

هزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آے ' کرے شکار مجھے !

خود امرأۃ العزیز کا یہ قول ہی تفسیر مشہور کی تغلیط کیلیے کافی ہے :

کھلتي الماث مصر لے تو صرف هاتھه هي کاٹ لیے یہ اکبرنه ' و قطعن ایدیهن و قلن حاش لله ! ما هذا بشرا ' ان هذا الا ملک کریم (۱) لیکن عجب نہیں کہ تمہارے هاتهوں کي چهریاں خود تمہارے هي گردنوں پر چل جائیں اور اسوقت دل ناحتکن عشق یوسفي کہئے فذالکن الذي لمتنني فیه ! و لقد احسن القائل

لو یسمعون کما سمعت کلامها * خروا لعزة سجداً و رکوعا !

---

(۱) عام طور پر یہ واقعہ یوں سمجھا جاتا ہے کہ وہ عورتیں حضرت یوسف کا جمال صورت دیکھکر ایسي بیخود هوئیں کہ پھلوں کي جگہ اپنے هاتهه کاٹ ڈالے ' مگر قرآن حکیم سے ایسا ثابت نہیں هوتا - حضرة یوسف نے اِس واقعہ کے بعد هي دعا مانگي و الا تصرف علي کیدهن اصب الیهن خدایا ! اگر ان عورتوں کے مکر و فریب سے تو نے نہ بچایا تو ممکن ہے کہ میں انکي جھک پڑوں یہاں ان عورتوں کے معاملہ کو " کید " کہا لیکن اگر وہ تاب نظارۂ جمال نہ لاکر بیخود هوگئي تھیں تو اسمیں " کید " کي کونسي بات تھي ؟ پھر خدا فرماتا ہے فصرف عنه کیدهن هم نے اُن عورتوں کے کید کو اُسکي طرف سے هٹا دیا پھر قید خانے میں بادشاہ کے پیامبر سے کہا ما بال النسوة التي قطعن ایدیهن ' ان ربي بکیدهن علیم تعلي پہلے اس معاملہ کو صاف کرلو کہ وہ جو عورتوں نے اپنے هاتهه کاٹ ڈالے تھے تو اسکي حقیقت کیا تھي ؟ میرا پروردگار انکے مکر کو خوب جانتا ہے ان دونوں مقامات میں بھي اس معاملہ کو کید سے تعبیر کیا اور آخري آیة میں تو صاف صاف قطع ید کو حضرة یوسف " کید " کہہ رہے هیں - اس سے بھي بڑھکر یہ کہ جب حسب تحریک حضرة یوسف بادشاہ نے اُن عورتوں سے معاملہ کي تحقیق چاهي تو ان لفظوں میں پوچھا ما خطبکن اذ راودتن یوسف عن نفسه ؟ بتلاؤ کیا حال تھا جب تم لوگوں نے یوسف کو پھسلانا چاھا تھا ؟ یہاں وهي " راودتن عن نفسه " کا لفظ ہے جو اُن عورتوں نے امرأة العزیز کي نسبت کہا تھا تراود فتاها عن نفسه اور راودته التي هو في بیتها عن نفسه اور و لقد راودته عن نفسه فاستعصم پس اگر وہ عورتیں صورت هي دیکھکر مسحور و بیخود هوگئي تھیں تو اسمیں پھسلانے اور بہلانے کا مکر کیا هوا ؟ اگر کہا جائے کہ هاتهه کاٹنے کے بعد اُنہوں نے پھسلانا چاھا تھا ' تو یہ

اور پیٹھ کا خون پانؤں تک بہہ رہا تھا ' نواب بتلاؤ کہ وہ تمھارا رخصت والا
معاملہ کیا ہوا ؟ کیا ایسی حالت میں رخصت نہ تھی کہ زرہ کھولدیتے
اور نماز کیلیے اسقدر توقف کر جاتے کہ زخموں پر مرہم تو لگا دیا جاتا ؟
اور اگر تم اس عالم میں ہو کہ امن و فراغت اور طاقت و فرصت کی
حالت میں بھی مصائب و خطرات سے بچنے کیلیے دعوۃ الی الحق کو ترک
و ملتوی اور عزم و ثبات حق سے انحراف کیا جاسکتا ہے ' اور تمھارے نزدیک
مصلحت و رخصت اِسی میں ہے کہ بطلان و ضلالۃ کے آگے سر جھکا دیا
جاے ' تو خدا را بتلاؤ کہ یہ عالم کونسا تھا ؟ کبھی اِس عالم کی بھی کوئی
خبر تم تک پہنچی ہے ؟

یاران خبر دہید کہ این جلوہ گاہ کیست ؟

افسوس ' حیلہ جوئی و بہانہ سازی کا نام تمھاری بولی میں رخصت ہے '
اور ہمت کی موت اور ایمان کی جانکنی کو تمھاری بستی میں مصلحت
بینی اور دانشمندی کے لقب سے پکارا جاتا ہے - تم کو اِس عالم کی کیا خبر ؟
اقلیم عزائم اور ہمت آباد عشق کے معاملات تمھارے وہم و گمان سے بھی بالا
تر ہیں - تمھارے لیے یہی بہت ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے ایمان کی بچی
بچائی اور نچی کھچی پونجی بچا لیجاؤ - اگرچہ اسکی بھی امید نہیں :

تو اے گرد توہم ! شوکت دریا چہ میدانی ؟
اسیر عذر لنگی ' وسعت صحرا چہ میدانی ؟

تم کہتے ہو کہ دیدہ و دانستہ اپنی جان ہلاکت میں ڈالدینا کونسی عقلمندی
اور کہاں کی حق پرستی ہے ؟ بلاشبہ ایک طرح کی ضلالۃ و جنون :

حلق و تکون حرصاً او تکون من الہالکین - تو تمھاری مثال ٹھیک ٹھیک ویسی ہی
مصر کی سی ہے جو جمال محسوس یوسفی سے بیخبر امراۃ العزیز کو ملامت

کیا کرتی تھیں : تراود فتاہا عن نفسہ قد شغفہا حبا - انا لنراہا فی ضلال [illegible]
[illegible]
[illegible]

ساتھیوں میں سے کس نے ایسی ھٹ کی جیسی تم کر رہے ہو؟ امام احمد نے کہا نہ تو کوئی دلیل نہ ہوئی " اعطونی شیئًا من کتاب اللہ او سنة رسوله حتی اقول به " عین حالت صوم میں کہ صرف پانی کے چند گھونٹ پی کر روزہ رکھہ لیا تھا، نو تازہ دم جلادوں نے پوری قوة سے کوڑے مارے یہانتک کہ تمام پیٹھہ زخموں سے چور ہوگئی اور تمام جسم خون سے رنگین ہوگیا - خود کہتے ہیں کہ جب ہوش آیا تو چند آدمی پانی لاے اور کہا پی لو مگر میں نے انکار کردیا کہ روزہ نہیں توڑ سکتا - وہاں سے مجھکو اسحاق بن ابراهیم کے مکان میں لیگئے - ظہر کی نماز کا وقت آگیا تھا - ابن سماعه نے امامت کی اور میں نے نماز پڑھی - نماز کے بعد ابن سماعه نے کہا: تم نے نماز پڑھی حالانکہ خون تمہارے کپڑوں میں بہہ رہا ہے؟ یعنے دم جاری و کثیر کے بعد طہارت کہاں رہی؟ میں نے جواب دیا " قد صلی عمر و جرحه یثعب دمًا " ہاں مگر میں نے وہی کیا جو حضرة عمر نے کیا تھا - صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور قاتل نے زخمی کیا مگر اسی حالت میں انہوں نے نماز پوری کی!

ابن سماعه کے جواب میں حضرة امام نے حضرة عمر کی جو نظیر پیش کی تو یہ انکی تشفی کیلیے بس کرتی تھی، مگر میں کہتا ہوں کہ جو خون اسوقت امام احمد بن حنبل کے زخموں سے بہہ رہا تھا، اگر وہ خون ناپاک تھا اور اسکے ساتھہ نماز نہیں ہوسکتی تو پھر دنیا میں اور کونسی چیز ایسی ہے جو انسان کو پاک کرسکتی ہے، اور کونسا پانی ہے جو طاہر و مطہر ہوسکتا ہے؟ اگر یہ ناپاک ہے تو دنیا کی تمام پاکیاں اِس ناپاکی پر قربان! اور دنیا کی ساری طہارتیں اِسپر سے نچھاور! یہ کیا بات ہے کہ پاک سے پاک اور مقدس سے مقدس انسان کی میت کیلیے بھی غسل ضروری ٹھہرا کہ " اغسلوه بماء وسدر وکفنوه فی ثوبین " (۱) مگر شہیدان حق کیلیے یہ بات ہوئی کہ انکی پاکی شرمندۂ آبِ غسل نہیں " لم یصل

---

(۱) اخرجه البخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنه -

بار بار کہہ رہا ہوں کہ عزیمۃ دعوۃ ' عزیمۃ دعوۃ ' تو یہ ہے عزیمۃ دعوۃ ' اور یہ ہے وراثت و نیابت مقام فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل کي ' اور یہ ہے خاصہ مردۃ عظیمۃ " من یجدد لہا دینہا " کا ' اور نہ ہے آں ایام مثں کا صبر اعظم ، واکرحلکي لسدت ترمذي کي روایت مدں فرمایا " الصبر مدہم کالقبض علی الجمر " تو یہي وہ لوگ ھدں جو اگر چاھدں تو گوشۂ رخصت و بیچارگي میں امن و عافیت کے پھول چن سکتے ھیں ' لیکن وہ پھولوں کو چھوڑ کر دھکتے ھوے انگارے پکڑ لیتے ھدں ' اور اسي لیے آنکا اجر و ثواب بھي " مثل اجر خمسین رجلاً یعملوں مثل عملکم " کا حکم رکھتا ہے مانا کہ ضعیفوں اور درماندوں کیلیے رخصت و گلو خلاصي کي راھیں بھي باز رکھي گئي ھدں لیکن اصحاب عزائم کا عالم دوسرا ہے - آنکي ھمت عالي بھلا میدان عزیمۃ واستبقوا بالخیرات کو چھوڑ کر بنگلاے رخصت و ضعف میں پناہ لینا کب گوارا کرسکتي ہے ؟ جوانان ھمت اور مردان کارزار اس ننگ کو کیوں قبول کرنے لگے کہ کمزوروں اور درماندوں کي لکڑي کا سہارا پکڑیں ؟ جنکے لیے اِس میں سلامتي ہے ' ھوا کرے ' مگر آنکے لیے تو ایسا کرنا ھمت کي موت ہے ' ایمان کي ناکامي ہے ' اور عشق کي جنس عزت کیلیے داغ ننگ و عار سے کم نہیں - حسنات الابرار سئیات المقربین ! رخصۃ و عزیمۃ کي تفریق اور اعلی و ادنی کا امتیاز اصحاب عمل کیلیے ہے نہ کہ اصحاب عشق کیلیے عشق کي راہ ایک ھي ہے ' اور اُسمیں جو کچھہ ہے عزیمۃ ھي عزیمۃ ہے ضعف و بیچارگي کا تو ذکر ھي کیا ؟ وہاں رخصت کا نام لینا بھي کفر از معصیت نہیں کما قال بعض المحققین العارفین

ملت عشق از ھمہ دیں ھا جداست

عاشقاں را مذھب و ملت خداست !

حافظ ابن جوزي لکھتے ھیں کہ جب معتصم باللہ نے جلادوں کو ضرب تازیانہ کیلیے حکم دیا تو وہ علماء اھل سنۃ بھي دربار میں موجود تھے جو شدۃ محن و مصائب کي تاب نہ لاسکے اور اقرار کرکے چھوٹ گئے ان میں سے بعض نے کہا " من صنع من اصحابک في ھذا الامر ما تصنع " جو تمہارے

تھیں! (۱) ابو العباس کہتے ھیں کہ جب ھم نے یہ بات سنی تو مایوس ھوکر چلے آئے کہ انکو سمجھانا بیکار ھے - یہ اپنی بات سے پھرنے والے نہیں" یہ جو میں

(۱) اصل حدیث کے الفاظ صحیح بخاری میں یہ ھیں ' یا قریب قریب اسکے " شکونا الی رسول اللہ صلعم و ھو متوسد بردۃ لہ فی ظل الکعبہ ' قلنا الا تدعو اللہ لنا ؟ قال : کان الرجل فی من قبلکم یحفرلہ فی الارض فیجعل فیہ فیجاء بالمنشار فیوضع علی راسہ فیشق ' و ما یصدہ ذلک عن دینہ - و یمشط بامشاط الحدید ما دون لحمہ من عظم و عصب ' و ما یصدہ ذلک عن دینہ - و اللہ لیتمن ھذ الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخاف الا اللہ و لکنکم تستعجلون " یہ ھجرۃ سے پیشتر کا واقعہ ھے - بعض صحابہ نے عرض کیا کہ اعداء حق کے ظلم و جور کی حد ھوگئی - آپ ھمارے لیے دعا نہیں کرتے ؟ فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ھیں کہ ظالموں نے آنکو گڑھوں میں کھڑا کرکے آرہ سے چیر دیا مگر اس پر بھی انہوں نے حق سے منہ نہ موڑا ' اور ایسا ھوا کہ حق پرستوں کی کھالوں پر لوھے کی کنگھیاں پھرائی گئیں جو گوشت کو ھڈی اور پٹھے سے جدا کردیتی تھیں ' لیکن اسکو بھی انھوں نے سہہ لیا اور حق سے منہ نہ موڑا - خدا کی قسم ! دعوۃ حق کا جو کام شروع ھوا ھے وہ پورا ھوکر رھیگا ' یہانتک کہ وہ وقت قریب ھے جب یمن سے حضرموت تک ایک سوار چلا جائیگا اور بجز اللہ کے اور کسی کا خوف اسکے دل میں نہوگا (یعنی راہ میں ھر جگہ صرف مسلمان ھی ھونگے - کوئی غیر نہوگا جو حملہ کرے یا لوٹے) یہ ھونے والا ھے مگر تم جلد بازی کرتے ھو" امام بخاری باب علامات النبوۃ میں ایک دوسری حدیث عدی بن حاتم کی بھی لاے ھیں کہ " لترین الظعینۃ ترتحل من الحیرۃ حتی تطوف بالکعبہ " اور " لتفتحن کنوز کسری " یعنی آپنے فرمایا : عدی ' اگر تم جیتے رھے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت تن تنہا سفر کرکے آئیگی اور کعبہ کا طواف کریگی اور اس تمام سفر میں اللہ کے سوا کوئی چیز اسکے لیئے موجب خوف نہوگی - اور قریب ھے کہ مسلمانوں کیلیے کسری کے خزانے کھولدیے جائیں - عدی کہتے ھیں کہ میں زندہ رھا اور دونوں باتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں - و کنت فی من افتتح کنوز کسری !

وہ زمانہ کیا ھوا جب مرے گریہ میں اثر تھا
یہی چشم خونفشاں تھی ' یہی دل یہی جگر تھا !

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس!

امام موصوف کو جب قید کرکے طرطوس روانہ کیا گیا تو ابوبکر الاحول نے پوچھا " ان عرضت علی السیف تجیب ؟ " اگر تلوار کے نیچے کھڑے کردیے گئے تو کیا اسوقت مان لوگے ؟ کہا نہیں - ابراہیم بن مصعب کوتوال کہتا ہے کہ میں نے کسی انسان کو بادشاہوں کے آگے احمد بن حنبل سے بڑھکر بے رعب نہ پایا " توملّٰد ما لنعص في عیلنہ الا کامثال الذباب " ہم عمال حکومت آنکی نظروں میں مکھیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے! اور یہ بالکل حق ہے - جن لوگوں کی نظروں میں جلال الٰہی سمایا ہو ' وہ مٹی کی ان پتلیوں کو جنھوں نے لوہا بدن کرکے کالبدے پر ڈال رکھا ہے یا بہت سا چاندی سونا اپنے جسم پر لپیٹ لیا ہے ' کیا چیز سمجھتے ہیں ؟ انکو تو خود اقلیم عشق الٰہی کی سروری و شاہی اور شہرستان صدق و صفا کا تاج و تخت حاصل ہے!

مبیں حقیر گدایان عشق را 'کیں قوم

شہاں بے کمر و خسرواں بے کلہ اند!

ابو العباس الرقی سے حافظ ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ جب رقہ میں امام موصوف قید تھے تو علماء کی ایک جماعت گئی اور اس قسم کی روایات و نقول سنانے لگی جن سے بخوف جان تقیہ کرلینے کی رخصت نکلتی ہے - امام موصوف نے سب سنکر جواب دیا کیف تصنعون بحدیث خباب ؟ ان من کان قبلکم کان ینشر احدهم بالمنشار ثم لا یصدہ ذلک عن دینه - فالوا فیئسنا منه " یعنی یہ تو سب کچھ ہوا مگر بھلا اُس حدیث کی نسبت کیا کہتے ہو کہ جب صحابہ نے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم سے مظالم رسدالد کی شکایت کی تو فرمایا - تم سے پہلے ایسے لوگ گزرچکے ہیں جنکے سروں پر آرہ چلایا جاتا تھا اور جسم لکڑی کی طرح چیر ڈالے جاتے تھے ' مگر یہ آزمائش بھی انکو حق سے نہیں پھرا سکتی

کي تھي اور نہ شور و فغان کي ' بلکہ وھي تھي جسکے لیے یہ سب کچھہ ھو رھا تھا - یعني " القرآن کلام اللہ غیر مخلوق " ! اللہ اللہ ! یہ کیسي مقام دعوۃ کبری کي خسروي و سلطاني تھي ' اور وراثۃ و نیابۃ نبوۃ کي ھیبت و سطوۃ کہ خود المعتصم باللہ جسکي ھیبت و رعب سے قیصر روم لرزاں و ترساں رھتا تھا ' سر پر کھڑا تھا ' جلادوں کا مجمع چاروں طرف سے گھیرے ھوے تھا ' اور وہ بار بار کہہ رھا تھا " یا احمد ! و اللہ اني علیک لشفیق ' و اني لاشفق علیک کشفقتي علی ھارون ابني ' و واللہ لئن اجابني لاطلقن عنک بیدي - ما تقول ؟ " یعنی و اللہ میں تم پر اس سے بھي زیادہ شفقت رکھتا ھوں جسقدر اپنے بیٹے کیلیے شفیق ھوں - اگر تم خلق قرآن کا اقرار کرلو تو قسم خدا کي ابھي اپنے ھاتھوں سے تمھاري بیڑیاں کھولدوں - لیکن اس پیکر حق ' اس مجسمۂ سنۃ ' اس موید بالروح القدس ' اس صابر اعظم کما صدر اولو العزم من الرسل کي زبان صدق سے صرف یہي جواب نکلتا تھا : " اعطوني شیئا من کتاب اللہ او سنۃ رسولہ حتی اقول بہ " اللہ کي کتاب میں سے کچھہ دکھلادو یا اسکے رسول کا کوئي قول پیش کردو تو میں اقرار کرلوں ' اسکے سوا میں اور کچھہ نہیں جانتا !

چو غلام آفتابم ھمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اگر اس چراغ تجدید و مصباح عزیمۃ دعوۃ کي روشني مشکواۃ نبوۃ سے مستنیر نہ تھي ' تو پھر یہ کیا تھا کہ جب معتصم ھر طرح عاجز آ کر قاضي ابن ابي داود وغیرہ علماء بدعت و اعتزال سے کہتا " ناظروہ وکلموہ " اور وہ کتاب و سنۃ کے میدان میں عاجز آ کر اپنے اوھام و ظنون باطلہ کو باسم عقل و راے پیش کرتے کہ سر تا سر یونانیات ملعونہ سے ماخوذ تھے ' تو وہ اسکے جواب میں بے ساختہ بول اٹھتے " ما ادري ما ھذا ؟ " میں نہیں جانتا یہ کیا بلا ھے ؟ " اعطوني شیئاً من کتاب اللہ او من سنۃ رسولہ حتی اقول " اس تمام کائنات ھستي میں میرے سر کو جھکانے والي صرف دو ھی چیزیں ھیں - اللہ کي کتاب اور اسکے رسول کي سنۃ - اسکے سوا نہ میرے لیے کوئي دلیل ھے نہ علم :

دعاؤں اور مناجاتوں پر قناعت کرلی ' بلکہ دین خالص کے قیام کي راہ میں اپنے نفس و وجود کو قربان کردیئے اور تمام خلف امۃ کیلیے ثبات و استقامت علی السنہ کي راہ کھول دینے کیلیے بحکم فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل اُٹھہ کھڑے ہوے انکو قید کیا گیا ' قید خانے میں چلے گئے - چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈالي گئیں ' پہن لیں اسي عالم میں بغداد سے طرطوس لے چلے اور حکم دیا گیا کہ بلا کسي کي مدد کے خود هي اونٹ پر سوار هوں اور خود هي اونٹ سے اتریں ' اسکو بهي قبول کرلیا - بوجھل بیڑیوں کي وجہ سے هل ابھی سکتے تھے ' اُٹھتے تھے اور گر پڑتے تھے - عین رمضان المبارک کے عشرۂ آخر میں جسکي طاعت اللہ کو تمام دنوں کي طاعات سے زیادہ محبوب ہے ' بھوکے پیاسے جلتي دھوپ میں بٹھائے گئے ' اور اُس پیٹھہ پر جو علوم و معارف نبوۃ کي حامل تھي ' لگاتار کوڑے اس طرح مارے گئے کہ ہر جلاد دو ضربیں پوري قوۃ سے لگاکر پیچھے ہٹ جاتا اور پھر تازہ دم جلاد اُسکی جگہ لیتا - اسکو بھي خوشي خوشي برداشت کرلیا ' مگر اللہ کے عشق سے منھہ نہ موڑا اور راہ سنۃ سے منحرف نہ ہوے - تازیانے کي ہر ضرب پر بھي جو صدا زبان سے نکلتي تھي ' وہ نہ تو جزع و فزع

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۳]

العاص لوگوں کو سنا رہے تھے " من بایع اماماً واعطاہ صفقۃ یدہ فلیطعہ ما استطاع " عبد الرحمن بن عبد الرب کہتے هیں کہ میں نے اسپر سوال کیا " ان ابن عمک معاویہ یامرنا ان ناکل اموالنا بیننا بالباطل و نقتل انفسنا واللہ یقول لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل یعني یہ جو تم آنحضرۃ سے روایت کرتے ہو کہ " جس امام کو بیعت کا ہاتھہ دیا پس چاهیے کہ اسکي اطاعت کي جائے " تو تمهارا چچیرا بھائي معاویہ ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کا مال ناحق کھالیں اور ایک دوسرے کو قتل کریں حالانکہ خدا کا حکم یہ ہے کہ ایسا نہ کرو - اب بتلاؤ ہم کیا کریں ؟ امیر کي اطاعت کریں یا خدا کي ؟ عبد اللہ کچھہ دیر چپ رہے پھر کہا " اطعہ في طاعۃ اللہ واعصہ في معصیۃ اللہ " نیک بات میں اُسکے حکم کي اطاعت کر اور خدا کي نافرماني میں اُسکا حکم نہ مان غالباً یہ مسلم میں ہے -

حاصل هوا - اُنهوں نے نه تو دعاة فتن و بدعة کے آگے سر جهکایا ' نه روپوشی و خاموشی و کناره کشی اختیار کی ' اور نه صرف بند حجروں کے اندر کی

[بقیه نوت صفحه ۱۱۴]

پس آجکل کے علماء حیل و بندگان نفس نے جو ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیلیے اس حدیث کو اور علیکم انفسکم کو حیله بنا رکھا هے' اور جب کبهی اُنکو علماء کے فرائض یاد دلاے جاتے هیں تو فوراً کهدیتے هیں علیکم انفسکم اور " علیك بنفسك و دع عنك امر العوام " تو یه صریح قرآن و سنة کی تحریف هے - اگر علیکم انفسکم کا یہی مطلب هو تو اُس تفسیر کی نسبت کیا کهوگے جسکو حضرة ابوبکر صدیق نے اپنے خطبه میں بیان کیا تها ؟ یهاں ایک اور دقیق نکته بهی ملحوظ رهے - اس حدیث اور اس قسم کی اکثر احادیث میں ایسے فتنوں کی خبر دی گئی هے جنمیں سب سے بڑا فتنه خلافة راشده کا انقراض اور امراء ظلم و جور کا قیام هے جو حق و عدل کو پامال کردینگے اور سچائی کے اعلان کو جبراً و قهراً روکینگے - تو ایسے وقتوں کیلیے اگر عامۂ ناس کو یه حکم دیا جاتا که هر شخص امر بالمعروف کیلیے اُتهه کهڑا هو تو اسکا نه نتیجه نکلتا که پهلی حالت سے بهی بدتر حالت پیدا هو جاتی - هر طرف طوائف الملوکی اور انارکی پهیل جاتی ' حکومتیں قائم نه رهتیں ' بلاد اسلامیه کا کوئی محافظ نه هوتا ' جمعة و جماعت کا کوئی انتظام نه کرتا - پس ایسے وقتوں کیلیے عامۂ ناس کو یهی وصیه کی گئی که بروں کی برائی کو اُنکے لیے چهوڑدو اور اپنا دامن بچاے رهو - اگر تمهارے مسلمان حاکم ظالم و جابر بهی هوں ' جب بهی اُن سے سرکشی و بغاوت نه کرو - تا آنکه کوئی داعی حق کهڑا هو اور دعوة عامه کا باب مسدود کهل جاے - اس وقت عوام کا بهی فرض هوگا که اُسکا ساتهه دیں اور نظام حق و عدل کو قائم کردیں - یہی وجه هے که اوائل بنو امیه هی میں تمام صحابۂ کرام اسپر متفق هوگئے که عامۂ امت کو سلاطین اموبه کی اطاعت کرنی چاهیے ' زکواة اُنهی کو دینی چاهیے ' جمعه اُنهی کے پیچهے پڑهنا چاهیے ' حفظ ملت و بلاد کی راه میں نکلیں تو اُنکے علم کے نیچے جمع هو جانا چاهیے - تا آنکه کوئی قائم حق کهڑا هو -

حامیان بنو امیه اطاعت امیر کی احادیث کثرت کے ساتهه بیان کرتے تهے تاکه لوگ اُنکے قبضه سے نکل نه جائیں - ایک مرتبه عبد الله بن عمرو

تھا ' اور دین الخالص کا بقاء و قیام ایک عظیم الشان قربانی کا طلبگار تھا '
تو غور کرو کہ صرف امام مرصوف ھی یہ حکم ماتم و سلطان عہد ھونے کا شرف

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۴]

مطلب نہیں ھے کہ بجز اپنے نفس کی اصلاح کے اور کسی کی ھدایت و اصلاح سے مطلب ھی نہ رکھو اور لوگوں کو گمراھی میں مبتلا ھونے دو' کیونکہ اگر ایسا ھو تو کتاب و سنۃ کے دو ثلث احکام و وصایا بالکل بیکار ھوجائیں ' بلکہ مطلب یہ ھے کہ جب فتنہ و فساد کا دور آے اور غالب جماعت مبتلاے منکرات و معاصی ھو' اور ھر شخص اپنی راے پر مغرور اور دین کی طرف سے بالکل بے پروا ھوجاے تو اُسوقت سب کو گڑھوں میں گرتے دیکھکر خود بھی نہ کود پڑنا ' بلکہ گرنے والوں کو گرنے دو- خود اپنی راہ حق پر قائم و ثابت قدم رھو اُنکا معاملہ اُنکے لیے اور تمھارا معاملہ تمھارے لیے - ولا تزرو وازرۃ وزر اخری - ثانیا ' اگر " دع عنک امر العوام " کا یہ مطلب مان بھی لیا جاے کہ لوگوں کو اُنکے حال پر چھوڑ دو' جب بھی نہ وھی عامۃ ناس کیلیے رخصت کا پہلو ھوگا اور عزیمۃ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ھی میں ھوگی ' چنانچہ اسی روایت میں اسکے بعد فرمایا " فان من ورائکم ایاماً ' الصبر فیھن کالقبض علی الجمر ' العامل فیھن مثل اجر خمسین رجلا یعلمون مثل عملکم " یعنی یہ جو کہا کہ اُسوقت اپنے وجود کو بچانا اور عوام کو اُنکے حال پر چھوڑ دینا ' تو اسلیے کہا کہ ظلم و مصائب کے بڑے سخت دن آنے والے ھیں اُسوقت حق کی راہ میں صبر کرنا ایسا سخت ھوگا جیسے انگاروں کو ھاتھہ میں لینا ' سو جو شخص ایسے دنوں میں بھی عمل حق سے باز نہ آیا ' اُسکے لیے تم جیسے پچاس آدمیوں کے اعمال کا ثواب ھوگا " اس سے واضح ھوگیا کہ چونکہ سر و ملک میں اُن لوگوں کیلیے بڑے ھی سخت مصائب و محن ھونگے جو حق کے اعلان و دعوۃ کی راہ میں قدم رکھینگے ' اور اُنکو برداشت کرنا ھر شخص کا کام نہیں ' اسلیے عامۃ ناس کیلیے یہ حکم دیا کہ کم سے کم اپنا دامن تو بچا لیجاؤ دوسروں کے پیچھے نہ پڑو کہ اسمیں بڑی ھی آزمائشیں اور سختیاں ھیں پھر اگر کوئی مرد ھمت ان آزمایشوں میں پورا اُترے تو فرمایا کہ اُسکے اجر و ثواب کا کیا پوچھنا ؟ اُسکا ایک عمل و صبر پچاس اصحاب عمل کے مقابلے میں رکھا جائیگا کہ کام جتنا سخت ھو اُسی کے مطابق مزدوری بھی ملنی چاھیے -

بند ہو جانا کہ " لا یرون فیه الشمس ابدا " کو قبول کرلیں - بہتوں کے قدم تو ابتدا ہي میں لڑکھڑا گئے - بعضوں نے ابتدا میں استقامت دکھلائي لیکن پھر ضعف و رخصت کے گوشے میں پناہ گیر ہوگئے - عبد اللہ بن عمر القواریري اور حسن بن حماد امام موصوف کے ساتھہ ہي قید کیے گئے تھے ' مگر شدائد و محن کي تاب نہ لا سکے اور اقرار کر کے چھوٹ گئے - بعضوں نے روپوشي اور گوشہ نشیني اختیار کرلي کہ کم سے کم اپنا دامن تو بچا لیجائیں - کوئي اسوقت کہتا تھا " لیس ھذا زمان حدیث ' انما ھذا زمان بکاء و تضرع و دعاء کدعاء الغریق " یعنی یہ زمانہ درس و اشاعت علوم و سنۃ کا نہیں ہے - یہ تو وہ زمانہ ہے کہ بس اللہ کے آگے تضرع و زاري کرو اور ایسي دعائیں مانگو جیسي سمندر میں ڈوبتا ہوا شخص دعا مانگے ! کوئی کہتا تھا " احفظوا لسانکم ' و عالجوا قلبکم ' و خذوا ما تعرفوا ' و دعوا ما تنکروا " اپنی زبانوں کی نگہباني کرو ' اپنے دل کے علاج میں لگ جاؤ ' جو کچھہ جانتے ہو اسپر عمل کیے جاؤ ' اور جو برا ہو اسکو چھوڑ دو ! کوئي کہتا " ھذا زمان السکوت و ملازمۃ البیوت " یہ زمانہ خاموشي کا زمانہ ہے اور اپنے اپنے دروازوں کو بند کرکے بیٹھہ رہنے کا (۱) جبکہ تمام اصحاب کار و طریق کا یہ حال ہو رہا

---

(۱) یہ باتیں بھی اپنے مقام و رنگ میں ٹھیک تھیں اور ہرگز ہرگز موجب قدح نہیں - ارباب رخصۃ کیلیے اسی میں امن و سلامتی ہے - یہ مقام بھي ان لوگوں پر بدرجہا مزیہ و مصلحت رکھتا ہے جو خود اپنے اعتقاد و عمل کی بھی محافظت نہ کرسکے ' اور ہر حال میں اصلاح نفس مقدم ' لیکن ارباب عزیمۃ کا مقام دوسرا ہے - اصحاب رخصت کی نہایۃ انکے لیے بدایۃ کا حکم رکھتی ہے ' اور حسنات الابرار سیئات المقربین کے معاملات سب کیلیے نہیں ہوسکتے - وکلا وعد اللہ الحسنی اور و لکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات - اور یہ جو ترمذی (یا ابو داؤد) میں ہے کہ ابو امیہ شعبانی نے ابو ثعلبہ سے یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم کي نسبت پوچھا تو انہوں نے آنحضرۃ سے روایت کی " ایتمروا بالمعروف و انتھوا عن المنکر ' حتی اذا رایتم شحا مطاعا و ھوی متبعا و دنیا موثرۃ و اعجاب کل ذی رای برایہ ' و علیک بنفسک و دع عنک امر العوام " تو اول تو " علیک بنفسک " کا یہ

پہنچاے ' ورنہ والفجر اور والضحی کے مراتب اولۂ نور بر نور اُنکے لیے
و اللیل اذا یغشی کے حکم میں داخل ہیں !

فصل

اگر تاریخ اسلام کے مختلف دوروں اور سلسلۂ دعوۃ و تجدید امۃ مرحومۃ
کی پچھلی کڑیوں پر نظر ڈالو تو یہ جو کچھ کہا گیا ' اسکی تصدیق ہر دور
کے واقعات پیش کرینگے - افسوس کہ یہ موقعہ تفصیل کا نہیں ہر دور میں
تم پاؤگے کہ اگرچہ عامۂ علماء و صلحاء امۃ کی ایک بہت بڑی جماعت
موجود تھی ' اور اُنکا فضل و کمال اور ورع و تقوی بھی ہر طرح مسلم و
ثابت ہے ' بلکہ بعض اُن میں ایسے تھے کہ علم و عمل کی متعدد شاخوں
میں اپنا عدیل و نظیر نہیں رکھتے تھے ' با ایں ہمہ اُس عہد کی عزیمۃ
دعوۃ اور تجدید ملت کے مرتبۂ مخصوص میں اُنکا کوئی حصہ نہ ہوا ' اور
صرف چند خاص افراد عزائم ہی کی قسمت میں آیا یا تو اُنکے عدم ہمت
نے علم و عمل کی دوسری شاخوں پر قناعت کرلی ' یا اس راہ میں قدم
اٹھانے کی جرات ہی نہ کرسکے عہد اوائل بنو امیہ میں کہ ابھی ہجرۃ کی
پہلی صدی بھی ختم نہیں ہوئی تھی ' کتنی بڑی جماعت اجلۂ صحابۂ
کرام اور ارکان بیت نبوۃ و بقیۂ صالحۂ خیر القرون کی موجود تھی ؟ اور
کون ہے جو اُنکی عظمت و شرف میں ایک لمحہ کیلیے بھی شک کرسکے ؟
لیکن بدعات و مفسدات بنو امیہ کے مقابلے میں سرفروشانہ اقدام
عزیمۃ و فتح باب معارضۃ و ثبات فی الحق و العدل کا جو ایک مخصوص
مقام تھا ' وہ تو بجز حضرۃ امام حسین (علیہ و علی ابائہ و اجدادہ الصلوۃ
و السلام) کے اور کسی کے حصے میں نہ آیا ؟ عبد الملک بن مروان کا زمانہ
اجلۂ تابعین و حفاظ سنۃ و حملۂ علوم نبوۃ سے مملوء تھا ' لیکن اتباع
سنۃ و اعلام حق کی راہ میں سو دُرّوں کی ضرب مردانہ وار برداشت کرلینے
اور متعرض مقتدمین آل مروان اور مغضوب قلوب مومنین ہونے کا جو شرف

غیر احداء - بہار کا جب موسم آتا ہے توگو زمین کے ہر گوشہ کو روئیدگی و سرسبزي سے مالا مال کردینا چاھتا ہے مگر سب سے پہلے اسکي آمد کی برکتیں باغ و چمن ھي میں ظاہر ھوتي ھیں - اور صبح کا طلوع اگرچہ دنیا کے گوشے گوشے کیلیے پیام نور ھوتا ہے مگر سورج کي پہلي کرنیں اونچي دیواروں اور بلند مناروں ھي پر چمکتي ھیں، گو بعد کو نچلے سے نچلے تہہ خانے بھي روشن ھوجائینگے - یہي حال عہد ھدایت اور دور فیوض و برکات سماویہ کا بھي ہے - اس عالم میں بھي خزان و بہار کے موسم آتے ھیں اور لیل و نہار کا اختلاف موجود ہے - وما یعقلها الا العالمون سو اگرچہ نہار سعادت کا موسم سارے جہان اور ساري زمین کیلیے موسم حیات و کامرانی ہے لیکن اسکي سب سے پہلی برکت اصحاب عزائم و نفوس زکیۂ امت کے رباحین قلوب و بساتین ارواح ھي سے بروز و ظہور کرتي ہے، اور اگرچہ آفتاب فیضان الہي کي تجلی تمام بر و بحر کو ظلمت غفلت و بطالت سے نجات دلانا چاھتي ہے، مگر اسکي سب سے پہلي کرنوں سے درخشندہ و جہانتاب ھونے کا حق صرف انھي طبائع مستعدہ و قلوب صافیہ کو حاصل ھوتا ہے، جنھوں نے اپني استعداد سربلندي و رفعت سے اکتساب اسفار ھدایت کیلیے اسبقیت و اولیت کا درجہ حاصل کرلیا ہے - اور یہ معلوم ہے کہ موسم بہار ہر پھول کو لالي اور ہر پتے کو سبزي بخشیگا، اور صبح کي تجلی ہر ذرہ کو چمکیلا اور ہر آنکھہ کو بینا بنادیگی، مگر اس سے کیا ھوتا ہے ؟ دیکھنا صرف یہ ہے کہ جسوقت باغ و چمن میں پھول کھلکھلا رہے تھے اور شاخیں ھنس ھنس کر جھوم رھی تھیں تو اسوقت اموات صحرا و گلخن کا کیا حال تھا ؟ اور جس وقت دیواروں کي اونچي منڈیروں اور مناروں کی چوٹیوں اور کلسوں کو صبح تجلی زیور طلائي پہنا رھی تھی تو اسوقت صحن مکان کے گوشوں اور ابواب و مداخل کے نیچے سونے والوں کا بھی اس فیضان اول میں حصہ تھا یا نہیں ؟ تہہ خانوں اور سردابوں کے بسنے والوں کا تو یہاں ذکر ھي نہیں کرنا چاھئے - انکے لیے تو شاید وانتظار اذا تجلی کا وقت ھي روشني کي پہلي کرن بھم

غلبۂ و احاطہ حاصل نہیں ہوتا یا کتاب و سنۃ کی دعوۃ خالص و بے آمیزش کی حقیقت سے خالی ہوتی ہیں' پس اگرچہ اس لحاظ سے کہ اصلاً طلب حسنات و اصلاح اور قیام شریعۃ پر مبنی ہیں ' وہ دعوۃ الی الحق و امر بالمعروف کے حکم میں داخل ہوجاتی ہیں' مگر ساتھہ ہی اس اعتبار سے کہ طرح طرح کی غلطیوں اور لغزشوں ' یا آمیزش ظلمت رائے و قیاس عدم صالح ' یا کوری بدعات و محدثات سے پاک و صاف نہیں ہیں ' اپنا حکم و اثر کھو دیتی ہیں اور برکات نصرۃ و موعود حاصل نہیں کرسکتیں مثلاً اصل کی جگہ کسی ایک ایسی فرع کی حفاظت کو عزیمۃ دعوۃ سمجھہ لیا جو بوجہ معدل و ضیاع اصل بالفعل نا قابل اعتنا تھی ' یا سلسلۂ سفر بعدت تعیین منازل و تقرر بدایۃ و نہایۃ کے ساتھہ شروع نہیں کیا مثلاً جس منزل سے سفر کا آغاز ہونا چاہیے ' اسکو درمیانی سمجھہ لیا یا آخری منزل ' کہ ان حقائق کار کا علم بلا معام نسبۃ بالانبیا و تخلق باخلاق الصحابہ کے حاصل نہیں ہوسکتا ' اور یہی وہ عوامض اعمال دعوۃ ہیں جنکی طرف بعض صحابہ و تابعین اشارہ کرکے کہدیا کرتے ہیں کہ " وَ ذٰلک منْ عمل الدعوۃ " یا اس سے بہی بڑھکر مصیبت یہ کہ گو دعوۃ الی الحق کیلیے قدم اٹھا مگر سنۃ کی رہنمائی کی جگہ بدعۃ کی دھندلی روشنی ہاتھہ آگئی ' یا اقلاً طریق کار بدعۃ کی آمیزش سے محفوظ نہ رہا ' اور اگر اللہ تعالی نے فہم واسع و سلیم عطا فرمایا ہے و سمجھہ لیگے کہ یہ آخری سبب بڑی بڑی کیلیے مزلۂ اقدام ہوتا آیا ہے اور ایک علۃ قویہ ضیاع قواے عمل و کار و بار دعوۃ و تبلیغ کی صدیوں سے یہی چلی رہی ہے یا دعوۃ و تبلیغ کے بلند مقامات کی طرف ایسے نو آموزان راہ اور خام معران کار نے قدم اٹھا یا جو گو اپنے ولولوں اور نیتوں کے لحاظ سے مستحق تحسین ہیں لیکن اس مقام کیلیے جس قوۃ علمی و عملی کی ضرورت ہے اور جس ثبات قلب و رسوخ عزم کی ' وہ ابھی اُن سے منزلوں دور ہے ' نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یا تو اول قدم ہی میں ٹھوکر لگتی ہے' یا بیچ راہ میں پہنچکر میدان کارزار کو پیٹھہ دکھلا دیتے ہیں ' حالانکہ یہ وہ راہ ہے کہ یہاں کی ایک ادنی

دیکھکر ٹوکدینا بھی نہی عن المنکر ھے ' تمام شہر کو برائی سے باز رکھنے کیلیے کھڑے ھو جانا بھی نہی عن المنکر ھے ' اور پھر عالم تفئدد و تحدید سے آزاد ھوکر اپنے تمام عہد و دور کے شر و فساد کو دور کرنے کیلیے بلا امتیاز قرب و بعد و یمین و یسار و مشرق و مغرب غلغلۂ عمل بلند کرنا بھی نہی عن المنکر ھے - اسی طرح مسلمانوں کے راستہ سے پتھر ھٹا دینا بھی ایمان کی شاخ اور عمل حق ' مگر تمام امت کی راہ سے سنگ بطلان و فساد کو دور کردینا بھی عمل ایمان و اقدام حق ھے ' پھر کیا ان تمام مراتب کا ایک ھی حکم ھوسکتا ھے ؟ کہا وہ مقام ارفع و اعلی جہاں ایک عالم و امت کی اصلاح کیلیے قدم اٹھاے جائیں ؟ اور کہا وہ تنگناے ضعف جہاں صرف اپنے

پڑوسی کی اصلاح ھی پر قناعت کرلی جاے ؟ اگرچہ وکلا وعد اللہ الحسنی - اصلاح دونوں ھیں ' اور دونوں کیلیے اجر ' لیکن پہلا منصب نبوۃ کی شاخ ' اور دوسرا افراد امت میں سے ایک فرد مومن صالح کا مرتبہ اور بس - پس یا تو دعوۃ حق کا سلسلہ موجود ھوتا ھے مگر ایک محدود دائرہ سے باھر قدم نہیں نکالتا - یا ایسا ھوتا ھے کہ دعوۃ کی صدائیں بڑی ھی دھیمی اور پست ھوتی ھیں اور انمیں وہ گرج اور کڑک نہیں پائی جاتی جس کے بغیر سرشاران غفلت چونک نہیں سکتے ' اسلیے گو اٹھتی رھتی ھیں لیکن اپنے عہد کو چونکا دینے کا شرف حاصل نہیں کرسکتیں - یا ایسا ھوتا ھے کہ نفوذ دعوۃ و سریان امر کیلیے ضروری ھے کہ دعوۃ حق میں ایک ایسی ھمہ گیر جاذبیۃ و جالبیۃ ھو جو ایک عالم کے دلوں کو لبھالے اور ایک دنیا کو اپنا وارفتہ و دل دادہ بنادے ' حتی کہ سامع و شاھد کی طاقت سے باھر ھوکہ اسکی کشش سے اپنے آپکو بچا سکے - بغیر اس خاصہ کے دعوۃ کبری قائم و نافذ نہیں ھوسکتی ' لیکن ایسا ھوتا ھے کہ دعوۃ حق کی صدائیں تو اٹھتی ھیں مگر اس جاذبیۃ محبوبہ سے محروم ھوتی ھیں اور اسلیے محبوب القلوب

[illegible] نہیں ھوسکتیں - [illegible] ایسا ھوتا ھے کہ بمصداق حاملوا [illegible] و آخر [illegible] داعیان حق کا [illegible] موجود ھوتا ھے ' اسکی دعوۃ ٹھیک [illegible]
[illegible] ھوتی [illegible] دعوۃ کے [illegible]

المعاش تعوة کے یہ ہے کہ دعوة اسلام کے ظہور کے لیے حق و ذکر حق کا بالکل
مفقود و معدوم ہو جانا ضروري نہیں ' بلکہ اسقدر بس کرتا ہے کہ سخت
درجہ اضمحلال اور پژمردگي کي حالت اسپر طاري ہو جاے ' اور داعیان
حق کي جماعت نہایت قلیل و مغلوب ہو بجز چند منتشر و نادر
افراد کے سوا انکي کوئي ہستي اور جمعیة باقي نہ رہے ' برخلاف اسکے داعیان
فساد و ضلالہ کا ہر طرف دور دورہ ہو ' اور وہ جو ایک چیز ہے ' یعني صرف
حق کا وجود ہي نہیں بلکہ حق کا قیام و ظہور و نفوذ ' اور مجرد امر و دعوة
ہي نہیں بلکہ دعوة کا نظام و قوام ' اور محض دعوة افراد و جماعات ہي
نہیں بلکہ دعوة امة و ملة ' تو اسکا کارخانہ بالکل درہم برہم ہو جاے بلکہ نام و
نشان تک باقي نہ رہے کانہ لم یکن شیئاً مذکورا - یہي غربت و اقلیة حق
ہے جو بسبب کمال ضعف و بیچارگي و عدم حصول نتائج مطلوبہ کالمعدوم
کا حکم رکھتي ہے ' اور رفتہ رفتہ غایت درجہ تک پہنچ جاتي ہے تو ظہر الفساد
فی البر و البحر سے تعبیر کي جاتي ہے - پس جب انبیاء کرام علیہم السلام
کي دعوة اصلیة و اساسیہ کا یہ حال ہوا ' اور ہنگام ظہور انکی جماعت قلیلة
دعاة حق کي موجودگي انکے قیام دعوة و تبلیغ کي اساسیة و اولیة کے منافي
نہ ہوئي ' تو ظاہر ہے کہ مجددین امت و نقباء و ورثاء نبوت کے مرتبۂ تجدید
کیلیے یہ امر کیوں منافي ہو؟ اس عالم کے معاملات یہي نفعاً و ضرعاً رہے '
ہی واقع ہوتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ اس عہد میں حق کي دعوة و تبلیغ
کرنے والے بالکل نہ ہوں ' یا نفس دعوة میں انکا اور کوئي سہیم و شریک
نہو ہوتے ہیں ' لیکن یا تو انکي جماعت بہت ہي قلیل و درماندہ اور
نعال خود مبتلا و کم ہوتی ہے ' یا دعوة حق کے اعمال نہایت
محدود و محصور ہو جاتے ہیں ' یعني ارباب دعوة کي پستي ہمت '
بلندي و وسعت میدان عمل سے گھبراتي اور اسکے لیے اپنے کو درماندہ
پاتي ہے ' اور محض ایک محدود دائرۂ دعوة پر قناعت کرلیتي ہے حالانکہ
ہر چیز کي طرح اسکے بھي مراتب و مدارج ' اور گو ہر مرتبہ اسمیں داخل
لیکن ہر مرتبہ کا حکم دوسرے سے مختلف اسے دوسي کو برائي کرنے

وہاں مختلف مدارج و مراتب بلحاظ حالات و مقتضیات وقت' اور فضلنا بعضہم علی بعض کا معاملہ واقع ہوا' اسی طرح متبعین و ورثاء انبیاء میں بھی فضلنا بعضہم علی بعض اور اختلاف مراتب و ثمرات و معاملۂ حالات و برکات ظہور میں آیا - یہی حقیقت شیخ اکبر کی اصطلاح میں "تمیز" اور بعض اصحاب اشارات کی اصطلاح میں "نسبت" کے لقب سے ظاہر کی گئی ہے کہ کسی واصل باللہ کا قدم تأسی و اتباع حسب استعداد و داعیات وقت کسی ایک نبی کی منہاج پر واقع ہوتا ہے اور کسی کا کسی دوسرے نبی کی منہاج پر' اور اسکو بوجہ غلبۂ ما بہ الاختصاص اُس نبی سے ایک خاص طرح کی نسبت حاصل ہو جاتی ہے :

وللناس فی ما یعشقون مذاہب !

اور پھر یہ بھی ہے کہ کسی کا قدم جامعیۃ نص محمدی کا تعاقب کرتا اور مقام جامعیۃ کبریٰ اور :

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری !

کے اکتساب و فیضان سے ایک کیفیت بوقلموں اور جلوۂ حسن صد رنگ و گونا گوں پیدا کرتا ہے - ساری نزاع مصطلحات و الفاظ کی ہے - حقیقت بحکم :

عباراتنا شتی و حسنک واحد !

ایک ہے' اور کوئی نہیں کہ پردۂ بر انداز ظواہر و الفاظ و رسوم ہو' اور نزاع صورت پرستان معنی نا آشنا کو ختم کرے :

بر اوگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاران دیگرے را می پرستند !

جب دعوۃ و اصلاح امت کا سرچشمۂ و اصل مقام نبوۃ تھا' اور تمام عوارض امور دعوۃ اسی سے ماخوذ اور اسی کے اسوۂ سے متأسی' تو ضرور ہے کہ عالم تجدید و احیاء شریعۃ کے بھی تمام کاروبار بھی اسلوب و نہج پر واقع ہوں' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اصول و اساسات سے لیکر جزئیات و فرعیات اعمال تک ٹھیک ٹھیک اسی مقام کے حالات و موارد سے متشدہ و متخلق بل کالظل والعکس ظہور میں آئیں - اور من جملہ سنن و نوامیس

پس جب انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوۃ کے ظہور کے زمانوں میں
بھی داعیان حق و آمرین بالمعروف و سارعون فی الخیرات سے قوم و ملک
بالکل خالی نہیں ہوجاتا ' اور کچھہ بقایا ارباب حق کا موجود رہتا ہے ' تو
ظاہر ہے کہ آنکے اتباع و ذریات اور ورثاء و نقباء کیلیے کہ اصحاب عزیمۃ
دعوۃ و مجددین امت آلہی سے عبارت ہیں ' ایسا ہونا کیوں ضروری
ہو؟ اس اصل الاصول کو کسی حال میں بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے
کہ دعـوۃ و قیام حق اور اصلاح و تربیت امم کا اصل سرچشمۃ و مرکز
مقام نبوۃ ہے ' اور ہر عہد و دور میں اُس کا جسقدر بھی ظہـور
ہوتا ہے ' وہ سب اسی مقام سے ملحق و متصل ' اور سب کی روشنی
اسی شمس نظام و دوام عالم سے مکتسب و مستنیر ' اور تمام انہار فیضان و
سعادت کیلیے یہی سلسلۂ نبوۃ مخرج و منبع کا حکم رکھتی ہے
عیناً یشرب بہا عباد اللہ یفجرونہا تفجیرا - اور کوئی قائم حق و داعی اصلاح
و کاشف حقائق فوز و نصرۃ نہیں پاسکتا جب تک اسکا قدم منہاج نبوۃ پر
واقع نہوا ہو اور اسکے تمام اعمال متأسی باسوۂ حسنۂ نبوۃ و متبع بہ سنۃ
و حکمۃ رسالۃ نہوں ' اور اس راہ تأسی و تشبہ بالانبیاء میں جس
داعی حق کا قدم جس حد تک پہنچتا ہے ' اُسی حد و مقام کے مطابق
کم و بیش ثمرات و برکات ظاہر و باطن حاصل ہوتے ہیں - اور جس طرح

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۲]

و معروف مسئلۂ شریعۃ کے اس آیۃ سے ولایت و موالات نصاری پر استدلال کر رہے
ہیں اور لا تتخذوا الیہود و النصاری اولیاء اور و من یتولہم منکم فانہ منہم اور
لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین و امثالہا کو فراموش
کردیتے ہیں ایسا کرنا قطعاً و صریحاً تحریف ہے اور یحرفون الکلم عن
مواضعہ میں داخل - اگرچہ آجکل کے علماء سوء و دجاجلۂ شر و فساد و احبار
و رہبان امۃ نے مثل اور بہت سی تحریفات کے اس تحریف پر بھی
گویا اجماع کرلیا ہے لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً ' فویل لہم مما کتبت ایدیہم و ویل
لہم مما یکسبون !

هیبت طاری ہوجاتی تھی کانہم یساقون الی الموت و ہم ینظرون ‘ تو وہ سب اسکے جولان قدم کیلیے ایک مشت غبار اور ایک تودۂ خس و خاشاک سے زیادہ حکم نہیں رکھتیں - سب دیکھتے کے دیکھتے ہی رہجاتے ہیں اور وہ بڑھکر عزیمۂ دعوۃ و ہدایت عامہ کا باب مسدود کھول دیتا ہے ‘ اور اسکی زبان ہمت و مقال قدوہ اس ترانۂ رجز سے زمزمہ ساز بزم عالم ہوتی ہے :

تاب یک جلوہ نیاورد نہ موسی و نہ طور

این دلم ہست کہ زینگونہ ہزاران دیدہ ست!

اگرچہ اس عہد میں ہزاروں مدعیان کار موجود ہوں مگر اس فضلیت مخصوص میں اسکا کوئی سہیم و شریک نہیں ہوتا - صرف اسی کو اس عہد کی اقلیم ہدایت کی سلطانی و فرمانروائی پہنچتی ہے ‘ اور صرف وہی اپنے زمانے کا کلید بردار خزائن برکات و فیضان سماویہ ہوتا ہے - تمام اصحاب طریق ناچار ہوتے ہیں کہ اپنے اپنے چراغ اسی مصباح ہدایت سے روشن کریں ‘ اور تمام رہروان جادۂ مقصد مجبور ہوتے ہیں کہ اسی کے کاروان فضل و قافلۂ کرامت کی آواز درا پر اپنے اپنے قدم اٹھائیں - و ہذہ منزلۃ جلیلۃ و رتبۃ عظیمۃ لا تساویہا مزیۃ و لا تعادلہا منزلۃ و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم :

یہ رتبۂ بلند ملا جسکو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں ؟

اور یہ جو کہا کہ ہر عہد میں اللہ تعالی کسی ایک بندے یا چند بندوں ہی کو مقام عزیمۃ دعوۃ کے فتح باب کی توفیق دیتا ہے اور وہ اپنے دور کے خزائن فیضان و برکات کا صاحب مفاتیح ہوتا ہے ‘ تو اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اس عہد میں بجز ایک زبان کے کلمۂ حق کسی دوسری زبان پر جاری نہیں ہوتا ‘ یا اس عہد میں اور کوئی دعوۃ و تبلیغ حق کیلیے ساعی و جاہد

بعد و هجر طاري هو جاتا هے که کسي کے وهم و گمان میں بهي احیاء شریعۃ
و تجدید ملت کا خطرہ نہیں گذرتا ' اور کوئي نہیں سوچتا که یه سارے
کارخانے اور هنگامے تو اسلیے تھے که لتکون کلمۃ اللہ هي العلیا سو جب
وهي سرنگوں هوگیا تو پھر ان اجساد بے روح و قشور بے مغز کي پرستش
کیا سودمند علم و عمل هوسکتي هے ؟ اور جب روح امت مضمحل هوگئي
اور حق کي جگه باطل کي اور سنۃ کي جگه بدعۃ کي حکومت چھا گئي تو پھر
یه تمام باتیں کب مثمر و منتج هو سکتي هیں ؟ بلکه انکا شمار تو اب موانع
و مہالک راہ میں سے هوگیا :

من لم یکن للوصال اهلا
فکــل طاعـــاته ذنـوب !

غرضکه اگرچه دنیا بظاهر علم و فضیلت سے لبریز هوتي هے اور بڑے بڑے
اصحاب طنطنۃ و شہرت و ارباب تمکنۃ و عظمت موجود هوتے هیں مگر
کسي کو اسکي توفیق نہیں ملتي که اپنے عہد و دور کي طلب دعوۃ اور سوال
قیام هدایت پر مردانه وار لبیک کہے ' اور ظلمت کدۂ ضعف و درماندگي سے
نکلکر راہ عزیمۃ دعوۃ میں قدم رکھے ' اور اگرچه دروازۂ سعادت الہي باز اور
خزائن رحمت و نصرۃ رباني همواره در صدد بخشش و یغما هوتے هیں مگر
سیکڑوں هزاروں علماء عہد اور اصحاب خوانق و صوامع میں سے کسي کو
بهي اُس عہد کے احیاء و تجدید اور طائفۃ منصورۂ " من یجدد لہا دینہا "
میں داخل هونے اور جماعۃ علیه یحبہم و یحبونه میں معدود و محشور
هونے کي توفیق نہیں ملتي تا آنکه پردۂ ظلمت چاک هوتا اور یکایک
صبح هدایت و سعادت مشرق تجدید و انبعاث سے عالم افروز و جہانتاب
هوتي هے تو اسوقت تم دیکھتے هو که جس راہ میں قدم رکھنے سے ایک
عالم درماندہ و لاچار تھا ' اچانک ایک مرد همت اٹھتا هے اور نه صرف قدم
رکھتا هے بلکه دوڑتا هوا چلا جاتا هے راہ کي وہ مشکلیں اور معرکتیں جو
ضعفاء عہد کیلیے مصیبتوں کا پہاڑ اور هستیوں اور دهشتوں کي گھاٹیاں
تھیں ' اور جنکے وهم و تصور سے بیچارگان وقت کي ارواح تر ایسي دهشت و

امت کے ماتم کیلیے ایک قطرۂ اشک بھی نہیں رکھتیں ' اور جن دلوں میں عشق ذات اور محبت اہل و عیال کیلیے ایک عالم شورش اور طوفان اضطراب مخفی ہوتا ہے ' اسمیں اللہ اور اسکے کلمۂ حق کے عشق کیلیے درد کی ایک تیس اور غم کی ایک چبھن بھی پیدا نہیں ہوتی - عین اسوقت جبکہ زاہدان شب زندہ دار راتوں کو اٹھہ اٹھہ کر تسبیح ہزار دانہ کو گردش دیتے ہیں ' تو لاکھوں بندگان الہی مظلومیت کی گرد و خاک پر لوٹتے اور تڑپتے ہیں ' اور کلمۂ حق کی بیکسی و بیچارگی سے الغیاث ! الغیاث ! اعینونی یا عباد اللہ ! اعینونی یا عباد اللہ ! کے نالہ و بکا کی صدائیں اٹھتی ہیں - اور جبکہ حلقۂ مدارس و مجامع تعلیم میں کتب فقہ کے ابواب قضاء و ولایۃ کے نکات و دقائق حل ہوتے اور صحائف حدیث کے ابواب اعتصام بالسنۃ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی شرح و تفسیر میں مدعیان فضل و کمال اپنا اپنا جوہر علم و تبحر دکھاتے اور معارک مباحث و مطالب کو سر کرتے ہیں ' اور مجالس و محافل وعظ میں غلغلۂ اعملوا و تذکروا ! و قال اللہ و قال الرسول پیہم بلند ہوتا اور سامعین کے سروں کو جنبش میں اور دلوں کو شورش میں لاتا ہے ' تو عین اسی وقت کفر و ضلالۃ اور بدعات و منکرات کے غلبۂ و قہر سے ارض الہی کا ایک ایک کونا چیختا اور چلاتا ہے ' پرستاران حق کی غربت ہر طرف سر پیٹتی اور ماتم کرتی ہے ' خدا کی زمین کے گوشے گوشے سے وا شریعتا ! وا دینا ! وا مصیبتا ! وا ویلا ! کی فریادیں اٹھہ اٹھکر آسمان تک جاتی ہیں ' اور فضاء کائنات کا ایک ایک ذرہ داعی حق کیلیے روتا اور قائم ہدایت کو ڈھونڈھتا ہے اور پکارتا ہے :

یا ناعی الاسلام ! قم و انعہ ٭
قد زال عرف و بدا منکرا

لیکن نہ تو عباد و زہاد وقت کو تسبیح ہزار دانہ کی گردش مہلت سماعت دیتی ہے اور نہ ہنگامہ سازان مدارس و مجامع کو اساطیر جدل و خلاف و دساتیر قیل و قال کا شور و غوغا فرصت بصارت ' اصل حقیقت سے اسدرجہ

بعد و هجر طاري هو جاتا هے که کسي کے وهم و گمان میں بهي احیاء شریعة و تجدید ملت کا خطره نہیں گذرتا ' اور کوئي نہیں سونچتا که یه سارے کارخانے اور هنگامے تو اسلیے ہیں که لتکون کلمة الله هي العلیا سو جب وهي سرنگوں هوگیا تو پهر ان اجساد بے روح و قسور بے مغز کي پرستش کیا سودمند علم و عمل هوسکتي هے ؟ اور جب روح امت مضمحل هوگئي اور حق کي جگه باطل کي اور سنة کي جگه بدعة کي حکومت چها گئي تو پهر یه تمام باتیں کب مثمر و منتج هو سکتي هیں ؟ بلکه انکا شمار تو اب موانع و مهالک راه میں سے هوگیا :

من لم یکن للوصال اهلا

فکل طاعاته ذنوب

غرضکه اگرچه دنیا بظاهر علم و فضیلت سے لبریز هوتي هے اور بڑے بڑے اصحاب طنطنة و شهرت و ارباب تفخفخة و عظمت موجود هوتے هیں مگر کسي کو اسکي توفیق نہیں ملتي که اپنے عهد و دور کي طلب دعوة اور سوال قیام هدایت پر مردانه وار لبیک کہے ' اور ظلمت کدۂ ضعف و درماندگي سے نکلکر راه عزیمة دعوة میں قدم رکھے ' اور اگرچه دروازۂ سعادت الهي باز اور خزائن رحمت و نصرة رباني همواره درصدد بخشش و عطا هوتے هیں مگر سینکڑوں هزاروں علماء عهد اور اصحاب خوانق و صوامع میں سے کسي کو بهي اس عهد کے احیاء و تجدید اور طائفة منصورۂ " من یجدد لہا دینها " میں داخل هونے اور جماعة علیه تعیهم و تعبوله میں معدود و محسور هونے کي توفیق نہیں ملتي تا آنکه پردۂ ظلمت چاک هوتا اور یکایک صبح هدایت و سعادت مشرق تجدید و انبعاث سے عالم افروز و جهانتاب هوتي هے تو اسوقت تم دیکھتے هو که جس راه میں قدم رکھنے سے ایک عالم درماندۂ و ناچار تها ' اچانک ایک مرد همت اٹھتا هے اور نه صرف قدم رکھتا هے بلکه دوڑتا هوا چلا جاتا هے راه کي وه مشکلیں اور معرکتیں جو ضعفاء عهد کیلیے مصیبتوں کا پہاڑ اور هستوں اور دهشتوں کي گهاٹیاں تهیں' اور جنکے وهم و تصور سے بیچارگان وقت کي ارواح پر ایسي دهشت و

امت کے ماتم کیلیے ایک قطرۂ اشک بھی نہیں رکھتیں ' اور جن دلوں میں عشق ذات اور محبت اهل و عیال کیلیے ایک عالم شورش اور طوفان اضطراب مخفي هوتا هے ' اسمیں الله اور اسکے کلمۂ حق کے عشق کیلیے درد کي ایک ٹیس اور غم کي ایک چبھن بھی پیدا نہیں هوتي - عین اسوقت جبکه زاهدان شب زنده دار راتوں کو اُٹھه اُٹھه کر تسبیح هزار دانه کو گردش دیتے هیں ' تو لاکھوں بندگان الهي مظلومیت کي گرد و خاک پر لوٹتے اور تڑپتے هیں ' اور کلمۂ حق کي بیکسي و بیچارگي سے الغیاث ! الغیاث ! اعینوني یا عباد الله ! اعینوني یا عباد الله ! کے ناله ؤ بکا کی صدائیں اُٹھتي هیں - اور جبکه حلقۂ مدارس و مجامع تعلیم میں کتب فقه کے ابواب قضاء و ولایة کے نکات و دقائق حل هوتے اور صحائف حدیث کے ابواب اعتصام بالسنة اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کي شرح و تفسیر میں مدعیان فضل و کمال اپنا اپنا جوهر علم و تبحر دکھاتے اور معارک مباحث و مطالب کو سر کرتے هیں ' اور مجالس و محافل وعظ میں غلغلۂ اعملوا و تذکروا ! و قال الله و قال الرسول پیہم بلند هوتا اور سامعین کے سروں کو جنبش میں اور دلوں کو شورش میں لاتا هے ' تو عین اُسي وقت کفر و ضلالة اور بدعات و منکرات کے غلبۂ و قہر سے ارض الهي کا ایک ایک کونا چیختا اور چلاتا هے ' پرستاران حق کی عزت هر طرف سر پیٹتي اور ماتم کرتی هے ' خدا کی زمین کے گوشے گوشے سے وا شریعتا ! وا دینا ! وا مصیبتا ! وا ویلا ! کی فریادیں اُٹھه اُٹھکر آسمان تک جاتی هیں ' اور فضاء کائنات کا ایک ایک ذرہ داعي حق کیلیے روتا اور قائم هدایت کو کھوجتا هے اور پکارتا هے :

یا ناعي الاسلام ! قم و انعه •
قد زال عرف و بدا منکر !

لیکن نه تو عباد و زهاد وقت کو تسبیح هزار دانه کي گردش مہلت سماعت دیتی هے اور نه هنگامه سازان مدارس و مجامع کو اساطیر جدل و خلاف و دساتیر قیل و قال کا شور و غوغا فرصت بصارت ' اصل حقیقت سے اسدرجه

یا واماندۂ ضعف و بیچارگی' اور یا مدہوش غفلت و ہوا پرستی' ان میں سے ایک حصۂ غالب تو علماء سوء اور دعاۃ فتن و منکرات کے زمرہ میں داخل ہوجاتا ہے علماً و عملاً - اور جو جماعۂ علماء حق کی نامی رہتی ہے' وہ بھی ضعف کدۂ رخصت سے قدم باہر نہیں نکالتی' اور حق پرستی کی بڑی سے بڑی بات اور تقوی و طہارۂ نفس کی بڑی سے بڑی مصلحت یہ سمجھی جاتی ہے کہ اپنے قدم کو لغزش نہو' اور جبکہ ایک دنیا امواج ظلمت و فساد میں غرق رہی ہے تو ہم کنارۂ سلامتی پر قدم جمائے نامی رہجائیں گویا ایمان کا جو سب سے ادنی اور نچلا درجہ عامۂ ناس اور ضعفاء عمل کیلئے تھا' وہی خواص امت اور ہداۃ و مرشدین ملت کیلیے بلندی و عروج کا سب سے اونچا مقام ہو جاتا ہے' اور سب سے بڑا متقی النساں وہ سمجھا جاتا ہے جسکے قدم "جہاد بالقلب" کی پائین بساط سے نیچے نہ ہٹیں' لیکن کوئی نہیں ہوتا جس کا عزم ایمانی توقف و سکون کی جگہ طالب اقدام و سبقت ہو' جو اپنے نفس کی نجات کی جگہ جماعۂ و امت بلکہ نوع و ارض کی نجات کا عشق رکھتا ہو' جسکا حوصلۂ کار اور عزم راہ صرف اتنے ہی پر قانع نہ ہوجائے کہ خود نہیں ڈوبا کیونکہ یہ تو ضعف و بیچارگی کا سب سے آخری درجہ ہے فضیلت و کرامت اسمیں کیا ہوئی؟ بلکہ ہر وجود کا ڈوبنا اسکے لئے ماتم اور ہر قدم کی ٹھوکر اسکے لیے موت ہو- جبکہ دنیا اسکو سب سے بڑی بڑائی سمجھہ رہی ہو کہ خود کنارے پر بیٹھ جائیں' تو وہ بتلادے کہ خود بچنا نہیں بلکہ ڈوبتے ہوؤں کو بچانے کیلیے سمندر میں کود پڑنا بڑائی ہے' اور جبکہ لوگ اپنے اپنے دروازوں کو بند کر رہے ہوں تاکہ راہ کے فتنۂ و فساد سے محفوظ ہوجائیں' تو وہ اپنا دروازہ کھولدے اور دکھلادے کہ بند کرکے چھپ رہنے میں فضیلت نہیں ہے بلکہ کھولکر باہر نکلنے میں' اور اگر باہر امن نہیں ہے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ دروازہ کھولنے کا اصلی وقت یہی ہے نہ کہ بند کرنے کا' مقام عزیمۂ و رخصۂ کا یہی وہ فرق ہے جو ایک صاحبدل نے خانقاہ کے گوشۂ عزلت سے نکلکر شیخ شیراز کو بتلایا تھا

عزائم امور کیلیے حن لیتا ہے کہ وان ذلک لمن العزم الامور اور جنکا نور علم و عمل مشکواۃ نبوۃ سے ماخوذ ' اور جنکا قدم طریق منہاج نبوۃ پر واقع ہوتا ہے - انہي افراد خاصہ کو حدیث بخاري میں محدث (بالفتح) کے لفظ سے تعبیر فرمایا ' اور یہي مورد و مصداق حدیث مجدد کے ہیں جو مختلف طرق سے مروي اور اسلیے بلحاظ صحت متن اسکي صحت میں کلام نہیں - یہي لوگ ہیں جنکا وجود في الحقیقت نظام حق و ہدایت کا مقوم و مدظم ہے ' اور انبیاء کرام کي اصلي وراثت انہي میں منتقل ہوتي ہے - البتہ یہ مقام اربس ارفع و اعلی ہے ' اور ہر عہد و دور میں صرف چند نفوس عالیہ ہي ایسے ہوتے ہیں جنکا قدم ہمت امتحان گاہ مصائب و مہالک سے آگے بڑھکر وہاں تک پہنچتا ہے اور اپنے عہد کے سب سے بڑے عمل حق کو انجام دیدیتا ہے - اسکے لیے نہ تو مجرد علم و تدریس کتب کام آتي ہے نہ رسوم و ہئیات زہد و انقطاع ' نہ مدارس و معاہد دیني کے غلغلۂ و ہنگامۂ فضیلت کو اسمیں دخل ہے اور نہ صومعۂ و خانقاہ کے گوشۂ انزوا کو - انکے عہد میں علماء و اصحاب مشیخت کي کمي نہیں ہوتي' اور کچھہ یہ بات بھي نہیں کہ مدرسے اُجڑ جاے ہوں اور خانقاہیں منہدم ہوجاتي ہوں' بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کثرت و شہرت کے لحاظ سے انکا زمانہ علماء و مشائخ امۃ کا سب سے بڑا مجمع و بازاری ہوتا ہے اور آبادیوں کي آبادیاں اصحاب علم و پیشوائي سے بھري نظر آتي ہیں' تاہم مقام عزیمۂ دعوۃ و قیام ہدایت کي اُن میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملتي - کوئی دامن رخصت میں پناہ لیتا ہے' کوئي گوشۂ انزوا و انقطاع میں صرف اپني عافیۃ و حفاظت ڈھونڈھتا ہے' کوئی راہ میں فتنۂ و فساد کا شور سنکر صرف اسکو کافی سمجھہ لیتا ہے کہ اپنا دروازہ بند کرلے' کسي پر اضعف الایمان کا درجۂ تنزل و تسفل اس طرح طاري ہوجاتا ہے کہ زبان کو یکسر گنگ اور دست عمل کو یکقلم شل پاتا ہے' اور کسی کو نفس خادع اور خاطر فاسد ضلالۂ حیل و نفاق میں مبتلا کرکے سرگرم دنیا پرستي و دین فروشي کردیتا ہے - غرضکہ سب کے سب یا ناچار مقام رخصت ہوے ہیں

اور لیت کے بدعات کو انکے خلاف کلام میں لایا ' وہ بھی مومن ہے ' لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں حتی کہ رائی برابر بھی ایمان نہیں ہوسکتا " دو اس حدیث میں بھی وہی تین درجے ہیں - پہلا درجہ اصحاب عزیمۃ کا ' دوسرا اصحاب رخص کا ' تیسرا ضعفاء طریق کا ' و ذلک اضعف الایمان ' اور اس آخری درجے پر ایمان کی سرحد ختم ہوجاتی ہے کہ ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل ! یہاں ذکر اگرچہ صرف مبتدعین و معرضین شریعۃ کے خلاف جہاد ید و لسان کا ہے ' لیکن اصل تقسیم انہیں محدود نہیں - مقصود نفس عزیمۃ و استقباۃ بالخیرات ہے - اور یہ کہ ہر میدان علم و عمل میں ایک درجہ عزیمۃ کا ' ایک رخصت کا ' اور ایک ضعف و انحطاط کا ہوتا ہے البتہ اس تقسیم کا سب سے بڑا میدان عمل معلم دعوۃ و تبلیغ حق ہے ' اور قیام امر بالمعروف و نہی عن المنکر ' و معارضۃ مبتدعین فی الدین و اعداء حق و اسلام ' و احیاء سنۃ و اخماد بدعۃ ' و کشف و ابراز علوم حقۃ نبویہ و عوامض و سرائر حکمۃ شرعیہ ' کہ اسی وادی فصل اور عقبۂ آزمائش میں اصحاب طریق کے اسرار و اقدام کا فیصلہ ہوتا ' اور مدارج ایمانیہ و مراتب علمیۃ و عملیہ کے جوہر کھلتے اور امتیاز پاتے ہیں یرفع اللہ الذین امنوا منکم و اوتوا العلم درجات -

در مدرسہ کس را نہ رسد دعوئی توحید
منزل گہ مرداں سر خود سردار ست !

پس پہلا درجہ ہر حال میں " السابقون السابقون " و " منعمون الاولون " و " استبقوا بالخیرات " و " مجاہدون بالعمل و الجوارح " کا ہے جو جماعت " مقتصد " پر بھی شرف و مزیۃ رکھتے ہیں ' اور ضعفاء طریق تو انکے جولان کمال کی گرد و غبار بھی نہیں پاسکتے ' اور پھر جسطرح ہر قسم و جماعت میں حسب حال و استعداد فرق مراتب و معارج ہوتا ہے ' اسی طرح سابقون بالخیرات کے بھی مختلف مراتب و معاملات ہیں اور کتاب و سنۃ نے انکے حالات و علائم بتلائے ہیں - ازالجملہ سب سے اعلی و اکمل طبقہ ان اخص الخواص نفوس مزکی کا ہے جنکو قائد توفیق الہی و سائق فیضان ربانی

چھوڑ گیا ھے ' اسکو بعینہٖ محفوظ رکھتے اور اسمیں ذرا بھی فرق آنے نہیں دیتے ھیں - لیکن انکے بعد بدعات و فتن کا دور آتا ھے اور ایسے لوگ پیدا ھونے لگتے ھیں جو اسوۂ نبوۃ سے منحرف ھو جاتے ھیں - انکا فعل انکے دعوے کے خلاف ھوتا ھے ' اور انکے کام ایسے ھوتے ھیں جنکے لیے شریعۃ نے حکم نہیں دیا ' سو ایسے لوگوں کے خلاف جس کسی نے قیام حق و سنۃ کی راہ میں اپنے ھاتھہ سے کام لیا ' وہ مومن ھے ' جو ایسا نہ کرسکا مگر زبان سے کام لیا ' وہ بھی مومن ھے ' جس سے جہاد لسانی بھی نہوسکا ' صرف دل کے اعتقاد

[بقیہ نوٹ صفحہ ۹۱]

اسی حالت کی نسبت اشارہ ھے کہ : فطبع علی قلوبھم فھم لایفقھون - یعنی طبع اللہ بکفرھم اور کلا بل ' ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون - اور یہی جبز ھے کہ : ان اللہ لا یھدی القوم الفاسقین - " لا یھدی " ای لا یعلم و لا یبصر اور من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور ؟ اور اسی بنا پر فرمایا کہ : انک لاتھدی من احببت - ورنہ معلوم ھے کہ : انک لتھدی الی صراط مستقیم و امثال ھذا کثیر فی الکتاب و السنۃ - اور یہ جو فرمایا کہ : انک لاتسمع الصم الدعاء - اور من لم یجعل اللہ لہ نورا تو اسکی تفسیر سورۂ انفال سے ملتی ھے کہ : و لو علم اللہ فیھم خیراً لاسمعھم و لو اسمعھم لتولوا و ھم معرضون - اور یہ بھی واضح رھے کہ جس طرح دنیا میں ھمیشہ ھر داعی صادق اور ھر کاشف حقیقت منہاج نبوۃ پر قطع طریق کرتا اور گویا جزء من اجزاء النبوۃ سے فیض یاب ھوتا ھے ' اسی طرح ھر وہ گروہ جو دعوۃ حق پر سب سے پہلے لبیک کہتا اور ھر ظہور و کشف کا اولین شناسا و مصدق ھوتا ھے ' مرتبۂ صدیقیہ کی استعداد سے حسب درجۂ و احوال حظ بردار و بہرہ ور ھوتا ھے - من حیث یدری و لا یدری - اصناف اربعۂ " من انعم اللہ علیھم " کے فیضان و برکات کا سلسلہ از اول نشئۂ انسانی الی یوم القیامہ قائم و جاری ھے ' اور جماعت صدیقین و شہداء و صالحین سے کوئی عہد و دور خالی نہیں رھسکتا کیونکہ نوع بشری کی قسم سعید و مفلح انہی اصناف میں محدود و محصور ھے - یہ مبحث منجملہ مہمات مباحث قرانیہ کے ھے اور الحمد للہ کہ تفسیر سورۂ فاتحہ میں اسکے کمال وضوح و بیان پر یہ فقیر فضل الہی سے موافق ھوا -

یہ لوگ نبي کي سنۃ کو قائم رکھتے اور ٹھیک ٹھیک اسکي پیروي کرتے ھیں - یعني شریعۃ الہي کو جس حال اور جس شکل میں نبي

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹) ←

درستگي اور کچھہ عرصے کي صفائي و تزکیہ کے محتاج ہوتے ھیں پھر زنگ و کثافت کي بھي مختلف حالتیں اور مختلف مراتب ھیں - کوئي آئینہ جلد صاف ہو جاتا ہے ' کوئي بہت دیر میں ' اور کسي کا زنگ اسدرجہ تک پہنچ چکا ہوتا ہے کہ صاف ہونے کي کوئي امید باقي نہیں رہتي - حضرۃ ابوبکر صدیق ' حضرۃ علي ' خدیجۃ الکبری ' سلمان فارسي ' ابوذر' رضي اللہ عنہم کے آئینۂ مجلی و مصفی نے کس طرح اول نظر ھي میں عکس قبول کرلیا تھا ؟ یہ صدیقیۃ تھي جو جمال نبوۃ دیکھتے ھي پکار اٹھي " و اللہ ما ھذا بوجہ کذاب " ! مولانا نے اسي مقام کي طرف اشارہ کیا ہے

در دل ہر امتي کز حق مزہ ست

روے و آواز پیمبر معجزہ ست !

لیکن بہتوں کا آئینہ مکدر تھا اور کچھہ عرصے تک صاف ہوتے رہنے کي ضرورت تھي

خاطرت کی رقم فیض پذیرد ہیہات

مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کني !

کسي کو تھوڑا ' کسي کو زیادہ ' کسي کو بہت زیادہ وقت لگا ' اور پھر کسي کے آئینۂ استعداد کے زنگ و تکدر کا یہ حال تھا کہ چودہ برس کے متصل جلاء و صفائي سے بھي صاف نہو سکا اور آئینہ کي جگہ پتھر اور لوہے کے حکم میں داخل ہوگیا فھي کالحجارۃ او اشد قسوۃ ابو جہل و معدودے آخر تک کہتے رہے ما لھذا الرسول یاکل الطعام و یمشي في الاسواق ؟ اور ان یتبعون الا رجلا مسحورا اسي آخري مقام شقاوت کي نسبت وہ تمام تصریحات قرآنیہ ھیں جن میں سد باب ھدایت و عدم امید قبول حق و ملتہاء ظلمت و کوري کي خبر دي گئي ہے - اور اسي گروہ کا نام العمی اور شر الدواب اور الاموات اور الاضل ہے ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون اور صم بکم عمی فھم لا یرجعون اور لھم قلوب لا یفقھون بھا الخ اور اولئک کالانعام بل ھم اضل اور و ما انت بمسمع من في القبور اور انک لا تسمع الصم الدعاء اور

چھوڑ جاتا ہے - یہ جماعت حواری یا اصحاب کے لقب سے ملقب ہوتی ہے اور درسگاہ نبوت کی سب سے پہلی تعلیم یافتہ جماعت ہوتی ہے (۱)

---

(۱) یہی حق کو سب سے زیادہ اور سب سے پہلے پا لینے والی اور قبول و وصول حق کی سب سے زیادہ استعداد رکھنے والی جماعت ہے جس کو قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں " صدیقین " سے ملقب کیا ہے ' اور جو جماعۃ انبیاء کے بعد اصحاب الجنۃ و اصحاب المیمنۃ و اصحاب النعیم اور اہل التقوی اور خیر البریۃ کی اولین قسم ہے - نبوت کی قوۃ فاعلہ کیلیے صدیقین کو ایک قابل قسم کا انفعال سمجھنا چاہیے - اسی لیے ہر نبی کے ساتھ سب سے پہلی جماعت صدیقین ہی کی ہوتی ہے ' اور اسی طرح ہر داعی حق اور ہر کشف و ظہور حقیقت کیلیے ہمیشہ ایک گروہ ایسے اصحاب استعداد و صلاحیۃ کا ہوتا ہے جو اول نظر میں حق کو پہچان لینے والا ' اور سب سے پہلے حقائق و عوامض حقائق مستورہ کو پا لینے والا ہوتا ہے - اسکی فطرۃ گویا ہر طالب کو حق و حقیقت سے وہ مناسبت ہوتی ہے ' جو لوہے کو مقناطیس سے ہے کہ بمجرد تقابل و لقا بے اختیار اسکی طرف دوڑتا اور اس سے واصل ہو جانے کیلیے بالطبع و بالقوۃ ہر آن و ہر لمحہ مستعد و منتظر رہتا ہے :

آئینۂ ما روے ترا عکس پذیرست
گر تو نہ نمائی گنہ از جانب ما نیست !

صدیقیہ کی مثال اس نہایت قوی بصارت کی سی ہے جو سب سے پہلے دور کی چیز دیکھہ لیتی اور تاریک سے تاریک ذرہ کو ڈھونڈھ نکال لیتی ہے ' حالانکہ دوسری کمزور آنکھیں اسوقت دیکھتی ہیں جب وہ چیز بالکل سامنے آ جاتی ہے یا اجالا بہت زیادہ ہو چکتا ہے - یا صدیقین کے قلب کو تزکیۂ فطرۃ و استعداد اثر پذیری کی وجہ سے ایک ایسا مصفا آئینہ تصور کرنا چاہیے جسمیں جمال نبوۃ و حسن حقیقت سب سے پہلے در تو افگن ہو جاتا ہے کیونکہ کمال جلاء و صفاء کی وجہ سے کوئی چیز انعکاس میں مانع نہیں ہوتی - و ما احسن ما ینسب الی مجنون :

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھوی
فصادف قلباً خالیاً فتمکنا !

آئینے اور بھی ہزاروں ہوتے ہیں اور بوجہ آئینہ ہونے کے عملاً انعکاس کیلیے مستعد ' لیکن کثافت و زنگ کی وجہ سے فوراً عکس قبول نہیں

رکھتے ہیں لا تستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل ' اولٰئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا ' و کلا وعد اللہ الحسنٰی - امل و تعداد مرو مراتب و تقسیم مدارج کی ایک ہی ہے مگر اسنے عام وعمل کے مختلف میدانوں میں مختلف حیثیتوں سے مختلف ناموں اور صورتوں میں ظاہر کیا ہے - اور یہ جو کچھہ کہا گیا باب اشارات سے ہے ' و ار قبیل لھذہ مطالب کثیرۃ بکلمات یسیرۃ و قلیلۃ ' ورنہ تقسیم طبقات و مراتب امت و اصحاب اعمال و درایت کا موضوع منجملہ معارف مہمۃ و غامضۃ کتاب و سنۃ کے ہے ' اور

تو حرف حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

اسی فرق مراتب اور تفصیل اصحاب عزائم دعوۃ و مقومین حق علی اصحاب الرخص و ضعفاء الطریق کی طرف حدیث ابو سعید خدری (رض) عند مسلم میں اشارہ فرمایا ' اور اسکو بھی آیات کریمۃ متذکرۃ صدر کے ساتھہ نہ یک نظر دیکھنا چاہیے کہ " من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ ' و ان لم یستطع فبلسانہ ' و ان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان ' تم میں سے جب کبھی کوئی شخص برائی کو دیکھے تو چاہیے کہ اپنے ہاتھہ سے کام لیکر اسکو دور کردے اگر اسکی طاقت نہ پائے تو زباں سے ' اگر اسکی بھی طاقت نہ پائے تو دل سے ' اور یہ آخری درجہ ایمان کی نری ہی کمزوری کا درجہ ہے - پس اس حدیث میں بھی تین درجے فرمائے ' اور جس طرح آخری درجہ اضعف الایمان کا ہوا ' اسی طرح پہلا درجہ اقوی و امثل کمال مرتبۃ عزیمۃ دعوۃ کا ہوا اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعود (رض) ہے کہ " ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی ' الا کان لہ فی أمتہ حواریوں و اصحاب ' یاخذون بسنتہ ' و یقتدون بامرہ ' ثم انہا تخلف من بعدھم خلوف ' یقولون ما لا یفعلون ' و یفعلون ما لا یؤمرون - فمن جاھدھم بیدہ فہو مؤمن ' و من جاھدھم بلسانہ فہو مؤمن ' و من جاھدھم بقلبہ فہو مؤمن ' و لیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل " ! (مسلم) یعنی " سنۃ الہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعۃ امت میں

لمن العزم الامور اور یہی وہ طبقات ثلاثۂ اعمال انسانیہ کا آخری اور اعلی طبقہ ہے جو صرف وصول الی الحق ہی پر قانع نہیں ہو جاتا' بلکہ جادۂ حق میں سب سے آگے نکلجانا اور بڑھجانا چاھتا ہے' اور جسکا مرتبہ اصحاب " اقتصاد " سے بھی مافوق و ارفع ہے : فمنهم ظالم لنفسه' و منهم مقتصد' و منهم سابق بالخیرات باذن الله اور یہی مقام ہے جو ایک دوسری تقسیم میں مرتبۂ " صالحین " سے مرتفع ہوکر مرتبۂ " شہداء " یعنی شاہدین حق تک پہنچتا اور پھر " صدیقۃ " تک پہنچکر انسانیۃ کبری کے آخری نقطۂ علو و ارتفاع ' و مرکز دائرۂ نوع ' و مبدء کمال و ارتقاء بشری یعنی مقام نبوۃ سے ملحق ہو جاتا ہے کہ کائنات ارضی اور نوع انسانی میں جماعت " من انعم الله علیهم" ان چار قسموں سے باہر نہیں : من النبیئین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین و حسن اولائک رفیقا اور پھر یہی وہ مرتبۂ اعلی اور درجۂ کبری منجملہ اقسام ثلاثہ " السابقون السابقون " کا ہے جو " اصحاب المیمنہ " سے بھی بلند تر ہے ' اور سبقت و اقدام اور اولیۃ و ارفعیۃ صرف اسی کے حصے میں آئی ہے : اولائك المقربون فی جنات نعیم' ثلۃ من الاولین و قلیل من الاخرین اور بہ لحاظ اصل و اساس تقسیم یہی وہ فرق ہے جس نے ایک دوسرے میدان میں اصحاب عمل کو دو جماعتوں میں منقسم کردیا ' اور دوسری نے پہلی سے ارفع و اعلی مرتبہ پایا کہ لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل الله باموالهم و انفسهم اور اگرچہ دونوں جماعتیں مؤمنین صادقین کی ہیں : کلا وعد الله الحسنی لیکن : فضل الله المجاهدین علی القاعدین اجراً عظیما کے مفاضلۂ مدارج و تفاوت معارج کا قانون بھی قطعی و نا گزیر ہے - اور سب سے آخر یہ کہ اسی عزیمۃ و اولیۃ اقدام کے بنیادی فرق نے " منفقون قبل الفتح " کو " الذین انفقوا من بعد " پر فضیلت بخشی کہ ساری بڑائی سب سے پہلے قدم اٹھانے والے کیلیے ہے نہ کہ دوڑتے ہوؤں کو دیکھکر دوڑنے والوں کیلیے ' اگرچہ چلنے والے قدم بہر حال بیٹھے ہوؤں پر فضیلت

جلال بہاندسري کدسے جاہ و جلال علم و بزرگي کے لوگ تھے ' لیکن شیخ نظامي و علائي کے معاملہ میں بارعود حقیقت فہمي کے زبان نہ کھول سکے بلکہ مناظرہ کي صحبت میں شریک مخالفین ہوے شیخ بڈھن کو سلطان شاہ اپنا پیر مانتا تھا اگر وہ مخدوم کي مخالفت کرتے تو انکے لیے کسي طرح کا خوف نہ تھا با ایں ہمہ معلوم ہے کہ جرأت نہ ہولي اور انکي تائید و بردس ہي کرتے بلي بڑي مصلحت یہ رہي ہے کہ علماء دربار و حکومت جو کچھہ کرتے ہیں ' بادشاہ وقت کے نام سے پس انکي مخالفت گویا حکومت وقت کي بغاوت ہوتي ہے ان تمام حالات کو سامنے لا کر غور کرو کہ اُس عہد کي عالم آشوبي کا کیا حال تھا ؟ کس طرح ہر طرف سکوت عن الحق کا سناٹا اور قبول باطل و اطاعت ظلم و طغیان کي مردني چھائي ہولي تھي ؟ اور جابروں کي ہیبت اور ظالموں کے جبروت نے کلمۂ حق کی گونج سے تمام فضاء ہند کو خالي کردیا تھا ؟ ایک ایسے عزم شکن اور ایمان آزما وقت میں شیخ جمال الدین اور شیخ داؤد رحمہما اللہ تعالی حکومت وقت کي طاقت سے بے پروا اور جابرۂ عہد کي خونخواریوں سے بے پروا ہوکر آگے بڑھے' اور اپنے عہد کے تمام مجمع حق سناسان کارکنو راہ حق کوئي میں اپنے پیچھے چھوڑدیا انہوں نے نہ صرف حکومت وقت اور مخدوم الملک کي مخالفت میں صداے حق بلند کي' بلکہ ارباب حق کي تائید میں علاحدہ ایک کتاب بھي لکھي اور صاف صاف کہدیا کہ ان مظالم کا نتیجہ حکومت کي تباہی ہے اس واقعہ سے بڑھکر ان بزرگوں کي عظمت جاودانی کیلیے اور کونسا واقعہ شاہد ثابت ہو سکتا ہے ؟ اور اسکے بعد کونسي بات رہجاتي ہے جسکي جستجو ہو؟ و قال صلعم افضل الجہاد کلمہ حق عند سلطان جائر ! (رواہ الترمذي و ابو داؤد و ابن ماجہ)

فصل

فی الحقیقت یہي وہ مقام منتہاء درجۂ عزیمۃ و سبقت بالخیرات باذن اللہ ہے جسکو قرآن حکیم نے " عزم امور " سے تعبیر کیا ہے وان ذلک

عظمت حقانی و عزت جاودانی کیلئے صرف یہی ایک واقعہ بس کرتا تھا -
تم گذشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہو کہ ابتلا و آشوب و ابتلا و امتحان وقت تھا
جو ان بزرگوں کے حصے میں آیا ؟ ہر طرف علماء سو کی کثرت تھی اور
علی الخصوص مخدوم الملک نے دنیوی جاہ و جلال اور سطوت و قہرمانیت نے سب
کی زبانوں کو گنگ اور گردنوں کو ٹیڑھا کر دیا تھا ۔ بہت سے واقعات ہیں جنکی
تفصیل کا یہ موقعہ نہیں اور جنسے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں مخدوم الملک
کے خلاف کسی چھوٹی سی چھوٹی بات کا بھی زبان سے نکلنا موت کی دعوت
اور تباہی کا بلاوا تھا - بدایونی لکھتے ہیں کہ نوجوانی میں ایک بار ابو الفضل
کے ساتھ مخدوم الملک کے دربار میں شیخ میں گیا - روضۃ الاحباب کی تیسری
جلد سامنے دھری تھی - فرماتے تھے کہ اسکے ہر لفظ سے بوئے رفض آتی ہے -
" قرارداده ام که این جلد را بحضور شرعه بسوزانم " مجھکو اسوقت تک انکے حالات
کا پورا پورا علم نہ تھا - بے اختیار اتنی بات زبان سے نکل گئی کہ تیسرا دفتر میر
جمال الدین کا نہیں ہے - غالباً انکے بیٹے کا لکھا ہوا ہے - نگاہ غضب سے میری
جانب دیکھا اور کہا : " در دفتر اول و دوم نیز چیزها یافته ام که دلالت
در رفض و فساد اعتقاد دارد و دران حواشی نوشته ام " ابو الفضل میرے پاس
بیٹے تھے - بار بار کہنیاں مارتے اور اشارہ کرتے کہ چپ رہو - باہر نکلے تو سب
نے مبارکباد دی کہ تمہاری قسمت یاور تھی ' بچ نکلے - اگر بیٹھتے تو
تمہیں کون بچا سکتا تھا ؟ اسی ایک واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ
مخدوم الملک کی ہیبت و رعب کا کیا حال تھا اور کس طرح انہوں نے
اپنی مذہبی پیشوائی و ریاست اور صدر الاسلامی کے زور سے تمام ملک
کو اپنے قبضہ میں کر رکھا تھا ؟ مخالفت تو بڑی چیز ہے - بڑوں بڑوں کی
زبان انکے آگے نہیں کھلتی تھی ' اور اگر کھلتی تھی تو تباہی و ہلاکت
سامنے کھڑی تھی - خود سلیم شاہ کا یہ حال تھا کہ انکی طاقت سے لرزاں
و ترساں رہتا اور ہمیشہ کہتا کہ بابر کے پانچ لڑکے تھے - چار چلے گئے - ایک
باقی ہے - یعنی مخدوم الملک ! دربار میں وہ جاتے تو اپنے برابر تخت پر
بٹھاتا اور دروازے تک پہنچانے جاتا - سید رفیع الدین محدث اور شیخ

صاحب تذکرۃ الواصلین نے اشارہ کیا ہے ' اور یہ حال انکے مخالفین علی الخصوص مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطانپوری کا ہے جن کا ظلم و تعصب اُس عہد کے علماء حق و اہل اللہ کے عزم و ثبات کیلیے بڑی ہی جانکاہ و صبر آزما ابتلاؤں کا باعث ہوا - حضرۃ شیخ جمال الدین اور انکے مرشد حضرۃ شیخ داؤد جہنی وال نے انہی لوگوں کی (یعنی اکابر مہدویہ کی) حمایت کی تھی ' اور اسی لیے مخدوم الملک ان دونوں بزرگوں کی اذیت و مخالفت میں بھی کمر بستہ و سرگرم رہتے تھے - میں نے قصداً اس جماعۃ کے حالات لکھنے میں کسی قدر تفصیل سے کام لیا تذکرۃ الواصلین کی منقولہ عبارت میں یہ بات دیکھکر بہت سی بے خبر طبیعتوں کو تشویش و حیرانی ہوتی کہ ان بزرگوں نے میر محمد جونپوری مدعی مہدیۃ کی ولایت و بزرگی کے اثبات میں کتاب لکھی اور شیخ عبد اللہ نیازی وغیرہ اکابر مہدویہ کے قتل و تکفیر پر مخدوم الملک کی کہ شیخ السلام وقت تھے ' علانیہ مخالفت کی ' اور اس طرح ایک بدعتی گروہ کا ساتھ دیا لیکن ان تمام حالات کے پڑھنے کے بعد ہر صاحب حق و انصاف اندازہ کرلے سکتا ہے کہ یہ گروہ کیسا تھا اور اسکے مخالفین علماء دنیا اور مشائخ سوء کا کیا حال تھا ؟ اور ایک ایسے پاک نفس و پاک عمل اور مصلح عہد گروہ کی حمایت موجب قدح و سوظن ہے ' یا ان دونوں بزرگوں کی زندگی کا سب سے بڑا خدا پرستانہ و حق شناسانہ کارنامہ ؟

کیا ان حالات کے ساتھہ مخدوم الملک کا ان دونوں بزرگوں سے برسر پرخاش و عناد ہونا ذرا بھی تعجب انگیز ہوسکتا ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرۃ شیخ جمال الدین اور شیخ داؤد رحمہما اللہ کے علم و عمل اور بزرگی و تقدس کے جو شواہد تاریخ میں موجود ہیں ' اگر ان میں سے ایک بھی ہمارے سامنے نہ ہوتا ' اور صرف اتنا ہی معلوم ہوتا کہ انھوں نے مخدوم الملک کی مخالفت اور شیخ نیازی و علائی کی حمایت کی تھی اور میر محمد جونپوری کی توصیف و تزکیۃ میں علاحدہ ایک کتاب لکھی تھی ' تو انکی بڑی سے بڑی بزرگی اور اعلیٰ سے اعلیٰ

اور ہمیشہ ایک دوسرے کو درندوں کی طرح چیرتا پھاڑتا اور پنجہ مارتا رہتا ہے - مکتبوں میں محبت کے ترانے اور پیار اور الفت کی باتیں سننے میں آجاتی ہیں مگر عین محراب مسجد کے نیچے پیشوائی و امامت کیلیے ان میں سے ہر ہاتھ دوسرے کی گردن پر بڑھتا اور خونخواری کی ہر آنکھ دوسرے بھائی کے خون پر لگی ہوتی ہے - حضرۃ مسیح علیہ السلام نے احبار یہود سے فرمایا تھا " تم نے داؤد کے گھر کو ڈاکوؤں کا بھٹ بنادیا ہے " ڈاکوؤں کے بھٹ کا حال تو نہیں معلوم ' لیکن ہم نے مسجدوں کی صحن میں بھیڑیوں کو ایک دوسرے پر غراتے اور خون آشام دانت مارتے دیکھا ہے - بدایونی لکھتے ہیں کہ مخدوم الملک نے جب ملا عبد النبی کو بر سر عروج و صدارت دیکھا تو انکے رد میں ایک بڑی کتاب لکھہ ماری اور ثابت کیا کہ انکے پیچھے نماز ہی درست نہیں تا بہ صدارت و شیخ الاسلامی چہ رسد ؟ باپ نے عاق کردیا ہے اور مزید براں نہ کہ بواسیر خونی کا عارضہ ہے ! خیر ' پہلی دلیل تو جیسی کچھہ ہے ظاہر ہے لیکن دوسری دلیل بڑی ہی دلچسپ اور پر لطف رہی - یاران ظرافت پیشہ اسکو لے اڑے اور خوب خوب ستم ظریفیاں کی گئیں - اسی طرح یہ دونوں ایک دوسرے پر حملے کرتے رہے ' اور اسی میں دونوں کی چوریاں کھلیں اور پردے فاش ہوگئے - حضرۃ امیر علیہ السلام نے جب یہ آیۃ کریمہ پڑھی : وقالت

الیہود لیست النصاری علی شی وقالت النصاری لیست الیہود علی شی - تو فرمایا : صدقتما - ہم دونوں کی تصدیق کرتے ہیں - دونوں اپنے اس قول میں سچے - یہی حال ان لوگوں کا ہے - یلعن بعضہم بعض و یکفر بعضہم بعضا - ہم دونوں کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صدقتما ! -

فصل

طائفۂ مہدویہ اور شیخ عبد اللہ نیازی و شیخ علائی رحمہما اللہ تعالی کی یہ سرگذشت ہے جسکی جانب دہ ضمن حالات حضرۃ شیخ جمال الدین

من الخديعة و الغش و الاحتيال ' هنالک یعلم المخادعون انهم انفسهم کانوا یخدعون ' و ویلهم کانوا یلعبون ' وما یمکرون الا بانفسهم وما یشعرون !

فصل

بات مخدوم الملک کے حیلۂ زکوٰۃ سے چلی تھی - بدایونی لکھتے ھیں کہ اگرچہ ملا عبد النبي صدر اور مخدوم الملک دونوں ایک ھي نور کے سوختہ تھے اور صلحاء امۃ و اهل اللہ کي اذیت و مخالفت میں هم رنگ و آهنگ ' لیکن چونکہ دنیا کے عشق نے دونوں میں رقابت کا رشتہ قائم کردیا تھا ' اسلیے خود بھي همیشہ لڑتے جھگڑتے رہتے اور آپس کي ٹکریں برابر چلتي رهتیں نتیجہ یہ نکلا کہ ان آپس کي ٹکروں هي سے دونوں پاش پاش هوگئے اذا تعارضا تساقطا کسي دوسرے هاتھ کي ضرورت هي نہ هوئي تخربون بیوتهم بایدیهم کا منظر نظروں میں پھرگیا اور یہ اس گروہ کا اولیں اور لا ینفک خاصہ ھے - سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع هوجائینگے لیکن علماء دنیا پرست کبھي ایک جا اکٹھے نہیں هوسکتے کانٹوں کا مجمع رہے تو خاموش رهتا ھے لیکن ادھر صبا چلي نے هلتي ٹہنیاں اور ادھر انکے نیچے تیر اور دانت زهر آلود هوگئے یہي حال ان سگان دنیا کا ھے - ساري باتوں میں متفق هو جاسکتے هیں لیکن دنیا کي هڈي جہاں سر رهي هو ' وهاں پہلے پھاڑ کر اسے پنجوں اور دانتوں پر قابو نہیں رکھہ سکتے انکا سرمایۂ بار علم حق نہیں ھے جو بطرفہ بتاتا اور اتباع سبل متفرقہ کي جگہ ایک هي صراط مستقیم پر چلاتا ھے ' بلکہ یکسر علم جدل و خلاف ھے نفس پرستي اسکی کثافت کو خمیر دیتي ' اور دنیا طلبي کي آگ اسکي ناپاکي کے بخارات کو اور زیادہ تیز کرتي رهتي ھے - مساں و مجار حرابات میں بھائیوں کي طرح ایک دوسرے کي بلادستي کا جام صحبت پیتے هیں ' اور چور اور ڈاکو مل جلکر رہزني کرتے هیں ' مگر یہ گروہ خدا کي مسجد اور زهد و عبادت کے صومعۂ و خانقاہ میں بیٹھکر بھي متحد و یک دل نہیں هوسکتا

امت کا سارا معاملہ علماء کے ہاتھہ میں تھا ' جب خود انکے عمل کا یہ حال ہوا تو پھر عوام کا کیا پوچھنا ؟

اذا کان رب البیت بالطبل ضارباً

فلا تلم الاولاد فیہ علی الرقص !

لکھتے لکھتے بات یاد آگئی - ہمارے زمانے کے بعض مشہور ملاؤں کی نسبت بھی خصوصیت کے ساتھہ معلوم ہوا کہ اسی حیلۂ زکواۃ پر عمل کرتے ہیں - ایک صاحب نے مجھسے ایک مولوی صاحب کی نسبت کہ مدرس بھی ہیں ' واعظ بھی ہیں ' اور جدل و مکابرات کے بعض رسائل کے مصنف بھی ' بیان کیا کہ وہ ہر سال اپنا اندوختہ بیوی کے نام ہبہ کردیتے ہیں اور پھر وہ نیک بخت اسی کا رد عمل کرتی ہے - انکے استاد جناب مولانا محمود الحسن صاحب دیو بندی نے بہ سبا تو ایسا کرنے سے روکا کہ تقوی کے خلاف ہے - میں نے یہ سنکر کہا کہ تقوی تو ایک مزید درجۂ عمل و فضیلت ہے - اسکا یہاں ذکر ہی کیا ؟ یوں کہنا چاہیے کہ سرے سے دین و شریعۃ کے ہی خلاف ہے ' اور ایک نہایت غلیظ قسم کا باطنی فسق اور کامل قسم کی یہودیۃ ' اور اصحاب السبت کے سیرۂ ضلالۃ سے پورا پورا استحقاق ! خیر ' دنیا کی زندگی ہے اور دنیا والوں کے احکام و انظار سے مقابلہ ' جو جی میں آئے کرلیں ' اور ابلیس خادع کی ہر کھولی ہوئی راہ کو صراط مستقیم سمجھہ لیں ' لیکن ایک دن آنے والا ہے جب نیتوں کے بھیدوں کا جاننے والا اور سرائر و خفایاے قلوب کا دیکھنے والا سامنے ہوگا اور اس وقت یہ ساری مکاریاں اور حیلہ بازیاں جو دنیا والوں کو دھوکا دیتی تھیں ' دھری کی دھری رہجائینگی - وان للہ یوماً تنسف فیہ الجبال ' و تترادف فیہ الاہوال ' و تشہد فیہ الجوارح و الاوصال ' و تبلی فیہ السرائر ' و تظہر فیہ الضمائر ' و یصیر الباطن فیہ ظاہراً ' و السر مکشوفا ' و المجہول معروفا ' و تجری فیہ احکام الرب علی القصود و النیات ' کما جرت احکامہ فی الدنیا علی ظواہر الاقوال و الحرکات ' یوم تبیض وجوہ بما فی قلوب اصحابہا من البر و الصدق و الاخلاص ' و تسود وجوہ بما فی قلوب اصحابہا

بہر حال سلسلۂ سخن بلا قصد بہت دراز ہوگیا مقصود یہ تھا کہ بدعۃ حیل منجملہ مصائب عظیمۂ اسلام کے ہے جس نے مسلمانوں کی عملی زندگی کو بالکل بے روح کردیا اور مقاصد شریعۃ فوت ہوگئے یہ جو ہم دیکھتے ہو کہ عموماً علماء دنیا اور وعاظ دولۃ کا گروہ ترکیۂ نفس و اخلاق سے بالکل کورا ہوتا ہے اور اصلاح و تصفیۂ باطن کی روح انکی زندگی کی کسی شاخ میں نظر نہیں آتی - دغا ساری و سخن پروری اور جدل و خلاف و مکر و ریاء کو شریعۃ کا علم و عمل سمجھتے ہیں اور اپنی خشکی دماغ و عبوسیۂ طبع و یبوست فکر میں ٹھیک ٹھیک ان مدرسوں اور مریسوں کا نمونہ ہوتے ہیں جنکا نقشہ حضرۃ مسیح علیہ السلام نے اپنے مواعظ میں کھینچا ہے اور جنکی نسبت وہ بار بار کہتے تھے کہ " جبتک تمہاری راستبازی فریسیاں کی روٹی نہ کھاؤ " تو اسکا اصلی سبب کیا ہے ؟ یہی حیلہ ساری و بہانہ جوئی ' ظاہر آرائی و باطن خرابی ! اخلاق حسنہ اور سچی خدا پرستانہ زندگی کا سارا دار و مدار تصحیح نیت و باطن پر ہے جب خود اعمال شریعۃ میں اسکی قدر اٹھ گئی اور سمجھ لیا گیا کہ حیلوں بہانوں سے یہاں بھی کام نکل سکتا ہے تو اخلاق کہاں باقی رہا ؟ زکواۃ کا اصل مقصد شارع نے یہ بتلایا کہ تؤخذ من اغنیائہم و ترد علی فقرائہم ' جس سے معلوم ہوا کہ محض کوئی ظاہری رسم اور بات پوری کردینا مطلوب نہیں ہے بلکہ اغنیاء سے فقراء کو مال دلانا اور انکی حاجت روائی کرانی تاکہ قوم کا کوئی صنف معطل نہ رہے مگر یہ دین باز اسکا یہ مطلب بتلائیں کہ اگر صرف دکھلاوے کی بات پوری کردی تو حکم زکواۃ ساقط ہوگیا پھر ایسی حالت میں سچی خدا پرستی اور راست بازی کیونکر پیدا ہوسکتی ہے ؟ یہ لوگ بھی فی الحقیقت ملحد ہیں لیکن انکا الحاد' الحاد اعتقادی نہیں ہے بلکہ عملی ' اور دنیا میں ہمیشہ الحاد فی العمل ہی زیادہ رہا ہے - اعتقادی ملحد تو ہمیشہ مثل سواد خلقۃ و نوادر انسانیۃ کے رہے اور رہینگے کہ اصل فطرۃ انسانی تصدیق ہے نہ کہ انکار تری مصیبت اس سے یہ پیدا ہوئی کہ عوام

حتی کہ بعض دانشمندوں نے تو ایک ھی قاعدہ بنا کر سارے جھگڑے چکا دیے : اذا کان في المسئلة قول لابي حنيفة و صاحبيه و حديث يحكمون بصحته ، وجب اتباع قولهم دون الحديث ، لانا نظن بابي حنيفة و صاحبيه انهم عارضو الحديث مع صحته و صحة الاستنباط منه - یعني اگرکسي مسئلہ میں حدیث صحیح ایک طرف ھو اور دوسري طرف اسکے خلاف امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا قول ، تو واجب ھے کہ حدیث کو چھوڑدیا جاے اور قول امام ھی کی پیروي کي جاے کیونکہ آخرکوئي بات تو ھوگی جسکي وجہ سے انھوں نے ایسا کیا ؟ توکیا یہ قاعدہ بھی اس وجود گرامی کا قرار دادہ ھوسکتا ھے جس نے اپني ساري عمر مقدس اس صداے حق کے اعلان و تکرار میں بسر کردي کہ " اترکوا قولي لخبر الرسول " ؟ اور کیا اسطرح کے قواعد کا اُن لوگوں کو گمان بھي گذر سکتا تھا جنکا عقیدہ یہ تھا کہ " اذا صح الحديث فهو مذهبي " اور " فاضربوا بقولي الحائط " ؟

فايــن الثريا و ايــن الثـرى ؟
و ايــن معــاويــة مــن علي ؟

یہی وجہ ھے کہ محققین اهل سنة و آئمۂ سلفیہ اسپر متفق ھوے کہ تمام ائمۂ سلف کا دامن علم و عمل بدعة حیل سے پاک ھے اور جتني باتیں انکی نسبت سے کہی جاتي ھیں یا تو انکي بنا یہ ھے کہ اُن ائمہ کی کسی اصل کو لیکر اسپر خود غلط در غلط و ظلمات بعضها فوق بعض متاخرین نے تفریعات کی ھیں ، اور یا بندگان الھي کو گمراہ کرنے کیلیے از راہ مکر و تلبیس اپنی حیلہ تراشیوں کو انکی جانب منسوب کردیا ھے - جب یہ بندگان نفس خدا کو دھوکا دینے سے باز نہیں آتے کہ یہی حقیقت بدعة حیل کي ھے تو ظاھر ھے کہ انسانوں کو دھوکا دینے اور انپر افتراء کرنے میں انکو کیا باک ھوسکتا ھے ؟

علامۂ ابن قیم نے اعلام میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول نقل کیا ھے " و المتاخرون احدثوا حيلا لم يصح القول بها عن احد من الائمة و نسبوها الى الائمة هم مخطئون في نسبته اليهم و لهم مع الائمة موقف بين يدي الله - الخ " -

نسبت صاف دیکھہ رہے ھیں کہ صریح تصریحات کتب اصول (۱) و موطا و جامع وغیرہ کے خلاف لکھا جارھا ہے ' حتی کہ بعض کوتہ آستینان بعاقبۃ کي دراز دستیاں یہاں تک بڑھیں کہ رفع الیدین عند الرکوع اور اشارۃ في التشہد کو فعل کثیر کہتے ہوے بھي نہ شرماے ' تو پھر اور باتوں کیلیے انکا ھاتھہ پکڑنے والا کون تھا ؟

دراز دستي ایں کوتہ آستیناں بیں !

اور یہ تو فروعات کا حال ہے ' لیکن کاش معاملہ اس سے آگے نہ بڑھتا اس سے بھی بڑھکر یہ کہ جوں جوں نصوص سنۃ کے معارضات بڑھتے گئے ' اور بحث و مناظرۃ کا میدان وسیع ہوتا گیا ' ساتھہ ساتھہ نئے نئے اصول و قواعد بھي بنتے گئے کہ اگر قاعدہ بن گیا تو ایک ھي ڈھال پر سارے وار روک لیے جائینگے حالانکہ حضرۃ امام ابو حنیفہ و صاحبین رحمہم اللہ کو ان اختراعي اصول و قواعد کا وھم و خیال بھي نہ گذرا ہوگا بلکہ انکي تصریحات بیلہ انکے خلاف موجود یہ جو مسلمہ قواعد ٹھرا لیے گئے ھیں کہ الخاص مبین فلا یلحقہ البیان (۲) - الزیادۃ علی الکتاب نسخ فلا یکون الا بایۃ ناسخۃ او حدیث مشہور ناص - لا ترجیح بکثرۃ الرواۃ و انما ھو بفقہ الراوي کل حدیث لم یرو الا من لیس فقیہا فان انسد بہ باب الراے لا یجب قبولہ العام قطعي کالخاص - المرسل کالمسند وغیر ذلک من القواعد المصنوعۃ التي یردون بہا جمیع ما یحتج بہ علیہم من الاحادیث الصحیحۃ - تو ان میں سے کونسا قاعدہ ہے جو حضرۃ امام ابو حنیفہ یا صاحبین کا ٹھہرایا ہوا ہے ؟ لیکن اب یہ سب کچھہ انھي کي جانب منسوب ہے ' اور ہزاروں مدعیان فقہ و علم ' و مشغولین درس و تدریس منار و ھدایہ ھیں جنکو اسکي خبر بھي نہیں -

(۱) کتب اصول سے مقصود اصول فقہ نہیں ہے ' بلکہ ظاھر الروایۃ وغیرہ کتب امہات و اصل فقہ حنفي

(۲) جیسا کہ فرضیۃ قرأۃ الفاتحۃ في الصلوۃ و فرضیۃ الاطمینان - وغیر ذلک قالوا لفظ الرکوع و السجود خاص مبین فلو لحقہا البیان لکان الخاص یلحقہ البیان -

امام ابو یوسف کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص کہے " ایمانی کایمان جبریل "
وہ صاحب بدعۃ ہے - اسی ایک بات سے اندازہ کرلو کہ وہ کس درجہ
متبع سلف تھے ؟ انتقال کے وقت کہا : کل ما افتیت بہ فقد رجعت
عنہ الا ما وافق الکتاب و السنة - یہی قول و عمل تمام ائمۂ و فقہاء حق کا رہا ہے
اور سلف اہل سنہ میں ایک امام و فقیہ بھی نہیں جس نے دانستہ نص
رسول سے اعراض کیا جاتا ہو - الا یہ کہ احادیث اس تک نہ پہنچیں یا
پہنچیں مگر انکی صحت و ثبوت پر مطلع نہوا - ایسا یقیناً ہوا اور ایسے
معذور ' اور وہ لوگ جو پہلی بات کے مدعی ہوں ' اور وہ بھی جو آخری
حقیقت سے انکار کریں ' دونوں عقل و فہم سے عاری اور نور بصیرۃ و حق
سے محروم ' و داخل مجالس تعصب و جحود ' اور لائق خطاب نہیں -

یہ حال تو روایات و حکایات کا ہے - اسی طرح کتب فقہ و واقعات
و فتاوی و حوادث کی بے شمار تفریعات و محدثات فقہیہ ہیں جن سے قدماء
ائمہ کو کوئی تعلق نہیں مگر بے تکان لکھدیا جاتا ہے کہ " کذا عند ابی حنیفہ
و کذا عند مالک " اس سے انکا مقصود یہ ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی کسی
قرار دادہ اصل کی بنا پر یہ تفریع ہے اور مالک اصل جو ہم نے انکی ٹھہرائی
ہے اسکی بنا پر یہ جزئیہ متفرع ہوتا ہے - حالانکہ تفریع خود انکی ساختہ
و پرداختہ ہے اور امام کو اس سے کوئی تعلق نہیں - یہی تخریج در تخریج '
و تفریع در تفریع ' و قیاس در قیاس ' و استنباطات رائیہ چند در چند ' و اتباع بر
مجرد قواعد منطقیہ جزئیات و کلیات و تمثیل و تقسیم ' و ابعد بعد و [illegible]
[illegible] اصلین اساسین کتاب و سنہ کی [illegible] عامی و رزیہ کاری ہے جسکی
وجہ سے قرناً بعد قرن و نسلاً بعد نسل سخت و شدید غلطیاں بلکہ گمراہیاں
رائج ہوتی رہیں اور ترجمۂ شرع میں فساد عظیم رونما ہوا - [illegible]
[illegible] " عند ابی حنیفہ " [illegible] کہا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

بوجہ غرابت و تفکہ لکھہ گئے خاص طور پر تحقیقات نہ کی - ہمارے لیے یہ بہت آسان ہے کہ سلفی کی مخص طیو ریات کی تضعیف کردیں - بمقابلۂ اسکے کہ امام ابو یوسف جیسے شخص کی نسبت ایسے منکرات و فظائع کو منسوب کریں کہ حفاظ حدیث میں معدود اور قاضی القضاۃ مسلمین ہیں ' اور جنکے فرمان قضاء کے ماتحت ایک زمانے تک عہد عباسیہ کا وہ عالم اسلامی رہچکا ہے جسکے حدود موجودہ جغرافیۂ ارض میں ایک طرف ساحل تملی تک اور دوسری طرف صحراے افریقہ تک پہنچ جاتے ہیں !

امام ابو یوسف تو وہ شخص ہیں کہ تمام فقہاء عراق و اصحاب راے میں روایت حدیث و حفظ آثار کے لحاظ سے ممتاز ترین فقیہ تسلیم کیے گئے - ابن معین نے انکی نسبت کہا تھا لیس فی اصحاب الراے اکثر حدیثا منہ - اور مزنی نے کہا اتبع القوم للحدیث اور یہ بالکل حق ہے ' اور اصحاب نظر و خبرۃ سے مخفی نہیں کہ امام ابو یوسف و امام محمد ہی وہ دو شخص ہیں جنکی رعایۃ روایت و حدیث نے فقہ عراق کو اپنی نشئۂ اولی کی جگہ موجودہ صورت تک پہنچایا ' اور یہ نسبت سائل کے معاملہ کی صورت دوسری ہوگئی اگر یہ امامین جلیلین نہ ہوتے تو نہیں معلوم صورت حال کیا ہوتی ؟

پھر کیونکر عقل سلیم باور کرسکتی ہے کہ ایک ایسا شخص محض بادشاہ وقت کو خوش کرنے اور اسکی خواہش نفسانی کو پورا کرنے کیلیے دسیسہ کاری و حیلہ سازی کی راہ اختیار کرے اور کبھی مدخولۂ اب کو حلال بتلادے ' کبھی زکواۃ کے ساقط کرنے کیلیے حیلے تراشے ؟ بلاشبہ بعد کو ایساہی ہوا اور بندگان سلاطین و عبید الدنیا نے بادشاہونکی نفس پرستیوں ور اغراض ... مزاحمت زوالوں کیلیے کوئی دقیقہ تحریف شریعۃ و مسخ احکام کا باقی نہ چھوڑا ' لیکن حاشا ثم حاشا کہ ائمۂ و فقہاء سلف کے دامن صداقت و اتقا پر اسکی ایک چھینٹ بھی پڑی ہو - بلکہ انکی نسبت ایک محمد کیلیے بھی ایسا گمان فاسد نہیں کیا جاسکتا حافظ ... ذہبی نے

اس طرح کي تمام منسوبات قطعاً ناقابل اعتماد بلکہ داخل اکاذیب و بہتان هیں - حضرة قاضي ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ رحمة الله علیهما کا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلی ہے کہ ایسے منکرات و شنائع کا انکي نسبت وهم بھي کیا جاسکے - یہ سارے حیلے بعد کے فقہاء حیل و علماء دجل و فساد کے تراسے ہوے هیں اور یقیناً انہوں نے هی اپني بضاعة ردیہ کے رواج دیدے کیلیے انکو ائمۂ سلف و فقہاء امصار کے نام سے منسوب کردیا - ایسي مکذوب و مصنوع نسبتیں همیشه هوئي هیں اور هر علم و فن میں اسکے بے حد و شمار نظائر موجود هیں - تصوف میں جتني باتیں کہي جاتي هیں سب جنید و شبلي رحمهما الله کے نام سے - فلسفۂ و طب میں هر چیز شیخ سے منسوب - تفسیر قرآن میں کوئي بات ایسي نہیں ہے جو حضرة ابن عباس اور عکرمۂ و مجاهد و غیرهم کي نسبت سے نہ کہي گئي هو - حتی کہ ایک پوري تفسیر ترتیب دیدي گئي - عقائد وکلام کي بے شمار محدثات و مخترعات هیں اور سب کے سب اشعري و جویني و امام الحرمین کي طرف منسوب ' حالانکہ انکو ان باتوں کا وهم بھي نہ گذرا هوگا - امام اشعري کی کتاب الابانہ چھپ گئي ہے - دیکھہ لیا جاے کہ علو و استواء اور باب صفات میں وہ کیا کہتے هیں ' اور متاخرین متکلمین باسم اشعریة کیا بتلا رہے هیں ؟ امام الحرمین کي مصنفات کے مختارات طبقات الشافعیہ میں دیکھو - کسب کے متعلق انکا بیان کیا ہے اور ان کتابوں کا کیا ہے جنکے پڑھنے بڑھانے میں هماري عمریں برباد جا رهي هیں ؟ اور اصل حقیقت کا تو پوچھنا هی کیا - وہ تو ان سب سے ما فوق و ماوراء ہے اور یہاں بحث صرف منسوبات و ملحقات سے ہے - تحقیق مسائل مطلوب نہیں - پس یہي حال فقہ کا بھي هوا :

هر کہ آمد عمارت نو ساخت !

اور پھر سب کچھہ ابو حنیفۂ و شافعی رحمهما الله کے نام سے منسوب هوگیا - جن لوگوں نے ان حکایات حیل کو نقل کیا وہ بھي قابل ملامت نہیں کہ یہ باتیں کثرت سے مشہور هوگئي تہیں - بطریق نقل و حکایات اور زیادہ تر

اسي طرح سقوط حد بصورت نكاح محرمات ابديه کا مسئله ہے فی الحقیقت یه ایک دوسري اصل پر مبني تها غالباً ترمذي کي حديث تراس عارب قدماء مخالفين حد تک نه پہنچي هوگي اگرچه بعد کے لوگوں تک پہنچي اور متشبث به حشیش تاویل و متمسک به طریق رد سنة بمجرد تفصیل و راے هوے ' اور پهر جن فقہاء نے حد کو بوجه شبه ساقط کیا انکو بهي تعزیر سے انکار نہیں " و الحد یدرء بالشبہات و التعزیر ... مع الشبہات " انکا قاعدہ مقررہ ہے ' اور اگرچه حضرة امام ابو حنیفه رحمة الله علیه کے نزدیک تعزیر انتالیس کوڑے سے زیادہ نہیں (کما صرح به الهدایه) لکن درمختار وغیرہ میں یه بهي تو ہے که " و یکون التعزیر بالقتل " با این همه تاویل حیل نے اس مسئلة سے بهي جو کام لیا اور جس طرح چند در چند تعریفات پیدا کي گئیں ' وہ بهي اس وادي حیل هي کے معاملات هیں اور اسي طرح مسئلۂ نفاذ قضاء قاضي ظاهراً و باطنا اگرچه بظاهر اس سے بے تعلق نظر آتا ہے مگر اسکے نتائج و ثمرات پر غور کیا جاے تو وہ بهي اسي میدان کا ایک گوشۂ بعید ہے - کسي نه کسي طرح عدالت اور قاضي کے یہاں بات بنالي جاے پهر اسکے بعد کوئي کهٹکا نہیں گویا شریعة کے امر و نہي کا سارا دار مدار اور مواخذۂ آخرة کي بنا صرف دنیا کے احکام و ظواهر هیں - حسن و قبح اشیاء و تفریق سیاہ و سفید و حق و باطل و تصحیح ادب و بطون ' و جلب محاسن و مضائل في الاصل و عند الله کوئي چیز نہیں

گفتي که چه شد قاعدۂ مهر و محبت ؟
رسم کہنی بود بعهد تو بر افتاد !

اسي طرح یه که همارے زمانے کے بعض اصحاب درایة و عقول نے اس کي تائید میں یوں داد تحقیق و مغالطه دي ہے که بحکم خلق لکم ما في الارض جمیعا تمام بنات آدم محل نکاح هیں' اور نکاح بطور مثل عقد بیع کے ہے' مهر امطرلة ثمن ' اور ایجاب و قبول اور خلوة تملیک و تصرف کیلیے ' اور جب قاضي کے جهوٹے گواهوں سے دهوکا کهاکر یا کسي اور وجه سے پرائي عورت کو کسي کي منکوحه قرار دیدیا اور وہ لیکر چلتا بنا ' تو اس سے بهي یه

ہے اور ہر عقد جسکا معقود علیہ حرام ہو وہ عقد باطل، بلکہ صرف اسلیے کہ با ضابطہ طریق اجارہ کے مطابق عقد اجارہ نہیں ہوا اور جو کچھہ اسکو دیا گیا، وہ اسکا حسب شرط حق نہیں تھا - پس گویا انکے نزدیک اس معاملہ کی حلت و حرمت کا سارا دار و مدار صرف اس ایک اصل معاملات پر ہے کہ عقد اجارہ ہوا یا نہیں؟ اور اسکے شرائط صحیحۃ و متعینہ ہیں یا نہیں؟ اسکے سوا اور کچھہ نہیں! یہی وہ قیاس باطل ہے جسکو شریعت نے "ہواء نفس" قرار دیا ہے، نہ کہ قیاس صالح و حکمۃ نبوی جو عدن شریعۃ بلکہ مبدا مرتبۂ علم حق و بصیرۂ ربانی ہے - اور جس قیاس باطل کا نتیجہ ہے صرف ایک ہی اصل و علۃ کا استغراق و استہلاک و اتباع، اور دیگر اصول و علل و مقاصد سے بکلی اعراض، حالانکہ اکثر احکام شرعیہ معلل بعلل شتی، اور اصل امر و نہی متعدد مقاصد و مصالح پر مبنی - صرف تمثیل و تقسیم اور حمل نظیر علی النظیر بلا مراعات مقاصد آخری و مہمہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ اس ضلالۃ سے بچنے کی صرف ایک ہی راہ تھی کہ ہر موقعہ اور ہر جزئیہ و تفریع پر تقدیم کتاب و سنۃ اور بہ تعمیل فردوہ الی اللہ و الی الرسول ہر اصل اور ہر فرع کیلیے اہتداء بہ مشکواۃ نبوت - مگر ایسا نہیں کیا گیا اور صرف اپنے چند ساختہ پرداختہ اصول اور کلیات پر قناعت کرلی گئی - اس چیز نے نہیں معلوم اس کارخانہ کے کتنے کیل پرزوں کو درہم برہم کردیا ہے، اور اسی حالت کی نسبت کہا گیا ہے کہ:

حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء!

لطف یہ کہ " لا تصح الاجارۃ لاجل المعاصی مثل الغناء و النوح و الملاہی " یہی کہتے ہیں - یعنی گانے بجانے کیلیے اجارہ صحیح نہیں - فیا للہ و یا للعقول! غناء اور ملاہی کی اجرت کا مال تو طیب نہوا حالانکہ اسکی حرمت محتاج دلیل، مگر زنا کی اجرت طیب ہوسکتی ہے: لان اجر المثل طیب و ان کان السبب حراماً!

یکرہ ان یشرب من فضۃ
و یسرق الفضۃ ان نالہا

ہے ؟ مسلم و ترمذی کی حدیث رافع بن حدیج میں ہے مہر البغی خبیث اور بخاری کی روایت میں ہے نہی رسول اللہ صلعم عن ثمن الکلب و مہر البغی - تو اسکے جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ تو ایک خاص حالت تھی "ھو ان یواجر امتہ علی الزنا و ما اخذہ من المہر" لیکن "ان ستاجرھا لیزنی بہا ثم اعطاھا مہرھا او ما شرط لہا فلا باس باخذہ' لانہ فی اجارۃ فاسدۃ فیطیب لہ و ان کان السبب حراماً" یعنی اگر ایک عورت سے زنا کیلئے اجرت ٹھہرالی اور زنا کیا اور اسکے بعد عورت نے وہ اجرت لی تو اسکے لینے میں کوئی حرج نہیں یہانتک تو مسئلہ کی اصلی صورت تھی' لیکن جب اسپر بھی لوگوں نے ماتم کیا کہ یہ کیا شریعۃ کی تباہی اور انسانیۃ کی ہلاکت ہے کہ محض عقد اجارہ کی ایک تعریفات پیدا کی اجرت خبیث و خباثت کو کھلے بیل کے معاملات باطل کی تد پر پھر یہ حیلہ سکھایا جاتا ہے کہ ایسی اجرت کو حلال و طیب بنایا جا رہا ہے ؟ تو بتایا جاتا ہے " ان یستاجرھا لکنس بیتہ او لطبخ ثیابہ او طبخ طعامہ او لنقل متاع من مکان الی مکان و یشترط لہا الزنا ثم یزنی " یعنی صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے گھر کا کام کاج کرنے کیلئے یا کھانا پکانے کیلئے یا کسی اور نقل متاع کیلئے ایک عورت سے عقد اجارہ کیا کہ اتنی مزدوری پر میرا کام کر دینا ' اور ساتھ ہی یہ شرط بھی ٹھہرالی کہ مجھسے زنا بھی کرنا ' تو چونکہ یہ مشروع باصلہ و غیر مشروع بوصفہ ہے اسلیے اجارہ فاسد ہوا لیکن اجرت حلال ٹھہری نتیجہ یہ نکلا کہ اگر کسی دانائے حیل نے ذرا جسم و ابرو دیکھکر کسی اچھی سی ماما کو کام کاج کیلئے مزدوری پر رکھہ لیا اور ساتھہ ہی یہ شرط بھی ٹھہرالی کہ کام کاج اور مشغلہ بھی جاری رہیگا تو ایسی اجرت اس ماما کیلئے جائز حلال و طیب ہے - فان اجر المثل طیب ! تعالی اللہ و شریعتہ عما یقولون یفعلون علواً کبیراً ! لطف یہ کہ " ان اخذہ (ای المہر) بغیر عقد بان زنی بہا ثم اعطاھا شیئاً فہو حرام لانہ اخذہ بغیر حق" بھی موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شکل مہر بغی کی حرام ہو بھی سکتی ہے' تو اسلیے نہیں کہ وہ زنا کی اجرت ہے اور ہر اجرت جو فعل خبیث کی ہو خبیث

بنیاد مقاہتہ محض اٹکل اور ظن و وہم پر قرار پاچکی تھی - پھر کیا تھا ؟ ہر ذہن نے تیزی دکھلائی ' اور ہر قیاس نے بلند پروازی - " بنیاد ظلم در جہان اندک بود - ہر کہ آمد بران مزید کرد " نتیجہ یہ نکلا کہ شریعۃ الہی جو عدل و صداقت کے قیام کیلیے آئی تھی ' اسی کے نام سے مکر و فریب اور ظلم و غصب اور نہب و سلب کے تمام کار و بار جاری ہوگئے ' اور دنیا کی تباہی کیلیے اس سے بدتر وقت اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ خدا کا پاک نام لیکر اسکی دنیا میں برائی پھیلائی جائے ! کتنی ہی زناکاریاں ہیں جو حیلے نکالکر نکاح شرعی بنائی گئیں ! کتنے ہی غصب و ظلم اور اکل اموال بالباطل کے مصائب ہیں جنکو ایک شرعی معاملہ بناکر جائز کیا گیا ! کتنے ہی عقود فاسدہ ہیں جنکو اسی شیطان حیل نے جائز کراکے بندگان الہی کے حقوق تلف کراے ! کتنے ہی حج ہیں جو ساقط ہوے ! کتنی ہی زکاتیں ہیں جو کبھی ادا نہیں کی گئیں ! کتنے ہی شارب الخمر اور زانی محصن ہیں جو حدود شرعیہ سے صاف بچالیے گئے ! پھر یہی تخم حیل ہے جسکی شاخیں کسقدر دور دور تک پھیلیں ' اور اسکے اثرات نئی نئی شکلوں میں کارگر اور دور دور کی چیزوں میں سرایت کرگئے - متعدد تفریعات ہیں جو بظاہر اس سے الگ معلوم ہوتی ہیں مگر فی الحقیقت اسی عائلۂ فساد کے اخوان و اخوات میں داخل ہیں - حد ہوگئی کہ علانیہ صاف صاف اجرت زنا اور مہر بغی کو حلال کہدیا گیا - یہ بھی اسی تخم حیل کے برگ و بار میں سے نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟ ہم نے بعض شروح میں بارہا پڑھا ہوگا : ما اخذتہ الزانیہ ' ان کان بعقد الاجارۃ فحلال ' لان اجر المثل طیب ! یعنی زانیہ نے اگر اجرت ٹھہراکر زنا کی اجرت لی تو وہ حلال ہے کیونکہ اجر مثل کے طیب ہونے میں کوئی کلام نہیں !

برداشت علی شرع نبائد ایزدی

ارگردن زمانہ علی ذکرہ السلام

اور جب اسدرجہ لوگوں نے اپنا سر بلند کیا کہ جس چیز کو اللہ کے رسول نے خبیث فرمایا اسکے حلال و طیب ہونے کی کونسی نئی وحی اتر آئی

اپنی حیلوں بہانوں سے حلال کرلیا ! مگر افسوس کہ وہی ہوا جسکا اُس صادق و مصدوق کو اندیشہ تھا ' اور اس امۃ میں بھی ایسے مدعی اور فریبی پیدا ہوگئے جنہوں نے بحکم حذو النعل بالنعل ٹھیک ٹھیک ویسی ہی حیلہ بازیاں اور مکاریاں اسلام میں بھی پیدا کرلیں - ملوا ماضلوا مونل لھم و لاتباعھم ! حتی کہ یہ فساد عظیم اس درجہ پھیلا کہ اصحاب حیل کے نزدیک حلال و حرام کی تمیز بالکل اٹھہ گئی ' محارم شرعیہ حلال ہوگئے ' عقود فاسدہ کو جائز بنالیا گیا ' حدود شرعیہ ساقط کردیے گئے ' نور و ظلمۃ سیاہ و سفید ' فسق و تقوی میں کوئی فرق باقی نہ رہا ' احکام و اوامر اور عبادات و معاملات کی کوئی شاخ بھی اس مصیبت عظمیٰ سے نہ بچی ' ہر حکم سے بچنے کیلیے حیلے نکالے ' ہر قید شرعی سے نکل بھاگنے کیلیے بہانے ' ہر امر و نہی کے سقوط و تعطیل کیلیے مکر و فریب - شریعۃ الٰہیہ کے کسی حکم کو بھی سچی تعمیل اور راستبازانہ و صالحانہ اطاعت کیلیے باقی نہ چھوڑا - اعمال انسانیۃ کی روح اصل عظیم جسکو شریعۃ نے " نیت " کے جامع و حاوی لفظ سے تعبیر کیا تھا اور تمام احکام و ثمرات کی بنیاد اِسی پر رکھی تھی کہ " انما الاعمال بالنیات " اور " ولکل امر مانوی " اور اسی لیے فقیہ الامۃ حضرۃ امام بخاری نے اس جامع الکلم کو اپنی کتاب کا سرنامۃ و عنوان قرار دیا تھا ' اسطرح تاراج و ہلاک کردی گئی گویا اسکا کوئی وجود ہی نہ تھا ! خدا کے بندوں کو فریب دیتے دیتے اس طائفۂ بوالہوس کی بیہمی جرأتیں یہانتک بڑھگئیں کہ عالم السرائر و الخفایا کو بھی دھوکا دینے میں چست و چالاک ہوگئے وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون یہ ضلالۃ اس درجہ سے بھی آگے بڑھی - یہانتک کہ مسائل حیل و احتیال فقہ سو و مرعوبہ کا ایک با قاعدہ باب و مبحث بن گئے ' اور رفتہ رفتہ فقہاء دنیا کیلیے صرف ذہانت ' و نمایش فقاہۃ ' و اظہار علم و درایت ' و تسابق عقول ' و تنافس افکار ' و تقابل قوۃ افتاء و قضاء کا سب سے بڑا دلچسپ و جالب قلوب میدان بھی حیلہ تحری و خدیعۃ ہوگئی ' کتاب و سنہ کی تقدیم و حفظ کا بند تو پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا ' اور

بعض احکام کی نسبت ' نہ کہ تمام احکام انفاق و زکواۃ و عقود و معاملات و تملیک اموال و غیرہا -

ان تمام تصریحات سے بڑھکر یہ ہے کہ قرآن حکیم نے صاف صاف لفظوں میں بتلا دیا تھا کہ یہودیوں کی ضلالۃ و مغضوبیہ و ملعونیہ کے اعمال خبیثہ میں سے ایک بڑا فتنہ یہ تھا کہ شریعہ الہی کے - احکام قطعیۂ مصلحہ سے بچنے کیلیے طرح طرح کے حیلے حوالے اور بہانے نکالتے تھے ' اور سمجھتے تھے کہ خدا کا معاملہ بھی فریب خوردہ انسان کا سا ہے کہ اگر کسی حیلۂ و مکر سے ظاہر و صورت کو بنالیا تو قصد و نیت کی اسکو خبر نہوگی - ازانجملہ ایک حیلہ وہ تھا جو یوم السبت میں صید نہ کرنے کے حکم کی نسبت اصحاب "حیتان" نے نکالا تھا : ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت - اور ازانجملہ وہ حیلہ تھا جو حرمت اکل شحم کی نسبت عمل میں لایا کرتے تھے ' اور جسکی نسبت آنحضرۃ نے فرمایا : لعن اللہ الیہود حرمت علیہم الشحوم فحملوھا و اکلوا ثمنہا - اللہ تعالی نے ان حیلہ سازیوں کی وجہ سے ان پر لعنت بھیجی اور غضب الہی کے مورد ہوے - انہوں نے اللہ کی شریعۃ کو مسخ کرنا چاہا تھا - نتیجہ یہ نکلا کہ خود مسخ ہوگئے - وجعل منہم القردۃ والخنازیر اور اللہ کا قانون مجازات یہی ہے کہ ثمرۂ عمل ٹھیک ٹھیک عمل کے مطابق اور ٹھیک ٹھیک اس سے اشبہ و اوفق ظاہر ہوتا ہے - ہر عمل نیک و بد کے صور و اشکال عالم مثال میں اسی طرح واقع ہوے ہیں ' اور یہی معنی ہیں اس آیہ کریمہ کہ وحاق بہم ما کانوا بہ یستہزؤن - حیل و احتیال کے متعلق یہ حال تو کتاب اللہ کا ہے ' اور سنۃ کو دیکھا جاے تو اس سے زیادہ واضح و صریح ہے - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم نے بار بار کھول کھول کر امۃ کو اسی ضلالۃ یہود اور خبائث اصحاب السبت و الحیتان سے روکا تھا : لعن اللہ الیہود حرمت علیہم الشحوم فحملوھا و اکلوا ثمنہا - اللہ کی پھٹکار یہود پر - چربی انپر حرام کردی گئی تو حیلے بہانے نکالکر اسکو حلال بنا لیا - اس سے بھی واضح فرمایا : لا ترتکبوا ما ارتکبت الیہود فتستحلوا محارم اللہ بادنی الحیل - وہ کام نہ کرنا جو یہودیوں نے کیا کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو

قضاة کو قبول ہدایا سے بھی روکدیا کہ رشوہ ستانی کا حیلہ نہ بن سکتا ہے مسند امام احمد میں ہے ہدایا العمال غلول اور ابو داؤد کی روایت بریدہ میں فرمایا استعملناہ علی عمل و رزقناہ رزقاً' فما اخذہ بعد ذلک فہو غلول ایک اور روایت ہے اخذ الامیر الہدیۃ سحت اسی طرح مقروض سے ہدیۃ و تحائف کا لینا ناجائز قرار دیا کہ سود کیلئے حیلہ نہ بن جا سکتا ہے حتی کہ ابن ماجہ کی روایت انس بن مالک میں فرمایا اذا اقرض احدکم قرضاً فاہدی الیہ او حملہ علی الدابۃ' فلا یرکبہا و لا یقبلہ الا ان یکون جری بینہ و بینہ قبل ذلک اور اسی بنا پر ہدیۂ مقترض کی نسبت اجلۂ صحابہ مثل عبد اللہ و ابی ابن کعب و غیرہم نے فتوی دیا کہ ربا میں داخل ہے۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ بیع خیار کی نسبت تحریم کردی حتی یتفرقا و لا یحل لہ ان یفارقہ خشیۃ ان یستقیلہ اس سے بھی مقصود یہی تھا کہ حیلہ کا سد باب ہو' اور اسی لئے امام احمد بن حنبل نے ابطال حیل پر اس روایت سے استدلال کیا ہے' اگرچہ بعض کوتاہ بینوں نے اس امام اہل السنۃ کی دقۃ نظر اور معاملہ رسائی کو نہ سمجھا اور اسپر اعتراض کیا فلیس لہم بصیرۃ یعرفون بہا اہل العلم و اہل الجہل و یمیزون بہا بین منازلہم۔ بلکہ عہد صحابہ میں بعض لوگوں کے سوالات سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی بد عملیوں کے ہاتھوں ضیق و حرج میں مبتلا ہوکر ڈھونڈھنے لگے تھے کہ کوئی مخرج و حیلہ نکل آئے' لیکن بالاتفاق تمام صحابہ و ارباب افتاء صدر اول نے انکو یہی پیام یاس سنایا اور کہا کہ کوئی حیلہ نہیں حضرۃ علی علیہ السلام سے ایک شخص نے غالباً مسئلۂ یمین کی نسبت پوچھا تھا کہ ما الحیلۃ ؟ آپ نے فرمایا ترک الحیلۃ - حضرۃ ابن عباس سے ایک شخص نے طلاق کے متعلق جب پوچھا کہ اب اس سے بچنے کیلئے مخرج و حیلہ کیا ہو سکتا ہے ؟ تو سخت غضب ناک ہوئے اور فرمایا و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا جب تو نے حکم شریعہ سے انحراف کیا تو اب مخرج کہاں ؟ و ما ظلمہم اللہ و لکن کانوا انفسہم یظلمون ! اور پھر یہ جو کچھ بھی تھا' صرف طلاق و یمین کے

ائمہ اسلام کے منقول ہیں اور حافظ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے بعض مقالوں میں جمع کیا ہے حضرت عبد اللہ بن مبارک نے ایک حیلہ کا حال سنکر کہا احدثوا الحیل فی الاسلام من کان امر بہذا فہو کافر - اسلام میں لوگوں نے حیلے پیدا کرنے کی بدعت رائج کی ہے سو جو شخص اسکا فتوی دے وہ کافر ہے شریک بن عبد اللہ قاضی کوفہ سے کتاب الحیل کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا من یخادع اللہ یخدعہ - یعنی حیلے نکالکر احکام شرعیہ کی تعمیل سے بچنا خدا کو دھوکا دینا ہے حفص بن غیاث نے کہا کتاب الحیل پر لکھدو کہ کتاب الفجور ہے یزید بن ہارون نے کہا لقد افتی اصحاب الحیل بشیء لو افتی بہ الیہود کان قبیحا - حیلہ تراشوں نے یہودیوں کو بھی مات کردیا ایوب سختیانی نے کہا یخادعون اللہ کانما یخادعون الصبیان - یہ لوگ خدا کو اسطرح دھوکا دینا چاہتے ہیں جیسے بچوں کو فریب دیکر بہلاتے ہیں - خدا نے حکم دیا کہ ہر مالدار زکوٰۃ دے تو سال کے آخر میں تمام مال بیوی کے نام ھبہ کردیا کہ خدا دھوکے میں آکر ہمکو مفلس و نادار سمجھہ لیگا وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون - الہی سے یہ بھی منقول ہے لو اتی الامر عیانا کان اہون علی اس سے تو یہ بہتر تھا کہ صاف صاف بغیر حیلہ کے معصیت کرتے پھر حال خدا کی شریعۃ کے ساتھہ تلعب و استہزا تو نہ ہوتا اور وہ بالکل حق ہے - فسق و فجور ان حیلوں پر عمل کرنے سے ہزار درجہ افضل ہے حضرۃ امام احمد بن حنبل سے بھی طلاق و یمین کے بارے میں چند حیلوں کا ذکر کیا گیا تھا - فرمایا کہ لن من افتی بہذہ الحیل بعد قلب الاسلام ظہر البطن ' و نقض عری الاسلام عروۃ عروۃ ا

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں حیلہ تراشوں کی بنیاد پڑ چکی تھی - یہ کتاب و سنۃ سے بعد و ہجر ' اور ترک براہین و تقلیدات شرعیہ ' و تشتت بہ ظن و تخمین بحت ' و تخرص و تلعب بہ ظلمات اوہام و اہواء ' و قیاس غیر صالح و غیر مؤید بالوحی کے شجرۃ الزقوم کے ابتدائی برگ و بار تھے جو آگے چلکر اسقدر پھلے پھولے کہ علم و عمل

زکوٰۃ سے بچنے کا ایک یہ حیلہ کرتے تھے کہ ہر سال کے آخر میں اپنا [illegible]
بیوی کے نام ہبہ کردیتے تھے، اور پھر ایک سال پورا ہونے سے پہلے [illegible]
[illegible] - اس طرح حول کامل دونوں میں سے کسی پر [illegible]
بدایونی لکھتا ہے "و حیلہ‌ای [illegible] که حولان [illegible]
پیش آن شرمندہ است، و ہمچنین حسد و [illegible] و جہالت و حرص،
و مکاری و ستمگاری او [illegible] خصوصاً با ائمہ مساجد
و اہل استحقاق پیدا نمودہ بود، [illegible]
[illegible]
استحقاق [illegible] در مجلس [illegible]
چنان [illegible]
[illegible]" (جلد دوم: ۲۰۳)

یہ مولانا صاحب نے لکھا ہے کہ مخدوم الملک نے زکوٰۃ سے بچنے کیلئے ایک حیلہ نکال رکھا تھا، تو اس حیلہ پر انکا عمل ضرور ہوگا لیکن اسکی ایجاد کی نسبت انکی جانب صحیح نہیں - ان لوگوں کو مکر و حیل میں بھی اجتہاد مگر کہاں نصیب؟ اس میدان میں بھی دوسروں کے مقلد ہی ہوتے ہیں - مخدوم الملک نے اور بہت سی چیزوں کی طرح یہ حیلہ بھی اپنے پیشرو فقہاء دنیا اور علماء مکر و خدیعۃ سے حاصل کیا ہوگا - اگرچہ ٹھیک نہیں کہا جا سکتا کہ احبار یہود اور اصحاب السبت کے بعد امۃ اسلامیہ میں سب سے پہلے کس "یہود ھذہ الامۃ" نے ان حیلوں کی بنیاد ڈالی اور شریعۃ الٰہی کو نفس و شیطان کا بازیچۂ لہو و لعب بنایا، مگر یہ معلوم ہے کہ دوسری صدی کے اوائل ھی میں بعض فقہاء دنیا و عبید السلاطین اور متبعین باطل و الرائے نے حیلہ تراشیاں شروع کردی تھیں، اور تیسری صدی میں اس امۃ کے صدوقیوں اور فریسیوں نے کتاب الحیل کو بھی منجملہ ابواب فقہ کے قرار دیدیا تھا - اسکا پتہ ان اقوال سے چلتا ہے جو نام نہاد حیل و احتیال شرعیہ کی نسبت

جالیست هرالله تعراهد رمل

الدرعم عسی نو رود' ارلی نر !

لیکن سبحان الله ! مکافات و مجازات عمل کا قانون الهي کس طرح اس دنیا هي میں اپنا کام انجام دے رہا ہے اور آخرة کی منزل ابھي باقي ہے لو کانوا یعلموں - بالآخر ایک زمانہ آیا کہ یہي مخدوم الملک ہے اور یہي هندوستان ' مگر بیسوائي رسمع الاسلامي ایک طرف رهي ' عزت و آبرو سے اپنا بڑھاپا بھي بسر نہ کرسکے ' اور عہد اکبري کے نئے نئے معتقدین کے هاتھوں وہ ذلتیں اور خواریاں اٹھانی پڑیں کہ بقول ملاے بدایونی یوم تبلی السرائر کا نقشہ آنکھوں میں پھرگیا تا بہ یہ حال تھا کہ انکے قلم سمع الاسلامي کي ایک گردش اهل الله کي زندگیوں کا فیصلہ کردیتي تھي ' تا بہ یوم العذاب دیکھنا ہوا کہ حاجي ابراهیم سرهندي اور شیخ ابو الفضل جیسے نوخیز واحداث تھري مجلس میں انکے فسق و فجور کا فیصلہ کرنے لگے اور عمر بھرکي بداعمالیوں کا ایک ایک کرکے حساب دینا ہوا نعوذ بالله من الحور بعد الکور

گرد کیسي لگي تھي ؟ کھل گئے کس راہ میں بقیے ؟

نظر آتا ہے خالي آج گوشہ تیرے داماں کا !

فصل

ملا عبد القادر بدایوني لکھتے هیں کہ مخدوم الملک کي دولت و ثمول کا یہ حال تھا کہ صرف گھر کے صندوقوں هي میں نہیں بلکہ خاندانی قبروں میں بھی چاندي سونے کي اینٹیں هي مدفون تھیں الذین یکنزون الذهب و الفضة اور یہ تمام مال زمانۂ شیخ الاسلامي کے غصب و تصرف و اکل اموال بالباطل کا اندوختہ تھا - طرح طرح کے نام نہاد شرعي حیلے بنا رکھے تھے اور انکي آڑ میں بندگان الٰهي کو لوٹتے کھسوٹتے تھے - جب عهد اکبري کا نیا دور شروع ہوا اور انکي ہوا اُکھڑي' تو عجیب عجیب باتیں کھلیں ازانجملہ یہ کہ باایں همه دولت و ثمول عمر بھرکبھی زکوٰۃ ادا نہ کي

نے کہا " از فتنۂ صغیر کہ عبارت از شیخ علائی باشد چندے خلاصی یافتیم ' اما فتنۂ عظیم ہنوز درباست " سلیم شاہ نے پوچھا وہ کون ؟ کہا : شیخ عبد اللہ نیازی کہ یہیں بیانہ میں مقیم ہے اور شیخ علائی کا پیر ہے - سلیم شاہ نے میاں بہوہ لوحانی حاکم بیانہ کو حکم بھیجا کہ فوراً شیخ کو حاضر لشکر کرو - میاں بہوہ شیخ کا مرید تھا - اس نے شیخ کو بہت سمجھایا کہ آپ یہاں سے راتوں رات نکل جائیں - میں کوئی بہانہ کردونگا - لیکن شیخ نے کہا " ارادۂ خداوندی درحال و استقبال و آں حال و این حال مساوی ست - تا ہرچہ مقدرست خواہد رسید " مجبوراً شیخ کو ہمراہ لیا اور لشکر شاہی میں پہنچے - سلیم شاہ سوار کوچ کیلئے طیار کہڑا تہا - شیخ عبد اللہ جب سامنے پہنچے تو بے باکانہ گردن اٹہائے جا کہڑے ہوئے اور السلام علیک کہا - میاں بہوہ نے کہ کسی نہ کسی طرح سلیم شاہ کے غیظ و غضب سے انکو بچانا چاہتا تہا ' گردن پکڑ کے جہکا دی اور کہا ، بادشاہوں کو یوں نہیں ' یوں سلام کرتے ہیں - اسپر شیخ نے گرج کر کہا " جو سلام کہ سنت ہے اور صحابہ اللہ کے رسول کے سامنے کہا کرتے تہے ' یہی ہے ' اسکے سوا میں اور کوئی سلام نہیں جانتا ! " سلیم شاہ نے غضبناک ہوکر اشارہ کیا اور لشکریوں نے لاٹھیوں ' کوڑوں ' مکوں ' اور لاتوں سے پیٹنا شروع کردیا - یہانتک کہ بے ہوش ہوگئے ، جب تک ہوش رہا یہ آیۃ قرآنی ورد زبان تہی :

ربنا اغفرلنا ذنوبنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین ا سلیم شاہ نے جب شیخ کو یہ پڑھتے ہوئے دیکہا تو پوچھا : کیا کہتا ہے ؟ مخدوم الملک نے کہا " شما را و ما را کافر می گوید " اسپر اسکو اور زیادہ طیش آیا اور جب تک موت کا یقین نہیں ہوگیا برابر زد و کوب کا حکم دیتا رہا - افسوس ! عشاق حق کے ساتھ ہمیشہ یہی ہوا اور اعداء حق و اصلاح کے ہاتھوں کبھی انکو امن کی گھڑیاں نصیب نہ ہوئیں - یہی ہوتا رہا ہے اور شاید ایساہی ہوتا رہیگا - دشمنان حق نے اگر انکی جانوں کو سب سے بڑی چیز سمجھکر لینا چاہا ' تو انہوں نے بھی اپنی جان کو دنیا کی ساری چیزوں میں سب سے زیادہ ہیچ و ادنی سمجھا - و لنا فیہم اسوۃ حسنۃ :

شیخ علائي اسوقت سخت بیمار تھے گلے میں ایک بہت بڑا زخم تھا ' اور بہار تک سفر کرنے کي زحمت نے نیم جان کردیا تھا مخدوم الملک نے حکم دیا کہ کوڑے لگائے جائیں جلاد نے تیسري هي ضرب لگائي تھي کہ اس شہید حق کي روح پرواز کرگئي في مقعد صدق عند ملیک مقتدر ! ملا عبد القادر بدایوني نے " ذاکر الله " اور " سقاهم ربهم شرابا " سے تاریخ نکالي کہ ۹۵۷ سال هجري هے

بجرم عشق اگرکشتي مرا مقبول احسانم

گناه زاهد نے درد تا رب حشمت حیرانم !

افسوس مرنے کے بعد بھي ظالموں کو تسکین نہ هوئي اور اس فدا في الحق کي نعش کے ساتھہ وہ سلوک کیا گیا جو بدر و احد کے مقتول کفار کے ساتھہ بھي نہیں کیا گیا تھا بدایوني لکھتے هیں کہ هاتھي کے پاؤں سے باندھکر نعش کو پھروایا گیا اور اسکے ٹکڑوں کي- تمام لشکر میں تشہیر کي - پھر حکم دیا کہ دفن نہ کی جائے اور اس غرض سے پہرہ بٹھادیا گیا - سبحان الله کار و بار عالم کي بو العجبي ' اور جہاں هزار رنگ کی بوقلموني ! یہ هے خدمت انساني کا وہ مزد و صلہ جو دنیا نے همیشہ اپنے غمگساروں کو دیا هے ' اور یہ هے عشق حق و شیفتگي صدق کا نتیجہ جو اس ظلم آباد ارضي میں همیشہ گرفتاران حق کو ملا هے ! باطنہ رحمة و ظاهرہ من قبلہ العذاب

من شاء فلينظر الي ' منظري

نذير الی من ظن ان الهوى سهل !

یہ سرگذشت تو شیخ علائي رحمة الله علیہ کي هے انکے پیر حضرة شیخ عبد الله نیازي کا واقعہ بھي اس سے کم درد انگیز اور عبرة ماجرا نہیں هے - بدایوني لکھتے هیں کہ جب شیخ علائي دکن کي جانب جلا وطن کردیے گئے تو اسکے کچھہ عرصے بعد سلیم شاہ سرحدي افغانوں کي شورش کا حال سنکر پنجاب کي جانب روانہ هوا جب بیانہ کے قریب شاهي لشکر اترا تو مخدوم الملک نے کہ پیوستہ وکمربستہ حامیان حق کي اذیت و هلاکت کی فکر میں غلطان و پیچان رهتے تھے ' موقع کو غنیمت سمجھا اور سلیم شاہ

اپنے آپ کو بری کرنے کیلئے بالعموم شیطانی طرح طرح کے حیل و
مکائد بنا رکھے ہیں، اور جب وقت آتا ہے تو انہی کی آڑ میں پناہ
لیتے ہیں - نتیجہ یہ نکلا کہ عملاً امر بالمعروف کا حکم ساقط و کالعدم
ہوگیا - کبھی کہتے ہیں کہ درجۂ عزیمۃ و عزائم امور بہت بلند ہے -
ہمیں کہاں نصیب؟ رخصۃ یہ ہے کہ بخوف نقصان جان و مال باطل
پرستی قبول کرلی جائے   علی خوف من فرعون و ملائهم ان یفتنهم !
کبھی کہتے ہیں کہ صداقت موسوی سے انکار نہیں لیکن ہیبت و سطوۃ
فرعونی کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے، پس خاموشی و ترک سعی -
کے سوا چارہ نہیں   فاذهب انت و ربک فقاتلا   انا ههنا قاعدون - کبھی
کہتے ہیں کہ اگرچہ حق اسکے خلاف ہے، مگر مصلحۃ وقت کا مقتضی
یہی ہے   گویا مصلحت حقائق اشیاء کو متغیر کرسکتی ہے ! کبھی
کہتے ہیں کہ زبان کھولنے میں فتنہ ہے اور علماء کا ایک حربہ ہم کو
ملگیا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضروری   گویا حق گوئی میں فتنہ ہے اور
سکوت عن الحق میں امن و سلامتی   ولو اتبع الحق اهواءهم لفسدت
السماوات و الارض   کبھی کہتے ہیں کہ علیکم انفسکم اور لا تلقوا بایدیکم
الی التهلکة پر ہمارا عمل ہے   یحرفون الکلم عن مواضعه   کبھی کہتے ہیں
کہ فلاں فلاں باتیں یقیناً بدعات و منکرات میں داخل ہیں لیکن عوام
صدیوں سے کر رہے ہیں   اگر صاف صاف حق گوئی سے کام لینگے تو
بگڑ جائینگے اور ہم کو بزرگ و پیشوا نہیں سمجھینگے - اگر ایسا ہوا تو موجودہ
حالت سے بھی زیادہ نقصان ہوگا   و ان کثیرا من الاحبار و الرهبان لیاکلون
اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل الله   کبھی کہتے ہیں کہ اسمیں
خوف جان ہے اور جان کا بچانا فرض ہے   یعدهم و یمنیهم
و ما یعدهم الشیطان الا غرورا   یہ سب کچھ کہتے ہیں مگر اصلی بات نہیں کہتے
کہ ایمان باللہ مفقود ہوگیا، حیاۃ دنیوی کی محبت محبت الہی پر
غالب آگئی، متاع دنیا کی دلفریبیوں پر روح مفتون اور دل نثار ہوگیا،

رہے اور یہ دور لاحاصل [illegible] حال یہی گوشہ [illegible] کی تعداد [illegible]
حالانکہ اگرچہ خانۂ شرع کی دیواریں [illegible] کی [illegible]

خلیل شیخ خراسان [illegible] ازاں مسلم
در عمارت کعبہ [illegible]

یہ افسانہ تو اس عہد کا ہے جسکا موجودہ عہد سے [illegible]
سے پہنچا دیکھیے - آج جو حالت ہو رہی ہے [illegible] تو [illegible]
عمل درماندہ رہ گئی ہے - آج [illegible]
کبھی [illegible] کی خاطر [illegible] نقصان جان و مال [illegible]
گوارا سمجھیں ' لیکن موجودہ علماء و مشائخ اور اہل قرآن [illegible]
سے اتنی بھی امید نہیں - علماء وقت نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے
فرض کو عملاً شریعت کے احکام و واجبات سے خارج کردیا ہے' اور اگر آج یہ نقطہ
قرآن کی سورتوں میں ابھی نظر آجاتا ہے' تو محض [illegible] کے اوراق و اوراق
میں - حق کی بیکسی و مظلومی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ دنیا
میں بیٹوں اور دوستوں کیلیے [illegible] نظر آجاتا ہے لیکن حق کیلیے کوئی
غمگسار و مددگار نہیں

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا
انیس ' ولم یسمر بمکۃ سامر

شاید تم کو اس جملہ پر تعجب ہو کہ علماء وقت نے امر بالمعروف کے
فرض کو فرائض شریعہ سے خارج کردیا ہے ' لیکن جو حالت ہو رہی ہے
اسکے لحاظ سے تو یہ جملہ بھی کافی نہ تھا - اگر ایک شخص اپنا عقیدہ
یہ ظاہر کرے کہ نماز فرض ہے اور ہر وقت شرح وقایہ کی کتاب الصلواۃ
اپنی بغل میں بھی رکھے ' لیکن عملاً نماز کبھی نہ پڑھے اور ترک صلواۃ کیلیے
طرح طرح کے ایسے حیلے اور عذرات پیش کردیا کرے جو کبھی اور
کسی حال میں دور نہیں ہوسکتے ' تو تم اسکی نسبت کیا کہوگے ؟
اسکے لیے نماز ایک حکم شرعی واجب العمل رہا یا نہیں ؟ یہی حال آج
علماء عہد کا بھی ہو رہا ہے - اور امر بالمعروف اور قیام حق کے حکم سے

لڑکوں نے سمجھایا کہ آجکل مخدوم الملک کی سعی الاسلامی ہے اسکے خلاف راے دینا ٹھیک نہیں - اگر اس نے سلیم شاہ سے کہکر تم کو اس مسئلہ کی تحقیق کیلیے آگرہ طلب کرایا تو اس بڑھاپے میں دشوار سفر کی زحمت اٹھانی پڑیگی۔ یہ بات شیخ بڈھہ کے دل پر اثر کرگئی اور پہلی تحریر چاک کرکے دوسرا مراسلہ اس مضمون کا بھیجدیا " مخدوم الملک امروز از علماء محققین ست سخن سخن او ' و فتوی فتوی او ست "

آسی کی سی کہنے لگے اہل حسد
کہیں پرسش داد خواہاں نہیں !

جو لوگ گزرچکے ہیں انکی نسبت اب کیا کہا جاے کہ انکا معاملہ اللہ کے ہاتھہ ہے علمها عند ربي في كتاب اور ہم کو بہر حال اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان کی دعا مانگنی ہے ' مگر غور کرو کہ ہر زمانے میں علماء دنیا کی نفس پرستی اور حق فراموشی کس طرح دنیا کیلیے ایک لعنت رہی ہے ' اور حیات چند روزہ دنیوی کے عشق و تعبد نے اس طائفۂ عبید الدنیا سے کس کس طرح کتمان حق کرایا ہے ؟ شیخ بڈھہ اپنے نفس کیلیے اسکو بڑی ہی اذیت سمجھتے ہیں کہ آگرہ تک سفر کی زحمت گوارا کریں ' لیکن اگر حق مستور و مظلوم ہوجاے اور اہل حق ہلاک و مقتول ہوں تو اسمیں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتے ! کیا نوع انسانی کی کوئی بدتر سے بدتر اور گمراہ سے گمراہ قسم بھی اس سے زیادہ دنیا کو نقصان پہنچا سکتی ہے ؟ اور کیا جنگل کا کوئی ڈاکو اور کمیں گاہوں کا کوئی رہزن اس سے زیادہ جمعیۃ بشری کیلیے متوحش و مہلک ہوسکتا ہے ؟ اگر علماء کے خصائل کا یہ حال ہے تو اسکے بعد عامۂ ناس کیلیے فسق و عدوان کا کونسا درجہ باقی رہگیا ؟ یہی وہ کتمان حق تعلیم حق کو دانستہ چھپانے کی ملعونیت ہے جو علماء یہود پر چھا گئی تھی ' اور منجملہ اسباب مغضوبیت یہود ہوئی و ان كثيرا منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون اور افسوس کہ یہی چال سر بسر اور ذراع بذراع اس امۃ کے علماء سوء کا بھی ہوا

ہوئے ہیں کہ اس مرکز انسانیت اور کعبۂ ہدایت کا طواف کریں - زمین والوں ہی پر موقوف نہیں' آسمانوں میں بھی صرف انہی کے ناموں کی پکار ہوتی ہے - بخاری کی اس حدیث کو نہیں معلوم تم نے کیا سمجھا حالانکہ وہ تو صرف اسی حقیقت کی طرف ایک اشارہ ہے کہ " اذا احب الله العبد قال لجبريل اني احب فلانا فاحبه ' فيحبه جبريل ' ثم ينادي جبريل في اهل السماء ان الله قد احب فلانا فاحبوه ' فيحبه اهل السماء ' ثم يضع له القبول في الارض " یعنی جب الله تعالی کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اسکو دوست رکھو - پس جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے - پھر جبریل آسمان والوں میں اسکی منادی کردیتا ہے ' پس تمام آسمان والے بھی اسکو چاہنے لگتے ہیں اور اپنا محبوب بنالیتے ہیں - پھر جب آسمان پر اسکی محبوبیت کا اعلان ہوجاتا ہے تو زمین والوں کے دل بھی اسکی محبت کیلیے کھل جاتے ہیں اور ہر طرف مقبولیت و محبوبیت اسکو حاصل ہو جاتی ہے ! و لله در ما قال :

کار زلف تست مشک افشانی ' اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوے چین بستہ اند !

بالاخر شیخ علائی کو دوبارہ آگرہ طلب کیا گیا - معلوم ہوتا ہے کہ سلیم شاہ نے علماء دارالحکومۃ خصوصاً مخدوم الملک کی خود غرضیوں اور حسد و عناد کو اس بارے میں محسوس کرلیا تھا اور سمجھہ چکا تھا کہ ان لوگوں کی رائے بے لاگ نہیں ہے - اسی لیے اس مرتبہ شیخ کو شیخ بڈھہ بہاری کے پاس بھجوادیا کہ مشاہیر علماء وقت سے تھے ' اور لکھا کہ جو فیصلہ آپکا ہو اسی پر عمل کیا جاے - بدایونی لکھتے ہیں کہ شیخ بڈھہ نے پہلے تو ایک حق پرستانہ تحریر لکھی جسکا مضمون یہ تھا کہ مسئلۂ مہدویۃ موقوف علیہ ایمان و اسلام نہیں ہے - تعیین علامات مہدی میں مختلف روایتیں وارد اور سخت اختلاف واقع - صرف اتنی سی بات پر ایک عالم حق کی تعزیر و تکفیر جائز نہیں - لیکن افسوس کہ بعد کو دنیا پرستی مانع آئی - انکے

ہزارہا آدمی معتقد و مرید ہوگئے - سمع پر موقوف نہیں - ہمیشہ داعیان
حق کا سب سے بڑا جرم شاہان ظلم و جور اور علماء دجل و فساد کی نظروں
میں یہی رہا ہے کہ دنیا انکی طرف کیوں کھنچتی ہے ؟ مگر افسوس کہ
اس جرم سے وہ کسی طرح اپنے تئیں بری نہیں دکھلا سکتے - جس طرح
بینائی رکھنے والا دیکھنے پر مجبور ہے کہ خود اپنی آنکھیں پھوڑ نہیں
سکتا اسی طرح علماء حق اعلان و تذکیر حق میں ناچار ہیں کہ خدا کی
دی ہوئی زبان کو کاٹ کر پھینک نہیں دیسکتے ' اور بیان حق کا قدرتی
خاصہ یہ ہے کہ دلوں میں گھر کرے اور ہر طرف سے انسانوں کو اپنی جانب
کھینچ لے - ایک داعی حق اور واصل باللہ اگر دنیا سے کہہ بھی دے کہ
میرے پیچھے نہ آو ' جب بھی وہ اسی کے پیچھے دوڑیگی کہ جذب و انجذاب
کا قانون الہی باطل نہیں ہوسکتا - پھر اگر لوہا مقناطیس کی جانب
کھنچتا ہے تو اس میں مقناطیس کا کیا قصور ؟ یہ جرم ہے تو خدا کرے
کہ اس پاک جرم کے مجرموں سے کبھی اسکی زمین خالی ہو - تسعی بہم
العیب و تنتصر بہم علی الاعداء ! (۱)

خدا گواہ کہ گر جرم ما ہمیں عشق ست
گناہ گبر و مسلماں بہ جرم ما بخشند !

نظام شمسی کی طرح نظام انسانی کے بھی مرکز و محور ہیں مگر ہم
کو انکا حال نہیں معلوم ہم کو اجرام سماویہ کا مرکز معلوم کرنے میں جب
ہزاروں برس لگ گئے تو نہیں معلوم عالم انسانیہ کے نظام و مراکز کے کشف
کیلیے کتنا زمانہ درکار ہوگا ؟ تاہم یہ معلوم رہے کہ ہر عہد و دور میں خدا کے
چند بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جنکا وجود ستاروں کے مرکز شمسی کی
طرح تمام انسانوں کا مرکز مقصد اور کعبۂ انجذاب ہوتا ہے ' اور جس طرح
نظام شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اسی لیے ہے کہ کعبۂ شمس کا طواف
کرے ' اسی طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے ہجوم بھی صرف اسی لیے

(۱) رواہ احمد و ذکرہ فی المشکواۃ - و ایضاً ماخوذ من قولہ صلعم ہل
تنصرون و ترزقون الا بضعفائکم - رواہ البخاری

دل را که تو مقید زندان حسرت ست
بر عرض عشق هیچ گناهی دگر نبرد ا

حکم دیا کہ شیخ کیلیے طعام خاصہ سے کھانا بھیجا جاے لیکن شیخ نے نہیں کھایا ' اور کہا " طعام تو حق مسلمانان است کہ بخلاف شرع زیادہ از حق خود متصرف شدۂ " دوسرے دن مباحثہ ہوا - تمام علماء دربار ایک طرف اور یہ درویش بے نوا ایک طرف تھا ' لیکن جو شخص زبان کھولتا تھا چند منٹوں میں ذلیل و رسوا ہوکر لا جواب ہوجاتا تھا - مخدوم الملک کو تو بات تک کرنے نہ دي - بار بار اسکو مخاطب کر کے کہتا " تو از علماء دنیائی ' و دزد دیني ' و مرتکب چندیں نامشروعاني ' بمثابۂ کہ از دائرۂ عدالت خارج افتادۂ - هنوز آواز سرود و ساز از خانۂ تو علانیه مي‌شدوند " (منتخب التواریخ - جلد اول - صفحه - ۴۰۱) -

مباحثہ کا رنگ دیکھکر سلیم شاہ کو یقین ہوگیا کہ تمام علماء بلا وجہ ایک درویش حق پرست کے پیچھے پڑگئے ہیں- تاهم مجبور تھا- رعایا انھي لوگوں کے هاتھہ میں تھي اور معاملہ مذهبي تھا جس میں خود دخل دے نہیں سکتا تھا -

هر روز شیخ علائی کا معاملہ پیش ہوتا اور یہ ٹال جاتا - بدایوني لکھتے هیں کہ " مخدوم الملک ساعت بساعت سلیم شاہ را تحریص بر قتل او مي نمود " ساتھہ هي روز خبریں اوڑنے لگیں کہ آج فلاں سردار شیخ کا مرید ہوا اور کل فلاں امیر نے انکا وعظ سنکر گھر بار لٹا دیا - آخر الامر سلیم شاہ نے صرف حکم جلا وطني پر کفایت کي اور شیخ کو دکن چلے جانے کا حکم دیا - شیخ نے ان ارض اللہ واسعۃ پڑھا اور دکن کي راہ لي - لیکن صرف اتني هي سزا سے علماء دنیا کي خون آشام پیاس کب بجھنے والي تھی ؟ چند دنوں کے بعد موقعہ پا کر پھر سلیم شاہ کو ابھارا اور طرح طرح کے اشتعال انگیز قصے سنا کر شیخ علائي کے قتل پر آمادہ کرنا چاہا - بڑا جرم شیخ علائي کا یہ تھا کہ جہاں جاتا ہے ' ایک دنیا اسکے ساتھہ ہو جاتي ہے - دکن کي طرف جلا وطن کرکے بھیجا تو وہاں بھی بہار خاں حاکم هنڈیہ اور اطراف دکن کے

فصل

بعد کے واقعات بہت طولانی ہیں مختصر یہ کہ مخدوم الملک نے سلیم شاہ سے فرمان جاری کرا کے شیخ علائی کو آگرہ میں طلب کرایا اور اکثر مشاہیر علماء عہد مثلاً سید رفیع الدین محدث اور شیخ ابو الفتح تھانیسری بھی بحث و مباحثہ کیلیے طلب کیے گئے شیخ علائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ دربار میں پہنچے تو پھٹے پرانے کپڑوں اور فقیرانہ بلکہ مردانہ وضع و صورت میں درویشوں کی ایک شکستہ حال جماعت تھی لیکن کبر و علو حق کا یہ حال تھا کہ صرف سلام مسنون کر کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے اور تمام دربار پر اس حقارت و بے پروائی سے نظر ڈالی گویا مغرور انسانوں کی جگہ پتھروں کا ڈھیر ہے ! یہ خود داری سلیم شاہ پر بہت گراں گذری بحث شروع ہوئی تو سب سے پہلے شیخ علائی نے قرآن حکیم کی چند آیات تلاوت کیں اور انکی تفسیر کا وعظ شروع کردیا کہ

چو نعمۂ محبت سازم نوا نہ دارد !

بدایونی لکھتے ہیں کہ وعظ کا مضمون زیادہ تر مذمت دنیا و حالات آخرۃ و اہانت علماء دنیا اور مزالف امراء و سلاطین پر مشتمل تھا ' اور کچھ ایسا پر تاثیر و درد انگیز طرز بیان تھا کہ ادھر شیخ کی زبان سے الفاظ نکل رہے تھے' ادھر تمام مجمع کی سنگدلی موم کی طرح پگھل رہی تھی ! خود سلیم شاہ اور اسکے امراء کا یہ حال ہوا کہ با وجود کمال قسی القلبی و حق فراموشی کے ضبط نہ کرسکے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے

سرشک گرم کی حدت کو پوچھو
مرے دامن سے اپنی آستیں سے !

یہ حال دیکھکر سلیم شاہ کا حال پلٹ گیا اور بے اختیار ہوکر شیخ کی نہایت تعظیم و تکریم بجا لایا پوچھا کہ باوجود ان کمالات و فضائل کے کیا سبب ہے کہ لوگ تمہارے مخالف ہیں ؟ بھلا شیخ علائی اسکا کیا جواب دیتے ؟

عقائد میں سب سے پہلے رد و کد اور بحث و نظر کا سلسلہ شروع ہوا - یہانتک جو کچھہ ہوا بالکل ٹھیک تھا اور نا گزیر' لیکن آگے چلکر یہ چیز حد اعتدال سے متجاوز ہوگئی - عقائد کے رد و کد کا نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز لوگوں کی توجہ اسی کے طرف بڑھنے لگی اور رفتہ رفتہ عمل کی طرف سے طبیعتیں بے پروا ہوگئیں - حتی کہ آج یہ حال ہے کہ اسلام و ایمان کا سارا دار مدار محض چند جزئیات اختلافیۂ عقائد کی محافظت پر آکر ٹھہر گیا ہے اور صرف انہی کے غرور و پندار میں ہر شخص مست رہتا ہے - عمل کی درستگی اور تقوی و طہارت کی اہمیت و تقدیم یکقلم فراموش کردی گئی ہے اور قریب ہے کہ اسلام کے ارکان و شرائط سے عمل صالح کا رکن اسطرح معدوم ہوجاے گویا وہ کوئی ضروری چیز تھا ہی نہیں - ساری جستجو اور کاوش صرف اسکی ہوتی ہے کہ فلاں شخص کے عقائد کیسے ہیں ؟ یعنی چند مزعومہ جزئیات غیر متعلقہ میں اسکے عقیدہ کا کیا حال ہے ؟ اسکو کوئی نہیں دیکھتا کہ اسکا عمل کیسا ہے ؟ اللہ اور اسکے رسول کی محبت میں انفاق جاں و مال کا کیا حال ہے ؟ تقوی و طہارۂ نفس کے لحاظ سے کیسی زندگی بسر کرتا ہے ؟ بندوں کے ساتھہ اسکا سلوک کیسا ہے اور خدا کے خوف سے دل خالی رکھتا ہے یا بھر پور ؟ معاملات میں کیا حال ہے ؟ لین دین میں سچائی اور دیانت ہے یا نہیں ؟ ایک شفیق باپ' رفیق بھائی' وفادار شوہر' اور رحیم و غمگسار همسایہ ہے' یا ایک بے رحم وجود' بے حس پتھر' اور موذی و مہلک مخلوق ؟ ان ساری باتوں میں (جنکے الگ کردینے کے بعد اسلام میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی) اسکا حال خواہ کچھہ ہی کیوں نہو' لیکن اگر چند اختلافی جزئیات میں ہمارا ہم‌آہنگ ہے تو پھر ہمارے نزدیک اس سے افضل ہستی روے زمین پر کوئی نہیں ! یہی گمراہی یہود کی تھی کہ صرف اسرائیلیت کے غرور میں بدمست رہتے تھے و قالوا لن تمسنا النار الا ایاماً معدودات - یہ غرور عقائد کا فتنہ بہت ہی بڑا فتنہ ہے' اور آج مسلمانوں کی تباہی کی ہڈی اسی سے کھلی جا رہی ہے و لکن اکثر الناس لا یعلمون -

جز سخن کفری و ایمانی کجاست ؟
خود سخن درکفر و ایمان میرود !

اصل یہ ہے کہ اسلام نے باب عقائد میں صرف چند کی چند صاف صاف اور موٹی موٹی باتیں بتلا دی تھیں، اور اسکے بعد سارا دار و مدار عمل صالح پر رکھا تھا - بنی الاسلام علی خمس الخ اور من امن باللہ و الیوم الاخر و عمل صالحاً فلا خوف علیهم و لا هم یحزنون ہر طرح کی فضیلت و مرتبہ کا معیار صرف تقوی اور اسکے مراتب بعضها علی بعض تھے اور بس کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم جو شخص شہادتین کا اقرار کرتا تھا، بمجرد اقرار مسلمانوں میں داخل ہو جاتا تھا، اور پھر مسلمانوں میں سے جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی محبت میں سب سے زیادہ ایثار جان و مال کرتا تھا، وہی سب سے افضل و اعلی سمجھا جاتا تھا صحابۂ کرام کا پورا عہد گذر گیا، مگر کسی شخص کو ایک لمحہ کیلیے اسکا وہم بھی نہیں گذرا کہ اسلام و ایمان اور فضیلت و بزرگی کا معیار عمل صالح اور تقوی و طہارت کے سوا اور بھی کوئی چیز ہوسکتی ہے - اس قسم کی روایتیں جو ام صحاح میں پڑھتے ہو " و کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوٰۃ " تو انکا بھی یہی مطلب ہے کہ بنیاد ساری باتوں کی صرف عملی زندگی تھی - عقائد کے باب میں نہ تو کوئی اختلاف تھا اور نہ فتنۂ تفرق و تمذہب کی بنیاد پڑی تھی

لیلی و مجنوں ہمہ می بودہ اند
پیش ازیں جوش روزگاری بودہ است !

لیکن اسکے بعد فتن و فساد اور بدعات و محدثات کا آغاز ہوا، اور اوائل بنوامیہ ہی میں عجمی اقوام کے اختلاط اور عجمی علوم دھشۂ مہلکہ کے شروع نے عقائد میں فتنۂ کاوش و تعمق کی بنیاد ڈالی جسکو اسلام نے نہایت سختی سے روک دیا تھا کہ ہلک المتعمقون اور نئے نئے سوال پیدا ہونے لگے - یہ حال دیکھکر مجبوراً اہل حق و سنۃ کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا، اور باب

مصدق اور بدرو ہوگا ، تو بلاشبہ اس پر وہ حکم دیا جائیگا جسکا وہ شرعاً مستحق ہوگا - لیکن نہ بربناء اعتقاد مہدویت بلکہ بسبب عقائد و اعمال منکرہ - اور اگر ایسا نہیں ہے تو ایک جزئی مسئلہ میں اسکو غلطی پر سمجھہ سکتے ہیں ، تخطیہ کرسکتے ہیں ، لیکن نہ تو برا کہہ سکتے ہیں اور نہ اسکے اسلام و ایمان میں شک کرسکتے ہیں - اگر اسکا عمل اچھا ہے اور اللہ اور اسکے رسول کی محبت و اتباع اور ایثار فی اللہ و للہ میں تیز گام ہے ، تو یقیناً کل کو اللہ کے حضور وہی سب سے اونچا ہوگا ، اور ہم سب اسکے نیچے ہونگے ، اگرچہ ہم کتنے ہی کامل و اکمل اشعری و ماتریدی ہوں - وہاں صرف غرور اشعریۃ و ماتریدیۃ کام نہ دیگا :

و کل یدعي وصلا بلیلی

و لیلی لا تقر لہم بذاکا

افسوس جزئیات مزعومۂ عقائد کے غرور باطل نے مسلمانوں کو جسقدر نقصان پہنچایا کسی چیز نے نہیں پہنچایا - عمل صالح کی اہمیت بالکل جاتی رہی اور سارا دار و مدار حدود مزعومۂ عقائد پر آکر رہگیا - ایک شخص صرف اس غرور میں کہ میں الف سے لیکر ے تک ٹھیک ٹھیک عقائد نسفی کا مجسمہ ہوں ، تمام مسلمانوں کو کافر و گمراہ کہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عمل صالح اور ایثار و محبت فی اللہ کوئی شے نہیں - ایک شخص تقوی و طہارۃ میں کتنا ہی اصلح ہو ، لیکن اگر کسی ایک جزئی و ضمنی عقیدہ میں بھی مخالف ہوا تو اسکی ساری عمر کی کمائی رایگاں گئی ، اور باوجود عمر بھر کے ایمان و عمل صالح کے کافر کا کافر ہی رہا ! جس کلمہ کے ایک بار اقرار کرلینے سے ابو سفیان اعدی عدوے اسلام اور وحشی قاتل حمزہ کا خون حرام ہوگیا تھا ، اور اگر ابوجہل بھی اقرار کرلیتا تو اسکی ساری عمر کا کفر و طغیان محو ہو جاتا ، آج ساری عمر اسکے ایمان و عمل میں بسر کردیجیے لیکن پھر بھی مومنوں کے گروہ میں شمار ہونے کا حق حاصل نہیں کرسکتے ! افسوس تیرہ سو برس گذر گئے مگر کفر و ایمان کی گتھی آجتک نہ سلجھی ۔

" اس مبتدع دعوی مہدویت می کند ' و مہدی خود پادشاہ روئے زمین خواہد شد ' و حون سر خروج دارد واجب القتل ست "
(جلد اول صفحہ ۴۰۰)

فصل

صرف اسی ایک بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مخلصین امۃ کو ہمیشہ کیسے کیسے علماء مکر و حیل اور دعاۃ حق و اسلام سے سابقہ پڑا ہے ؟ اور حکومت وقت کو مخالف کرنے کیلئے کیسے کیسے بے بناء حیلوں اور مریدوں سے انکے خلاف کام لیا گیا ہے ؟ کسی خاص شخص کے مہدی ہونے نہونے کے اعتقاد کو اسلام کے عقائد سے کیا علاقہ ؟ نہ یہ بناء فسق و تقوی ہے نہ معیار ایمان و کفر - اگر ایک شخص نے کسی داعی شریعۃ و آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر کو مہدی مان لیا تو اس سے اسکے اسلامی عقائد میں کونسا فتور آ گیا ؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ انطباق علائم و آثار میں اس نے اجتہادی غلطی کی اصل سے جو مطلوب شارع ہے وہ تو صرف ایمان باللہ و بما جاء من عند اللہ ہے ' اور دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ متقین میں سے ہے یا نہیں ؟ " متقین " کی تعریف قرآن نے اپنی پہلی سورۃ ہی میں بتلا دی الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ و مما رزقناہم ینفقون - والذین یومنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلک و بالآخرۃ ہم یوقنون پس جو شخص ان چیزوں پا ایمان و عمل رکھتا ہے وہ اولئک علی ہدی من ربہم و اولئک ہم المفلحون میں داخل ہے خواہ کسی کو مہدی تسلیم کرے خواہ دجال - و ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم - البتہ یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ جس شخص کو مہدی تسلیم کرتا ہے وہ متقی ہے یا مبتدع ؟ اگر اسکی بدعات و محدثات یا اعمال غیر صالحہ ثابت ہونگے اور نہ بھی انکا

سنہ ۹۵۶ میں جب سلیم شاہ آگرہ میں مسند نشیں ہوا اور مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطانپوری کی شیخ الاسلامی کا دور دورہ ہوا تو ملا موصوف نے اس جماعت کے قتل و اذیت پر کمر باندھی - عوام کو یہ کہکر برانگیختہ کیا کہ یہ لوگ گمراہ اور بد عقیدہ ہیں ' اور سلیم شاہ کو یہ بات سوجھائی کہ جب سید محمد مہدی ہوے تو تمہاری حکومت کہاں باقی رہی ؟ روایتوں میں آیا ہے کہ مہدی موعود تمام دنیا پر حکومت کریگا - یہ لوگ مہدی کے پیرو ہیں تو کم سے کم ہندوستان پر تو ضرور قبضہ کرلینگے -

" مخدوم الملک این معنی را قبح وجوہ خاطر نشان سلیم شاہ نمودہ کہ این مرد دعوی مہدویت می کند ' و مہدی پادشاہ تمام روے زمین خواهد شد و تمام لشکر تو باین گرویدہ است و احتمال خلل در ملک ست " (طبقات اکبری - صفحہ ۲۳۸)

حالانکہ شیخ علائی و نیازی خود مدعی مہدویۃ نہ تھے بلکہ سید محمد کو مہدی کہتے تھے ' اور اُن تمام روایات کی تاویل کرتے تھے جن میں مہدی کی بادشاہت وغیرہ کا ذکر ہے - بیان انکے عقیدہ کی یہ تھی کہ مہدی اور اسکی جماعت اپنے علم و عمل سے احیاء شریعۃ کریگی - حکمرانی اسکے لیے ضروری نہیں - اسمیں شک نہیں کہ یہ تاویل صحیح نہ تھی اور روایات مشہورہ کے الفاظ و تصریحات اسکے بالکل مخالف ہیں - لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس تاویل کے اعتقاد سے وہ جماعت خود ہی حکومت سے دست بردار ہوگئی تھی ' پھر اسکی نسبت یہ الزام کیسا صریح اتہام تھا ؟ لیکن چونکہ بغیر پولیٹکل خطرہ کے سلیم شاہ برانگیختہ نہیں ہو سکتا تھا اسلیے مخدوم الملک وغیرہ نے اسی سنۃ قدیمۂ علماء سؤ کو اختیار کیا ' اور سلیم شاہ کہ ایک سادہ لوح اعیان تھا فوراً آمادۂ مخالف ہوگیا -

منتخب التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم الملک نے شیخ کے واجب القتل ہونے کے مقدمات یوں ترتیب دے تھے :

" معاني قرآن ر نکات و دقائق و حقائق آں بآسانی برو منکشف گشت "
اور یہ بالکل سچ ہے ' اتنا قرآن جسقدر پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں ' بیضاوي و نحوي کي ورق گرداني تھي ' اور مصحف لقائي و ورق گرداني سے قرآن کي حقیقت کب کھل سکتی ہے ؟ اسکے لئے تو جبرئیل عشق کے فیضان اور دل دردمند کے الہام کي ضرورت ہے - شیخ علائي کي سعادت نے اسي بند دروازے کو کھولدیا

دل میں سماگئي ہیں قیامت کي شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسي کي نگاہ میں !

مختصر یہ کہ جن پاک ہستیوں کي نسبت خدا نے فرمایا ہے " اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین یجاهدون في سبیل الله و لا یخافون لومة لائم اور اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله و رضوانا سیماهم في وجوههم من اثر السجود " یہ گروہ انکے اخلاق و خصائل کي ہو بہو تصویر تھا !

تھوڑے هي عرصے میں ہزاروں خاندان اس گروہ میں داخل ہوگئے - تمام گجرات و مالوہ و دکن میں ہر طرف اسي جماعت کا غلغلہ تھا ' دینداري و پرہیزگاري کا جوش اسطرح پھیلا کہ شہروں میں نماز کے وقت سناٹا چھا جاتا اور مسجدوں کے سوا کہیں آدمی نظر نہ آتا ملا عبد القادر بدایوني نے بچپن میں شیخ علائي کو دیکھا تھا وہ لکھتے ہیں کہ حج کے ارادہ سے نکلے تو سات سو خاندان ساتھ تھے - میرے والد بساور گئے اور وہاں شیخ کي زیارت کي

ایک ایسے گروہ کو بھلا علماء دنیا اور فقہاء سوء کب چین سے بیٹھنے دیسکتے ہیں ؟ چوروں اور قاتلوں کو ان لوگوں سے امن ملسکتا ہے مگر مصلحین امت اور عشاق حق کیلیے امن و انصاف کہاں ؟

جرمي نہ کردہ ایم و کسی را نہ کشتہ ایم
جرمم ہمیں کہ عاشق روے تو گشتہ ایم !

اجد الملامة في هواک لذیذة
حبا لذکرک فلیلمني اللوم !

انکي جماعت کے ایک شخص کو سات مرتبہ جلا وطن کیا گیا - ہر مرتبہ یہي کہتا رہا کہ ایک بار اور کر دیکھو- جس ایمان کو جلا وطني کا خوف متزلزل کردے اس سے برہمن کي بت پرستي ہزار درجہ بہتر ہے :

کس منہ سے اپنے آپکو کہتا ہے عشق باز ؟
اے روسیاہ تجھہ سے تو یہ بھي نہ ہوسکا !

صبح و شام سب ایک جگہ جمع ہوکر بیٹھتے اور شیخ علائي قران حکیم کي تفسیر بیان کرتے - دل کے عشق اور باطن کے سوز و گداز نے انکے بیان میں کچھہ ایسی تاثیر پیدا کردي تھي کہ زبان سے الفاظ تیر و نشتر بنکر نکلتے اور سننے والے دل تھام کر رہجاتے - کیساہي سیہ باطن اور سنگدل شخص کیوں نہوتا لیکن انکي زبان سے ایک آیۃ قرانی کا وعظ سنکر ایسا خود رفتہ ہو جاتا کہ وہیں کھڑے کھڑے اپنا تمام گھر بار لٹا دیتا - ملا بدایوني لکھتے ہیں :

" شیخ علائي را نفس گیرائي موثر چنان بود کہ در وقت تفسیر قرآن ازو ہر کسے کہ مي شنید ' اکثرے خود دست از کار و بار دنیوي باز داشتہ آن صحبت اختیار مي کردند ' و ترک خانمان و عیال و اطفال نمودہ ' و بر شدہ فقر و فاقہ صبر کردہ ' دیگر پیرا مون کسب و کار خود نمي گشتند " (جلد اول صفحہ ۳۹۷)

قریب قریب اسي کے طبقات اکبري میں ہے :

" ہر روز در وقت نماز تفسیر قرآن مجید بنوعی مي گفت کہ ہرکس کہ در مجلس او حاضر مي بود اصلا بپی کار خود نمی رفت ' و ترک اہل و عیال کردہ داخل دائرۂ مہدویہ مي گشت ' یا از معاصی تائب شدہ مرید مي گردید - و اگر کشت و زراعت یا تجارت مي کرد ' یک دہ صرف راہ خدا مي نمود " (صفحہ ۲۳۷)

ملا بدایوني ایک دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں کہ شیخ نیازي کي صحبت اختیار کرتے ہی فہم و تدبر قرآن کی ایک نئی راہ انپر کھل گئی تھی -

ایک ایک کے پاس گئے اور ہاتھہ جوڑ جوڑ کر معافیاں مانگیں - رفتہ رفتہ سودائی کشان عشق کی ایک بڑی جماعت شریک حال ہوگئی - لوگ گھربار لٹاتے اور انکے ساتھہ آ آکر شریک ہو جاتے و ما احسن قول العرفی

گرچہ ارباب تعلـق رقف مارنالالہ ' لیک

رخت اگر کمتر بود کشتی نہ ساحل می برند

یہ لوگ بیابانہ سے باہر آمی ویران باغ میں رہتے تھے - زن و فرزند ' خویش و بیگانہ ' خانہ و وطن ' کسی چیز سے لگاؤ نہ تھا - کچھہ لوگ دن کو نکل جاتے محنت مزدوری کرتے - جو کچھہ ملتا اسمیں سے دوسرا حصہ راہ خدا میں خرچ کردیتے - باقی لیکر شام کو آتے - ایک گھرانے کے بھائیوں کی طرح مل جلکر کھالیتے ' اور اپنے عشق میں مست رہتے کچھہ لوگ صبح ہوتے ہی شہر کی راہ لیتے بیماروں کی تیمار داری کرتے ' کمزور اور معذوروں کی روٹی پکا دیتے ' بیوہ عورتوں کا سودا سلف بازار سے لادیتے ' دو شخصوں کو آپسمیں لڑتے دیکھتے تو منتیں کرکے صلح صفائی کرادیتے ' نہ مانتے تو کہتے کہ ہمکو مار ڈالو مگر آپسمیں میل ملاپ کرلو - استغناء و قناعت کا یہ حال تھا کہ کئی کئی دن گذر جاتے اور کچھہ میسر نہ آتا ' لیکن دلوں کی بے فکری اور چہروں کی خوشحالی دیکھکر گمان ہوتا کہ ابھی شکم سیر ہوکر آئے ہیں یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف بھوکھہ کا بہت غلبہ ہوتا تو نماز شروع کردیتے ' اور سلام پھیر کر اٹھتے تو سہمسائیوں کی بے نیازی چہروں سے ٹپکتی ساتھہ ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے جوش کا یہ حال تھا کہ معاصی و منکرات کے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے تھے ہر فرد ہمیشہ مسلح رہتا ' اور جب کبھی کسی فعل منکر کو دیکھتا تو " فلیغیرہ بیدہ " پر عمل کرکے حکماً روکدیتا - ہم فی اللیل رہبان و بالنہار فرسان ! اسپر صبر و ثبات کا حال یہ تھا کہ ملامتیں سنتے ' گالیاں کھاتے ' مار کھاتے ' زخمی ہوتے ' مگر اپنے کام سے باز نہ آتے اور کہتے کہ گالیوں میں ہمیں وہ مزہ ملتا ہے جو تم کو دعاؤں میں نہیں ملتا

نفس و شیطان کے خدع و فریب کے کاروبار بہت وسیع ہیں - لوگوں نے ہمیشہ اسکو میکدوں ہی میں ڈھونڈھا - مدرسوں اور خانقاہوں میں ڈھونڈھنے تو شاید جلد پتہ لگ جاتا :

یارب رسید حادثہ طوفاں رسیدہ باد
بر خانۂ کہ خانقہش نام کردہ اند !

شیخ علائی کا خاندان بھی عرصہ سے سلسلہ میں مقدم تھا - قضا را ایک دن شیخ نیازی سے مڈبھیڑ ہوگئی - انکا طور و طریق دیکھا تو اور ہی عالم نظر آیا ' اور پہلی ہی نظر میں گھائل ہوگئے - اپنے مریدوں سے کہا کہ خدا پرستی کی اصلی راہ یہ ہے - آجتک جو کچھہ ہم کرتے رہے ' وہ خدا پرستی کے نام سے نفس پروری اور بت پرستی تھی - میں تو اس فقیر بے نوا کا ساتھہ دیتا ہوں - جسکو اللہ کی طلب ہو میرا ساتھہ دے :

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جوانان
دیرینہ سال پیرے بردش بہ یک نگاہے !

شیخ نیازی سے پوچھا کہ طالب حق کی راہ کیا ہے ؟ کہا کہ اپنا سب کچھہ لٹادو ' اور متاع غرور و شکستگی اور سرمایۂ نامرادی و خود فروشی کے سوا کچھہ باقی نہ چھوڑو - دع نفسک ثم تعال !

عشق بستان و خویشتن بفروش
کہ ازیں خوبتر تجارت نیست

اسکے بعد سے شیخ کی حالت ہی دوسری ہوگئی - آبا ؤ اجداد کے سجادۂ مشیخت و مسند علم کو مع انکے تمام ساز و سامان غرور و پندار کے تاراج کرکے شیخ نیازی کے ساتھہ ہوگئے - سامان و اسباب دنیوی میں سے کوئی چیز باقی نہ چھوڑی - یا تو خود پرستیوں کا یہ حال تھا کہ اپنے سامنے کسی کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے - یا اب خاکساری و بے نوائی کا یہ حال ہوا کہ مسلمانوں کی جوتیاں سیدھی کرنے میں بھی عار نہ تھا - جن جن لوگوں سے لڑتے جھگڑتے تھے -

شریک نہیں ہوتا تو اتنی کمائی اسکو دیدیتے اور منت و زاری کے ساتھہ کہتے کہ جماعت میں شریک ہوکر نماز پڑھلو وہ پڑھلیتا تو ایسے خوش ہوتے گویا دنیا جہاں کی بادشاہت اُسنے دیدی ا ور روز روز یہ حالت بڑھتی گئی - یہانتک کہ عشق خلق اور خدمت خلق کے سوا اور کسی بات سے واسطہ نہ رہا

در عالم از آن شعلهٔ جمالش سوخت
بجز نام محبت کہ در پناه من ست

اُسی زمانے میں اطراف بہار کے ایک عالی خاندان پیر زادہ شدہ علائی ہیں کہ علم و فضل ظاہری کے ساتھہ مشیخت و صوفیۃ کی شہرت و شوکت میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں' اور یکتائی کے دعوے اور بے ہمتائی کے غرور میں ایسے صاحب ہیں کہ علم و عقلیات کی بڑی بڑی سرکش گردنوں کو انکے سامنے بے اختیار جھک جانا پڑتا تھا - مدتوں طرح طرح کی سخت ریاضتیں کی ہیں - عوام و خواص میں انکی مجاہدات کی دھوم تھی با این ہمہ نفس پرستی کا یہ حال تھا کہ معتقدین کے سجادے پر مرعوامت کا نام اٹھکر ہیتے ہیں اور جس عالم و صوفی کی طرف لوگوں کو ذرا بھی مائل پاتے ہیں' فوراً اپنے مریدوں کی فوج لیکر چڑھہ دوڑتے ہیں کبھی بحث و مناظرہ کے زور سے' کبھی سوء اعتقاد کے الزام سے' کبھی اور کوئی حیلۂ و بہانہ پیدا کرکے (اور اس گروہ کے پاس مکر و حیل کی کیا کمی ہے ؟) اسطرح ذلیل و رسوا کردیتے کہ غریب شہر چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ایک دنیادار فاسق اور ایک دنیا پرست عالم میں یہی فرق ہے کہ پہلا اپنی ہوا پرستی کو اعتراف فسق کے ساتھہ انجام دیتا ہے اور دوسرا دینداری اور احتساب شرعی کی ظاہر فریبی سے

با نفایت ما هنر پلنداسیم
عاشقی هم ننگ و عارے بوده است

حضرۃ شیخ داؤد ملتی ہے، اور اسکو پڑھکر قلب پر ایک عجیب عالم وجد و محویت طاری ہوجاتا ہے، اور بے اختیار دل چاہتا ہے کہ ساری باتوں کو چھوڑکر صرف انہی پاکان حق کا ذکر کیجیے کہ اذا راؤا ذکر اللہ :

وحدثتني يا سعد عنها، فزدتني
جنونا، فزدني من حديثك يا سعد !

صدیاں گذرگئیں - عشاق حق کے ذکر میں آج یہ تاثیر ہے - نہیں معلوم انکی پاک صورتوں اور پاک صحبتوں کی کبرائیوں اور دلربائیوں کا کیا حال ہوتا ؟

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما !

شیخ عبد اللہ بیابانی اُس زمانے کے ایک مشہور پیر طریقت اور شیخ سلیم چشتی کے سربرآوردہ خلفاء میں سے تھے، لیکن بعد کو مہدوی ہوگئے، اور مشیخت و پیری مریدی کا تمام کاروبار تاراج کرکے درویشی و نامرادی کی وضع اختیار کرلی :

در خرمن صد زاہد و عاقل زند آتش
این داغ کہ ما بر دل دیوانہ نہادیم

[illegible] شہر سے باہر ایک ویران باغ تھا - وہاں مٹی کا جھونپڑا بنایا اور مقیم ہوگئے - اپنے ہاتھ سے پانی بھرتے - مٹکے سر پر اٹھا کر لاتے - [illegible] اور [illegible] - اور [illegible] آدمیوں کو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

علماء حق کا تو یہ حال تھا، مگر علماء دنیا نے اس جماعت کے استئصال پر کمر باندھی اور سید محمد کی نسبت اعتقاد مہدیت وغیرہ کو بنیاد تکفیر قرار دیا۔ سید موصوف کے انتقال کے بعد انکی جماعت اور زیادہ پھیلی پھولی، اور بڑے بڑے اہل اللہ اسمیں داخل ہوے - ازانجملہ شیخ عبد اللہ نیازی اور انکے مرید شیخ علائی رحمہما اللہ تھے جنہوں نے نیانہ میں قیام کیا، اور اپنے علم حق اور اخلاص و ایثار فی اللہ کی تاثیر سے سیکڑوں جانبازوں اور حق پرستوں کو معتقد و مرید کرلیا جو حالات تا طرفدار و معتمد مورخوں نے لکھے ہیں، اگر وہ سچ ہیں تو یہ لوگ انسان نہیں تھے - ملاء اعلیٰ کے مقدس فرشتے تھے جنکو خدا نے اپنی زمین کی طہارت کیلئے آدمیوں کے ہیکل میں بھیجدیا تھا - اور جب کبھی دنیا کی سعادت و برکت کے دن آتے ہیں تو خدا زمین کے انسانوں ہی سے آسمانی فرشتوں کا کام لیتا ہے آسمان کے فرشتے تو کبھی انسانی آبادیوں میں آکر نہیں بستے ولن تجد لسنة اللہ تبدیلا ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ اور نجات الرشید میں، اور نظام الدین ہروی نے طبقات میں ان لوگوں کے مفصل حالات لکھے ہیں، مگر زیادہ تفصیل تذکرۃ الواصلین میں ہے جس میں حالات

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳)

و دجال کی، البتہ غلطی یہ ہوئی کہ لفظ مہدی کو انہوں نے مہدی آخر الزماں سمجھہ لیا، کیونکہ شہرت و انتظار عام طور پر اسی مہدی کی نسبت ہے، اور جب لفظ مہدی بولا جاتا ہے تو سب سے پہلے ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہے - اور یہ رائے بھی اُس صورت میں ہے جبکہ خود انکی نسبت مہدی آخر الزماں ہونے کا مدعی ہونا قطعی طور پر ثابت ہوجاے ورنہ بہت ممکن ہے کہ انکے قلب پر جو واردہ گذرا ہو وہ صرف یہ ہو کہ " انت المہدی " اسی کا انہوں نے اظہار کیا ہو اور معتقدین نے شہرت عام کی بنا پر مہدی آخر الزماں سمجھہ کر تمام علائم و آثار مرویہ کو اندرچسپاں کرنا شروع کر دیا ہو جب انبیاء کرام کو یہ حالت پیش آچکی ہے کہ ء انت قلت للناس اتخذونی و امی الہین تو پھر عام صلحاے امۃ کا کیا ٹھکانا

فصل

چنانچہ اکثر اہل اللہ اور علماء حق کی نسبت منقول ہے کہ سید محمد جونپوری اور انکی جماعت سے حسن ظن رکھتے تھے - یا اقلاً انکے بارے میں توقف و سکوت کرتے میں "سے تھے -

حضرۃ شیخ داؤد جہنی وال اور مولانا جمال الدین کی رائے پہلے گذر چکی ہے - شیخ وجیہ الدین گجراتی جو اس وقت کے بہت بڑے عالم تھے اور جنکا ترجمہ اخبار الاخیار اور مآثر الکرام وغیرہ میں موجود ہے' آنکے سامنے جب سید موصوف اور انکے بعض اتباع کی تکفیر کا فتویٰ پیش کیا گیا تو دستخط کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ جو جماعت دنیا کو چھوڑ کر رب حق پرستی ہے' میرا قلم اسکی مخالفت میں نہیں اٹھ سکتا - شیخ علی متقی نے اگرچہ مہدویہ کے عقائد و معتقدات کے رد میں رسالہ لکھا لیکن خود سید موصوف کی نسبت لکھتے ہیں کہ کف لسان اولیٰ ہے - شیخ بڈھہ دانا دوری کہ اس عہد کے استاذ الاساتذہ تھے' اور سید رفیع الدین محدث کہ بہ یک واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے اور انکا حال اوپر گذر چکا' شیخ عبد القادر بدایونی انکی نسبت لکھتے ہیں کہ " با مہدویہ حسن ظن داشتند " حضرۃ شاہ ولی اللہ کا قول شاہ عبد العزیز صاحب نے ایک مکتوب میں نقل کیا ہے کہ سید محمد عالم حق اور واصل باللہ تھے - بعض خواطر و واردات آپپر ایسے گذرے کہ آنکے درک و فہم میں درماندہ و عاجز رہگئے اور خود اپنے مقام کی نسبت دھوکے میں پڑگئے - یہ بات نہ تھی کہ انہوں نے دانستہ غلط دعویٰ کیا ہو - حضرۃ مجدد صاحب اور مرزا مظہر جان جاناں سے بھی ایسا ہی منقول ہے - (۱)

---

(۱) میرا خیال یہ ہے کہ سید محمد اپنے اس دعوے میں سچے تھے کہ مہدی ہیں' اور ملک کی جو حالت اسوقت ہو رہی تھی وہ یقیناً ایک مہدی کے ظہور ہی کی مقتضی و منتظر تھی یہ کہ ایک مضل

شان نتائلي ہے وہ انکي اس طلب و دعا سے ظاہر ہے ربنا لا تجعلنا في قلوبنا غلا للذين آمنوا پس جب عام مومنوں کي نسبت يہ حکم ہے تو اصحاب علم و فضيلت کے طرف سے دل میں غل و بغض کا هونا کب جائز هوسکتا هے ؟

البتہ اصل مرکز حق و یقیں کتاب و سنہ ہے یہ مرکز اپني جگہ سے نہیں هل سکتا سب کو اسکي خاطر اپني جگہ سے هل جانا ہوگا اس حرکت کو کسي کي خاطر نہیں چھوڑا جاسکتا سب کي حرکتیں اسکي خاطر چھوڑ دیني پڑینگي - لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین جب نص رسول کے مقابلہ میں کسي دوسرے انسان کی پاسداري کي تو رسول احب کب باقي رہا ؟ ارباب افراط و غلو کي ساري غلطي یہ ہے کہ وہ اپنے غیر معصوم پیشواؤں کے اقوال و احوال کو بمنزلۂ اصل مرکز بنا لیتے هیں ' جس کو کسي حال میں اسکي جگہ سے نہیں هلایا جاسکتا ' اور پھر چاهتے هیں کہ وحي الهي و صاحب وحي کي نص کو اسکي جگہ سے هٹا کر اپنے خود ساختہ مرکز تک لیجائیں ' اور نہ جاسکے تو زبردستي کھینچ کر لیجائیں اسپر ستم یہ کہ اس طرح کو طرح توفیق و تطبیق کے نام سے تعبیر کرتے هیں اگر یہ تطبیق ہے تو والدي اسي لئے کہ پھر دنیا میں تحریف کا وجود باقي نہ رہا اور نہ کبھي اهل کتاب نے اس دنیا میں تحریف کي

اس مقام پر رشتۂ سخن بہت دراز ہے هزار چاهتاهوں کہ موقعہ اطناب کا نہیں ' جلد آگے بڑھجاؤں لیکن یہ رشتہ ایسا ہے کہ ایک مرتبہ کھل جائے تو پھر جلد نہیں لپیٹا جا سکتا

اس رشتہ بانگشت نہ پیچي کہ دراز ست !

یہ اصول جو همارے رگ و پے میں سرایت کرگئے هیں اور انکا اس اسراف کے ساتھہ استعمال هوچکا ہے اور هو رہا ہے کہ قریب ہے کہ اصلیت کا پتہ لگانا دشوار هوجائے کہ " الاصل ان کل آیۃ تخالف قول اصحابنا فانها تحمل على النسخ او على الترجیح و الاولى ان تحمل على التاویل و الاصل

ہو جائے ' بلکہ حتی الوسع انکی تاویل کرتے ہیں اور ایسی راہ تعبیر ڈھونڈھتے ہیں جو نصوص شرعیہ کے مطابق ہو - اور اگر دیکھتے ہیں کہ کسی طرح اختلاف دور نہیں ہوسکتا تو انکی خاطر نصوص شرعیہ کو اپنی جگہ چھوڑ کر مائل ہونے کی رخصت نہیں دیتے کہ یہی تسان تحریف ہے - بلکہ یا تو آن عذرات کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جنکی وجہ سے وہ اس اختلاف پر مجبور ہوے (۱) اور یا پھر انکے اقوال و آراء سے چشم پوشی کرکے انکا معاملہ عالم السرائر کے حوالے کردیتے ہیں ' مگر نہ تو انکی پیروی و حمایت کرتے ہیں ' اور نہ انکی وجہ سے صاحب قول و حال کے حقوق اسلامی و مراتب فضیلت علم و عمل کو نظر انداز کرکے آمادۂ انکار و تضلیل ہو جاتے ہیں - کیونکہ کسی غیر معصوم کا قابل احترام و اتباع ہونا اسکے لیے مستلزم نہیں کہ اسکا ہر قول و حال حجت ہو ' اور نہ کسی غیر معصوم کے کسی ایک قول و اجتہاد کا غلط ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ اسکے تمام محاسن اقوال و اعمال کو ترک کردیا جائے - قرآن حکیم نے سچے مومنوں کی جو

(۱) یہ عذرات اصحاب علم و اصحاب احوال دونوں کو پیش آتے ہیں - اصحاب علم کیلیے یہ کہ مثلاً کسی وجہ سے نص ان تک نہ پہنچی ' جیسا کہ بعض اجلۂ صحابہ تک کو پیش آیا - اور اصحاب احوال کیلیے یہ کہ مثلاً غلبۂ سکر یا ورود سوانح و خواطر - یا مثلاً ایک اجمالی کیفیت پیش آئی ' یا از قبیل تمثیل و شبح ' اور اسکی تفصیل و تعبیر میں قصور فہم و اجتہاد حائل ہوگیا - ' یا مثلاً ایک جزئی و عارضی مقام پیش آیا ' اور جزء و کل اور عارض و حقیقت میں تمیز کرنے سے بسبب غلبۂ حال درماندہ رہگئے - یا سورج نکل آیا اور اسکی سلطان تجلی میں ستارے ناپدید ہوگئے ' غلطی سے سمجھہ لیا کہ ستاروں کا وجود ہی نہیں :

فلما استبان الصبح ادرج ضوئه باسفاره اضواء نور الکواکب

کیا خوب فرمایا ہے حافظ ذہبی نے غالباً حضرۃ ابن مسعود کے حال میں کہ و کل امام یوخذ من قوله و یترک الا امام المتقین صلی الله علیه و سلم فیا لله العجب من عالم یقلد اماما بعینه فی ما قال مع علمه بما یرد علی مذهب امامه من النصوص النبویه !

اربابا من دون الله کي سرحد سے قریب ہوگئے اس دوسري جماعت کا عجیب حال ہے یہ جب کبھي اپنے پیشواؤں کے کسي قول کو احکام و نصوص شرعیہ کے خلاف دیکھتي ہے تو اسکي جرأت اتنے اندر نہیں پاتي کہ قرآن و سنہ کو مقدم رکھکر اس قول مخالف کي تاویل کرے ' اور اس طرح شریعۃ الہي کو بھي اپني جگہ چھوڑنے کي زحمت نہ دے اور پیشوایان اسلام کے دامن کو بھي مخالفت شریعۃ کے دھبہ سے بچالے ' بلکہ برعکس اسکے کوشش کرتي ہے کہ اپنے پیشواؤں کي باتوں اور رایوں کو مقدم رکھکر کسي نہ کسي طرح قرآن و حدیث کو انکے مطابق کر دکھاے ' اگرچہ ایسا کرنے میں تاویل نصوص ' تحریف نصوص تک پہنچ جاے ! پہلي راہ باعتبار اصل کے راہ یہود ہے اور دوسري راہ نصاری ' اور اسلام نے دونوں کو بند کرنا چاہا کہ غیر المغضوب علیہم و لاالضالین اور ایک حدیث میں مجددین امۃ کا یہ کام بتلایا کہ " ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاھلین "

(۱) سو پہلي راہ انتحال المبطلین کي ہے اور دوسري تاویل الجاھلین کي پہلي جماعت کو گمراھي نے نقص و انکار کا چہرہ دکھلا کر بھٹکایا ' اور دوسري کو محبت و اتباع کے نقاب میں آکر ' اور دنیا میں جب سے نوع انساني آباد ہوئي ہے ' ہمیشہ گمراھی کے یہی دو بھیس رہے ہیں یا افراط نقص نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے یا افراط محبت نے

باھمہ دلبری کسست و مریم بتہرا

لیکن اہل حق کي صراط مستقیم ان دونوں سے الگ ہے

بمیان کعبۃ و بت جاے راھیست !

وہ ہر حال میں احکام شریعۃ اور ظواہر کتاب و سنہ کو مقدم رکھتے ہیں ' اور اس تمام کائنات ہستي میں صرف الہي کو واجب الاطاعۃ یقین کرتے ہیں مگر ساتھہ ھي تمام اہل علم و ائمۂ اسلام سے حسن ظن و عقیدۃ بھي رکھتے ہیں اور انکے جو اقوال و آراء یا احوال و سوانح بظاہر نصوص کتاب و سنۃ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں ' انکي وجہ سے یکایک سرگرم انکار و تضلیل نہیں

(۱) رواہ البیہقي في المدخل من ابراھیم بن عبد الرحمن العذري مرسلا

للانبياء و من عداهم قد يخطي و يصيب ' فمن ظن انه يكتفي بما وقع في خاطره مما جاء به الرسول ' فقد ارتكب اعظم الخطاء و ضل ضلالا مبينا -

کیا خوب فرمایا ہے حجۃ الاسلام علامہ ابن قیم نے اعلام میں ' اور گویا ایک ایسا اصل الاصول بتلادیا ہے جسکے بعد اس راہ کی ساری مشکلات معدوم ہوجاتی ہیں کہ " لا بد من امرین ' احدهما اعظم من الآخر و هو النصيحة لله و لرسوله و كتابه و تنزيهه عن الاقوال الباطلة المناقضة ' و الثانی معرفة ائمه الاسلام و مقادیرهم و حقوقهم و مراتبهم ' و ان فضلهم لا يوجب قبول كل ما قالوا و لا يوجب اطراح اقوالهم " الخ -

یعنی صحیح راہ حق و اعتدال کی یہ ہے کہ دو اصل ہیں ' اور دونوں کا ملحوظ رکھنا ضروری - ایک یہ کہ ہر حال میں کتاب و سنۃ اور نصوص شرعیہ کو مقدم رکھنا چاہیے اور اسی پر حکم و عمل کرنا چاہیے - دوسری یہ کہ تمام ائمۂ اسلام اور علماء حق سے حسن ظن اور محبت و ارادت رکھنی چاہیے اور انکے مراتب و حقوق کی رعایت سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے - یہی دو اصل ہیں جنکے توازن و تناسب کو باعتدال ملحوظ نہ رکھنے سے ساری مصیبتیں پیش آئی ہیں' اور بدبختانہ لوگوں نے ہمیشہ انہی میں افراط تفریط کی ہے ' یا دونوں میں سے صرف کسی ایک ہی کے ہو رہے ہیں - ایک جماعت احکام و نصوص شرعیہ کے اتباع و تقدیم کا یہ مطلب سمجھتی ہے کہ جہاں کسی اہل علم و حال کا کوئی قول بظاہر کسی حکم و نص کے خلاف نظر آیا ' بلا تامل تضلیل و تکفیر پر آمادہ ہوگئے اور جھٹ حکم لگا دیا کہ وہ منکر شریعۃ ہے' اگرچہ اُس نے اپنی ساری زندگی شریعۃ کے علم و عمل میں بسر کردی ہو - دوسری جماعت نے ائمۂ و اکابر دین کی پیروی اور محبت و اعتقاد کے یہ معنی سمجھے کہ احکام و نصوص کو اُنکا تابع و محکوم بنا دیا ' اور چند غیر معصوم انسانوں کی خاطر کتاب و سنۃ کو ترک کرکے اتخذوا احبارهم و رهبانهم

حسب حواس ظاہري کا عذر مسموع ہے اگر حاسۂ بصر سراب کو دریا سمجھہ لے' اور ارباب عقل و قال و فقہاء و متکلمین کیلئے باب تاویل مفتوح ہے اگر راے و قیاس میں غلطي کر جائیں' تو پھر اصحاب احوال کے کیا قصور کیا ہے کہ انکی لغزش فہم و استناد احوال و غلطي استنباط تاقابل معافي و عفو ہو؟ فیا للہ و یا للعقول ! جن نفوس قدسیہ کي ساري زندگیاں زہد و انقطاع حقیقي' وکمال مرتبۂ عرفان و محبت الہي' و اعمال صالحۂ وحقہ' و ترک ماسوی اللہ میں بسر ہوجائیں' انکي ایک غلطي بھي درخور عفو و تاویل نہو' لیکن جن علماء دنیا و فقہاء دولۃ کي ساري عمریں یکسر دنیا سازي و دین فروشي و مکر و حیل و مفسدہ و زور و ہوا پرستي و زہد ریائي میں ضائع جائیں اور جنکو بقول علامۂ شوکانی اہل اللہ سے وہ نسبت ہو کالبہیمۃ بالنسبۃ الی الانسان' او کالانسان بالنسبۃ الی الملائکۃ (۱) انکو پورا حق حاصل ہو کہ اپني خود ساختہ مسند افتاء پر بیٹھکر کفر و قتل کا فتوی لکھیں اور وہ یا مجرموں حربی کفار و مشرکین کي طرح انکے سامنے لائے جائیں !

یا ساکنا بین السنۃ و القنا

انی اسیر علیک رالحمد السدم

بڑی دقت ان لوگوں کو معانی کي فراواني و وسعت اور الفاظ کي تنگ دامانی و ناسازگاری سے پیش آتي ہے ناچار ہنگام تعبیر و بیان جو الفاظ سامنے آجاتے ہیں انہي سے کام لینا پڑتا ہے نامحرموں کیلئے وہ الفاظ فتنہ بن جاتے ہیں - معتقدین مقلدین انکو حجۃ گردانتے ہیں' اور منکرین متعصبین آلۂ انکار و تکفیر لیکن ارباب حق و اقتصاد یا تو انکي تاویل کرتے ہیں' یا انکے معاملے کو عالم السرائر کے حوالے کر دیتے ہیں - البتہ عمل و اعتقاد ہر حال میں احکام شریعہ و ظواہر نصوص کتاب و سنت پر ہے' اور انکے سوا کوئي نہیں جو محک حق و باطل و حجۃ و برہان ہو و العصمۃ

(۱) علامۂ شوکانی نے اپنے رسالہ قطر الولي شرح حدیث ولي اخرجۃ کتاب الرقائق بخاري میں لکھا ہے

چشم پوشی کر جاتے ہیں' اور با پھر حوالۂ مغلوبیت سکر و حال کر کے خاموش ہو جاتے ہیں ' کیونکہ صاحبان اقوال کے دیگر احوال و اعمال صالحہ اور وصول و حصول مراتب عرفان و حقیقت کے شواہد انکے سامنے ہیں ' تو پھر حضرۃ سید محمد جونپوری نے کیا قصور کیا ہے کہ باوجود کمال زہد و ورع و اتباع شریعت و قیام امر بالمعروف و نہی عن المنکر و ایثار فی اللہ و للہ کے جس سے کسی موافق و مخالف کو انکار نہیں ' انکو حسن ظن اسلامی کا مستحق نہ سمجھا جائے ' اور صرف چند کلمات غریبہ کی بنا پر جنکی اصلیت بھی معلوم کیا ہے ' لست مؤمناً در آخر آئیں ؟ و علا شقعت قلبہ ؟

لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق !

داوری خواہم مگر یارب کرا داور کنم ؟

قل لو کنتم تملکون خزائن رحمۃ ربی لامسکتم خشیۃ الانفاق -

اصل یہ ہے کہ اصحاب احوال و طریق کے معاملات کچھ عجیب و غریب واقع ہوے ہیں ' اور یہ قوم اپنے کلمات و اقوال غریبہ کیلئے بہت سے عذرات پیش کرتی ہے - اہل حق و انصاف نے اُن عذرات کو قبول کیا ہے ' مگر جو لوگ دروں حقیقت سے محروم اور بیرون الفاظ و صورت میں محبوس ہیں ' انکا فہم نارسا وہاں تک نہیں پہنچتا ' اور " رایت اسداً یرمی " سنکر شیر کے پنجے اور ناخن ڈھونڈھنے لگتے ہیں - بلا شبہ خواطر و احوال کیلئے شریعت الہی اور علوم انبیاء کرام محک رد و قبول و معیار ظن و یقین ہیں ' لیکن اکثروں کو مغلوبیت سکر و سرگشتگی حال میں اسکا ہوش ہی نہیں رہتا کہ اس کسوٹی کیلیے ہاتھ بڑھائیں - یہ سخت غلطی ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ ہماری درماندگی و معذوری پر بھی نظر رہے :

سعوبی و قالوا لا تغن ' و لو سقوا

جبال سراۃ ما سقیت ' لغنت !

شاہ صاحب کی یہ عبارت دیکھکر مجکو خیال ہوا کہ ہمارے زمانے میں مرزا صاحب قادیانی کے معتقدین میں سے ایک بڑا گروہ یہی مرزا صاحب کی نسبت بعینہ یہی اعتقاد رکھتا ہے ' اور اسی اصالۃ و تبعیۃ کے فرق پر اپنے تمام غلو و اغراق کی بنیاد رکھی ہے و ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ

لیکن شاہ صاحب نے یہ نہیں لکہا ہے کہ سید موصوف نے یہ بات خود کہی یا انکے مریدین و معتقدین کا استنباط اور پیر پرستانہ ملقدت سرائی ہے - خود سید موصوف نے کوئی کتاب نہیں لکھی ام العقائد جو انکی جانب منسوب ہے وہ بھی انکے مریدوں کی لکہی ہوئی ہے صاحب " ہدیۂ مہدویہ " نے اسکی عبارتیں نقل کی ہیں اور انمیں بلا شبہ اس طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں ' لیکن قطع نظر صحت بیان تاویل کے ان کا انتساب خود سید محمد کی جانب مشکوک و محل نظر ہے بہرحال اس قسم کی باتیں دو حال سے خالی نہیں یا تو معتقدین کا غلو و افراط اور سوء فہم و ربع نظر ' و ضلالت استنباط و استدلال ہے ' یا بصورت ثبوت اس طرح کی تمام باتوں کو غلبۂ سکر و احوال یا فرط سوانح و مشاہدات کا نتیجہ سمجھنا چاہئے جو اس راہ کے بڑے بڑے کاملین و واصلین تک کو پیش آے ہیں ' اور یہیں کا معاملہ دعاوی و شطحیات تک پہنچ گیا ہے - وکلام السکاری یحمل و یصرف عن الظاہر کسی نے اسی عالم میں کہا " لوائی ارفع من لواء محمد " اور " سبحانی سبحانی ما اعظم شانی " - کوئی پکار اٹھا " لیس فی جبتی الا اللہ " اور کوئی بول اٹھا " بطشی اشد من بطش اللہ " یہ بھی کہا گیا کہ ' خضنا بحراً وقف الانبیاء علی ساحلہ " اور یہ تو مشہور و معروف ہے کہ قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ "

تو مے نبایا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست !

جب ان تمام اقوال کو لوگ سنتے ہیں ' مگر یا تو انکو مصروف عن الظاہر قرار دیکر تاویل کرتے ہیں ' یا " اوہام و خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ " کہکر

بعض غلط فہمیوں میں مبتلا ہوگئے - نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طرف سے مخالفت ہونے لگی - پہلے تضلیل و تکفیر کا سلسلہ چلا ' پھر قتل و سلب تک نوبت پہنچی - مخالفت کا بڑا سبب یہ ہوا کہ یہ لوگ اعلان حق میں بڑے ہی بے باک و بےدھڑک تھے' اور سب سے زیادہ علماء دنیا کو انکی ہوا پرستیوں اور عملوں پر سرزنش کرتے تھے - یہی چیز ہر زمانے میں ہر مصلح کو علماء عہد کی نظروں میں مبغوض بنا دیتی ہے ' اور مصیبت یہ ہے کہ بغیر اسکے چارہ بھی نہیں - جب مخالفت کا بہت زور ہوا تو گجرات چلے گئے - سلطان محمود کلاں صورت دیکھتے ہی معتقد ہوگیا ' لیکن علماء نے وہاں بھی مخالفت کی - مجبوراً حجاز و عرب کا رخ کیا - وہاں سے ایران گئے - سلطان اسماعیل صفوی کا زمانہ تھا - اسنے ہجوم خلائق دیکھا تو نکل جانے کا حکم دیا - ہندوستان کی طرف دوبارہ آ رہے تھے کہ راہ میں انتقال ہوگیا - ملا عبد القادر بدایونی سنہ ۹۱۱ کے واقعات میں لکھتے ہیں :

" و دریں سال میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہ از اعاظم اولیاء کبار کہ دعوئ مہدویہ از سر در زدہ بود ' ہنگام مراجعت از مکہ معظمہ بجانب ہند در بلدۂ فراہ داعی حق را لبیک فرمود - قاضی حسین زرگر قندھاری کہ پدر او را و او پدر را ملازمت کردہ بود ' این تاریخ یافتہ

گفتا کہ برو ' رسیم کن استغفار "

سید موصوف کا معاملہ عجیب ہے اور طرح طرح کے دعاوی و شطحیات انکی جانب منسوب کیے گئے ہیں - معتقدین کی باتیں تو قابل توجہ نہیں کہ لوگ جس کسی کو پیشوا مانتے ہیں اسکو خدا بنائے بغیر نہیں چھوڑتے' اور اگر بہت احتیاط کی تو نبوت تک پہنچا کر چھوڑا - لیکن بعض قریب العہد اور قابل اعتماد راویوں نے بھی اس قسم کی باتیں لکھدی ہیں کہ اول نظر میں تاریک کر دینے والی ہوتا ہے - شاہ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

" در ابتدای حال سید محمد جونپوری می‌گفت کہ محمد رسول اللہ [illegible] دانش رسید ' سید محمد را [illegible] - [illegible] کہ آنجا [illegible] بود و ایشان [illegible] [illegible] رجوع [illegible] " -

سے پیدا ہوئے، اور ان میں سے کسی نے بھی اس مصلح مظلوم کے ساتھ انصاف نہ کیا - افسوس کہ یہ معاملہ بہتوں کے ساتھ پیش آتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دنیا کی تاریخ ہدایت و اصلاح امم کی بعض گتھیاں اسی سوء فہم اور تاویل و تعبیر باطل کی الجھائی ہوئی ہیں۔ پہلوں نے کچھ کہا تھا اور پچھلوں نے کچھ سمجھا - معتقدین نے غلو کیا اور مخالفین نے تعصب و تشدد، ظلمات بعضها فوق بعض - اور اس تاریکی میں اصل حقیقت گم ہوگئی - اصحاب طریق و معارف کی باتوں کے سمجھنے کیلئے بھی دل صافی اور فہم مستعد و عالی چاہیے صرف مدرسوں کی دماغ سوختگی اور تسلیم و سعادہ کی دل آرائی سے یہاں کام نہیں چلتا

خوشتر سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نہ‌ای دلبرا خطا اینجاست

تاریخ عالم کی بڑی سے بڑی گمراہی کا بھی سرچشمہ اگر ڈھونڈھا جائے تو یہی سوء فہم کا سلسلہ نکلے گا - کہنے والوں نے کیا کہا تھا اور سمجھنے والوں نے کیا سمجھا؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب ادیان و ملل میں سے کسی نے بھی شرک و انسان پرستی کی تعلیم نہیں دی تھی - بڑی سی بڑی بات جو دنیا میں کہی گئی ہے صرف سچائی اور خدا پرستی ہے - لیکن معلوم ہے کہ انکے ماننے والوں نے شرک و بت پرستی کا راستہ اختیار کیا اور اپنی ساری کج فہمی کو انہی کی جانب منسوب کردیا - جب انبیاء کرام علیہم السلام کے ارشادات محکمہ کو انکے پیرو نہ سمجھے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی صاف صاف تمثیلوں کو کیا سے کیا بنا دیا تو پھر کاملین امت و ملحدہ طریقت کے بیچارے اور پر اسرار احوال و دل باختگی کشاکش تلوین و تمکین ہیں، اس فتنہ سے کیونکر بچ سکتے ہیں؟

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند
نکتہ ہاست بسی محرم اسرار کجاست؟

چونکہ علماء سوء اور مشائخ دنیا پرست ہر ان لوگوں کی جو درد حق ہستیاں تھیں بہت کرلی گویں - جو لوگ صداقت پسند تھے ان میں سے بھی

ہے) بسلیم کرتے ہیں کہ انکا ابتدائی عہد کمال زہد و تقشف اور استغراق و استہلاک باطنی میں گذرا ساٹ سال تک یہ حال رہا کہ پے درپے روزہ رکھتے اور بس تنہا ایک گوشے میں پڑے رہتے اسی اثناء میں الہ ایک سانحہ وارد ہوا اور معلوم ہوا کہ " انت المہدي " کی صدا آ رہی ہے - برسوں تک متامل رہے ' اور جب پے درپے یہی معاملہ پیش آیا تو اپنے مہدي ہونے کا اعلان کیا نویں صدی کا وہ زمانہ ہو اکبر سے پہلے گذرا ' ہندوستان میں سخت بد امني و طوائف الملوکي کا زمانہ تھا روز روز بادشاہتیں بنتی اور بگڑتی تھیں ' اور کوئی مرکزی حکومت باقی نہیں رہی تھی جو احکام شرع کے اجراء و قیام کی ذمہ دار ہوتی علماء حقانی بہت کم تھے ' اور علماء دنیا ہر طرف پھیلے ہوے تھے دنیا طلبی اور مکر و زور کی گرم بازاری تھی ' اور سب سے زیادہ یہ کہ جاہل صوفیوں کی بدعات و منکرات نے ایک عالم کو گمراہ کر رکھا تھا یہ حال دیکھکر سید موصوف نے احیاء شریعۃ اور قیام امر بالمعروف کا غلغلہ بلند کیا ' اور لوگوں سے کہا کہ اب نہ کسی مجاہدۂ کی ضرورت ہے اور نہ ذکر و شغل کی سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ خلق اللہ کو سیدھی راہ پر لگاؤ ' اور احکام شرعیہ کے قیام کی راہ میں اپنی جانیں تک لڑا دو عشق کی صداقت اور طلب کی پاکی نے انکی دعوۃ و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں آدمی حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے ' اور متعدد سلاطین وقت نے ایسے تعصب کی ان لوگوں کے طور طریق کچھہ عجیب عاشقانہ و والہانہ تھے ' اور ایسے تھے کہ صحابۂ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے عشق الہی کی ایک جاں نثار جماعت تھی جس نے اپنے جوروں کے رشتوں اور وطن و زمین کی ملتی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتہ پر قربان کردیا تھا ' اور سب کچھہ چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمگسار بنگئے تھے امیر و فقیر ' اعلی و ادنی ' سب ایک حال اور ایک رنگ میں رہتے ' اور پھر خلق اللہ کی ہدایت و خدمت اور احکام شرع کے اجراء و قیام کے اور

فصل

شرح اس اجمال کي یہ ہے کہ اُس زمانے میں مہدوي فرقہ کا نیا نیا چرچا ہر طرف پھیلا ہوا تھا ' اور علماء دربار کے لیے اس فرقہ کے قتل و سلب اور تکفیر و تضلیل کا مشغلہ سب سے زیادہ دلپسند اور کامیاب مشغلہ تھا - ان لوگوں کو ہر زمانے میں اپني دلبستگي و حکمراني کیلیے فرقہ آرائي اور جنگ و قتال مسلمین کا کوئی نہ کوئي مشغلہ ضرور ملنا چاھیے - اسوقت کے مناسب حال اس سے بڑھکر اور کوئي مشغلہ نہیں ہو سکتا تھا -

یہ فرقہ سید محمد جونپوري کي طرف منسوب ہے' جنکي نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ مہدي ہونے کے مدعي تھے - اگرچہ آگے چلکر اس فرقہ کے عقائد میں بہت سي نئي نئي باتیں اور حد غلو سے بھي گذرے ہوے اعتقادات شامل ہوگئے ' لیکن میرا خیال ہے کہ اسکي بنیاد صداقت و حق پرستي پر پڑي تھي - یعنی دعوۃ و تبلیغ حق و احیاء شریعۃ و قیام فرض امر بالمعروف و نہي عن المنکر اسکا مقصد اصلي تھا ' اور خود سید محمد اور انکے پیروؤں کي پہلي جماعت کے اکثر بزرگ بڑے ھي پاک نفس اور خدا پرست لوگ تھے - اس قسم کے معاملات ہمیشہ ابتدا میں کچھہ ہوے ہیں اور آگے چلکر کچھہ اور بنجاتے ہیں ' اور فتنۂ غلوء و تاویل پچھلي امتوں کي طرح اس امۃ کي ہر جماعت کیلیے بھی ایک بڑا فتنہ رہا ہے یہي حالت اس جماعت کو بھي پیش آئی ' اور رفتہ رفتہ اسکی بنیادی صداقت اضافات کے غلوء و محدثات میں گم ہوگئی -

سید محمد جونپور کے رہنے والے تھے - سنہ ۸۴۷ ھجری میں پیدا ہوے - انکے اشد شدید مخالف بھي معترف ہیں کہ علوم رسمیہ کے ساتھہ زہد و درویشي اور ورع و تقوی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے - شیخ علي متقي (کہ سید کے معاصر اور سخت مخالف ہیں اور انکے رد میں رسالہ لکھا

کے ساتھہ واپس کردے گئے بدایونی نے واضح طور پر نہیں لکھا ہے کہ مخدوم الملک نے اندر بظاہر الزام کیا لگایا تھا، اور وجہ مخالفت و طلبی کیا قرار دی تھی؟ ملاقات کی گفت و شنود لکھتے ہوئے صرف اسقدر لکھا ہے

" بعد از حرف و حکایت پرسیدند کہ تقریب طلب بعراء منقطع چہ بود؟ مخدوم الملک گفتہ کہ مریدان شما را شنیدیم کہ در وقت ذکر گفتن یا داؤد یا داؤد می گویند جواب دادند کہ مگر استثناء در سماع رفتہ باشد - والا ایں جماعۃ ظاہرا یا ودود یا ودود می گفتہ باشند " (جلد سوم صفحہ ۳۲)

بظاہر یہ بات کوکھہ وقیع معلوم نہیں ہوتی، لیکن عجب بھی نہیں اس گروہ کے مکر و حیل کے کاروبار بہت وسیع و پیچیدہ ہیں عجب نہیں کہ اسی راہ سے مقصد میں بہنسادینے کا قصد ہو اور " یا ودود " کو " یا داؤد " بناکر سنہ اٹھانا مقصود ہو لیکن تذکرۃ الواصلین کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ پر مہدوی ہونے کا بھی گمان کیا گیا تھا، اور مخدوم الملک نے اسی کوتمہائے مخالفت و سنہ انگیزی قرار دیا تھا - البتہ اصلیت اسمیں ضرور تھی کہ وہ سید محمد جونپوری کی ولایت و بزرگی کے معترف تھے، اور مولانا جمال الدین نے اسکے اثبات میں ایک کتاب بھی لکھی تھی اس کتاب میں اگرچہ مہدویہ کے عقائد کو باطل قرار دیا تھا، لیکن خود سید محمد جونپوری کی علانیہ تائید کی تھی علاوہ بریں حضرۃ شیخ عبد اللہ نیازی اور شیخ علائی کے واقعہ میں بھی انکی رائے مخدوم الملک وغیرہ علماء دربار کے موافق نہ تھی اور جو سلوک ان دو بزرگوں کے ساتھہ کیا گیا اسکو سخت ظلم و فساد قرار دیتے تھے اخبار الاخیار کے ایک اشارے سے بھی اس کی کتھہ کچھہ تصدیق ہوتی ہے یہ الزام اُس وقت کے حالات کے لحاظ سے واقعی ایسا الزام تھا کہ اگر چل جاتا تو شیخ کیلئے بھی وہ جام شہادت طیار تھا، جو مخدوم الملک کے ہاتھوں بعض دیگر اہل اللہ کو پینا پڑا -

در دست دگر ندست نقدے جز رفت
آن نیز گر از دست دهی ' واے برو!

علماء سوء اور بندگان دنیا کی منافقت و بدبختی کیلیے اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتی ہے کہ ایک درویش شکستہ حال اپنی ٹوٹی چٹائی پر بیٹھکر انکے اس جاہ و جلال دنیوی کو نظر حقارت سے دیکھے جو دین فروشی کے بدلے حاصل کیا گیا ہے ؟ اور آلودگیوں اور آلائشوں کے جن دھبوں کو انہوں نے ریشم و زر کار عرب سے سجاکر اپنی آستین و دامن میں جگہ دی ہے ' انکو اس کا داغ اور نجاست کا دھبہ بتلائے ؟ ہر دور اور ہر زمانے میں یہی حادثہ پیش آئے امراء دربار اور علماء دربار کو فقراء حق کا دشمن بنادیا ہے ' اور پھر اس دشمنی کینہ و حسد کو کام میں لانے کیلیے طرح طرح کے نام نہاد مذہبی الزام و جدال پیدا کرادیے گئے ہیں - چونکہ بادشاہ اور عوام دونوں ان لوگوں کے قبضے میں ہوتے تھے ' اسلیے جب چاہتے تھے پولیٹکل خطرہ دکھلا کر بادشاہ وقت کو ' اور مذہبی الزام پیش کر عوام کو بھڑکا دیتے تھے - سلیم شاہ کے عہد میں جب مخدوم الملک شیخ الاسلامی کی مسند حکومت پر متمکن ہوے ' اور اہل اللہ اور داعیان حق کی ایذا و ہلاکت پر کمر باندھی ' تو حضرت شیخ علائی پر بھی نظر پڑی - انہوں نے اپنے حریف [illegible] مخدوم الملک [illegible] علماء دربار [illegible] طلبیوں اور فقراء حق [illegible] اب انکا انتقام لینا چاہا ' اور چونکہ یہ [illegible] شیخ الاسلامی کے آگے نہیں [illegible] الدوانی میں [illegible] مخدوم الملک نے [illegible] اہل اللہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

فصل

دوسرا واقعہ جسکی طرف صاحب تذکرہ نے اشارہ کیا ہے ' وہ معاملہ ہے
جو حضرت شیخ داؤد اور مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطانپوری میں ہوا
تھا مناسب ہوگا کہ اسکی مختصراً تشریح کردی جائے - شیر شاہی و
سلیم شاہی عہد کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ایک بزرگ شیخ داؤد جہنی وال
تھے انکے آباء کرام عرب سے ہندوستان آئے اور ملتان میں قیام کیا - انکی
ولادت وہیں ہوئی ' لیکن ایک عرصے کے مجاہدات و ریاضات کے بعد جب
ہدایت و ارشاد خلق اللہ کی طرف توجہ ہوئی تو موضع جہنی علاقۂ لاہور
میں گوشۂ نشینی اختیار کرلی ' اور اپنی پاک نفسی اور قوۃ ربانی کے
جاذبہ سے ہزاروں لاکھوں طالبان حق کے دلوں کو کھینچ لیا - یہ اس عہد
پر فتن و فساد کے ان مخصوص بزرگان حق میں سے ہیں جو مدۃ العمر اپنی
بوریائے فقر پر قانع و منقطع رہے اور دنیائے فانی کی دلفریبیاں کبھی انکی
جمعیۃ خاطر کو پراگندہ نہ کرسکیں - منتخب التواریخ ' اخبار الاخیار '
تذکرۃ الواصلین ' طبقات اکبری ' روضۃ العلماء وغیرہ میں انکے مفصل حالات
درج ہیں ' اور سب یک زبان ہوکر لکھتے ہیں کہ اعلان حق اور امر بالمعروف
میں تیغ بے نیام تھے ' اور کسی حال میں اپنے نفس وعظ و نصیحت اور
تذکیر و ارشاد حق سے معاف نہیں رکھتے تھے علی الخصوص ان عالمان
بے عمل اور صوفیان ریا کار سے سخت بیزار تھے جو حب جاہ اور عشق مال
و متاع دنیوی میں سرگشتہ و ہلاک ہوگئے اور ادعاء علم و مشیخت کو
اپنی دکان آرائی اور دنیا طلبی کا وسیلہ بنالیا - اکثر کہا کرتے تھے کہ جن
علماء نے بادشاہوں اور امیروں کو اپنا قبلۂ و کعبہ بنالیا ہے ' ان سے وہ مکھی
ہزار درجہ افضل ہے جو نجاست پر بیٹھتی ہے پھر یہ رباعی پڑھتے

آن کس کہ ز عونا نہ زہد وائے برو
بر خلق جہان دل بنہد ' وائے برو

معقلي کل ' و سیم مبارک کہ اعلم علماء زمان بود ' و عاری حال ندحشي کہ در علم معقول بے نظیر بود ' در باب تفضیل امام عادل مطلقاً بر مجتہد ' و تجویز ترجیح او روایت مرجوحہ را در مسئلۂ مختلف فیہا درست کردند * * * سخن در آں ناطناب کشند * * * * تا آخر بعضے نطوع و بعضے نکرہ در آں محضر مہرہا کردند " (جلد دوم صفحہ ۲۷)

ہم تری چشم سیہ کے یہ پہ مر ہاے میں
اتلا ایک جام کی دیکھ اہي نہ ایماں اتنا !

اللہ اللہ ! کیا انقلاب وقت ہے ! یہ وہی مہریں ہیں جو کبھي علماء حق کی تکفیر و تضلیل کے محضروں پر ثبت ہوتي تھیں اور ایکے قتل و سلب کے فرامین کا دامن سیاہ کرتی تھیں آج انکے ان لہو بہو داں کي امامت و اجتہاد کي تصدیق کر رہي ہیں ' بانگ یہ مقدمۂ امت دل دوحود الہی کے آگے آئے ' اور اپنے ہي ہاتھوں سے انکي شیخ الاسلامی اور مذھبی فرمانروائي کا چراغ غرور گل کردے !

یہ لیس نہ ہوں دل ' انصاف تو یہ ہے
کہ ہم حود تو آمور قاتل ہوے ہیں !

افسوس ! ہر عہد اور ہر دور میں جسقدر بربادیاں ہوئیں ' علماء سوء ہي کے ہاتھوں ہوئیں وقت اور زمانے کی شکایت بے سود ہے

تا کی ملامت مرا اسکندار مس ؟
تک بارھم تصدیق جسم سیاہ جوش !

سچ یہ ہے کہ عہد اکبري کے تمام فتنۂ و فساد کے اصلي ذمہ دار یہي علماء عند الدنیا ہیں ' نہ کہ ابو الفضل و فیضی حضرۃ شیخ احمد سرھندی رحمۃ اللہ علیہ اسي عہد کي نسبت اپنے مکاتیب میں بار بار لکھتے ہیں " ہر فتورے کہ درین زماں در ترویج ملت و دین ظاہر گشتہ از شومی علماء سوء است کہ فی الحقیقت شرار بردم و لصوص دین اند اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ہم الخاسرون ' اکثرے تمام حاملین

عہد اکبری میں بھی ارباب حق و صفا کا جو گروہ تھا ' وہ ان دنیاوں سے الگ تھا ' اور چونکہ دربار شاہی پر بدبختانہ یکے بعد دیگرے الہی دو گروہوں کا تسلط رہا ' اسلیے انکو طرح طرح کے مصائب و آلام سے دو چار ہونا پڑا - حضرۃ شیخ جمال الدین بھی آنہی لوگوں میں سے تھے - خاندان ملا مبارک (یعنی ابو الفضل و فیضی) نے مولویوں کا زور توڑنے کے لیے ایک تدبیر یہ کی کہ سنہ ۹۸۷ میں اپنے والد ملا مبارک سے ایک محضر طیار کرایا - مضمون یہ تھا کہ " پادشاہ خلیفۃ الزمان اور امام عہد واجب الاطاعت ہے ' اور اسکو حق پہنچتا ہے کہ مسائل مختلف فیہا میں حسب ضروریات وقت اجتہاد کرے ' اور اسکا اجتہاد واجب العمل ہے - " اصلا تو یہ بات ٹھیک تھی - فی الحقیقت خلیفۂ وقت و ارباب حل و عقد و اصحاب شوری کو ہر عہد و دور میں حق اجتہاد حاصل ہے ' اور اسی کے سد باب نے تاریخ اسلام کے تمام مصائب کی بنیاد ڈالی - مگر مصیبت یہ تھی کہ اکبر بالکل مذہب سے بے خبر تھا ' اور اسکے مشیروں کا رنگ دوسرا تھا - نتیجہ یہ نکلتا (اور نکلا کہ) پادشاہ کی امامت و اجتہاد ' بے قیدی و الحاد کا ایک محکم ذریعہ بن جاتی ' اور بالاخر بنی - اسلیے ضرور تھا کہ علماء حق کو اس محضر کے قبول کرنے میں سخت تامل ہو -

لیکن حکومت کے زور کے آگے کس کی چلتی ہے ؟ علماء سوء نے اپنی بد اعمالیوں سے اپنا اثر پہلے ہی کھودیا تھا - مجبوراً سب کو دستخط کرنے پڑے - سب سے پہلے آنہی گردن کشوں نے سر جھکایا جنکی رگ گردن سب سے زیادہ موٹی تھی ' اور جسکی فصد کھولنے کیلیے یہ نشتر تیز ہوا تھا ' یعنی ملا عبد النبی صدر اور مخدوم الملک نے - پھر قاضی القضاۃ جلال الدین ملتانی اور شیخ عبد الحی مفتی وغیرہ سب نے بلا چون و چرا اپنی اپنی مہریں ثبت کردیں ' اور علماء دربار میں سے کسی کو انکار و تامل کی جرات نہ ہوئی - ملا عبد القادر بدایونی سنہ ۹۸۷ کے وقائع میں لکھتے ہیں :

" درین ایام محضرے بخط و مہر مخدوم الملک و شیخ عبد النبی صدر الصدور و قاضی جلال الدین ملتانی کہ قاضی القضاۃ بود ' و صدر جہاں

کے خاندان کو عروج ہوا تو انہوں نے ان لوگوں کے زور کو توڑنا چاہا ' اور اسکی تدبیر یہ نظر آئی کہ مذہبی تعصب کی شدت کو کسی طرح کم کیا جاوے - چنانچہ حکمۃ و تحقیق جدید کے نام سے آزاد خیالی و مطلق العنانی کی ہوائیں چلنے لگیں - لیکن افسوس کہ مرض کو دور کرنے کیلیے ایسا نسخہ تجویز کیا گیا جو آگے چلکر ایک دوسرے مرض کی تولید کا باعث ہوگیا - پہلے افراط تھی تو اب تفریط ہوگئی پہلے تعصب و اوہام تھے ' تو اب انکی جگہ الحاد و بے دینی نے نشو و نما پائی ' اور تاریخ مذہب کے ہر گذشتہ دور کی طرح اس دور میں بھی افراط و تفریط کی دو جماعتیں پیدا ہوگئیں - پہلی جماعت علماء دنیا پرست اور متعصبین جاہلین کی تھی ' جو اپنی ہوا پرستیوں اور تعصب و جہالت سے اصل مذہب کو بدنام کر رہے تھے دوسری جماعت ایکے مد مقابل مدعیان تحقیق جدید و اجتہاد فکری کی تھی ' جنہوں نے حکمت و دانشمندی اور مذہب عقلی و طریق حکیمانہ کے نام سے الحاد و بے دینی اور اباحۃ و بے قیدی کی گرم بازاری کر رکھی تھی ' اور اہل حق و اقتصاد کا طریق ان دونوں سے الگ تھا وہ جسطرح پہلی جماعت کے تسلیم زور اور حرکۃ سالوس سے بیزار تھے ' اسی طرح دوسری جماعت کے ترلمب عقل اور دعوۂ دانش و آزادی سے

ازان دعوی کہ شیخ و برہمن ماند
کہ ہر یک داورے را می پرستند !

یہی صورت حال آج بھی درپیش ہے مذہب کے ٹھیکداروں نے جہل و تقلید اور تعصب و ہوا پرستی کا نام مذہب رکھا ہے ' اور روشن خیالی و تحقیق جدید کے بھول مرشدوں نے الحاد و بے قیدی کو حکمت و اجتہاد کے لباس فریب سے سنوارا ہے نہ مدرسہ میں علم ہے ' نہ محراب مسجد میں اخلاص ' اور نہ میکدے میں رندان بے ریا ارباب صدق و صفا ان سب سے الگ ہیں ' اور سب سے پناہ مانگتے ہیں ان کی راہ دوسری ہے

ہم کعبۂ و ہم بتکدہ سنگ رہ ما بود
رفتیم و صنم بر سر محراب شکستیم !

کے تبحر علمی ' فقر و استغناء ' اور بے باکانہ امر بالمعروف کی سرگرمیوں سے وہ سخت عاجز آ گئے تھے - ایک عرصہ کے بعد جب حالات بدلے اور ملا مبارک

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷)

کہ دانشمند بود و مقدم و رئیس ' و از زمان افغانان تا این زمان معتبر و معزز و ملقب به مخدوم الملک و بحزم و متانت و تجارت امور و جمع اموال موصوف بود (شاہ صاحب کسطرح پردے پردے میں سب کچھ لکھ رہے ہیں) به مکه فرستادند ' و هر دو را که مدتها باهم منازع و مخالف بودند ' بصورت روبی بکدیگر ساخته بجانب آن بقعه شریف روان کردند - اما باوجود آن هرگز میان ایشان نه در اثنای طریق و نه در آن مقامات شریفه اتفاق و رفع کدورت صورت بست - آخر بے صدری نموده رجوع نمودند و فائده نکرد * * * الخ "

شاہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس سے زیادہ بدایونی نے کونسی بات لکھی ہے ؟ البتہ شاہ صاحب تہذیب نگارش و طریق احتیاط و عفو پر نظر رکھکر پردے پردے میں لکھتے ہیں ' اور بدایونی اپنے جوش حق گوئی و اضطراب راست بیانی میں کسی بات کی پروا نہیں کرتے - شاہ صاحب نے مخدوم الملک کی نسبت صرف اسقدر اشارہ کردیا ہے کہ " به جمع اموال موصوف بود " اور یہ بس کرتا ہے ' لیکن بدایونی سے اس اشارے کی شرح ملاحظہ ہے کہ انکے آبائی گھر میں بڑی بڑی پختہ قبریں تھیں - مشہور کر رکھا تھا کہ ہمارے بزرگوں کی قبریں ہیں - مرنے کے بعد حکم شاہی سے کھودی گئیں تو بزرگوں کی لاشیں تو نہ ملیں مگر سونے کی اینٹیں نکلیں ' اور فی الحقیقت چاندی سونے ہی کو علماء دنیا پرست کی بزرگی و پیشوائی پہنچتی ہے - سنہ ۹۹۰ کے حالات میں لکھتے ہیں -

" مخدوم الملک در احمد آباد درگذشت - قاضی علی از فتح پور بتحقیق اموال او نامزد شده به لاهور آمد ' و چندان خزائن و دفائن پدید گشت که قفل شمار آنرا به کلید وهم نتوان کشاد ! از آن جمله چند صندوق خشت طلا از گور خانهٔ مخدوم الملک که به بهانهٔ اموات دفن کرده بود ' ظاهر شد - و آنچه پیش مردم ماند عدد آنرا جز آفریدگار کس نداند ؛ و آن همه خشتها با کتب نیز که نیز حکم خشت داشت (!) داخل خزانه عامره گردید - الخ "
(جلد دوم صفحہ ۳۱۱)

می کشیدم مئے و سجادهٔ تقوی بر دوش !
آه اگر حلقه شود آگه ازین تزویرم !

ملا عبد اللہ سلطانپوري اور شيخ عبد النبي صدر الصدور (۱) ايسي لوگوں کے
ظلم و تعصب کا ايک قتيل خاندان ملا مبارک بھي تھا ' اور ملا موصوف

---

(۱) بعض خوش اعتقاد بزرگوں کا خيال ہے کہ ملا عبد النبي اور
مخدوم الملک کي نسبت ملا عبد القادر بدايوني نے منتخب التواريخ ميں
جو کچھ لکھا ہے اسکو ملا صاحب کي نکتہ چيني ' ذاتي عداوت کي بے اعتداليوں
اور معاصرت کے تعصب پر محمول کرنا چاہيے - ليکن ان بزرگوں کو معلوم
نہيں کہ ملا بدايوني کے علاوہ اوس عہد کے ديگر مؤرخ بھي اس بارے
ميں متفق ہيں ' اور گو بدايوني کي طرح بے پردہ و بے باکانہ لکھنے کو
شيوۂ حزم و احتياط و تہذيب نگارش کے خلاف سمجھتے ہيں ' مگر اصليت کا
صاف اقرار کرتے ہيں شاہ عبد الحق محدث دہلوي سے بڑھکر محتاط و
پردہ پوش راوي کون ہوگا ؟ اخبار الخيـــار ميں وہ بھي حالات شيخ
عبد القدوس گنگوہي (کہ شيخ عبد النبي کے جد امجد تھے) لکھتے ہيں
" يکے از نبائر شيخ عبد النبي بود کہ تحصيل بعضے علوم رسميہ نمودہ
در جواني متوجہ حرمين شد - و پيش بعضے از علماء مکہ برحي از حديث
نبوي برخواند (الفاظ پر غور کرو پيش بعضے لکھتے ہيں نہ کہ پيش محدثين
اور اسپر بھي " برحي ") بعد ازاں بوطن عود کرد و بہ بدعت و تقشف
منسوب شد با پدر و اعمام بہ جہت مسئلۂ توحيد و سماع در افتاد ' و لجرم
باعث ايذا و کلفت بسيار شد و اين باعث شہرت او گشت پادشاہ وقت
صدرے مے خواست کہ بصفت علم و ديانت متصف باشد بہ توسط بعضے
اسباب و وسائل بر مسند صدارت نشست - شہرت و عزت زيادہ از استحقاق
داشت - چوں منصب صدارت يافت و درين امر کوس استقلال و استبداد زد '
و از ميل و جاہ و اعتبار زيادہ از آنچہ گفتہ شود نصيب او شد ' بادشاہ را
(يعني اکبر را) بہ وے اعتقاد عظيم پيدا شد ' و مردم بسبب آں در نظر
اعتبارش بحقارت در آمدند با اشراف و اماجد کمتر از مراتب ايشاں سلوک
مي نمود ' و ہر کہ بہ مزاج او راست نہ شد و بہ معيار قبول او حلم ليامدہ '
محروم ماند بعد از مرور سنيں مزاج سلطنت بسبب بعضے حوادث (يعني
علماء سوء کي بدعمليوں کي پردہ دري اور خاندان مبارک کا عروج اور
دربار شاہي ميں حکمت جديدہ و مذہب تحقيقي کا شروع) با وے منحرف
شد و از منصب صدارت معزول گشت اورا و ملا عبد اللہ سلطانپوري را

ان کو لیکر جس سرزمین میں جا نکلینگے ' اپنی فصل و کاشت خود تیار کرلینگے :

لا تقال دارها بشرقي نجد
کل نجد للعامرية دار !

صاحب تذکرہ لکھتے ہیں کہ ناصر الملک پیر محمد خان خانخانان اور خان اعظم کوکلتاش کو حضرت شیخ جمال الدین سے بہت عقیدت تھی - بارہا انہوں نے چاہا کہ مال و جاہ دنیوی میں سے کچھہ قبول کریں لیکن ہمیشہ انکار کیا ' اور فرمایا کہ گھر بنائے ہوے ڈرتا ہوں ' کہیں دل نہ ویران ہو جائے - عرفی نے کیا خوب کہا ہے :

من از فریب عمارت گدا شدم ' ورنہ
هزار گنج بہ ویرانۂ دل افتادست

جن واقعات کی طرف صاحب تذکرہ نے بہ ضمن اسباب سفر مکہ اشارہ کیا ہے ' بہ عہد اکبری کے مشہور واقعات ہیں ' تاہم مناسب ہوگا کہ مختصر تشریح کردی جائے -

اکبر کی امامت کے محضر کا حال یہ ہے کہ شیر شاہ اور سلیم شاہ کے زمانہ میں دنیا پرست عالموں کی کثرت و طاقت نے ملک کے امن و سکون کو تہ و بالا کر رکھا تھا ' اور علی الخصوص اہل اللہ اور ارباب حق پر انہوں نے اپنے غرور دنیا اور نشۂ حکومت و ریاست میں بڑے بڑے مظالم و شدائد کیے تھے - جس کسی کو طلب دنیا سے مستغنی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں سرگرم دیکھتے ' اپنی دنیا پرستیوں کا حریف سمجھکر مخالف ہو جاتے ' اور کوئی نہ کوئی الزام تراش کر فتنۂ و مصائب میں مبتلا کردیتے - اکبر کے ابتدائی عہد تک یہی حال رہا - ان علماء حکومت میں دو شخصوں نے بہت بڑا عروج دنیاوی پایا تھا - مخدوم الملک

منتخب التواریخ ایک مرقع ہے' جس میں اس عہد کے تمام ارباب عمائم و اصحاب خرقہ و سجادہ کی تصویریں اپنے اصلی لباس میں نظر آ جاتی ہیں' اور دیکھکر عبرت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے مدعیان علم و زہد کو بھی دنیا پرستی نے کہیں سے کہیں نہ پہنچا دیا' اور راہ حق پرستی میں استقامت نصیب نہ ہوئی - البتہ اہل حق ہر زمانے سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہسکتا اگرچہ قلیل و غریب ہوں حتی کہ قائم بامر اللہ و ہم ماجورون عہد اکبری بھی ان سے خالی نہ تھا' مگر جل جل رہے' اور اپنے اپنے گوشوں میں سر بزانو ایسے ہی مخصوص بزرگوں میں سے حضرت شیخ جمال الدین بھی ہیں کہ مدۃ العمر دربار شاہی کے علائق سے کنارہ کش رہے' اور علم حق کی عزت کو متاع دنیا کے معارضہ میں تاراج کرنا گوارا نہ کیا جب دیکھا کہ زمانہ کی حالت دگرگوں ہوتی ہے اور وقت کی حکومت دنیا داروں اور دین داروں کے حصے میں چلی گئی حتی کہ گوشہ نشینوں کے لیے بھی امن دنیا نہ رہا' تو ترک وطن پر آمادہ ہوگئے' اور ہندوستان ہی کو چھوڑ دیا

دامن اس کا تو بھلا دور ہے اے دست جنوں
کیوں ہے بے کار گریباں تو میرا دور نہیں'

ارباب صدق و صفا ہمیشہ بند وطن و دیار سے آزاد رہے ہیں خدا کی ساری خدائی ان کا وطن اور ساری زمین ان کا گھرانا ہے جن بے نیازان دنیا و نیازمندان حق کو وطن میں رہکر بھی ناز و نعمت دنیوی کے مزے نہیں لوٹنے ہیں' بلکہ اپنی بوریائے فقر پر قانع رہکر علم و حق کی خدمت و چاکری ہی کرنی ہے' ان کے لیے دنیا کے کسی ایک گوشے میں کیا دھرا ہے جو دوسرے گوشے میں میسر نہیں آسکتا؟ وہ جہاں کہیں بھی رہینگے دو گز زمین اور ایک پھٹی چٹائی مل ہی جائیگی انکے علم و حق کی جنس تو وہ متاع عالمگیر ہے' جس کے لیے خدا کی ساری دنیا روز بازار کا حکم رکھتی ہے وہ اپنی جھولی میں حق و صداقت کا تخم رکھتے ہیں

لیکن حضرت شیخ محمد داؤد کے حالات میں لکھاہے ھیں کہ " بعض علماء وقت خصوصاً شیخ الاسلام مولانا عبد اللہ سلطانپوری کو حضرت شیخ سے سخت حسد و عناد تھا - سبب اسکا یہ تھا کہ شیخ موصوف پر میر سید محمد جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت منکشف ہوا تھا کہ وہ کبار اولیاء اللہ اور صاحبان مدارج و مقامات عالیہ میں سے ھیں ' اور ان کے احوال و مقامات کی نسبت لوگوں کو بوجہ قصور فہم دھوکا ہوا تھا - جو علماء وقت ان کی تکفیر و تضلیل کے درپے ھیں سخت غلطی کررہے ھیں یہ بات بعض علماء دربار پر سخت گراں گذری کیونکہ وہ برابر طائفۂ مہدویہ کے قتل و تعزیر میں کوشاں رہتے تھے ' اور اس دارو گیر میں بڑے بڑے فقراء و اہل اللہ کی اذیت و مصیبت کا باعث ہوئے تھے - جب بعہد سلیم شاہ مولانا عبد اللہ کے ایما و سعی سے شیخ عبد اللہ نیازی اور ان کی جماعت کے فقراء مبتلائے محن ہوئے تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ ان مظلوموں کا خون عنقریب رنگ لائے گا ' اور معاندوں کی حکومت زیادہ عرصے تک باقی نہیں رہیگی - یہ بات مشہور ہوئی تو معاندین نے حضرت شیخ کو بھی مہدویۃ سے متہم کیا اور بہت کلفت و تعب کا باعث ہوئے یہ حال دیکھکر مولانا جمال الدین نے ایک کتاب تحریر کی اور اس میں دلائل و شواہد قاطعہ سے ثابت کیا کہ حضرت سید محمد جونپوری کی ولایت حق ہے لیکن ان کے مہدی موعود ہونے کا اعتقاد باطل ہے ' اور ہماری جماعت کو اس اعتقاد باطل سے متہم کرنا مخالفین کا عناد اور منکرین کی شقاوت ہے - اس کتاب کے مطالعہ سے اگرچہ ارباب حق و صلاح کو اطمینان خاطر بہم پہنچا - لیکن معاندین کا حسد و عناد اور بڑہ گیا - با این ہمہ حق تعالی کا امر نافذ تھا - اس لئے کوئی گزند نہ پہنچا سکے ' اور بالآخر تمام مخالفین کو شرمساری و خواری نصیب ہوئی " انتہی

بہر حال خواہ اکبر کے محضر امامت کا معاملہ ہو ' خواہ اتہام مہدویۃ کا ' یہ دونوں معاملے ایسے ہیں جن کی وجہ سے بلاشبہ شیخ موصوف پر

و عقلیہ میں استاد وقت تسلیم کیے جاتے تھے - علی الخصوص علوم دینیہ کی تدریس میں اپنا عدیل نہیں رکھتے تھے - درس و تدریس کے ساتھ ارشاد و طریقۃ کا سلسلہ بھی ان سے قائم و جاری تھا ' اور دور دور سے لوگ آکر فیضیاب صحبت ہوتے تھے - اس زمانے میں دار الحکومت آگرہ تھا - لیکن علم و اصحاب علم کا مرکز ہمیشہ دھلی مرحوم ھی رھی - علی الخصوص وہ علماء حق جو دربار شاہی کے تعلقات کی ابتلاؤں سے بچنا چاھتے تھے اور حرص و طمع دنیا کی آلودگی سے پاک دامن تھے ' اس گوشۂ علم کے سکون کو دار الحکومت کے شور و غوغا پر ترجیح دیتے تھے - حضرت شاہ عبد الحق محدث کہ اسی عہد میں تھے فرماتے ھیں :

حقی ارگوشۂ دھلی نہ نہم پا بیروں
خود گرفتیم کہ ملک گجرانم دادند !

لیکن جب خاندان مبارک کو دربار حکومت میں عروج ھوا اور دربار شاہی کی مذھبی حالت دگرگوں نظر آئی ' تو ھندوستان سے قطع تعلق کر کے مکہ معظمہ چلے گئے - اس سفر کا سبب تذکرۃ الواصلین میں یہ لکھا ھے کہ " جب بعض علماء عصر نے اکبر کے امام وقت ھونے کا محضر تیار کیا اور تمام علماء دار الحکومت نے اس پر مہریں کیں ' تو وہ محضر دھلی میں بھی آیا اور ان سے تصدیق و امضاء کے لیے کہا گیا - لیکن انہوں نے یہ کہکر انکار کردیا کہ جسقدر ھوچکا ھے کافی ھے - ھم فقیروں اور گوشہ نشینوں کو کیوں تکلیف دیجاتی ھے ؟ اگر ایسا ھی ھے تو تمام علماء ھند سے استصواب کرلیا جائے - اس کے بعد جب علماء مشرق نے پادشاہ کے برخلاف فتوی دیا ' اور لکھا کہ اکبر شریعت سے منحرف ھوگیا ھے تو بعض علماء دھلی کی نسبت دربار حکومت کو شبہ ھوا کہ علماء مشرق سے نامۂ و پیام رکھتے ھیں - انھی میں مولانا موصوف بھی تھے - جب حالات روز بروز متشدد ھونے لگے تو انہوں نے حج کا ارادہ کیا ' اور اپنے تلامذہ و مریدین کی ایک جماعت ساتھ لیکر مکہ معظمہ چلے گئے " انتہی -

سید رفیع الدین شیرازی ثم مدنی کے اعاظم محدثین اور کملاء روزگار سے ہیں، ان تک واسطہ ان کا سلسلہ بواسطہ حافظ ابن حجر عسقلانی تک پہنچتا ہے وہ حافظ شمس الدین سخاوی کے شاگرد ہیں - حافظ سخاوی حافظ عسقلانی کے معمولات کی تکمیل کرتے - ملا جلال الدین دوانی سے کچھ بھی اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ان کا خاندان شیراز میں اس درجہ محترم تھا کہ ملا دوانی خود ان کے ہاں آکر درس دیتے تھے - حافظ سخاوی کے ملاقات سے پہلے بعض اکابر کی تحریری اسناد پہنچتی تھیں، اور لکھا تھا کہ آپ جیسے صاحب کمال کیلئے درس و تلمذ ضروری نہیں لیکن ان کے شوق علم نے اس پر قناعت نہ کی خود قاہرہ پہنچے، اور عرصے تک حافظ موصوف کی خدمت میں رہے حافظ سخاوی نے ضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے اور اخبار الاخیار، منتخب التواریخ، روضة العلماء وغیرہ میں بھی حالات ملتے ہیں سلطان سکندر لودھی کے زمانے میں ہندوستان آئے اور اس کی عقیدت و ارادت اس طرح دامنگیر ہوئی کہ یہیں مقیم ہوگئے - سلطان سکندر سے لیکر سلیم شاہ تک تمام شاہان عہد ان کے خدمت گزار رہے بڑے بڑے علماء وقت نے ان خدمت میں ان کی شاگردی کی شاہ عبد الحق کے عہد سے پہلے ان اطراف میں فن حدیث کے درس و تدریس کا جسقدر چرچا ہوا، وہ انہی کے قیام ہند کا نتیجہ ہے ہمایوں کو جب شیر شاہ سے شکست ہوئی اور آگرہ آیا تو سید موصوف کے مکان پرجا کر طالب دعا ہوا تذکرة الواقعات میں ہے کہ ایران جانے کا مشورہ سید موصوف ہی نے دیا تھا ملا مبارک اور شیخ عبد النبی کے معرکوں میں یہ ملا مبارک کے مددگار رہے اور انہی کی اعانت و یاری سے ملا موصوف کو آگرہ میں رہنا نصیب ہوا سال وفات سنہ ۹۵۴ ہجری ہے

پس اس طرح گویا مولانا جمال الدین دو واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد ہیں مولانا موصوف دہلی میں رہتے تھے اور درس علوم نقلیہ

حضرت شیخ جمال الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
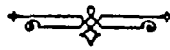
والد مرحوم کے جدی سلسلۂ نسب میں سب سے پہلے جو بزرگ علم و طریقہ میں سر درآوردہ ہوے ہیں' وہ آپکے دادا حضرت شاہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ ہیں - ان کے والد شیخ محمد محسن مرحوم تھے جن کے حالات آیندہ لکھونگا - لیکن حضرت شاہ محمد افضل کے مادری سلسلہ کے ایک مورث اعلی حضرت مولانا جمال الدین معروف بہ شیخ بہلول دہلوی ہیں' جن کے حالات سب سے پہلے لکھتا ہوں - افسوس کہ شیخ موصوف کے تفصیلی حالات مجھے نہیں ملے - والد مرحوم نے بحوالۂ سیر الاصفیاء و مکتوبات حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی و تذکرۃ الطالبین تذکرۃ الصلحاء و الواصلین جو کچھہ لکھا ہے' اس میں اصل حالات بہت کم ہیں اور زیادہ تر مناقب و فضائل کا تذکرہ ہے - تذکرۃ الطالبین میرے پیش نظر ہے - لیکن شاہ عبد الحق کے رسائل کا جو مجموعہ ارسال المکاتیب و الرسائل کے نام سے مشہور ہے' اس میں شیخ موصوف کے حالات نہیں ہیں - شاید شاہ صاحب کے مکتوبات کا کوئی اور مجموعہ بھی ہو - بہر حال کتب مذکورہ' سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا وطن دہلی تھا' اور عہد اکبری کے مشاہیر علماء اور اصحاب سلوک و طریقہ میں سے تھے -، سلوک و طریقہ کی تکمیل حضرت شیخ محمد داؤد جہنی وال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کی تھی - اور علوم معقول و منقول میں سید رفیع الدین سلامی الشیرازی کے شاگرد تھے -

بہرحال ایک دوست عزیز کے اصرار سے اپنے خاندانی حالات قلمبند کرتا ہوں - صرف ترتیبی حالات اور بعض نمایاں اور نتیجہ خیز واقعات کے تذکرہ پر اکتفا کرونگا مفصل حالات کیلیے والد مرحوم کا ایک مستقل رسالہ موجود ہے اور مہلت ملی تو شاید اشاعت کی نوبت آے -

پہلے والد مرحوم کے آبائی سلسلہ کے کچھہ حالات لکھتا ہوں - اسکے بعد انکے نانا مولانا منور الدین مرحوم کا حال لکھونگا -
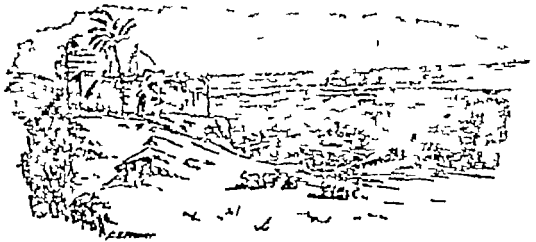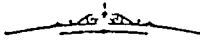
ںکے بعد دیگرے اخلاف تک منتقل ہوتا آیا ہے ' اور سب سے بڑھکر یہ کہ جس کے اخلاف کو حق گوئی و حق پرستی ' اور طریق استقامت و عشق حق میں سرفروشی و جاں سپاری ' اور مغروراں تاج و تخت و بندگان مال و جاہ کے مقابلے میں بے نیازی و سرگرانی ' ہمیشہ اپنے اسلاف کے ورثہ میں ملی ہے - اسی کو اپنا موروثی خزانہ اور اسی کو اپنا خاندانی تاج و تخت سمجھتا ہوں :

هرچند که بدست رنگ و بویم
آخر نه گداه باغ اویم !

اگر یہی غرور نسب و خاندان ہے تو اس کے اعتراف میں مجھے کچھہ باک نہیں - بلاشبہ اسلاف کے ورثۂ علم و حق پرستی کو دنیا کی ہر نعمت سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں ' اور نہیں چاہتا کہ کبھی اس نشہ سے میرا دماغ خالی ہو :

سبک رجاے نگذری که بس گراں گہرست
متاع من که نصیبش مباد ارزانی !

بڑی سی بڑی آرزو جس کو اپنے دل میں رکھہ سکتا ہوں یہی ہے کہ زندگی کی آخری گھڑیوں تک اپنے اسلاف کرام کے طریق صدق و حق پر مستقیم رہنے کی توفیق پاؤں ' اور اپنی ساری زندگی اسی راہ کی کوچہ گردیوں میں بسر کردوں جسکا نشان سفر وہ اپنی یادگار میں چھوڑ گئے ہیں - خدمت علم و حق کا ایک سرمایۂ سعادت ہے جو مجھہ تہی دست تک پہنچا ہے - میری محرومی ہے اگر اسکو نہ بچا سکا ' اور وصل الہی کی بخشش ہے اگر اسکی عزت اور نام نیک کو آنے والوں کیلیے محفوظ چھوڑ گیا :

رب هب لی حکما و الحقنی بالصالحین و اجعل لی لسان صدق فی الاخرین !

اتب الصالحین و لست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا !

وطن کے بت کے ٹوٹے ہوئے ٹکرے بھر جوڑ لیے گئے ' اور نئے نئے بہمنوں میں پھر اسکی پرستش شروع ہوگئی اب بہت کم ہیں ملینگے جو اس بت باطل سے بیگانہ ہیں - الا ما شاء اللہ

بس الحمد للہ کہ نہ اسکی طلب ہے اور نہ اسپر اعتماد ' اور نہ نا اہلوں کے اس فریب عزت اور سراب شرف کی ضرورت طلب جس گوہر مقصود کی ہے وہ بوادی عمل ہے ' اور اگر کچھ اعتماد ہے تو اپنی عجز و شکستگی اور اسکی نظر کرم کی عاجز نوازیوں پر جہاں کا معاملہ یہ سینے میں آتا ہو کہ " رب اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ " وہاں کی اعمال کو کون پوچھتا ہے ؟ اور اس سے بڑھکر بیگانہ تربیت و سفاہت کون ہوگا جو ان پر ایک لمحہ کیلیے بھی اعتماد کرے ؟

معرونہ محمل شاہی نہ دولت عشق
ندا نہ دست بسانند و دادشہ گردند !

الغرض اللہ تعالی کی اُن نعمتوں میں سے جنکے ذریعہ وہ اس دنیا میں اپنے بندوں کو سعادت بخشتا ہے ' ایک بڑی نعمت آباء صالحین کیلیے یہ ہے کہ اولاد صالح عطا فرمائے کہ رب ھب لی من الصالحین اور ووھبنا لہ اسحاق و یعقوب کلا ھدینا الخ اور اولاد کیلیے یہ ہے کہ والدین صالح ہوں سورۂ کہف میں صاحب موسیٰ علیہ السلام نے ایک گرتی ہوئی دیوار کو جنکر یتیموں کے دفینہ کی حفاظت کی تو فرمایا وکان ابوھما صالحا ' اور حضرت یوسف کی نسبت آنحضرت نے فرمایا " انما الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم " اور یہ ظاہر ہے کہ کسی خاندان میں عرصے تک علم و صلاح کا باقی و جاری رہنا بغیر اسکے ممکن نہیں کہ ان دونوں نعمتوں سے فیض یاب ہو آباء کو اولاد صالح ' اور اولاد کو آباء صالح نصیب ہوں پس بلاشبہ اسکو اللہ تعالی کا فضل و کرم یقین کرتا ہوں کہ مجھکو ایک ایسے خاندان میں پیدا کیا جسمیں صدیوں سے سلسلۂ علم و ارشاد قائم و جاری ہے " اور جسکے اسلاف کرام کے اعمال صالحہ کا پاک ورثہ

اپنے حسن عمل سے وہ مرتبہ پاے جو شیخ الاسلاموں کی اولاد کو نصیب نہو۔ یہ کل کو ہونے والی بات ہے ' اور آج بھی دنیا میں دیکھہ رہے ہیں کہ "عمل" کا فرشتہ کیسے ہی بڑوں کو چھوٹا کرتا ہے اور کیسے ہی چھوٹوں کو بڑا بناتا ہے :

کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست !

بلال حبشی اور صہیب رومی کی نسبت اس سے زیادہ ہم کیا جانتے ہیں کہ مسلمان تھے ؟ اور سلمان فارسی سے جب اسکے خاندان کا حال پوچھا گیا تو اس نے کہا "سلمان بن اسلام" بلال سے اللہ کا رسول کہا کرتا تھا "ارحنا یا بلال" اور جب فاروق اعظم کے جنازہ پر نماز کی صفیں کھڑی ہوئیں تو ہزاروں قرشی اور ہاشمی مقتدی تھے اور صہیب رومی امام ! لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقوی - و الناس کلہم بنو ادم و ادم من تراب !

حسن ز بصرہ ' بلال از حبش ' صہیب از روم
ز خاک مکہ ابوجہل ' این چہ بوالعجبیست ؟

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی فطرتی ترقی اور قدرتی حقوق کے قیام کیلیے نسب و خاندان کے امتیاز باطل سے بڑھکر اور کوئی روک نہیں ہوسکتی -- یہی چیز ہے جو انسان کو اسکی ذاتی قوتوں کے استعمال اور انکے ثمرات سے محروم رکھنا چاہتی ہے ' اور اس خلاف فطرۃ راہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ ایک شخص کو باوجود عدم استحقاق ذاتی مستحق شرف سمجھا جاے ' اور دوسرے کو باوجود استحقاق ذاتی محروم کردیا جاے - اسلام نے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور لیس للانسان الا ما سعی کے قانون عام کا اعلان کرکے اسی مہلک انسانیہ روک کو مٹانا چاہا ' اور قران نے بتلایا کہ دنیا کی تمام قدیم صداقتیں بھی اسی قانون کی طرف دعوۃ دیتی رہی ہیں - صحف ابراہیم و موسی میں بھی یہی تھا : ان لا تزر وازرۃ وزر اخری اور ان لیس للانسان الا ما سعی و ان سعیہ سوف یری لیکن افسوس کہ غرور نسل و

کی جائے اسلام نے ساری نسبتوں اور امتیازوں کو مٹا کر صرف ایک اپنی نسبت نوع انسانی کو عطا کی ' اور اس نسبت سے بڑھکر اور کونسی نسبت ہوسکتی ہے جسکی ایک مسلمان کو تلاش ہو؟ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین ؟ انسان کیلئے معیار شرف جوہر ذاتی اور خود حاصل کردہ علم و عمل ہے نہ کہ اسلاف کی روایات تاریخیہ اور نسب پرستی کا غرور باطل - ہم کو ایسا ہونا چاہئے کہ ہماری نسبت سے ہمارے خاندان کو لوگ پہچانیں ' نہ یہ کہ اپنی عزت کیلیے خاندان کے صرف زندہ کے محتاج ہوں ؟ ارباب ہمت نے ہمیشہ اپنی راہ خود نکالی ہے اور اپنی عظمت و ثروت کی بنا صرف اسی سامان سے کی ہے جو خود اُنکا بنایا ہوا تھا - نپولین کا ایک قول مجھے نہیں بھولتا - جنگ پروشیا کے بعد جب فریڈریک اعظم کی قبر پر گیا تو دیکھا کہ فریڈرک کی تلوار قبر پر لٹک رہی ہے نپولین نے تلوار اتار کر ایک ساتھی کے حوالے کی اور کہا اِسے پیرس کے عجائب خانے کی نذر کردینا وہ سنکر جنرل نے کہا " اگر مجھکو ایسی با عظمت اور تاریخی تلوار ملتی تو کبھی کسی دوسرے کو نہ دیتا " نپولین نے کہا " کیا میرے پاس میری تلوار نہیں ہے ؟"

پس سچی عظمت کی راہ یہ نہیں ہے کہ فریڈرک کی عظمت پارینہ تلوار لوگوں کو دکھلائیں سچی عظمت وہ ہے جو خود ہماری تلوار کو ہماری نسبت سے ملی ہو اور اگر ایسا ہوگیا ہے تو یہ بس کرتا ہے - ہم کو اپنی نیام میں صرف اپنی ہی جوہردار تلوار رکھنی چاہئے دوسروں کی تلواروں کی نمائش سے اگر دیکھنے والوں کا تعجب و احترام حاصل بھی کرلیا گیا تو اسکے اصلی مالک ہم نہیں ہیں ' تلوار کا مالک ہے ۔

خاندان کے تفخر کا بت بھی دنیا کے عہد جاہلیہ کی ایک یادگار مشئوم ہے ' اور اسلام نے انسان کے بہت سے بنائے ہوئے بتوں کے ساتھ اسکو بھی توڑ دیا تھا بہت ممکن ہے کہ کل کو ایک نومسلم چمار

میری والدہ حضرت شیخ محمد بن طاہر وتری مفتی مدینۂ منورہ کی بھانجی تھیں جو گذشتہ دور کے اکثر علماء حجاز کے استاذ حدیث اور شیخ عبد اللہ سراج کے بعد مکہ معظمہ کے آخری محدث تھے - ان کے بعد اس درجے کا کوئی شیخ حدیث حرمین میں پیدا نہیں ہوا -

میرے دادا مولانا محمد ہادی دہلی مرحوم کے ایک مشہور خاندان علم و فضیلت سے تعلق رکھتے تھے ' جسمیں بہ ایک وقت پانچ پانچ علماء درس و افتاء و اصحاب سلوک و طریقت پیدا ہوے ہیں - .

والد مرحوم کے نانا رکن المدرسین مولانا منور الدین اپنے عہد کے مشاہیر اساتذۂ علم و درس اور اصحاب طریقت و سلوک میں سے تھے' اور ان مخصوص اصحاب کمال میں سے جن کو اللہ تعالی علوم ظاہر و باطن کی جامعیت عطا فرماتا ہے - ان کا شمار حضرت شاہ عبد العزیز کے اجلۂ تلامذہ میں تھا ' اور سلطنت مغلیہ کے آخری " رکن المدرسین" تھے - ان کے شاگردوں اور مریدوں میں ایسے ارباب کمال ہوے جو اپنے عہد کے ممتاز بزرگوں میں سے شمار کیے گئے - ان کے والد مولانا رشید الدین صوبۂ لاہور کے قاضی القضاۃ اور احمد شاہ ابدالی کی جانب سے نائب السلطنت پنجاب کے مشیر تھے - اور ان کے والد شیخ صدر الدین ہرات کے مشائخ طریقت میں معدود ' اور وہاں کے خاندان قضا کے ایک رکن تھے -

یہ تین مختلف خاندانی سلسلے ہیں جو میرے خاندان میں جمع ہوے ہیں ' اور ان میں سے ہر سلسلہ ' سلسلۂ علم و ارشاد ہے - اگر خاندان کوئی فخر و شرف کی چیز ہے تو یہ واقعات کچھہ نہ کچھہ وزن ضرور رکھتے ہیں ' اور اگر چاہوں تو اس قسم کے الفاظ بول سکتا ہوں ' جو عموما نسب و خاندان کے استخواں فروشوں نے اختیار کر رکھے ہیں - لیکن میں نے شرطیہ جملہ استعمال کیا - اسلیے کہ حقیقت اس کے خلاف ہے ' اور الحمد للہ اس تمام مدت عمر میں جو گذر چکی ہے ' ایک لمحہ کے لیے بھی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ نسب فروشی کی دکان آراستہ کر کے نقد عزت و شرف کی جستجو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکایت از قد آن یار دلنواز کنیم
باین فسانہ مگر عمر خود دراز کنیم

لحمد لله الذي رس مي دلله من احتناه .ر الصلوة على حاتم رسله رحمنع الساه و العاسه للمتقن' ولا عدوان الا على الطالمس -

مدرے حاندان مس بس مختلف حاندان جمع هوے هس اور بسوں حاندان هندوستان رحجار کے ممتاز بیرت علم و فصل اور اصحاب ارشاد و هدایت مس سے هس - دسرري عرب رحاه کي اگرچه ان مس سے کسي لے حواهش نهس کي ' لیکن دنیا لے اپني عزتوں اور شوکتوں کو همیشه ان کے سامنے پیش کیا اور کبھی انھوں لے قبول کیا ' کبھي رد کردیا -

حصّۂ اوّل

فیضیِ حسنت ازین عشق کہ دوران امروز
گرم دارد ز تو ہنگامۂ رسوائی را !

مولانا ابوالکلام

AL BALAGH PRESS CALCUTTA

دهلی نے بار بار اسے فوٹو طلب کیا مگر انہوں نے نہ بهیجا سید فضل الرحمن نے اخبار "جمہور" کلکتہ میں انکے فوٹو کا اعلان شائع کیا تها اسپر وہ سخت برہم ہوئے اور بڑا ہی سخت خط انکو لکها - پهر مجهے لکها کہ جسقدر کاپیاں انہوں نے طیار کی ہیں میری طرف سے خرید کرکے رکهہ لو اور شائع نہ ہونے دو - پهر جب قاضی عبد الغفار صاحب ایڈیٹر "جمہور" انسے ملنے رانچی گئے تو انسے بهی وعدہ لیا کہ اخبار میں ایک نوٹ اس مضمون کا درج کردینگے کہ یہ کارروائی بلا انکے علم کے ہوئی ہے' مگر انہوں نے درج نہیں کیا - میں ان تمام موقعوں پر یہی سمجهتا رہا کہ یہ مخالفت یا تو انکسار طبع کی بنا پر ہے' یا انکی طبیعت کے اس عام خاصہ کا نتیجہ ہے کہ جو بات عام طور پر لوگ کررہے ہوں اس سے خود پرہیز کرتے ہیں - لیکن اسکا تو کبهی خیال بهی نہیں ہوا تها کہ مولانا تصویر کهنچوانے اور رکهنے کو شرعاً نا جائز سمجهتے ہونگے - خود "الہلال" انہوں نے با تصویر نکالا' اور ایک سے زیادہ مرتبہ اپنی تصویریں بهی کهنچوائی' لیکن جب میں نے تصویر کی نسبت کہا تو انہوں نے لکها کہ "تصویر کا کهنچوانا' رکهنا' شائع کرنا' سب ناجائز ہے - یہ میری سخت غلطی تهی کہ تصویر کهنچوائی تهی اور الہلال کو با تصویر نکالا تها - میں اب اس غلطی سے تائب ہوچکا ہوں' میری پچهلی لغزشوں کو چهپانا چاهیے - نہ کہ از سرنو انکی تشہیر کرنی چاهیے"

لیکن اس جواب سے میری تشفی تو نہ ہوئی - میں علم شریعت کا ماہر نہیں' اور علی الخصوص مولانا کے فتوے کے مقابلے میں تو مجهے دم مارنے کا وہم بهی نہیں گزر سکتا - لیکن یہ بات میری سمجهہ میں کسی طرح نہیں آتی کہ آجتک مولانا کو شریعت کے اس حکم کی خبر نہ تهی اور جس کام کو علانیہ کرتے رہے ہیں' وہ اب یکایک ناجائز نکل آیا ہے - خود الہلال میں مولانا نے شیخ الاسلام قسطنطنیہ' شیخ محمد عبدہ مصری' مولانا شبلی نعمانی' اور کتنے ہی علماء و مشائخ کی تصویریں شائع کی ہیں - تعجب ہے کہ شریعت کا حکم ایسے ایسے مشاہیر علماء کو معلوم نہ تها - بہر حال مولانا کے اس حکم کی میں تعمیل نہ کرسکا اور کتاب کے ساتهہ انکا سب سے آخری فوٹو شائع کررہا ہوں - یہ فوٹو رانچی میں لیا گیا ہے' اور مولانا کی بریت کیلیے اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ کم سے کم اس کے کهنچوانے میں خود مولانا کے ارادہ کو کچهہ دخل نہ تها - وہ بالکل مجبور تهے -

کلکتہ

۱۶ - اگست سنہ ۱۹۱۹ ع

فضل الدین احمد

چار بڑے بڑے فٹ نوٹس نکالدیے اور دو مستقل نوٹ اصل کتاب کے آخر
میں مستقل فصل کے عنوان سے شامل کردیے اسی طرح بعض نوٹ اصل
کتاب میں ملادے گئے ناظرین یقین کریں کہ ایسے نوٹوں میں مولانا کے قلم
سے نکلی ہوئی تحریر کی جسقدر وقعت و عزت ہوگی' اُس سے وہ جلد
میرے دل میں ہے' اور میں ہرگز ایسا نہ کرتا اگر سامان طبع کی بیحد
گرانی نے مجھے اختصار پر سخت مجبور نہ کردیا ہوتا یہ جسقدر تعلیق اور
حواشی نکالے گئے' سب محفوظ ہیں' اور بعض خود مستقل مضمون کا
حکم رکھتے ہیں انشاء اللہ انکو بھی کسی نہ کسی عنوان سے عنقریب شائع
کرونگا یا بشرط گنجائش دوسری جلد کے آخر میں بطور ضمیمہ کے درج
کردینے کی کوشش کرونگا

جب کتاب پریس میں دی گئی تو ارادہ تھا کہ ایک ہی جلد میں
شائع کی جائیگی' لیکن کمپوز شروع ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ میرا اندازہ
ضخامت کے بارے میں غلط تھا اگر ایک ہی جلد میں کتاب شائع کی
جائیگی تو عجب نہیں سات آٹھ سو صفحوں تک ضخامت پہنچ جائے - مجبوراً
کتاب کو دو جلدوں میں تقسیم کردیا گیا یہ پہلی جلد ہے دوسری جلد کے
پہلے حصے میں مولانا کے خاندانی حالات کا بقیہ حصہ ہے دوسرے حصے میں
خود مولانا کی سوانح عمری ہے جو خاکسار نے مرتب کی ہے اور اُسکا بھی
اکثر حصہ سوالات کے جواب میں خود اُنکا لکھا ہوا ہے

مولانا کا فوٹو

آخر میں مجھے ایک خاص معاملہ کی نسبت چند الفاظ کہنے ہیں -
اس کتاب کا ایک ضروری جزو یہ بھی تھا کہ مصنف کی تصویر سے مزین
ہوتی - موجودہ زمانے میں کسی شخص کی سوانح عمری کا بغیر فوٹو کے
شائع کرنا ایک ایسی بے قاعدگی ہے جسکو کوئی خوش مذاق آدمی گوارا
نہیں کرسکتا علاوہ بریں مولانا کے ہزاروں ارادتمند ہیں جنکو بڑی مایوسی
ہوتی اگر کتاب اُنکے فوٹو سے خالی ہوتی اسلیے میں نے کوشش کی کہ
مولانا کا سب سے آخری فوٹو حاصل کر کے درج تذکرہ کروں مجھے معلوم تھا
کہ اپنی تصویر کی اشاعت کی انھوں نے ہمیشہ مخالفت کی ہے "الہلال"
میں دنیا جہان کی تصویریں نکلتی رہیں مگر لوگوں کے سخت اصرار پر
بھی انھوں نے کبھی اپنا فوٹو شائع نہیں کیا - البتہ اعانت نظر بندان

جب نظر ثانی کی طرف سے مایوس ہوگیا تو ارادہ کرلیا کہ خواہ وہ خوش ہوں یا ناراض ' مگر بلا انکے علم کے مسودہ کو اصلی حالت ہی پر شائع کردینا چاہیے - ساتھہ ہی نہ خیال بھی ہوا کہ " نظر ثانی " کا انتظار بھی در اصل اشاعت روکنے کا ایک حیلہ ہے - ورنہ آجتک کسی تحریر پر مصنفوں کے طریقہ کے مطابق انکو نظرثانی کرتے ہوے نہیں دیکھا گیا - " الہلال " و " البلاغ " میں کیسے کیسے معرکۃ الارا مضامین ہمیشہ نکلتے رہے ؟ لیکن میں نے خود دیکھا ہے کہ ہمیشہ محض قلم برداشتہ لکھے جاتے تھے - ساتھہ ہی ساتھہ کمپوزیٹر کمپوز بھی کرتے جاتے تھے - ایک صفحہ پورا ہوا اور کمپوز کیلیے گیا - البتہ ایک پروف وہ خود دیکھتے تھے' اور اسمیں کچھہ تبدیلیاں ضرور کردیتے تھے - مگر ظاہر ہے کہ پروف میں کوئی ایسی بڑی تبدیلی نہیں ہوسکتی - زیادہ سے زیادہ بعض الفاظ بدلے جاسکتے ہیں -

بہر حال میں نے کتاب کو خود اپنی نگرانی میں چھپوانا شروع کردیا - کتاب کے ۲۰۴ صفحے چھپ چکے تھے اور مولانا کو اسکی طباعۃ کا بالکل علم نہ تھا - جب جنوری سنہ ۱۹۱۹ع میں میں نے اخبارات میں ایک ابتدائی اطلاع اسکی نسبت شائع کی تو انکو معلوم ہوا ' اور جیسی توقع پیشتر سے تھی' سخت اصرار کرکے انھوں نے چھپائی کا سلسلہ موقوف کرادیا اور لکھا کہ کتاب ہرگز ہرگز شائع نہ کی جاے - تاہم اب مجھے پورا اطمینان تھا کہ جب کام یہاں تک پہنچ چکا ہے تو کسی نہ کسی طرح انکو اجازت دینی ہی پڑیگی - پانچ ماہ اسمیں نکل گئے - بالاخر میں رانچی گیا اور مجبوراً انکو اشاعت پر راضی ہونا ہی پڑا - میں ان صدہا شائقین سے جنھوں نے ابتدائی اعلان دیکھتے ہی درخواست بھیجدی تھی' اس تاخیر کیلیے خواستگار معافی ہوں' اور یقین دلاتا ہوں کہ اس بارے میں میری مجبوریاں بڑی ہی سخت تھیں -

اصل مسودہ میں میں نے کسی طرح کی تبدیلی نہیں کی - البتہ مجبوراً کتاب کی ضخامت کو معتدل کرنے کیلیے بعض مقامات سے بعض ٹکڑے نکالدیے پڑے - مولانا کے جوش فکر کا یہ حال ہے کہ جس جانب قلم کی باگ مڑگئی ' پھر اسکا رکنا مشکل ہے - علاوہ بریں کتاب اسطرح لکھی گئی کہ مسودہ خود آپکے پیش نظر بھی نہ تھا - دس بارہ صفحے لکھے اور میرے پاس بھیجدے - انکو خود اندازہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ کونسا مضمون کتنے صفحوں تک پہنچ چکا ہے ؟ جابجا فٹ نوٹس شروع کردیے تھے اور وہ بیس بیس پچیس پچیس صفحوں تک چلے جاتے تھے - مجبوراً مجھے چار مقام سے تین فصلیں اور

صاف کہدیا کہ "محض ہمارے اصرار سے مجبور ہوکر یہ دیباچہ لکھدیا تھا۔
یہ مقصود ہی کب تھا کہ کتاب کسی حال میں شائع کیا جائیگا"
وہ مصر ہیں کہ مسودہ انکے حوالے کردیا جائے۔ فرصت کے وقت درست
کردینگے۔ لیکن چونکہ خوش قسمتی سے میں اُن لوگوں میں سے ہوں
جو اُنکی اصطلاح "بوقت فرصت" کے معانی سے اچھی طرح واقف ہیں،
اسلیے میں اسکی تعمیل نہ کرسکا۔ اگر کرتا تو اسکے معنی صرف یہ ہیں کہ برسوں
تک کیلیے یہ کتاب بھی اُسی دفترِ نسیاں کے سپرد ہوجاتی جسکا ایک
بڑا مصداق "وقت فرصت" کے انتظار میں ہمیشہ اُنکے ہمراہ رہا کرتا ہے!

اسمیں شک نہیں کہ جن اہم تصنیفات کی تکمیل میں وہ آجکل
شب و روز مشغول رہتے ہیں مثلاً تفسیر القرآن، اُنکے مقابلہ میں یہ کتاب
چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ تاہم اگر وہ چاہتے تو یقیناً وقت نکال سکتے ہیں
اور چند دنوں کے اندر پوری کتاب پر نظرثانی ہوجاسکتی تھی۔ جو شخص
بلا کسی سامان و مواد کے محض قلم دوات لیکر ایک شب و روز میں پورا
ایک رسالہ لکھدے، اُسکے لیے ایک لکھی ہوئی چیز پر نظرثانی کردینا کیا
مشکل تھا؟ مگر افسوس ہے کہ وہ ہر کام کو اپنے معیارِ نظر سے جانچتے ہیں
دوسروں کی خواہشوں کی اس بارے میں کچھ پروا نہیں کرتے۔ یہ
پوری کتاب محض بطور تفریح دماغ کے انہوں نے قلم برداشتہ لکھدی
اپنے خیال میں اسکو محض ایک بے حقیقت چیز سمجھتے رہے۔ یہی
وجہ ہے کہ اسکی نظرثانی و اشاعت کے معاملہ میں اُنکو کوئی دلچسپی
نہ ہوئی۔ لیکن کاش اُنکو معلوم ہوتا کہ اُنکا معیارِ نظر جسقدر بلند ہے،
ہمارا نہیں ہے۔ انکی قلم برداشتہ تحریریں ایک طرف، اور اوروں کی
برسوں کی محنت و جانکاہی ایک طرف۔ اسی کتاب کو دیکھ لیا جائے کہ
کس بے سروسامانی و بے توجہی کے ساتھ قلم برداشتہ لکھی گئی ہے۔
جسقدر اوراق لکھتے جاتے ہیں، میرے پاس بھیجدیتے ہیں، اور آیندہ ربط تحریر
کیلیے صرف آخری صفحہ کی آخری سطر یا بعض حالات میں صرف چند الفاظ
ایک سادہ صفحہ کی پیشانی پر باقی رہتے ہیں۔ درمیان میں ہفتوں دوسری
تصنیفات جاری رہتیں۔ پھر جب کبھی کسی وجہ سے دماغ آرام لینا چاہتا
اور تفسیر وغیرہ کا سلسلہ رکتا، تو دو چار گھنٹے کیلیے اسطرف متوجہ ہو جاتے۔
ہمارے بڑے بڑے مصنف شاید اسطرح ایک خط بھی نہ لکھ سکیں۔ چہ جائیکہ
ایک پوری مرتب کتاب۔ چھ سات سو صفحوں سے زیادہ!

معلوم تھا کہ جہاں ایک مرتبہ اس موضوع پر اُنکا قلم اُٹھہ گیا ' پھر کسی تحریک کی ضرورت باقی نہ رهیگی اور اُنکی جوش فکر کا سیلاب کسی کے روکے بھی نہیں رک سکیگا - چنانچہ ایساهی هوا - اورگو نہایت بے توجہی اور بے مزگی کے ساتھہ وہ سوالات کے جوابات لکھنے پر مستعد هوے ' لیکن پھر بھی اُن ۱۵ - سوالوں کی تحریک نے اُنکے خیالات کو جنبش دیدی ' اور حالات کا ایک معتدبہ حصہ اُنکے قلم سے بے اختیار نکل گیا - سوالات کے جوابات لیکر میں رائپور واپس آیا - جہاں تک ممکن تھا ' جابجا خود اُنکی تحریر کو بجنسہ درج کرنے کی کوشش کی - بہت سے حالات میرے ذهن میں محفوظ تھے - اُن سے بھی مدد ملی - اور اس طرح ایک کتاب مرتب هوگئی - اس کا تو مجھے ابتدا سے اعتراف رها هے کہ اُنکے حالات لکھنے کیلیے جیسے دماغ و قلم کی ضرورت هے' وہ مجھے کہاں میسر؟ اور اِسی لیے میری ابتدا سے خواهش تھی کہ وہ خود هی اول سے آخر تک لکھیں اگر ایسا هوتا تو اسمیں شک نہیں کہ اردو لٹریچر میں ایک یادگار چیز هوتی - لیکن بہر حال ' نہونے سے ایک مفید کام کا هو جانا بہتر هے - هزاروں انسانوں کی طرح میرا بھی یقین هے کہ مولانا نے اپنی اس قلیل عمر میں جسقدر علمی و عملی خدمات انجام دی هیں' فی الحقیقت یہ اُنکے آنے والے کارناموں کی محض ایک ابتدائی قسط هے - اللہ تعالی ابھی عرصہ تک اُنکے وجود کو قوم میں قائم رکھیگا ' اور نہیں معلوم کیسی کیسی عظیم الشان خدمتیں اُنکے هاتھوں انجام پائیں گی ؟ پس وہ وقت قریب هے جب بڑے بڑے لوگ اُنکے حالات زندگی کی ترتیب پر مستعد هونگے' اور ایسے هاتھوں سے یہ کام انجام پائیگا جو هر طرح اسکے اهل هونگے - عجب نہیں کہ میری یہ پہلی اور ناچیز کوشش اُسوقت اُن بزرگوں کے کچھہ کام آجاے ' اور اسطرح میری کئی ماہ کی محنت ضائع نہ جاے -

چند الفاظ اس کتاب کی اشاعت کی نسبت بھی کہنا ضروری هیں - جسوقت مولانا نے اسکی تصحیح کا وعدہ کیا تو ساتھہ هی یہ شرط بھی کرالی تھی کہ بلا اُنکی اجازت کے شائع نہ کیا جاے - اُنکا قصد یہ تھا کہ آئندہ کسی فرصت کے موقعہ پر نظر ثانی کرینگے' اور اسکے بعد کتاب شائع هوگی - میں نے سال بھر تک اس موقعہ کا انتظار کیا - جب اوائل سنہ ۱۹۱۷ میں رانچی گیا تو بہت کوشش کی کہ کسی طرح میری موجودگی میں نظر ثانی هوجاے - لیکن افسوس هے کہ اُنھوں نے برابر تساهل و اغماض سے کام لیا - بلکہ صاف

میں لکھي گئي ' نہ مسودہ خود اُنکے سامنے تھا - جہاں کہیں کوئي لیا مطلب شروع ہوجاتا تھا " ذمل " کا لفظ لکھدیتے تھے اُسکے ساتھہ نمبر و شمار کي کوئي ترتیب نہ تھي

مگر مجھکو اصلي کاوش خود اُنکے حالات کي تھی - خاندانی حالات کے مسودہ کو دیکھا تو متوسط سائز کے کاغذ پر اصل مسودہ پانچ سو صفحوں سے زیادہ ہوچکا تھا اور نہ تھي اس وجہ سے کہ بار بار اختصار پر زور دیتا رہتا تھا - ورنہ نہیں معلوم اُنکے دماغ کي آمد کہاں کہاں اُنہیں لیجاتي اور کتاب ختم بھي ہوتي یا نہیں ؟ جب انہوں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بھي ختم کردیے تو اب میں منتظر ہوا کہ حسب وعدہ اپنے حالات لکھنا شروع کرینگے لیکن اسکے بعد بالکل خاموشي رہي - اور کچھہ عرصہ کے بعد پھر وہي عذرات کیے گئے جو بار ہا ہوچکے تھے - جب میں نے پھر لگاتار اصرار شروع کردیا تو بعض میں ایک فصل لکھکر بھیجدي اور لکھا کہ " اس سے زیادہ میں اپنا حال نہیں لکھہ سکتا " یہ فصل اسي حصہ کے آخر میں درج کردي گئي ہے اُسکو دیکھا تو اُس میں کوئي بات ایسي نہ تھي جس پر حالات کا اطلاق ہوسکے البتہ اپنے مخصوص طرز میں کچھہ اشارات کیے ہیں ' اور پھر شاعرانہ پیرایہ میں بات ٹال دي ہے اصل میں اُنکو میري درخواست منظور کرني ہي نہ تھي سخت اصرار دیکھکر چاہا کہ اپنے خاندانی حالات پر اس بہانے ایک کتاب لکھدیں اور جب خود اپنے ذاتي حالات کا موقعہ آئے تو کسي نہ کسي طرح ٹال دیں میں نہیں سمجھہ سکتا کہ اسمیں مصلحت کیا ہے ؟ یقیناً اُنکا فیصلہ میرے فیصلہ پر ترجیح پانے کا مستحق ہے - مگر یہ ضرور ہے کہ اتنے انتظار و امید کے بعد یہ مایوسي میرے لیے بہت ہي رنجدہ تھي اور ایسي تھي کہ اگر میري جگہ کوئي دوسرا شخص ہوتا تو یقیناً اس کام سے بالکل دست بردار ہو جاتا

اب اسکے سوا چارہ نہ تھا کہ میں خود اُنکے حالات قلمبند کروں اسی اثناء میں نکایک وہ نظر بند کردیے گئے اسکي وجہ سے خط و کتابت کي سہولت و آزادي بھي جاتي رہي بالآخر فروری سنہ ۱۹۱۷ میں ایک طویل مہلت اپنے کاموں سے نکالکر رانچي گیا ' اور متصل چھہ ماہ تک اُنکي خدمت میں مقیم رہا میں نے اُنکے حالات زندگي کے متعلق ۱۵ سوال لکھہ لیے تھے سخت سعي و اصرار سے اُنکے جوابات لکھوائے یہ مجھے

رحہ سے حالات کا بڑا حصہ پیش نظر تھا ' اسلیے سمجھتا تھا کہ آنکی بچیس برس کی زندگی میں ایسے ایسے عظیم الشان تغیرات موجود ہیں جو بڑی بڑی طویل زندگیوں میں بھی نہیں پیش آتے ' اور اسلیے آنکا مطالعہ ہزاروں انسانوں کیلیے رہنمائی و ہدایت کا ذریعہ ہوگا -

گو انہوں نے انکار کردیا ' لیکن میں نے اپنا اصرار برابر جاری رکھا اور برابر اس کیلیے خطوط لکھتا رہا - اپریل سنہ ۱۹۱۶ع میں جب گورنمنٹ بنگال نے بنگال سے باہر چلے جانے کا آرڈر جاری کیا اور وہ رانچی چلے گئے ' تو مئی میں میں آنکی ملاقات کیلیے رانچی گیا - اس واقعہ نے جو اثر تمام ملک پر ڈالا تھا ' اسکا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ آنکے حالات زندگی معلوم کرنے کا اشتیاق عام طور پر اور زیادہ ہوگیا تھا - جن جن لوگوں سے اسکا ذکر آیا ' سب نے بالاتفاق کہا کہ کسی نہ کسی طرح آنکے حالات زندگی خود آنہی سے لکھوانے چاہئیں - چنانچہ اس مرتبہ میں نے سخت کوششوں کے بعد آنسے وعدہ لے ہی لیا ' اور ساتھہ ہی یہ شرط بھی کرلی کہ جسقدر وہ لکھتے جائیں بلا انتظار تکمیل مجکو بھیجتے رہیں ' اور کوئی ہفتہ اس سے خالی نہ جاے - البتہ آنکو اصرار تھا کہ بلا آنکے علم کے کتاب شائع نہ کی جاے - اس کے ماننے میں مجھے کوئی تامل نہ ہوا -

اسکے بعد میں رانچی سے پور چلا گیا اور دو ہفتہ کے بعد سولہ صفحے انہوں نے لکھکر بھیجدیے - انکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اپنے خاندانی حالات قلمبند کرنا چاہتے ہیں - اسپر مجھے مزید مسرت ہوئی کہ ضمناً ایک مستقل کتاب بزرگان سلف کے حالات میں آنکے قلم سے مرتب ہوجائیگی - لیکن جوں جوں سلسلہ آگے بڑھتا گیا - نئی نئی بحثیں نکلتی آئیں ' اور ہر مبحث کو وہ اپنی عادت کے مطابق تفصیل سے لکھنے لگے - اسپر مجھے خوف ہوا کہ کہیں اس ضمن میں اصلی مقصد نہ رہجاے - چنانچہ میں نے بار بار اختصار کے لیے اصرار کیا - لیکن انہوں نے لکھا کہ " میری طبیعت میں رکاوٹ پیدا نہ کرو - جو کچھہ بے اختیار قلم سے نکل جاتا ہے بھیجدیتا ہوں - جمع کرتے جاؤ - ہر حال میں فائدہ سے خالی نہوگا "

جون سنہ ۱۹۱۶ سے ۱۷ - اکتوبر سنہ ۱۶ تک اسکا سلسلہ جاری رہا - درمیان میں کبھی کبھی رک جاتا اور پھر مجھے دوچار خط لکھنے پڑتے - جسقدر صفحات وہ لکھتے ' بھیجدیتے - مطالب میں کسی طرح کی قرار دادہ تقسیم و ترتیب نہ تھی - اور ہو بھی نہیں سکتی تھی - کیونکہ نہ تو ایک سلسلے

" الہلال " نکلا تھا اور مسلم یونیورسٹی کے متعلق مسٹر محمد علی نے اسکی مخالفت میں مضامین لکھے تھے ' تھوڑے ہی عرصے کے بعد رہی " الہلال " والی صدا یونیورسٹی کے متعلق انہوں نے بھی بلند کی ' مسٹر شوکت علی کا تو اس بارے میں عجیب حال ہے ' وہ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ " ابو الکلام نے ہم کو ایمان کا راستہ بتلا دیا " ڈاکٹر اقبال کا مدعی عدالت میں تحریری حال جو کچھ سنا ہے ' اسکے مقابلہ میں اب انکی فارسی مثنویاں دیکھتے ہیں تو سخت حیرت ہوتی ہے " اسرار خودی " اور " رموز بیخودی " فی الحقیقت " الہلال " ہی کی صداے بازگشت ہیں

خاکسار شاید ان معدودے چند لوگوں میں سے ہے ' جو ایڈیٹر " الہلال " سے " الہلال " کی اشاعت کے بعد نہیں ' بلکہ پیشتر سے واقفیت رکھنے کا فخر رکھتے ہیں ' میری انسے پہلی ملاقات سنہ ۱۹۰۲ میں ہوئی جب وہ مشغول تعلیم تھے ' کامل اٹھارہ برس اس واقعہ پر گزر گئے ' زمانے کے حالات و حوادث نے مجھے ہندوستان کے مختلف گوشوں اور پھر ہندوستان سے باہر پہنچا دیا ' وہ کلکتہ سے بمبئی اور پھر بخارا و بغداد چلے گئے ' اور اس اثناء میں بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوتی رہیں ' لیکن یہ علاقہ بدستور مستحکم رہا ' اور میں اس تمام عرصے میں انکی زندگی کے تغیرات کا مطالعہ کرتا رہا - سنہ ۱۹۱۴ میں جب " الہلال " کی شہرت کمال درجہ تک پہنچ چکی تھی اور ہر شخص اس عجیب و غریب شخصیت کے حالات معلوم کرنے کا خواہشمند تھا جس نے یکایک ظاہر ہوکر تمام قوم میں انقلاب عظیم پیدا کردیا ' تو مجھے پہلی مرتبہ یہ خیال ہوا کہ اگر انکی زندگی کے حالات قلمبند ہوجائیں تو وہ کئی اعتبارسے نہ صرف نہایت دلچسپ بلکہ نہایت نتیجہ خیز و مفید ہونگے ' چنانچہ میں نے یہ خیال ان پر ظاہر کیا ' اور عرض کیا کہ وہ خود اپنے ہی قلم سے اسے حالات قلمبند کردیں ' لیکن انہوں نے اول تو کئی بار اپنی عادت کے مطابق مذاق میں بات ٹال دی ' پھر صاف صاف انکار کردیا اور کہا کہ " کتنی بزرگ اور عظیم الشان زندگیاں ہمارے سامنے ہیں جنکے سوانح و حالات نہیں لکھے گئے ' ان کو چھوڑ کر میری زندگی کے حالات مرتب کرنا محض ایک تمسخر انگیز حرکت ہوگی "

لیکن جس کام کو وہ " تمسخر انگیز " کہتے تھے (اسکو نیک محبت و ارادت کا نتیجہ سمجھا جاے یا حقیقت حال کا) میں ہر طرح اسکو ایک نہایت ضروری کام سمجھتا تھا ' اور چونکہ ایک عرصہ کی واقفیت کی

آگے سر جھکا دیا ' اور آج تمام مسلمانوں پر جو رنگ چھایا ہوا ہے ' خواہ اُسکا ظہور سیاسی مباحث میں ہو ' یا کسی دوسری شکل میں ' مگر سب چل رہے ہیں اُسی راہ پر !

سب سے زیادہ یادگار اور تعجب انگیز اثر اُس نے دو جماعتوں پر ڈالا ' اور یہی دونوں جماعتیں تمام قوم کے لیے بمنزلۂ اصل و بنیاد کے ہیں - یعنی علماؤ مشائخ کا گروہ ' اور انگریزی تعلیم یافتہ جماعت - اگر " الہلال " شائع ہوکر اور کوئی کام نہیں کرتا - صرف ایک عالم ' ایک پیر ' ایک با اثر جدید تعلیم یافتہ شخص کو اُس رنگ میں رنگ دیتا جسمیں اُس نے تمام قوم کو رنگ دیا ہے ' تو صرف یہی کارنامہ اُسکی انقلابی قوت کے اعتراف کیلیے کافی تھا - علماؤ مشائخ کا گروہ جو اپنے مدرسوں اور حجروں سے کبھی جھانک کر بھی دنیا کی حالت پر نظر نہیں ڈالتا تھا ' الہلال نے اُنکو یکایک نکالکر جد و جہد کے میدانوں میں کھڑا کردیا ' اور اُن میں سے ہر شخص نے محسوس کرلیا کہ ہم اپنے اصلی فرض کو آجتک بھولے ہوے تھے - تعلیم یافتہ جماعت کا یہ حال ہوا کہ یا تو یہ گروہ مذہب کے نام سے متوحش تھا ' یا اب ہزاروں سر خدا کے آگے جھک گئے ' اور بعض کا تو یہ حال ہوا کہ بڑے بڑے عابدوں زاہدوں کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا - شب و روز قرآن کی صدائیں اُنکی زبانوں سے نکلنے لگیں - اس بارے میں جیسے جیسے عجیب واقعات دیکھے اور سنے گئے ہیں ' اور " الہلال " کے ایک ایک مضمون بلکہ ایک ایک سطر نے جیسے جیسے ہوش ربا اثر لوگوں پر ڈالے ہیں ' اُنکو اگر بیاں کیا جاے تو ایک پورا رسالہ بن جاے -

مثال کے طور پر میں صرف چند محترم ناموں کا ذکر کرونگا - طبقۂ علماء میں سے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کا یہ قول خود مولانا ابو الکلام نے ایک مرتبہ مجھسے نقل کیا تھا کہ " ہم سب اصلی کام بھولے ہوے تھے - الہلال نے یاد دلادیا " یہ جملہ انہوں نے اُس موقعہ پر کہا تھا جب ایک شخص نے الہلال میں تصویروں کے ہونے کی شکایت کی تھی - تعلیم یافتہ جماعت میں فداے قوم مسٹر محمد علی اور مسٹر شوکت علی خاں ' اور ہمارے قومی شاعر ڈاکٹر اقبال کا ذکر کردینا کافی ہے - ان دونوں اسلام پرستوں کو مذہب کی راہ اُسی نے دکھلائی ' اور بتدریج اپنے رنگ میں یکقلم رنگ دیا - ورنہ ہم لوگوں کو وہ زمانہ بھی اچھی طرح یاد ہے جب نیا نیا

اُس کی سب سے بڑی یادگار خصوصیت اُسکا سرتاپا مجتہدانہ انداز تھا '
اور اسی نے اُسکو چند مہینوں کے اندر وہ مقبولیت و عزت دیدی جو برسوں
میں بھی بہ مشکل نصیب ہوسکتی ہے ظاہری وضع و شکل سے لیکر
مضامین و مطالب تک ' ہر بات میں وہ اپنی راہ سب سے الگ رکھتا تھا '
اور اپنے رنگ میں سب سے نرالا تھا اُس نے کسی چھوٹی سی چھوٹی
اور جزئی سے جزئی بات میں بھی دوسروں کی تقلید نہ کی ' بلکہ تقلید
و پیروی کیلیے خود اپنا نمونہ پیش کیا مذہبی دعوۃ و تعلیم ' پولیٹکل
پالیسی ' علمی و ادبی مباحث ' طرز تحریر و انشاء ' الفاظ و تراکیب '
کوئی بات ایسی نہیں ہے جسمیں اُس نے اپنا مجتہدانہ انداز ہاتھہ سے
دیا ہو اسی خصوصیت کا نتیجہ ہے کہ یکایک ملک کے تمام پچھلے رنگ
مٹ گئے ' اور ہر بات میں صرف اُسی کا رنگ غالب آگیا لوگ بے اختیار
اپنی راہیں چھوڑ کر اُسی کی راہ اختیار کرنے لگے ' اگرچہ کسی سے بھی
اجتک اُسکی ادھوری تقلید بھی بن نہ آئی

عام مذہبی انقلاب

" الہلال " کا سب سے بڑا کارنامہ جو ہمیشہ تاریخ ہند میں یادگار رہیگا '
وہ پائدار مذہبی انقلاب ہے جو یکایک مسلمانوں میں اُسکی دعوۃ حق سے
پیدا ہوگیا لاکھوں کروڑوں مسلمان ہمیشہ قرآن شریف ترجمے پڑھاتے رہتے
ہیں مگر قرآن کی تعلیم کی اصلی حقیقت سب سے پہلے اُسی نے
آشکارا کی ' اور یکایک سب کے دل میں یہ بات اُترگئی کہ ہماری دینی
و دنیوی فلاح و ترقی کی صرف وہی راہ مقدم ہوسکتی ہے جو اُسکی رہنمائی
سے کھلی ہو رسمی طور پر یہ بات پہلے بھی کہی جاتی تھی' لیکن اس طرح
کسی نے نہیں بتلائی تھی کہ جاہل سے لیکر عالم تک ' سب کے دلوں کو
مسخر کرلے ' اور سب بے اختیار ہوکر اسکی طرف کھنچ جائیں اُس نے
نہ صرف اسکی پکار بلند کی' بلکہ قومی زندگی کی ہر بات میں قرآن کی
تعلیم دنیا کے آگے پیش بھی کردی اور ہر طرف سے ہٹاکر قوم کو صرف
مذہب کی سچی راہ پر لگادیا سیاست ' معاشرت ' تعلیم ' ساری باتوں
کی اصلی بنیاد صرف مذہب اور قرآن کی تعلیم قرار پاگئی گو ابتدا
میں بہت سے لوگوں نے مخالفتیں بھی کیں' لیکن رفتہ رفتہ سب نے اُسکے

قریب ہے اور مسلمانوں کی نجات کی راہ یہی ہے - سارے کاموں کو حضرت امام مہدی کے نکلنے کے انتظار میں ملتوی کردینا چاہیے - اُس وقت ساری دنیا خود بخود مسلمانوں کیلیے خالی ہو جائیگی -

اسمیں شک نہیں کہ حدیث اور قرآن کا ذکر ہمیشہ ان بزرگوں کی زبانوں پر جاری رہتا تھا ' مگر قرآن کو جیسی شکل میں خود انہوں نے دیکھا تھا ' ویسی ہی شکل دوسروں کو بھی دکھلاتے تھے - وہ شکل اس قابل تو ضرور نہ تھی کہ قیمتی کپڑوں میں لپیٹ کر طاق پر رکھدی جاے ' مگر ایسی نہ تھی جو ہمارے دلوں میں گھر کرلیتی ' اور خدا سے پھرے ہوے سروں کو پھر خدا کے سامنے گرا دیتی !

قوم کے جو بعض سر برآوردہ اشخاص آج نئی قومی زندگی کے بانی سمجھے جاتے ہیں ' خود اُن سب کا بھی یہی حال تھا - "کامریڈ" کلکتہ سے نکل چکا تھا ' اور اُسکی مخصوص انگریزی انشا پردازی نے تمام ملک میں شہرت پیدا کرلی تھی - لیکن پالیسی اور تحریک کے اعتبار سے وہ بھی اُسی پرانی روش کا بندہ تھا اور قوم کیلیے کوئی نیا نصب العین سامنے نہیں رکھتا تھا - وہی کانگرس اور ہندوؤں کی مخالفت اور وہی پالٹکس میں قناعت و توکل کی تعلیم اُسکے صفحات پر بھی نظر آتی تھی -

اسی اثناء میں دہلی دربار ہوا اور تقسیم بنگال کی منسوخی کا اعلان کیا گیا - اس واقعہ نے تمام تعلیم یافتہ مسلمانوں پر یہ حقیقت روشن کردی کہ اُنکی پولٹیکل پالیسی لائق تبدیلی ہے - لیکن پھر بھی نہ تو کوئی نئی راہ کھلی ' اور نہ کوئی ایسا قدم آگے بڑھا جو مسلمانوں کو دوسری قوموں کی پیروی سے ہٹا کر خود اُنکی اپنی راہ اُنکو دکھلا دیتا -

" الہلال "

یہ حالت تھی ' کہ یکایک کلکتہ سے " الہلال " نکلا ' اور اِس شان سے نکلا ' کہ تمام ملک کی نظریں بے اختیار اُسکی جانب اُٹھہ گئیں - اُسکی ہر بات انقلاب انگیز تھی اور ہر بات نئی - ظاہری شکل و صورت بھی نئی ' اور باطنی محاسن بھی نئے - ابھی دو چار نمبر ہی نکلے تھے کہ عام و خاص ' ادنی اعلیٰ ' سب کی زبانوں پر اُسی کا نام تھا ' اور ہر گروہ اور ہر طبقہ کے لوگوں نے اُسکے سوا سب کو بھلا دیا تھا !

کسی کا دلی نقش تھا۔ نہ کسی نے اسرار کا ثابت کرکے دکھلایا تھا۔
جو لوگ سچے دل سے اسکو مانتے ہیں، وہ بھی کبھی اسکی حقیقت معلوم
کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں اور اس خیال سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں
کہ گو قرآن میں سب کچھ ہے مگر اسکو پڑھنا پڑھانا اماموں اور ولیوں کے
سوا اور کوئی نہیں جان سکتا اور نہ اس پر غور کرنے یا عمل کرنے کی تمام
مسلمانوں کو ضرورت ہے ۔

قوم کا سب سے زیادہ محترم طبقہ علماء و مشائخ کا ہے لیکن اس
جماعت کا یہ حال تھا کہ گویا اسکو مسلمانوں کی موت و حیات سے کوئی
واسطہ ہی نہیں - قوم کا جاہل سے جاہل اور ادنیٰ سے ادنیٰ طبقہ بھی دنیا
کے حالات اور مسلمانوں کے قومی زوال کی جتنی خبر رکھتا تھا، اتنی بھی
ہمارے دین و دنیا کے ان پیشواؤں کو نہ تھی دنیا میں کیا انقلابات ہو رہے
ہیں؟ مسلمانان عالم پر کیا گزر رہی ہے؟ انکی قومی زندگی کس کس
طرح مٹائی جارہی ہے؟ خود ہندوستان میں ہمارا روز بروز کیا حال ہو رہا ہے؟
یہ تمام باتیں اس مقدس گروہ کے نزدیک دنیا اور دنیا داروں کی باتیں تھیں
جن کا وہم و گمان بھی ایک عالم دین کیلیے باعث عار تھا قوم قوم پکارنا
یا مسلمانوں کی قومی و ملکی حالت کی فکر کرنا، اور اسکے لیے لوگوں میں
تحریک پیدا کرنا بھی ان حضرات کے نزدیک بدعت میں داخل تھا جس
سے ہر متقی پرہیزگار مسلمان کو پناہ مانگنی چاہیے عام طور پر اس گروہ کا
اعتقاد یہ تھا کہ ہمارا کام صرف "دین" ہے اور "دین" کا مطلب
یہ ہے کہ نماز روزہ کے مسائل بتلادیے جائیں یا کفر کے فتووں پر مہریں
کردی جائیں، یا شاگردوں کو چند کتابیں پڑھا دی جائیں باقی رہی
مسلمانوں کی قومی زندگی اور انکی موت و حیات، تو یہ تمام باتیں
"دنیا داری" کی باتیں ہیں، یا "سیاسی" علماء دین اور مشائخ
طریقت کو ان سے کیا واسطہ؟

رموز مملکت خویش خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

اگر ان میں سے کسی بزرگ کو چند لمحوں کیلیے قوم کی حالت زار پر
توجہ بھی ہوتی بھی تو یہ کہکر خود اپنے اور اپنے معتقدوں کے دلوں کو تسکین
دیدیتے ہیں کہ اب ہماری تمہاری کوشش سے کیا ہوسکتا ہے؟ اب تو قیامت

مذہبی حالت جو عام طور پر ہو رہی تھی، علی الخصوص تعلیم یافتہ جماعت کی، وہ محتاج بیان نہیں - مذہب کے علم و عمل سے سب تک قلم بے بہرہ تھے، اور عموماً ایک عام بے پروائی اور بے تعلقی چھائی ہوئی تھی - اسلام کا علاقہ محض ایک برائے نام قومی رشتہ سمجھا جاتا تھا، اور وہ بھی بہت سی طبیعتوں پر سخت شاق تھا - ہزاروں تعلیم یافتہ نوجوان تھے جو مذہب اور مذہب کے ہر خیال کی تحقیر کرنا اور اسکو خلاف عقل و تہذیب بتلانا اپنا قابل فخر کارنامہ سمجھتے تھے - یہ بات عام طور پر مسلم ہوچکی تھی کہ نئی تعلیم یافتہ جماعت کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں، اور اسکول و کالج کی تعلیم اور مذہبی زندگی، دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں - حتی کہ اگر کوئی شخص ترکی ٹوپی اوڑھا ہوا نماز پڑھتا نظر آ جاتا، یا قرآن شریف کی کوئی آیت اسکی زبان و قلم سے نکل جاتی، تو لوگوں کو ایک نہایت تعجب انگیز اور غیر معمولی واقعہ معلوم ہوتا - ایک خاص واقعہ کی طرح اسکا ذکر کیا جاتا کہ فلاں شخص نے کالج میں تعلیم پائی ہے اور ساتھہ ہی نماز بھی پڑھا کرتا ہے! یہ تعجب بیجا بھی نہ تھا - جن لوگوں کو مذہب کی ضرورت اور خدا کی ہستی میں بھی شک ہو، ایسے مذہبی معلومات اور نماز روزہ کی پابندی کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟

غیر انگریزی خواں طبقہ اگرچہ بظاہر اسقدر مذہب سے بیگانہ نہ تھا، لیکن مذہب کی حقیقی زندگی اس میں بھی مفقود تھی، اور اصلی مقصد کا اسکو بھی کچھہ پتہ نہ تھا - یہ خیال ہر شخص پر چھایا ہوا تھا کہ اسلام کی تعلیم اسکے سوا کچھہ نہیں ہے کہ دنیا کو ترک کردو اور صرف نماز روزہ اور ورد و وظائف میں زندگی بسر کردو - اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو خیر لباس اور کھانے پینے رہنے سہنے کے معاملات میں کوئی نئی بات اختیار نہ کرو - کسی عالم یا پیرصاحب سے آمد و رفت جاری رکھو، اور اللہ اللہ کرتے دنیا سے چل بسو - اسکے علاوہ اور کوئی بات نہیں جسکی اسلام تعلیم دیتا ہو اور جسکی ایک مسلمان کو ضرورت ہو -

زبان سے اگرچہ ہمیشہ کہا جاتا تھا کہ دین و دنیا کی کوئی خوبی ایسی نہیں ہے جو قرآن شریف نے نہ بتلائی ہو، لیکن یہ محض ایک خوش اعتقادی کی بات تھی جو رسماً زبان سے کہدی جاتی تھی - نہ تو اسپر

فیضی حسنت ازیں عشق کہ دوراں امروز
گرم دارد ز تو ہنگامۂ رسوائی را!

سنہ ۱۹۱۲ء

سنہ ۱۹۱۲ کا زمانہ بھی ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ ایک یادگار زمانہ رہیگا

یہی زمانہ ہے جب مسلمانان ہند کی مذہبی و سیاسی حالت میں یکایک ایک انقلاب عظیم رونما ہوا، اور قوموں کی زندگی میں جو تبدیلی بتدریج برسوں کے اندر پیدا ہوسکتی ہے، وہ بظاہر چند مہینوں کے اندر تمام قوم میں پیدا ہوگئی!

یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانان ہند میں حیثیت القوم پولیٹکل جد و جہد سے بالکل الگ تھلگ رہنے کو اپنی قومی پالیسی سمجھتے تھے، اور ملک کی سیاسی زندگی کا پورا میدان صرف ہندؤں کیلیے چھوڑ دیا گیا تھا مسلم لیگ قائم ہوچکی تھی مگر اُس کا پالیٹکس بھی صرف یہی تھا کہ ملک کی عام سیاسی ترقی کی روک تھام میں دفتری اقتدار کا ہاتھ بٹاے اور جہانتک ممکن ہو حرکت اور ترقی کو روکے۔ اُس نے صاف صاف اعلان کردیا تھا کہ مسلمانوں کا پولیٹکل کام یہ نہیں ہے کہ گورنمنٹ سے حقوق طلب کریں، بلکہ صرف یہ ہے کہ ہندؤں کی پولیٹکل جد و جہد کی مخالفت کریں۔ مسلمانوں میں سے گنتی کے چند افراد جو انڈین نیشنل کانگرس میں شریک ہوتے تھے، اُنکے سامنے بھی خود اپنی کوئی راہ نہ تھی وہ سمجھتے تھے کہ صرف کانگرس میں شریک ہوجانا، اور ہندؤں کی دیکھا دیکھی طلب حقوق اور ملکی حالت کی تبدیلی پر زور دینا، اور ہر کام میں اُنکا نمونہ سامنے رکھنا، مسلمانوں کیلیے ترقی کی بڑی سے بڑی معراج ہے

فہرست

هذه تذكرة

تذکرہ

یعنی مولانا ابوالکلام اور اُنکے خاندان کے بعض اکابر شیوخ کے سوانح و حالات ،

جس کا پہلا حصہ تمام تر اُنہی کی تصنیف ہے۔

مرتبہ

فضل الدین احمد مرزا۔ بی' اس سی۔

ای' ام' ایف' سی' اس (یوکو)

البلاغ پریس

کلکتہ
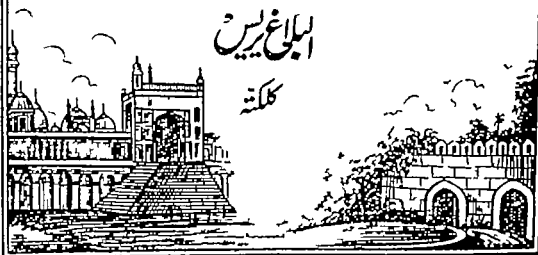
Tazkar - yani Molana Abul Kalam - Aazad aur unke khandan ke sawaneh - O - halat

Ed by

Fazl-uddin Ahmad Mirza